ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم وترقی

جنوری ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ۱

بانی :- شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر :-

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر :-
تعلیم وترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت سالانہ چار روپے   فی پرچہ ۳۰ نئے پیسے
ٹیلیفون :- ۷۴۴۳۶۳

ترتیب

مدیر طابع ناشر برکت علی فراق نے یونین پریس میں چھپواکر دفتر تعلیم وترقی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

خواندگی کا مشقی پروگرام

تمہید

خواندگی اس وقت تک خواندگی نہیں ہے جب تک پڑھنے لکھنے کی صلاحیت جو ان پڑھ بالغ نے حاصل کی ہے اتنی پکّی اور مستحکم نہ ہو جائے کہ کوئی نو سکھ آسے بھلانا چاہے بھی تو نہ بھلا سکے۔ صرف حروف اور ان کے میل سے بننے والے الفاظ پہچاننے کی قابلیت اور ... ابجت لکھ لینے کی صلاحیت کا نام خواندگی نہیں ہے۔ اگر خواندگی کی تعلیم کا سلسلہ اسی منزل پر ترک کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ عرصہ میں نو سکھ بالغ از سرِ نو جوں کا توں ناخواندہ ہو جائے گا اور اس کے اوپر جو کچھ محنت اور سرمایہ صرف کیا گیا ہے وہ سب کا سب ضائع ہو جائے گا۔

خواندگی کی اس تعریف کی روشنی میں دیکھئے تو خواندگی یا خاتمۂ ناخواندگی کی کوئی مہم اُس وقت تک مکمل نہیں کہی جا سکتی جب تک پڑھ لکھ سکنے کی اس ابتدائی قابلیت میں پکّا پن اور استحکام نہ پیدا ہو جائے اور اس اعتبار سے خواندگی یا خاتمۂ ناخواندگی کی مہم کی مدت کار سے کم سے کم مسلسل چار ماہ ہونی چاہیئے اور اسے ڈیڑھ ڈیڑھ مہینے کی دو اور ایک مہینے کی ایک، کل تین کلاسوں میں تقسیم کر دینا چاہیئے، اور ان تینوں کلاسوں کا تسلسل بالکل اسی طرح قائم رہنا چاہیئے جس طرح عام رسمی تعلیم کے درجوں کا ہوتا ہے۔ ابتدائی کلاس میں جس کی مدت ڈیڑھ ماہ ہو پرائمر اور اس کے بعد کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ چار مشقی ریڈروں کی تکمیل کے بعد ختم ہو جانی چاہیئے[1] بعد کی دو کلاسیں جن کا مقصد خواندگی کی صلاحیت کو پختہ اور مستحکم بنانا ہے، خواندگی کی

---

[1] تیسرے باب میں خواندگی کے جن مختلف طریقوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ان میں مانڈے میتھڈ ایسا ہے جس میں مجرّد خواندگی کے ساتھ ہی ساتھ مشقی پروگرام بھی شامل ہے۔ اس لئے اگر کوئی استاد خواندگی کی تعلیم میں مانڈے میتھڈ کو اختیار کرے اور اس پر پورا پورا عمل کرے تو اسے الگ سے مشقی پروگرام پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اس لئے کہ مانڈے میتھڈ میں چھ مہینے کی مدت ضروری قرار دی گئی ہے اور یہ طریقہ فنکشنل لٹریسی کو خواندگی کی منزل تسلیم کر کے وضع کیا گیا ہے۔

ابتدائی کلاس کے بعد مسلسل جاری رہنی چاہئیں۔ مسلسل تعلیم کا اتنا اہتمام ہو تب کہیں جا کر یقین ہو سکتا ہے کہ اب پڑھا بالغ صحیح معنی میں خواندہ ہو گیا ہے اور یہ خواندگی اس کی زندگی میں کام آ سکتی ہے۔

مشقی پروگرام کا پہلا درجہ: مدت ڈیڑھ ماہ

خواندگی کی ابتدائی کلاس کا ذکر گذشتہ ابواب میں آ چکا ہے۔ اس باب میں ہم مشقی پروگرام کی ان دو کلاسوں کے باب میں بحث کریں گے جن کا منشا خواندگی کی صلاحیت کو مستحکم کرنا ہے۔

مشقی پروگرام کے اس درجے کی تکمیل پر نوخواندہ بالغ میں حسب ذیل صلاحیتیں پیدا ہونی چاہئیں۔

۱۔ پڑھنے لکھنے کے شوق میں شدت اور گہرائی پیدا ہو جائے۔

۲۔ ایسے الفاظ جو نظر پڑتے ہی بلا تکلف سمجھ میں آ جاتے ہیں، ان کا ذخیرہ اتنا وسیع ہو جائے کہ وہ بھی خط و کتابت، اخبار، نوٹس اور اشتہارات، اور عام معیار و مدان کی کتابیں بے تکلف پڑھ اور سمجھ سکے۔ نظر پڑتے ہی سمجھ میں آ جانے والے الفاظ کی تعداد مختلف زبانوں میں ڈیڑھ ہزار سے ڈھائی ہزار تک ہوتی ہے۔ یہ تعداد بہرحال اتنی بڑی ہونی چاہئے کہ مذکورہ بالا موادِ مطالعہ میں پیش آنے والے نئے الفاظ کا تناسب دس پر ایک کا ہو۔

۳۔ عبارت کے فہم کی حدود میں وسعت اور گہرائی پیدا ہو جائے یہاں تک کہ الفاظ کے تلفظی، ربطی، اور پوشیدہ، سبھی طرح کے مطالب سمجھ میں آ جائیں، مطالعے سے جو خیالات ذہن میں آئیں، ان سے وہ اثر لے سکے اور شخصی اور اجتماعی مسائل کے حل میں ان کی قدر و قیمت کو سمجھ سکے۔

۴۔ ہر قسم کے موادِ مطالعہ کو پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اور وہ ہر مقصد مثلاً حصولِ معلومات اور صرف لطف اندوزی — کے لئے پڑھنے کا عادی ہو جائے۔

۵۔ زور زور سے پڑھنے کی رفتار کے مقابلے میں خاموش مطالعے کی رفتار میں نمایاں اضافہ ہو جائے۔

طالب علموں کی درجہ بندی

خواندگی کی اس منزل میں داخلہ لینے والے طلبا کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلاً خواندگی کی ابتدائی کلاسوں سے گذر کر آنے والے طلبا کے علاوہ بہت سے بالغ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تنہا یا کبھی اسکول پڑھنے جاتے تھے اور وہاں جو کچھ پڑھنا لکھنا سیکھا تھا وہ زنگ آلود ہو چکا ہے اور اب وہ اسے تازہ کرنا چاہتے ہیں یا ایسے لوگ جنہوں نے ابتدائی خواندگی کی تعلیم کہیں

دوسری جگہ حاصل کی ہے اور اب کچھ اونچی قابلیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مشقی پروگرام کے اس درجے میں طالب علم کی نوعیت خواہ کچھ ہی ہو اُسے آگے لے چلنا اسی مقام سے چاہیئے جہاں وہ اپنی موجودہ قابلیت کے اعتبار سے ہے۔ طالب علم کو پڑھانا خواہ وہ فرداً فرداً ہو یا جماعت کی شکل میں ہو اس اصول کی پابندی بہرحال لازمی ہے۔ اگر جماعت کی شکل میں پڑھانا ہو ——— اور ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے ——— تو کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ایک جماعت میں بیس طالب علم سے زیادہ تعداد نہ ہو۔ جماعتیں بہرحال طلباء کی موجودہ قابلیت کے معیار پر بنانی چاہئیں۔

معیاری قابلیت کی جانچ

خواندگی کی قابلیت کی تین شکلیں ہو سکتی ہیں: ایک حروف، الفاظ اور جملوں کی پہچان۔ دوسرے عبارت کو خاموش طور پر پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت اور تیسرے عبارت کو صحیح پڑھنے کی قابلیت۔ چنانچہ معیاری قابلیت کی جانچ بھی انہی تین شکلوں پر مشتمل ہونی چاہیئے۔ پروفیسر ولیم۔ ایس۔ گرے نے اپنی کتاب THE TEACHING OF READING AND WRITING میں قابلیت کی ان شکلوں کی جانچ کے جو طریقے تجویز کئے ہیں۔ ان پر آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے اور ان سے قابلیت کے معیار کا اتنا اندازہ تو ہو ہی سکتا ہے کہ ان کی بنیاد پر مشقی پروگرام کے طالب علموں کو ان کی ضروریات اور معیاری قابلیت کے اعتبار سے مختلف درجوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ ہم پروفیسر گرے کے ان طریقوں کو اپنے الفاظ میں ڈھال کر یہاں درج کرتے ہیں۔

الف۔ حروف، الفاظ اور جملوں کی پہچان

ایک قطار میں تین الفاظ کے حساب سے الفاظ کی ۱۴ قطاریں مرتب کیجئے۔ پہلی قطار کے تین لفظ خواندگی کے پہلے درجے کی ابتدائی کتابوں سے منتخب کیجئے۔ بعد کی گیارہ قطاروں کے لئے اسی درجے کی جملہ کتابوں میں سے الفاظ منتخب کیجئے، اس طرح کہ اگر پرائمر میں سے تین الفاظ لئے ہیں تو پہلی کتاب کے ابتدائی حصے سے تین، اس کے بعد تین، اس کے بعد تین اور اسی طرح کرتے کرتے جتنی کتابیں پڑھائی گئی ہیں، سب میں سے بتدریج الفاظ منتخب کر لیجئے۔ آخر کی تین قطاروں کے لئے ایسے الفاظ منتخب کیجئے جو دوسرے درجے کے ابتدائی دنوں میں پڑھائے جانے والے ہیں۔

الفاظ کی یہ فہرست طلبا میں تقسیم کر دیجئے اور ان سے کہئے کہ ان لفظوں کو غور سے دیکھتے رہیئے۔ ہم ان میں سے ایک ایک کو پڑھیں گے۔ جو لفظ پڑھا جائے، آپ اس کے نیچے پنسل سے لائن کھینچ دیجئے۔ اپنے مددگار کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ ہر طالب علم کو دیکھ لے کہ جو لفظ پڑھا گیا ہے آیا اس نے اسی پر نشان لگایا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ایک ایک کرکے ہر قطار میں سے ایک ایک لفظ پڑھیے

اور طالب علم کا جواب دیکھتے جائیے۔ جس طالب علم نے جتنے صحیح نشان لگائے ہیں اسی اعتبار سے اس کی قابلیت کا معیار مقرر کیجئے۔

۲۔ خاموشی سے پڑھنے اور مطلب سمجھنے کے معیار کی جانچ

پچھلے درجے میں جو الفاظ پڑھائے جا چکے ہوں، ان میں سے سوڈیڑھ سو یا دو سو الفاظ پر مشتمل ایک کہانی یا کوئی بیان تصنیف کیجئے۔ اور اس کی اتنی نقلیں کرا لیجئے کہ ہر طالب علم کے پاس ایک ایک نقل پہنچ جائے۔ ایک دوسرے کاغذ پر کہانی یا بیان سے متعلق پانچ سوال لکھ لیجئے، اور ہر سوال کے تین تین جواب لکھ لیجئے جن میں صحیح صرف ایک جواب ہو۔

اب طلبا سے کہئے کہ "آپ کو ایک کہانی پڑھنے کو دی جائے گی اسے اپنے سامنے رکھا رہنے دیجئے اور جب آپ سے کہا جائے اس وقت اسے پڑھنا شروع کیجئے۔ کہانی کو شروع سے آخر تک غور سے پڑھ ڈالئے۔ جب آپ کہانی پڑھ لیں تو ہاتھ اٹھا لیجئے۔ اب آپ کو ایک اور کاغذ دیا جائے گا جس پر پانچ سوال اور ہر سوال کے سامنے تین جواب لکھے ہوں گے۔ آپ پہلے سوال کو پڑھئے اور پھر اس کے سامنے لکھے ہوئے جوابوں کو۔ ان جوابوں میں سے جو صحیح ہو اس کے نیچے پنسل سے لائن کھینچ دیجئے۔ جب پانچوں سوالوں کے جواب ہو جائیں تو ہاتھ اٹھا لیجئے۔ آپ سے کاغذ لے لیا جائے گا۔

اس عمل سے پہلے بہتر ہوگا کہ ایک کاغذ پر اول، دوم، سوم، چہارم وغیرہ کے اعتبار سے ایک ترتیب قائم کر لی جائے اور جو طالب علم جس درجے پر کہانی پڑھنا ختم کرے، اس درجے میں اس کا نام لکھ لیا جائے۔ سب سے پہلے جو طالب علم کہانی پڑھنا ختم کرے اسے دیکھ لیجئے کہ کتنی دیر میں اس نے پڑھا ہے، اسی طرح سب سے آخر میں جس نے پڑھا ہے اس کی مدت بھی دیکھ لیجئے۔ اس درجہ بندی سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون سا طالب تیز پڑھتا ہے اور کون سست؛ پھر جوابات دیکھئے، جس طالب علم کے جتنے جوابات صحیح ہوں، اسی اعتبار سے اس کی عبارت فہمی کا معیار مقرر کر لیجئے۔

۳۔ عبارت کو صحیح پڑھنے کی قابلیت

اس صلاحیت کی جانچ کے لئے دو تین کہانیاں ایسی منتخب کیجئے جو مشکل ہونے کے اعتبار سے اسی معیار کی ہوں جو اس درجے میں پڑھائی جانے والی ہوں۔ طلبا کو ان کہانیوں کے عنوان بتا دیجئے اور پھر ان سے کہئے کہ وہ ہر کہانی میں سے دو دو چار چار سطریں پڑھ کر سنائیں۔ اگر موقع ہو تو ایک ایک بار پھر پڑھوائیے، اور دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں اور کیا کیا غلطی کرتا ہے۔ جو طالب علم سب سے زیادہ غلطی کرے، اس سے آخر میں ایک دو مرتبہ اور پڑھوا کر دیکھ لیجئے اور پھر ان غلطیوں کی تعداد کی بنیاد پر ان کی قابلیت کا معیار مقرر کر لیجئے۔

اب ان تینوں جانچوں کے نمبروں کا اوسط نکال کر درجہ بندی کر لیجیے۔ ممکن ہے اس درجہ بندی پر طلبا کو خوشی نہ ہو۔ اگر ایسا اندیشہ ہو تو انھیں دوستانہ انداز میں سمجھا دیجیے کہ انھیں ان کی قابلیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ تعلیمی ضرورت کے اعتبار سے الگ الگ درجوں میں بٹھایا جا رہا ہے۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ہی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ کوئی طالب علم اپنی کمی کو پورا کر کے اپنے سے اونچے درجے کے قابل ہو گیا ہے، اُسی وقت اُسے اونچے درجے میں چڑھا دیا جائے گا۔ اور اس وعدے کی پابندی بھی کیجیے۔

بنیادی ریڈر اور طریقۂ تعلیم

الف ۔ بنیادی ریڈر

جس طرح خواندگی کی ابتدائی کلاس میں پرائمر یا چارٹ اور اس کے بعد دو سے چار تک مشقی ریڈروں کی ضرورت ہوتی ہے، بالکل اُسی طرح مشقی پروگرام کے اس پہلے درجے میں بھی ایک بنیادی ریڈر اور چند امدادی کتابوں کی ضرورت ہوگی، اور ان کو پڑھانے میں انہی پابندیوں کو برتنا ہوگا جو خواندگی کی ابتدائی کلاس میں ضروری ہوتی ہیں۔

بنیادی ریڈر کم سے کم ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہونی چاہیے اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں درجہ بندی کی پابندی کی جانی چاہیے۔ ابتدائی کلاس کی پرائمر اور مشقی کتابوں میں جتنے الفاظ پڑھائے جا چکے ہوں، ان کے علاوہ اس درجے کی بنیادی ریڈر میں کم سے کم ایک ہزار نئے الفاظ کا تعارف ہونا چاہیے۔ مگر یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ یہ الفاظ ایسے ہوں جو پڑھے لکھے لوگوں کی عام بول چال میں اکثر و بیشتر استعمال ہوتے ہوں اور بالغ طلبا کے مذاق اور مفاد سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوں۔ ان نئے الفاظ کے انتخاب میں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے ساتھ تلفظ اور لکھاوٹ کی اگر سب نہیں تو بیشتر پیچیدگیاں اور مشکلات بھی آ جائیں۔ ہر نیا لفظ پوری ریڈر میں کم سے کم بیس مرتبہ ——— اور اگر ہو سکے تو ۲۵ مرتبہ مختلف جملوں اور عبارتوں میں آ جانا چاہیے تاکہ طالب علم کا ذہن اس سے اچھی طرح آشنا ہو جائے۔ کتاب کے اسباق ابتدا میں کم اور آگے چل کر زیادہ صفحات پر مشتمل ہوں لیکن کوئی سبق سات صفحے سے زیادہ طویل نہ ہونا چاہیے۔[1] اگر ممکن ہو تو اس بنیادی ریڈر کے ساتھ مشقوں کی ایک کتاب جو سبق وار تیار کی گئی ہو، منسلک کر دینی چاہیے۔ ورنہ پھر عام رواج کے مطابق

[1] ریڈر میں ۴۰ سبق ہوں تو ڈیڑھ مہینے کی مدت میں ایک سبق یومیہ کے حساب سے اسے پڑھانے میں سہولت رہے گی۔ اس کی تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ابتدا میں پانچ پانچ صفحات کے پانچ سبق ہوں، ان کے بعد چھ چھ صفحات کے دس سبق اور آخر میں سات سات صفحے کے بیس سبق۔ باقی دس سبق دس نظموں کے ہو سکتے ہیں جو ظاہر ہے، ایک ہی ایک یا دو دو صفحوں پر مشتمل ہوں گی۔

ہر سبق کے بعد الفاظ کی پہچان، ان کے معنی، اور استعمال سے متعلق مشقی سوالات اور ہدایات لکھی ہونی چاہئیں۔ اس دوسری شکل میں کتاب کی ضخامت کے ۲۰۰ صفحات سے زیادہ بڑھ جانے کا اندیشہ ہے گا جو مناسب نہیں ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہوگا کہ مشقوں کی کتاب الگ ہی رکھی جائے مگر اُسے ریڈر کا لازمی جزو قرار دیا جائے اور ریڈر کو اس کے بغیر مکمل نہ تصور کیا جائے۔

ب۔ طریقۂ تعلیم

ریڈر کو پڑھانے میں اُستاد کا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ کلاس میں جو سبق پڑھانا ہو اُسے پہلے وہ خود بغور پڑھ لے اور یہ طے کر لے کہ طالب علموں کو اس سبق میں امکاناً کہاں کہاں اور کیا کیا مشکل پیش آئے گی اور اُسے وہ کس طرح حل کرے گا۔

ریڈر کو اچھی طرح پڑھانے کے لئے ـــــ اس طرح کہ اس کا ایک ایک لفظ طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے، حسب ذیل باتوں پر وقتاً فوقتاً اور موقع کے لحاظ سے عمل کرنا چاہئے۔ یہ وہ گُر ہیں جو پروفیسر گرے نے خواندگی کے مختلف ملکوں کے تجربات کی بنیاد پر اپنی کتاب THE TEACHING OF READING AND WRITING میں تجویز کئے ہیں۔ یہ گُر پروفیسر موصوف کی کتاب سے اپنی زبان میں ڈھال کر نیچے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) جو سبق پڑھایا جانے والا ہو، اس کے جن الفاظ کے متعلق خیال ہو کہ وہ طلبا کے لئے مشکل ثابت ہوں گے، انھیں تختۂ سیاہ پر اسی شکل میں لکھ دینا چاہئے جس شکل میں وہ ریڈر میں لکھے ہیں اور طلبا کو سمجھا دینا چاہئے تاکہ جب ان سے سبق پڑھنے کو کہا جائے تو انھیں اُسے سمجھ کر پڑھنے میں آسانی ہو۔

(۲) اگر کسی لفظ کے تمام اجزائے ترکیبی سے طلبا واقف ہوں تو اُسی طرح کے دوسرے الفاظ لکھ کر انھیں ان سے پڑھوا لینا چاہئے تاکہ ان کی انھیں مزید مشق ہو جائے۔

(۳) دوسرے الفاظ کو پہچاننے کے لئے انہی کی شکل و صورت کے دوسرے معلوم الفاظ لکھ کر اُن کا باہم مقابلہ کرانا چاہئے تاکہ اس مقابلے سے نامعلوم الفاظ کی پہچان وہ کر سکیں۔ اگر ان معلوم الفاظ کے مقابلے میں نامعلوم الفاظ کی شکل صورت میں کچھ امتیازی فرق ہو تو اس کی طرف خاص طور پر اشارہ کر دینا چاہئے۔

(۴) طلبا کو سبق پڑھنے سے پہلے یہ جتلا دینا چاہئے کہ پڑھنا سمجھنے کے لئے ہوتا ہے اگر ایسا ہو کہ پڑھ تو لیا مگر سمجھ میں کچھ نہ آیا تو ایسا پڑھنا بے کار ہے، اس لئے پڑھتے وقت پڑھی ہوئی چیز کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو طلبا کے پڑھنا شروع کرنے سے پہلے ایسے الفاظ جو پہلی بار سامنے آئے ہوں اور خیال ہو کہ اس کے معنی وہ نہ جانتے ہوں گے ان کے مطالب بھی اچھی طرح سمجھا دینا چاہئیں اور اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ معنی وہ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں

ان الفاظ کا زبانی طور پر ابھی سے با معنی فقروں میں استعمال کرا دینا چاہئے۔

(۵) سبق کو سمجھ کر پڑھنے میں طلبا کی مدد کرنے کے لئے استاد یہ بھی کر سکتا ہے کہ سبق میں سے طلبا سے کچھ سوال پوچھے اور جواب معلوم کرنے کے لئے بتا دے کہ اس کا جواب سبق کے فلاں پیراگراف میں ملے گا، اس پیراگراف یا پیراگرافوں کو خاموشی سے پڑھ لیجئے اور سوال کا جواب دیجئے۔ اس طرح طالب علم کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی، ایک طرف اسے خاموش مطالعے کی مشق کا موقع ملے گا اور دوسری طرف سبق کو سمجھ کر پڑھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

(۶) سبق کے پڑھے جانے کے بعد اس کے متعلق جو بات چیت اور بحث ہو اس میں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ طلبا کی توجہ مضمون یا کہانی میں بیان کئے ہوئے واقعات کی طرف رہے۔

(۷) اس بحث کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنانے کی غرض سے یہ بھی کرنا چاہئے کہ مضمون یا کہانی کے واقعات کا رشتہ طلبا کے اپنے تجرباتِ زندگی سے جوڑ دیا جائے یعنی انھیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ان واقعات کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی کے کچھ واقعات کا ذکر کریں اور ان کی یاد تازہ کریں۔ اس طریقۂ کار سے طالب کو پڑھی ہوئی بات یا واقعے کو واضح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

(۸) اس انداز پر جب سبق ایک مرتبہ پڑھ لیا جائے تو اُستاد کو چاہئے کہ اس بات چیت اور بحث کی بنیاد پر کچھ سوالات ایسے سامنے رکھے جو زیادہ باریک ہوں اور ان کے جواب حاصل کرنے کی غرض سے سبق کو ایک بار پھر نسبتاً زیادہ غور سے پڑھنے کی دعوت دے۔ کسی سوال یا مسئلے کا حل ڈھونڈھنے کی غرض سے جتنی مرتبہ سبق پڑھا جائے گا، اسی قدر پڑھنے کی لیاقت میں اضافہ اور رفتار میں تیزی پیدا ہوگی۔

(۹) اس تمام پڑھائی کے دوران میں اُستاد کی نظر ہمیشہ اس بات پر رہنی چاہئے کہ طالب علم کو کہاں اور کس طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور اُسے اپنی مشکلات پر قابو پانے کے لئے کس قسم کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تعلیم کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا اور طالب علم ان مشکلات سے تنگ آ کر کلاس چھوڑ بیٹھے گا۔

(۱۰) پڑھائی کے دوران میں اس تمام کوشش اور مشقی کارروائی کا پہلا مقصد طالب علم کو اس کی مخصوص مشکلات پر عبور حاصل کرنے میں مدد بہم پہنچانا ہے۔ اس مدد کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں: سبق کے نسبتاً زیادہ مشکل حصّوں کی بطورِ خاص وضاحت، بعض خاص مطالب کو ایکٹنگ کر کے سمجھانا، تختۂ سیاہ پر لکھ لکھ کر پڑھانا اور سمجھانا وغیرہ۔ ایک دوسرا مقصد پڑھائی کے سلسلے کے دوسرے مسائل سے طالب علم کو آشنا کرنا ہے تاکہ جس وقت

وہ مسائل سامنے آئیں تو اُسے انھیں آپنے آپ حل کرنے میں آسانی ہو۔ تیسرا مقصد مشقی کتاب میں مزید مشق کے لئے کام دینا ہے یہ کام طالب علم گھر پر کر سکتے ہیں۔ لیکن گھر کے لئے کام دینا اسی وقت کارآمد ہو سکتا ہے جب پابندی سے اس کی چیکنگ ہوتی رہے۔ اس طرح کہ جب تک یہ کام مکمل نہ ہو جائے اس وقت تک اگلا سبق شروع نہ کیا جائے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تیز اور مستعد طلبا اپنی رفتار میں رخنہ پڑتے دیکھ کر سست طلبا کی فہمائش کریں گے اور وہ بھی کم سے کم شرما حضوری اور ناک کٹنے کے ڈر سے مستعد ہو جائیں گے اور ان کی سست روی جاتی رہے گی۔

امدادی کتابیں

خواندگی کی اس منزل کے بنیادی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بنیادی ریڈر کے علاوہ امدادی کتابوں (SUPPLEMENTARY READERS) کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اس لئے کہ اس سے صرف پڑھائی کی گہری مشق ہی نہیں ہوتی بلکہ روانی کے ساتھ سمجھ کر پڑھنے میں جس مہارت اور شوق کی ضرورت ہے اس میں بھی بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب بنیادی ریڈر کی طرح مطالعے کی یہ امدادی کتابیں بھی بطور خاص لکھی گئی ہوں اور بنیادی ریڈر سے اُن کا ربط قائم کیا گیا ہو۔ اس مقصد کے لئے ہونا یہ چاہئے کہ ان کتابوں کے لئے ایسے موضوع منتخب کئے جائیں جن سے زیر تعلیم علاقے کے بالغ طلبا کو عام طور پر دلچسپی ہو۔ ان میں پانچ سو سے لے کر ایک ہزار تک نئے الفاظ (ان نئے الفاظ کے علاوہ جو بنیادی ریڈر میں استعمال کئے گئے ہیں) استعمال کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی شکل صورت اور تلفظ ایسا ہو جس سے وہ کلاس کی پڑھائی کے دوران میں آشنا ہو چکے ہیں، اور اس کی بنیاد پر ان نئے الفاظ کا تلفظ اپنے آپ کر سکتے ہیں۔ البتہ ایسے الفاظ جن سے طلبا پہلے سے مانوس نہ ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ طالب علم کو انھیں پڑھنے میں مشکل پیش آئے گی تو اُستاد کو چاہئے کہ انھیں تختہ سیاہ پر لکھ دے اور ان کے تلفظ کی وضاحت اور مشق کرا دے۔

اکثر حالات میں یہ ممکن نہیں ہوتا کہ مطالعے کی امدادی کتابیں بھی اسی احتیاط و اہتمام کے ساتھ مرتب ہوں جو بنیادی ریڈر کی ترتیب و تالیف میں ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں جو کتابیں میسر ہوں انہی میں سے اس مقصد کے لئے انتخاب کر لینا چاہئے مگر اس انتخاب میں ان باتوں کو ملحوظ رکھنا چاہئے جو مذکورہ بالا شرائط کو زیادہ سے زیادہ پوری کرتی ہوں۔

اس کام کے لئے مناسب ہوگا کہ بنیادی ریڈر کی پڑھائی کے بعد کلاس میں روزانہ تھوڑا سا وقت بچا لیا جایا کرے اور جب مشکل الفاظ کے تلفظ کی وضاحت اور دوسری مشکلات کا حل سمجھا دیا جائے تو طلبا کو مشورہ دیا جائے کہ وہ اس کتاب یا کتابچے زیر مطالعہ حصے کو تین چار بار یا اس وقت تک خاموشی سے پڑھیں جب تک اسے روانی کے ساتھ پڑھنے کا یقین نہ ہو جائے اور جب یقین ہو جائے تو وہ اپنے احباب یا گھر کے لوگوں کے سامنے اسے زور زور سے پڑھ کر سنائیں، اور اس میں جو کچھ لکھا ہو، اس کے بارے

میں ہر پہلو پر باہم خوب بات چیت کریں۔

طلبا کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہئے کہ جس وقت وہ امدادی کتابیں گھر پر اپنے طور پر پڑھ رہے ہوں اس وقت پڑھائی سے متعلق وہ مسائل جنھیں وہ خود حل نہ کر سکتے ہوں لکھ لیا کریں تاکہ دوسرے دن کلاس میں جب امدادی کتابوں کی پڑھائی کا وقت آئے، تو ان مسائل پر بات چیت ہو اور انھیں حل کرنے میں ان کی مدد کی جائے

یہ دیکھنے کے لئے کہ آیا طلبا گھر پر امدادی کتابوں کا مطالعہ پابندی سے کرتے ہیں یا نہیں۔ کبھی کبھی یہ بھی ہونا چاہئے کہ اُن سے زیر مطالعہ کتاب کا کوئی حصّہ زور زور سے پڑھنے کو کہا جائے اور اس جانچ سے اگر یہ معلوم ہو کہ وہ واقعی کتاب کا مطالعہ نہیں کرتے تو اس کے لئے انہیں فہمائش کرنے کے بجائے استاد کو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ آیا وہ اسباب کیا ہیں جو انھیں مطالعہ سے باز رکھتے ہیں اور پھر یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ اسباب دور ہو جائیں۔

مخصوص مسائل کا مطالعہ

پڑھائی کے دوران میں طلبا میں بعض ایسے امور سے دلچسپی پیدا ہو سکتی ہے جن کا ذکر ممکن ہے نہ بنیادی ریڈر میں ہو نہ امدادی کتابوں میں۔ ایسی حالت میں جب یہ محسوس ہو کہ دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے تو استاد کو چاہئے کہ دلچسپی کے موضوع سے متعلق ایسا مواد تلاش کرے جو طلبا آسانی سے پڑھ سکتے ہوں اور جہاں جہاں مشکل الفاظ یا اصطلاحات کو سمجھانے کی ضرورت ہو، وہاں انھیں سمجھانے کا اہتمام کرے۔

ہمارے یہاں ملک کی تعمیر نو خصوصاً پنجسالہ پلانوں کے سلسلے میں خود حکومت کی طرف سے ایسے مواد کی اکثر و بیشتر اشاعت ہوتی رہتی ہے اور حکومت کے علاوہ کتابوں کے تاجر اور پبلشر بھی پنج سالہ پلانوں سے متعلق سستی اور آسان زبان میں لکھی ہوئی کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اگر دلچسپی کا کوئی موضوع ایسا ہے جس پر ان ذرائع سے مطالعے کا موزوں مواد دستیاب نہیں ہو سکتا تو پھر مطلوبہ مواد مقامی طور پر خواہ خود تیار کرنا پڑے لیکن طالب علم کی دلچسپی کا کسی حالت میں خون نہیں کیا جانا چاہئے۔

جب کبھی ایسا موقع آئے تو امدادی کتابوں کے مطالعے کے لئے جو وقت مخصوص کیا گیا ہے، اسے اس مسئلے کے مطالعے کے لئے وقف کر دینا چاہئے۔ جو مسئلہ سامنے ہو اُس کی اور اُس کے حل کے لئے جس قسم کی معلومات اور مواد کی ضرورت ہو اس کی نوعیت پر طلبا کو باہم بات چیت اور بحث کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہئے اور مطلوبہ مواد کا مطالعہ اسی طرح شروع کیا جانا چاہئے جس طرح امدادی مواد کا مطالعہ، بلکہ چونکہ اس مواد میں اکثر و بیشتر اصطلاحی الفاظ سے سابقہ پڑنے کا امکان رہے گا اور بعض اوقات نئے نظریات اور خیالات سامنے آئیں گے، اس لئے استاد کو اس کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے کہ آگے طلبا کے

سامنے اصطلاحی الفاظ اور نئے نئے فلسفیانہ اور سائنسی خیالات کی تشریح اور وضاحت کرنی پڑے گی، اور یہ بتانا پڑے گا کہ اس نئے مواد مطالعہ سے انھیں جو معلومات حاصل ہوگی، اُسے وہ اپنے مخصوص مسائل کو حل کرنے میں کس طرح استعمال کرسکتے ہیں۔

اس موقعے سے فائدہ اٹھاکر اُستاد کو چاہیے کہ وہ طلبا میں اپنی مرضی سے آزادانہ مطالعہ کرانے کا شوق پیدا کرے۔ اخبارات اور دلچسپ افسانوی ادب، آزاد مطالعے کا شوق پیدا کرنے کے بڑے موثر ذریعے ہیں۔ چنانچہ بہت سے ٹیچر کلاس میں اچھے اچھے اخبارات، رسائل اور دلچسپ اور آسان کتابوں کا اہتمام بھی رکھتے ہیں اور وقت نکال کر طلبا سے اخبارات میں سے منتخب حصّے پڑھ کر سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ اسی طرح انھیں یہ موقع بھی دیا جاتا ہے ——— اور دیا جانا چاہیے ——— کہ وہ گھر پر خود اخبار یا کوئی کتاب پڑھیں اور اس کے دلچسپ حصّے کلاس کے دیواری اخبار میں شائع کرنے کے لئے لکھ کر لائیں۔

طلبا کو تعلیم کے دوران میں کوئی موقع نکال کر اس کے لئے بھی آمادہ کرنا چاہیئے کہ اپنی بستی میں لوگوں کے جلسے بلوائیں اور ان موقعوں پر اپنی پڑھی ہوئی کسی کہانی کو ڈرامے کی شکل میں ڈھال کر اُسے اسٹیج کریں، اپنی پڑھی ہوئی کتابوں سے دلچسپ اور معلوماتی حصّے منتخب کرکے پڑھیں اور اخلاقی، مذہبی اور ادبی نظمیں پڑھ کر اور ہو سکے تو گا کر سنائیں۔ اس قسم کے پروگراموں سے خود طلبا کا حوصلہ بھی بڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی پڑھنے لکھنے یا پڑھنا لکھنا سیکھنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے جو بجائے خود ایک بڑا فائدہ ہے۔

انڈونیشیا میں خاتمۂ ناخواندگی کی قومی تحریک

خواندگی ——— انقلابی تعلیم کا ایک وسیلہ

ڈچ دورِ حکومت میں انڈونیشیا کی محض ۶ فی صدی آبادی لاطینی رسم الخط پڑھنا لکھنا جانتی تھی۔ ۱۹۰۲ء میں جب انڈونیشیا کے بیدار مغز اور ہر دلعزیز رہنماؤں کی کوششوں سے جدید سیاسی جماعتیں اور دوسری انجمنیں وجود میں آئیں اُس وقت سے یہاں کی قومی زندگی میں ایک بیداری دکھائی دیتی ہے۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کے دن کی انڈونیشیا کی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے۔ اِس دن انڈونیشیا کے لوگ اپنا قومی "حیاتِ نو" کا دن مناتے ہیں۔ اسے انڈونیشیا کی تعلیمی سیاسی اور اقتصادی زندگی میں نئی سرگرمیوں کا نقطۂ آغاز مانا جاسکتا ہے۔ غلامی کے زمانے میں لوگوں سے رابطہ قائم کرنے اور ان میں قومی بیداری پیدا کرنے کی تعلیم دینے کا ایک سب سے آسان طریقہ خواندگی کی کلاسیں منظم کرنا تھا۔ انڈونیشیا کی قومی زندگی میں ایک دوسرا اہم دن ۱۷ اگست ۱۹۴۵ء ہے جس دن ہمارے مقبول رہنما صدر سوکرنو نے قوم کے نام ایک پیغام میں قومی پیمانے پر ناخواندگی کے خلاف جنگ چھیڑنے کا اعلان کیا تھا۔

بنیادی مقاصد

خواندگی کی تحریک ہمارے عام ہمہ گیر قومی منصوبے کا ایک حصہ ہے۔ تعمیر و ترقی کا یہ منصوبہ قومی انقلاب کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کی غرض سے شروع کیا گیا ہے۔ خواندگی کی تحریک اس ہمہ گیر منصوبے کا پہلا اور بنیادی قدم ہے۔ ہمارے قومی انقلاب کے مندرجہ ذیل بنیادی مقاصد قرار دیئے جاسکتے ہیں :۔

(الف) متحد قومی ریاست کا قیام (ب) ایک ایسے سماج کی تشکیل جو انسان دوستی، قوم پرستی، جمہوریت اور سماجی انصاف پر مبنی ہو اور خدا پر یقین رکھتی ہو۔ (ج) بنی نوعِ انسان سے برادرانہ تعلق قائم کرنا اور تمام لوگوں کے ساتھ ایک اچھے پڑوسی کی طرح زندگی گذارنا۔ ان بنیادی مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ

——— جتنے کم سے کم وقت میں ہو سکے لوگوں کو لاطینی رسم الخط پڑھنا اور لکھنا سکھایا جائے۔

— لوگوں کو ایسی اطلاعات بہم پہنچائی جائیں جس سے کہ وہ اپنی اقتصادی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں سوچ بچار کرنے کے قابل بن سکیں۔
— لوگوں کو خود اعتمادی کی تعلیم دی۔
— لوگوں کے دل و دماغ میں آزادی اور قوم پرستی کا احساس پیدا کیا جائے۔

خواندگی کی تعلیم: ایک قومی مسئلہ

ان انقلابی مقاصد کے پیش نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انڈونیشیا میں خواندگی کی تحریک کی بنیاد اس مسلمہ پر ہے کہ یہ مسئلہ پوری قوم کا مسئلہ ہے۔ یعنی ناخواندگی کے خلاف اس تحریک کو چلانے کے لئے پوری انڈونیشی قوم ذمہ دار ہے۔

خواندگی کی تحریک کے لئے تنظیمی ڈھانچہ

اس اصول کے پیش نظر انڈونیشیا کے عوامی تعلیم کے محکمے (DEPT. OF COMMUNITY EDUCATION) نے ہر تحصیل اور بعض گاؤں میں بستی کی تعلیمی کمیٹیاں بستی کے مقامی لیڈروں اور محکمے کی مقامی شاخوں کے اعلیٰ افسروں پر مشتمل قائم کی ہیں صدر سوئیکرنو نے ۷ اگست ۱۹۶۰ء کو قوم کے نام اپنے پیغام میں ناخواندگی کے خلاف جنگ کا جو اعلان کیا تھا، اس کے مطابق اس تحریک کے لئے انتظامی مشنری کی تشکیل جلد از جلد کردینی تھی۔ خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک کے سلسلے کے انتظامات کرنا بستی کے لیڈروں کی ذمہ داری ہے۔ ان مقامی لیڈروں کا آپس میں ربط قائم کرنے کے لئے گاؤں، تحصیل ضلع اور ریاستی سطح پر ایکشن کمیٹیوں کی فوراً تشکیل کردی گئی۔ ان کمیٹیوں کو تمام مقامی محکموں کا عملی تعاون حاصل ہے۔ یہاں تک کہ فوج، پولیس اور عدالت کے محکموں نے بھی تعاون کرنے میں سرگرمی دکھائی ہے۔ گاؤں کی سطح پر ایکشن کمیٹی کا صدر گاؤں کا مکھیا ہوتا ہے، جس میں دوسرے تمام مقامی رہنما شامل ہوتے ہیں، ریاست کی ایکشن کمیٹی کا کام محض اتنا ہوتا ہے کہ وہ تحریک کے تنظیمی معاملات کی عام منصوبہ بندی کردے جب کہ تحصیل اور گاؤں کی کمیٹیاں ان پروگراموں پر عمل درآمد کی ذمہ دار ہوتی ہیں کمیونٹی ایجوکیشن کے محکمے کا کام عام منصوبے کے مطابق عمل درآمد کے طریق کار متعین کرنے تک محدود ہوتا ہے۔

بنیادی بات: خوشحال سماج کی تشکیل

انڈونیشیا میں خواندگی کی تحریک قومی ترقی کے عام اور ہمہ گیر منصوبے کے ایک پروگرام کی حیثیت سے چلائی جارہی ہے

اس لئے اس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ہر گاؤں کو اپنی جگہ ایک بہتر اور خوشحال سماج بننے کے لئے جدوجہد کرنی ہے اور اس کے لئے انھیں خود اپنے طور پر وسائل فراہم کرنے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ گاؤں کے پورے سماج کو اور اس کے مکھیا اور مقامی حکومت کے لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملے۔

بستی کی تعلیم COMMUNITY EDUCATION

خواندگی کے پروگرام کی نوعیت یہاں بستی کی تعلیم جیسی ہے۔ اس کی بنیاد بستی کے لوگوں میں اشتراک عمل کا جذبہ پیدا کرنا ہے اس کے لئے ان کے اندر (۱) اتحاد (۲) خود اختیاریت اور (۳) ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا اس کی تعلیم کی خصوصیت ہے۔

۱۔ اتحاد کا احساس:۔ اس کے ماتحت مندرجہ ذیل باتیں آ جاتی ہیں:۔

(الف) دل و دماغ کا اتحاد جس سے لوگوں کی ذہنی نشو و نما صحت مند طریقے پر ہو اور ان کے احساسات اور قوت ارادی کو تقویت ملے۔

(ب) بستی کا اتحاد جس سے لوگوں میں اپنی بستی سے یگانگت پیدا ہو اور اُن کے اندر سماجی زندگی کا احساس رچ بس جائے اور وہ اپنے علم و ہنر اور دھن دولت کو بستی کے بہبود کے کاموں میں لگانے سے گریز نہ کریں۔

(ج) قومی اتحاد، جس سے لوگوں میں اعتماد اور بھروسہ پیدا ہو وہ اپنے ملک کی عظمت پر فخر کرنا سیکھیں، جس کی امتیازی شان ہے زندگی کے ہر شعبے میں "کثرت میں وحدت" کی جلوہ نمائی۔ لوگوں میں ایسا احساس پیدا کرنا جس سے وہ پوری قوم کی زندگی کے معیار کو بلند کرنے کی جدوجہد میں خوشی سے حصّہ لے سکیں۔

۲۔ خود اختیاریت کا احساس:۔ اس سے مراد ہے کہ

(الف) لوگوں کو آزادی کی اہمیت جتلانا اور یہ احساس پیدا کرنا کہ اس آزادی سے ان کے اوپر کیا ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ یعنی لوگوں پر یہ واضح کرنا کہ ہر شخص اور ہر بستی کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ اب وہ "اپنی مدد آپ" کے اصول پر اپنی اور اپنی بستی کی ترقّی کے لئے کام کرے اور اس میں وہ اپنی کوششوں پر ہی زیادہ منحصر رہیں اور باہر کی وسائل سے ملنے والی امداد کا کم سے کم سہارا لیں۔

(ب) مرکز سے صوبوں کی سطح پر اور صوبوں سے مقامی اکائیوں میں خود اختیاری حکومتوں کو رواج دینا۔ یعنی اقتدار کی لامرکزیت کو رواج دینا۔

۳۔ ذمہ داری کا احساس:۔ اس سے مراد ہے کہ

(الف) بستی کے لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنا کہ بستی کے ترقیاتی پروگراموں کی منصوبہ بندی میں وہ خود پہل کریں۔
(ب) مقامی لیڈرشپ کو ابھارنا۔

نتائج

اس منصوبے پر دو سال کام کرنے کے بعد مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوئے :۔
(الف) بڑ جاوا، جس میں جوگ جاکرتا، مغربی جاوا، مشرقی جاوا اور سماترہ کے کچھ دوسرے ضلعے شامل ہیں اپنے یہاں سے ناخواندگی کے مکمل خاتمے کا اعلان کر چکا ہے۔
(ب) مقامی حلقوں میں تال میل اور اشتراکِ عمل اب پہلے سے زیادہ ہے۔
(ج) ان کامیابیوں سے لوگوں میں بھروسہ پیدا ہوا ہے۔
(د) اس ہمہ گیر عوامی تحریک نے لوگوں کے انقلابی جذبے کو پروان چڑھایا ہے، جس کی انقلاب کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں بہت اہمیت ہے۔

خواندگی کی درجہ بندی

خاتمۂ ناخواندگی کا پروگرام شروع تین مرحلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔
(۱) تعلیمی (خواندگی کی تعلیم) (۲) ذہنی نشوونما اور (۳) تہذیبی نشوونما

پہلا مرحلہ

(۱) پہلے مرحلے میں لوگوں کو حروف اور آسان الفاظ کی پہچان کرادی جاتی ہے۔ اس مرحلے پر ایک تحریک چلا کر پوری بستی کو ایک ساتھ لیا جاتا ہے جس سے کہ بستی کے سارے ناخواندہ لوگ ایک ساتھ پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں۔
اس مرحلے پر ۱۲ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ پڑھایا جاتا ہے جس کا عنوان ہے "آؤ سب مل کر پڑھیں"! اس کتابچے کے اسباق بڑے بڑے پوسٹروں پر بھی شائع کئے گئے ہیں۔
اس خواندگی کی تعلیم کی میعاد ۳ یا ۴ ہفتہ ہوتی ہے۔ ہمارے پاس خاص اس کام کے لئے علٰحدہ سے اساتذہ نہیں ہیں۔ بستی کا ہر وہ آدمی جو پڑھنے لکھنے میں مہارت رکھتا ہے ان سے نئے پڑھنے والوں کی مدد کے لئے کہا جاتا ہے۔

خواندگی کی تعلیم کا دوسرا مرحلہ جسے ذہنی نشو ونمائی تعلیم کا نام دیا گیا تھا اس میں اب کچھ تبدیلی کردی گئی ہے اور اب اس کی جگہ مشقی تعلیم کا پہلا دور قائم کیا گیا ہے، جس کا نصاب مندرجہ ذیل ہے :-

(الف) ناخواندوں کی پڑھنے لکھنے کی صلاحیت کا استعمال اس طرح کرنا جس سے کہ ان کی ذہنی نشو ونما ہو اور وہ سماجی سرگرمیوں اور بستی کی ترقی کے کاموں میں اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(ب) ملکی ترقی کی بنیادیں ڈالنا، جس سے ہمارا سوشلسٹ سماج کا تعمیری اور ترقیاتی پروگرام بہتر طریقے پر انجام پا سکے۔

اس نصاب کی مدت تین مہینے ہے، جس میں ہفتے میں ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے تین پیریڈ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے تربیت یافتہ اساتذہ کی نگرانی میں سہ پہر یا شام کے وقت باقاعدہ کلاس لگتی ہے۔ اس جماعت کے لئے ایک درسی کتاب (حصہ اوّل) تیار کی گئی ہے جو ۲۵ اسباق پر مشتمل ہے۔ ہر سبق انڈونیشی انقلاب سے کسی نہ کسی طرح مربوط ضرور ہے۔

اس درسی کتاب کے علاوہ پڑھنے میں روانی پیدا کرنے کے لئے دو اور کتابیں رکھی گئی ہیں۔ ایک کتاب کا نام ہے "بڑھتے قدم" اور دوسری کا "تیز پڑھو"۔

خواندگی کے تیسرے مرحلے کی تعلیم بدل کر اب مشقی تعلیم کا دوسرا دور قائم کیا گیا ہے۔ اس میں پہلے دور کے کامیاب طلبا داخل ہوتے ہیں۔ اس کی مدت بھی تین ماہ ہے اور اس کے لئے درسی کتاب (حصہ دوم) مخصوص ہے اس جماعت میں کامیاب طلبا کو کمیونٹی ایجوکیشن کے محکمے کی طرف سے اسناد دی جاتی ہیں۔

خواندگی کے بعد کے مشقی پروگرام

اس پروگرام کے خاص مقاصد ہیں :-

(الف) لوگوں کی پڑھنے لکھنے کی صلاحیت کو بستی کی تعلیم کے کاموں کے لئے استعمال کرنا۔

(ب) بستی کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی کی ترغیب پیدا کرنا جس سے ترقیاتی پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے میں مدد ملے۔

خواندگی کے مشقی پروگراموں کا سب سے اہم کام تو لوگوں میں یہ احساس پیدا کرنا ہوتا ہے کہ خواندگی ان کی زندگی کے لئے مفید ہے اور اس سے انھیں بہتر سے بہتر طریقے پر فائدہ اٹھانا چاہیے۔

مواد مطالعہ کا موضوع بستی کی محسوس ضرورتوں پر مبنی ہونا چاہیے جس سے لوگوں میں پڑھنے لکھنے سے دلچسپی خود بخود پیدا ہو جائے۔ اور جو وہ پڑھیں اُسے سمجھ سمجھ کر پڑھیں۔ اس کے علاوہ مشقی پروگرام ایسا ہونا چاہیے کہ وہ بستی کی زندگی کی فرد فرد تو

کو مسلسل پورا کرتا رہے۔

مندرجہ ذیل مشتی سرگرمیاں انڈونیشیا میں بہت مقبول ہیں:۔

(الف) پوسٹر یا کتابچے (ب) مطالعہ کے حلقے (ج) دیہی کتب خانے (د) خبرنامے (ہ) کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے نصاب (و) خاندانی بہبود و نگہداشت کے نصاب (ز) بالغوں کے لئے بستی کی خدمت کے مختلف نصاب

مطالعہ کے کلب

مطالعہ کے کلبوں کو مطالعے کا مواد ریاستی محکمے کی طرف سے فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ مواد تعلیم، پوسٹروں کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور کتابوں کی شکل میں بھی۔ اس کی ترتیب و تالیف کا کام ریاست کے ترقیاتی محکموں کے افسر عوامی تعلیم کے کارکنوں کی مدد سے کرتے ہیں ان کا خاص موضوع نئے ترقیاتی پروگراموں پر عمل درآمد سے متعلق ہوتا ہے۔

"پاما پامی" ایسا ہی ایک ریڈنگ کلب ہے جس کا مقصد نوخواندوں کی پڑھنے لکھنے کی مہارت کو بڑھانا اور انہیں مباحثوں کے حلقوں میں بات چیت کرنے کے طریقوں کی تربیت دینا اور بستی کے ترقیاتی پروگراموں میں دلچسپی سے حصّہ لینے کے لئے تیار کرنا۔

اس طرح کے مطالعہ کے حلقے ہر محلے ٹولے میں قائم ہیں، جن کی ہفتے میں ایک بار نشست ہوتی ہے۔ زیر بحث مضمون کو گروپ کے ممبر پڑھتے ہیں اس کے بعد اس پر مباحثہ ہوتا ہے۔ جو مقالہ پڑھا جاتا ہے اس کے عملی پروگرام کے متعلق رائے دینے کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

دیہی کتب خانے

دیہی کتب خانے خاص طور سے اس مقصد کو سامنے رکھ کر قائم کئے گئے ہیں کہ لوگوں میں کتب بینی کا شوق پیدا ہو اور اپنے اس شوق کی تسکین کے لئے بعد میں وہ عوامی کتب خانوں کے باقاعدہ ممبر بن جائیں۔ دیہی کتب خانے بہت دنوں سے قائم ہیں لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے نئی نئی کتابیں بھی نہیں فراہم کی جا سکی ہیں۔ خواندگی کی ملک گیر تحریک کا پروگرام مکمل ہو جانے پر کتابوں کی طباعت و تیاری اور فراہمی کے لئے مزید وسائل فراہم ہو سکیں گے۔

جن علاقوں میں خواندگی کی تعلیم کا پہلا دور مکمل ہو چکا ہے وہاں دیواری خبرنامے پابندی سے لگائے جاتے ہیں۔

کمیونٹی ڈیولپ منٹ کے کورس

خواندگی کی کلاس کے بعد شروع ہونے والے مشقی نصابوں میں کمیونٹی ڈیولپ منٹ کی تعلیم کا سب سے باقاعدہ انتظام ہے۔ اس نصاب کا مقصد ہے بستی والوں کی خواندگی کی اس نئی سیکھی ہوئی صلاحیتوں کو پکّا بنانا اور بستی کی زندگی اور اس کے مسائل کے بارے میں لوگوں کو مزید معلومات بہم پہنچانا۔ اس نصاب کے لئے جو تین مہینے کی مدّت میں ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹوں کی دو کلاسوں پر مشتمل ہے درسی کتابیں اور دوسرے امدادی سامان تیار کئے جا چکے ہیں۔

عورتوں کے عام نصابوں میں خاندانی بہبود بہت مقبول ہے جس میں عورتوں کو خانگی زندگی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں معلومات دی جاتی ہیں اور اس سلسلے میں مختلف گُر سکھائے جاتے ہیں۔ نوخواندہ عورتوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اس طرح کے کورسوں میں خواندگی کی مشق کو تازہ بنانے والے پروگرام کی حیثیت سے شرکت کریں۔

بالغوں کے لئے کیمونٹی ڈیولپ منٹ کے نصابوں کا مقصد ہے لوگوں میں امداد باہمی کے طریق کار اور تنظیم کی ہنرمندی پیدا کرنا۔

خواندگی کی تحریک کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی روزمرّہ کی زندگی میں خواندگی کی صلاحیت کو استعمال کرنے کے لئے بستی کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام خاص طور پر کیا جاتا ہے۔

(الف) بستی کے ہر مکان اور ہر گلی میں نام کی تختی لگانا۔

(ب) بستی کی تمام میٹنگ کی کارروائی کو تحریری شکل میں رکھنا۔

(ج) بستی کی زندگی سے متعلق ہدایات و اطلاعات لوگوں کے پاس تحریری شکل میں بھیجنا۔

(جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن)

یہ بھی سوشل ایجوکیشن ہے

دیہی تعلیم اور گاؤں سیوا: سرودے کانفرنس کی روشنی میں

بہت دنوں سے یہ بات میرے دل میں بیٹھی ہوئی ہے کہ دیہی خدمت وبہبود (گاؤں سیوا) اور دیہی تعلیم دو الگ الگ کام نہیں ہیں جو لوگ ان دونوں کو دو الگ الگ کام مان کر چلتے ہیں وہ نہ تو گاؤں سیوا کے اصل میدان کو سمجھتے ہیں اور نہ دیہی تعلیم کی روح سے واقف ہیں۔ گاؤں سیوا کے علم بردار دیہی تعلیم کی پیچیدگیوں سے دور رہ کر اپنے وجود کو مستحکم بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور دیہی تعلیم —— نئی تعلیم اور سماجی تعلیم —— کے روح رواں خواندگی کی مالا جپنے اور اسکولی تعلیم کے گن گانے میں ہی اپنی زندگی کھپا دینے کا مقصد اپنے سامنے رکھ کر چل رہے ہیں۔ مگر میں ان دونوں کاموں کو ایک ناقابلِ تقسیم عمل مانتا ہوں۔

اپنے اس اصول کی بنیاد پر اگر میں کہوں کہ سرودے کا سارا کام سماجی تعلیم کا کام ہے اور سماجی تعلیم کے علمبرداروں کو اسے بڑھ کر اپنانا چاہئے تو ہمارے بہت سے دوست اس پر چونک پڑیں گے اور لمبی چوڑی دلیلیں پیش کر کے مجھے قائل کرنے کی کوششیں کریں گے اپنے ان بزرگوں اور دوستوں سے میری صرف یہ عرض ہے کہ یہاں سماجی تعلیم سے میری مراد وہ سماجی تعلیم ہے جو سماج میں انقلاب لائے صحت مند تبدیلیاں پیدا کرے۔ جس میں فرد اپنی ساری خوبیوں اور صلاحیتوں کو سماج کو اوپر اٹھانے میں صرف کرے اور سماج میں ایک کنبے جیسا ماحول پیدا کرنے کے لئے کوشش کرے۔ یہ سارا کام تعلیمی عمل کے ذریعہ ہوتا ہے، جس میں سب سے خاص چیز ہے ماہیت قلب۔

پچھلے مہینے رائے پور میں جو سرودے کانفرنس ہوئی اور اس میں جو فیصلے ہوئے وہ اور باتوں کے علاوہ سوشل ایجوکیشن کے نقطۂ نظر سے بھی بہت اہم ہے۔ اس میں گاندھی جی کے وچاروں سے متاثر ہو کر جو مختلف النوع قسم کی انجمنیں اور ادارے وجود میں آچکے ہیں یعنی گاندھی ہندی بھودان، گرام دان، شانتی سینا، ہریجن سدھار سنگھ، نیچر کیور، کھادی اور گرام ادیوگ سب کے نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ یہاں یہ بتانا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سرودے کی پہلی کانفرنس بھی ۱۹۴۹ء میں رائے پور میں ہوئی تھی اب اسی رائے پور میں دوسری بار سرودے تحریک کو ایک نیا موڑ ملا ہے۔ جس میں ونوبا جی اور

دوسرے رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ اس میں اور فیصلوں کے علاوہ ایک فیصلہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ کھادی اور گاؤں سیوا اور نئی تعلیم وغیرہ تمام کام ایک دوسرے سے ملے جلے ہوئے ہیں اور ان کو الگ الگ کر کے کام نہیں ہونا چاہیئے۔ کھادی کے کارکن (جو دس ہزار سے کم نہ ہوں گے) جہاں بیٹھیں ہر طرح کے کام کے لئے فضا تیار کریں اسی طرح نئی تعلیم والے کھادی اور گاؤں سیوا اور ہریجن سیوا وغیرہ کاموں میں مدد دیں۔ اس کے لئے اب نئی تعلیم کے اساتذہ کو ہمہ گیر کام کرنا ہوگا۔ اس کانفرنس میں ان تمام کارکنوں کو اس نئے ڈھنگ کا کام کرنے کی تربیت دینے کے لئے ٹریننگ پروگرام بھی منظور کیا گیا ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں سوشل ایجوکیشن والوں کے لئے خاص دلچسپی کی بات ہے۔ اکیلے کھادی کے دس ہزار کارکن ہیں، بھودان اور گرام دان کے کارکنوں کی تعداد بھی ان سے کم نہ ہوگی، اسی طرح ہریجن اور قبائل کی سیوا کا کام کرنے والوں کی فوج ہے۔ پھر نئی تعلیم کے اساتذہ اور گرام ادیوگ کے کارکن ہیں اتنی بڑی فوج کو عوام سے رابطہ قائم کرنے اور ان میں گاندھی جی کے خیالات کی تبلیغ و اشاعت اور دوسرے خدماتی کاموں کی تربیت دینے کا پروگرام بجائے خود سوشل ایجوکیشن کا پروگرام ہے اور پھر ان کارکنوں کو گاؤں کی زندگی میں جس طرح کا کام کرنے کی ٹریننگ دی جائے گی وہ بھی سوشل ایجوکیشن کا ہی کام ہے۔

رائے پور کے سروودے سمیلن کا یہ فیصلہ بہت اہم اور مبارک فیصلہ ہے سوشل ایجوکیشن کے علمبرداروں کو چاہیئے کہ وہ اس پروگرام کے عمل درآمد میں کھلے دل سے تعاون کریں۔

شری شالگ رام پتھک

اتر پردیش کے گاؤں میں رضاکار دستوں کی تشکیل

اور

پرانتیہ رکشک دل

اترپردیش میں پرانتیہ رکشک دل ۱۹۴۸ء سے کام کر رہا ہے۔ ملک کی تقسیم کے بعد جو حالات پیدا ہو گئے تھے ان کا مقابلہ کرنے اور گاؤں کی زندگی میں اتحاد و امن کی زندگی کا ماحول پیدا کرنے کی غرض سے پرانتیہ رکشک دل کی تشکیل کی گئی تھی۔ جیسے جیسے امن و سلامتی کا مسئلہ سلجھتا گیا، پرانتیہ رکشک دل کے کاموں میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ ابتدا میں اس کا کام ڈرل اور جسمانی کثرت کے مظاہروں تک محدود تھا مگر رفتہ رفتہ گاؤں کی مقامی ترقی کے کاموں کو بھی اس دل نے اپنے ہاتھ میں لینا شروع کیا۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام شروع ہو جانے پر اس کے پروگرام میں ایک بنیادی تبدیلی آئی اور اس دل کا خاص پروگرام نوجوانوں کی تنظیم اور زمین کو کٹاؤ سے بچانا ہو گیا۔ ملک میں بیرونی حملے سے پیدا ہونے والے ہنگامی حالات کے پیش نظر حکومت ہند کی کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی وزارت نے ملک کی حفاظت کے لئے گاؤں میں رضاکار دستوں کی تشکیل کا منصوبہ بنایا تو اس پرانتیہ رکشک دل کے پروگراموں میں ایک بار پھر بنیادی تبدیلی آئی۔ ملکی تحفظ کا کام سب سے پہلا کام ہے۔ ساری قوت کو ملکی حفاظت کے کاموں میں لگانا اب اس دل کا خاص مقصد ہے۔ اس خطرے کے پیش نظر اب پرانتیہ رکشک دل کے کاموں میں ضروری تبدیلیاں کر لی گئی ہیں۔

پرانتیہ رکشک دل کا موجودہ کام تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) ملکی تحفظ کا کام (۲) پیداوار بڑھانے کا کام (۳) عوامی تعلیم کا کام۔ گاؤں کے رہنے والے ۱۸ سے ۴۵ سال کے تمام لوگوں کو اس دل میں شامل کرنے کا نشانہ رکھا گیا ہے۔ شروع میں ہر گاؤں سبھا کے علاقے میں دس دس رضاکاروں کی پانچ ٹولیاں بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر ٹولی کا ایک ٹولی نائک چنا جاتا ہے۔ گرام سبھا کی سطح پر دل پتی اور اس سے اوپر پنچایت عدالت کی سطح پر حلقہ سردار مقرر کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ یہ پورا ریاستی دل پنچایتی اداروں یعنی گاؤں کی سطح پر گرام پنچایت۔ بلاک کی سطح پر پنچایت سمتی اور ضلع کی سطح پر ضلع پریشد کی نگرانی اور رہنمائی میں کام کرتا ہے۔

اس طرح دیکھا جائے تو یہ دل گاؤں کی تنظیم اور اتحاد کا نشان بن گیا ہے۔ قواعد پریڈ کھیل کود، تہذیبی پروگراموں کے ذریعہ کاندھے سے کاندھا ملا کر کام کرنے کا جذبہ اور زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر گاؤں میں اگر پچاس پچاس آدمیوں کی منظم جماعت تیار ہو جائے تو اس کی قوت اور طاقت کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح کی منظم قوت سے ملکی حفاظت، پیداوار میں اضافہ اور عوامی تعلیم کا کام بہت جاندار طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔

ملکی سلامتی کے لئے میل جول اور اتحاد اور نظم و ضبط کتنا ضروری ہے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپس کی پھوٹ نے ہی غیر ملکی حملہ آوروں کو ہمیشہ فتح دلائی ہے۔ پرانتیہ رکشک دل آپسی میل جول اور باہمی اشتراک و تعاون پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ گاؤں کے ہر نوجوان کو اس میں شامل ہونا چاہیئے۔ دل کے ہر ممبر کا فرض ہے کہ وہ اپنے ذاتی تعلقات سے فائدہ اٹھا کر نوجوانوں میں اس دل کے کاموں سے رغبت پیدا کرے۔

پرانتیہ رکشک دل کی ٹولیوں کو زراعت، مویشیوں کی نگہداشت، مرغی اور مچھلی وغیرہ پالنے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ حلقہ سرداروں اور دل پتیوں کے سات سات دن کے کیمپ کئے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے ابتک اس میں حصہ نہیں لیا ہے۔ وہ دوبارہ لگنے والے کیمپوں میں ضرور حصہ لیں۔ ٹولی کے نائکوں کے لئے پانچ پانچ دن کے اور رضا کاروں کے لئے تین تین دن کے کیمپ لگائے گئے تھے۔ جن رضا کاروں نے اب تک ان کیمپوں میں حصہ نہ لیا ہو انھیں چاہیئے کہ حلقے کے گرام سیوک، بلاک آرگنائزر یا بی۔ ڈی۔ او سے مل کر یا خط و کتابت کر کے ان کیمپوں کو لگوانے کی کوشش کریں۔ رضا کاروں کی بھرتی اور ٹریننگ کے ذریعہ ہی پرانتیہ رکشک دل کی قوت بڑھائی جا سکتی ہے۔ اس قوت کا استعمال گاؤں کی اقتصادی زندگی کو اونچا اٹھانے اور پیداوار بڑھانے کے ہمہ گیر کاموں میں ہو رہا ہے۔ گاؤں میں ہاتھ پیر کی محنت ایک بڑی دولت ہے جو آسانی سے میسر آ سکتی ہے۔ گاؤں کا ہر بالغ آدمی اپنے گاؤں کے لئے کچھ نہ کچھ گھنٹے ضرور نکال سکتا ہے۔ بہت سی پنچایتوں نے پنچایت ایکٹ کی دفعہ ۱۹ (الف) کے ماتحت اس ضمن میں تجویزیں بھی پاس کی ہیں جن کی رو سے ۱۸ سے ۲۵ سال کے ہر بالغ آدمی کے لئے سال میں ۹۶ گھنٹے کی محنت کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس طرح کی تجویز ہر گاؤں پنچایت نہ بھی پاس کرے تب بھی گاؤں کے ہر آدمی کا فرض ہے کہ گاؤں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے وہ سال میں کم سے کم ۹۶ گھنٹے کا شرم دان کرے۔

اس محنت کا استعمال گاؤں کی ضرورتوں کو پورا کرنا کے لئے کیا جانا چاہیئے۔ ہر گاؤں نے اپنے لئے ترقیاتی اسکیم بنائی ہے جس میں کئی ایسے کام ہیں جنھیں گاؤں والوں کی محنت سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ زمین کو کٹاؤ سے بچانے کا کام ہو یا درخت لگانے کا کام، گلیوں کی مرمت اور ان پر مٹی ڈالنے کا کام ہو یا تالابوں کو گہرا کرنے کا کام، خواہ وہ گاؤں کی صفائی ستھرائی کا کام ہو یا اسکول اور پنچایت گھر بنانے کا کام —— ان سب کاموں میں محنت کی ضرورت ہے اور ہر آدمی کی ۹۶ گھنٹے کی محنت سے یہ کام بہت کچھ پورا کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی کی ایک کہاوت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ "محنت ایک ایسی دولت ہے کہ جسے خرچ نہ کیا جائے تو وہ رائیگاں

جاتی ہے" یعنی محنت کو ہم چاہیں تو بچا کر نہیں رکھ سکتے ہیں۔ اگر ایک دن بے کار گنوا دیا گیا تو اس کے عوض دوسرا دن نہیں مل سکتا۔ ہر آدمی دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکال سکتا ہے۔ اگر اس وقت میں دس ٹوکری مٹی ڈال کر کوئی کام کر دیا گیا تو محنت اس کام کی شکل میں محفوظ ہو گئی اور اب اس کا بعد میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ غریب ملک میں محنت پونجی جمع کرنے کا ایک آسان ذریعہ ہے۔ محنت کی اہمیت کو نہ سمجھ کر ہم نے بہت کچھ گنوایا ہے۔ اب جب ہم بیدار ہوئے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے بل بوتے پر گاؤں کی تعمیر کا کام کریں۔

زراعت کے بہتر طریقوں کے مختلف پہلوؤں پر پرانیہ رکشک دل کی ٹکڑیاں غور وخوض کریں، ان کی واقفیت حاصل کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ کمپوسٹ کی کھاد زیادہ سے زیادہ مقدار میں تیار کریں۔ تالابوں کی جل کمبھی (ایک طرح کی بیل جو پانی میں بہت کثرت سے پھیلتی ہے) نکال کر اس کی کمپوسٹ بنائیں اور تالابوں میں مچھلیوں کو پالنا شروع کریں۔ فرٹیلائزر کا کثرت سے استعمال ربیع، خریف اور زائد فصلوں میں کیا جائے۔ پھل اور سبزی کی کاشت بڑھائی جائے۔ اچھے بیج اور اچھے اوزاروں کا استعمال کیا جائے۔ کھیتوں کی منڈیریں اونچی کی جائیں اور سینچائی کے لئے کنوئیں، نل کوپ اور رہٹ لگوائے جائیں۔ ان تمام باتوں سے زراعتی پیداوار دس سے بیس گنا تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ اگر سستی یا حوصلے کی پستی کی وجہ سے کوئی آدمی آگے نہ بڑھ پا رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ پرانیہ رکشک دل جیسی ترقی پذیر جماعت کا رکن بن جائے۔ دوسروں کے جوش وخروش کو دیکھ کر وہ یقیناً متاثر ہوگا اور نئے نئے خیالوں اور نئی نئی جانکاریوں سے فائدہ اٹھانے کا اس میں ضرور حوصلہ پیدا ہوگا۔ پرانیہ رکشک دل کا یہ کام ہے کہ لوگوں کی اس طرح کی سستی اور پست حوصلگی کو دور کرکے ساری جماعت کو آگے بڑھائے محض چند آدمیوں کی ترقی سے ملک کا بھلا ہونے والا نہیں ہے۔ اس کے لئے پوری بستی کی ترقی ضروری ہے۔

اچھی غذا کی فراہمی کے لئے ہر گھر والے اپنی ایک چھوٹی سی بگیا لگائیں۔ گاؤں کے تالاب میں مچھلیاں پالی جائیں اور مہیلا منڈل، اسکول اور گاؤں کے دوسرے لوگ مل جل کر ڈیپ لیٹر کے طریقے سے مرغیاں پالنا شروع کر دیں۔ مرغیاں کھلی چھوڑنے سے ان میں بیماریاں پھیلنے کا ڈر رہتا ہے اور کتے اور دوسرے جانوروں کے ذریعے کھائے جانے کا اندیشہ بھی۔

نئے طریقے کے مطابق مرغیاں ایک کمرے میں رکھی جا سکتی ہیں۔ کمرے کی لمبائی چوڑائی مرغیوں کی تعداد پر منحصر ہوتی ہے۔ کمرے میں تقریباً ۹ انچ موٹا بھوسا یا کٹا ہوا پوال بچھا دیا جاتا ہے۔ مرغیوں کا پیشاب پاخانہ اسی بھوسے میں نیچے بیٹھا رہتا ہے اس سے گندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ آٹھ نو مہینے کے بعد اس بھوسے کو بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ بھوسا بہت عمدہ قسم کی کھاد کا کام دیتا ہے کمرہ بند ہونے کی وجہ سے مرغیوں کا باہر آنا جانا یا آدمیوں کے اندر جانے کا اندیشہ نہیں رہتا ہے اور اس وجہ سے بیماری بھی اندر نہیں پہنچ پاتی۔ باہر سے ہی پانی اور دانہ دے دیا جاتا ہے اور ایک مقررہ جگہ سے انڈے بھی اکٹھا کر لئے جاتے ہیں۔ پیداوار بڑھانے

کے اس پروگرام کی طرف بھی نوجوان منڈلوں نے کہیں کہیں توجہ دی ہے۔اس کو اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔ان پروگراموں کی توسیع سے نہ صرف پیداوار بڑھے گی بلکہ ہمیں بہتر غذائیت بھی حاصل ہو سکے گی۔

پرانتیہ رکشک دل کا خاص وسیلہ اس کی اپنی تعداد، تنظیم وضبط اور ممبروں کی تربیت حوصلہ اور ہمت اور اجتماعی جذبہ اور شرم دان ہے۔ان وسائل کی بنیاد پر گاؤں کی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں۔ہر گاؤں کے رہنے والے کو اس انجمن کو مضبوط بنانا چاہئے تاکہ پنچایتوں کی دیکھ ریکھ میں وہ نئی تعمیر کا کام کر سکیں۔اس دل سے لوگوں کی انفرادی طور پر ترقی تو ہوگی ہی اسی کے ساتھ سارے سماج کی بھی ترقی ہوگی۔آج اس دل کے سامنے عوامی خدمت کے کام میں نمایاں حصہ لینے اور قومی سنکٹ کے زمانے میں ملک کو مضبوط بنانے کا ایک سنہری موقع ہاتھ آیا ہے۔اور یہی قوم کی خدمت کا سچا راستہ ہے۔

ترببون پرساد تیواری
اسسٹنٹ ڈیولپمنٹ کمشنر
اترپردیش لکھنؤ

صنعتی مزدوروں میں خواندگی کے لئے کمیٹی کی تشکیل

پلاننگ کمیشن کے لئے پلان کے کاموں کی اسکیم بنانے والی کمیٹی نے صنعتی مزدوروں میں خواندگی کے پروگرام کے لئے ۱۳ ممبروں کی ایک کمیٹی یکم جنوری ۱۹۶۳ء سے مقرر کی ہے۔کمیٹی کے صدر جودھ پور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر بی۔ این۔ جھا ہوں گے۔اس کمیٹی میں وزارت تعلیم، وزارت صنعت اور سرکاری وغیر سرکاری صنعتی اداروں، مزدور سبھاؤں کے نمائندے اور سوشل ایجوکیشن کے ماہرین شامل ہیں۔پلاننگ کمیشن کے شری جلدیش اس کمیٹی کے سکریٹری مقرر کئے گئے ہیں۔

ہندوستان کا بہترین گرام سیوک: لکھ رام شرما

شری لکھ رام شرما کو اس سال ہندوستان کے بہترین گرام سیوک کا اعزاز ملا ہے آج ہم اُن کی کامیاب کوششوں کی کچھ جھلک آپ کو دکھائیں گے جنھوں نے وارانسی ضلعے کے چکیا ڈیولپمنٹ بلاک میں بے لوث خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر دیہی تعمیر و ترقی کے میدان میں کچھ نمایاں کام انجام دئے ہیں۔ شری شرما نے اپنے بے لوث کاموں سے نہ صرف خود شہرت حاصل کی ہے بلکہ پورے بلاک کا نام بھی روشن کیا ہے۔

کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی وزارت کی طرف سے بہترین گرام سیوک کے انتخاب کا مقابلہ ہر سال ہوتا ہے۔ اس مقابلے کے ذریعے ملک کے گوشے گوشے میں کام کرنے والے گرام سیوکوں کے کاموں کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے اور ان میں سب سے نمایاں کام انجام دینے والے گرام سیوک کو اعزاز و انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے۔

شری لکھ شرما ۳ دسمبر ۱۹۵۶ء سے چکیا ڈیولپمنٹ بلاک کے اتروت گاؤں کے علاقے میں کام کر رہے ہیں۔ اس علاقے میں ۲۴ گاؤں اور ۲۱ گرام سبھائیں ہیں۔ آبادی ۵۶۴۹ ہے اور رقبہ ۴۴۲۳۲ ایکڑ۔ اس علاقے میں ۳۰،۴ کسان خاندان آباد ہیں۔

گرام سیوکوں کو مختلف النوع قسم کے کام کرنے ہوتے ہیں۔ شری شرما کو اس سال جو اعزاز ملا وہ ان کے کسی ایک میدان میں نمایاں کام کی وجہ سے نہیں بلکہ دیہی تعمیر و ترقی کے ہر گوشے میں انھیں نمایاں کامیابی ملی ہے یعنی زراعت، مویشیوں کی نگہداشت و پرورش، کوآپریٹیو، پنچایت، دیہی صنعت، چھوٹی بچت اسکیم وغیرہ ایسا کوئی کام نہیں تھا جس میں انھوں نے اپنے جوہر نہ دکھائے ہوں۔

یہ شری شرما کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ پچھلے سال ۱۴۰۹ ایکڑ مزید زمین میں سینچائی ہونے لگی۔ انھوں نے شرم دان کے ذریعے ۲ میل لمبی گول بنوائی جس سے دور تک کھیتوں میں نہر کا پانی پہنچنے لگا۔

انزوٹ کے علاقے میں پہلے محض ۳۲ کسان بہتر بیج بوتے تھے ان کی کوششوں سے پچھلے سال سارے کسان بہتر بیج بونے لگے۔ انھوں نے ۳۴۶۴ نئے گڈھے کھدوائے جن میں ۵۳۶۸ ٹن کھاد تیار ہوئی۔ کیمیائی کھاد کا استعمال سارے کسان کرنے لگے ہری کھاد پہلے ۱۹۸ ایکڑ میں بوئی جاتی تھی، ان کی کوششوں سے یہ اب ۱۶۳۸ ایکڑ زمین میں بوئی جاتی ہے۔ شری شرما کو زراعت کے بہتر اوزاروں کی تقسیم میں بھی خاطر خواہ کامیابی ملی ہے۔ انھوں نے کھیتی کے ۱۳۰ اوزار گاؤں میں تقسیم کرائے۔ ان کی مجموعی کوششوں کے نتیجے کے طور پر علاقے کی پیداوار میں ۸۸ فی صدی کا اضافہ ہوا۔

اس علاقے میں انزوٹ کی علاقائی کوآپریٹیو سوسائٹی کے ماتحت تمام گاؤں سبھائیں ہیں۔ ۷۷ فی صدی خاندان کوآپریٹیو سوسائٹی کے ممبر ہیں۔

شری شرما کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ان کا علاقے کے معاملات کو اپنا نجی معاملہ سمجھ کر پوری گرم جوشی سے حصّہ لینا ہے اس کا اندازہ محض اس ایک بات سے ہوسکتا ہے کہ علاقے کی ۲۰ گاؤں پنچایتوں کی ۱۰۸ بیٹھکوں میں سے ۹۸ میں شری شرما نے شرکت کی۔

دو ہفتے میں ڈیڑھ لاکھ کی بچت

مگر گذشتہ سال ان کا سب سے نمایاں کام چھوٹی بچت اسکیم میں بہت کم مدت میں لوگوں کو کثیر رقم لگانے کے لئے تیار کر لینا ہے یہ بات علاقے کی خوشحالی کی نشاندہی بھی کرتی ہے اور شری شرما کی شخصیت پر گاؤں والوں کے بھروسے کا اظہار بھی۔ انھوں نے دو ہفتے کے اندر ایک ہی گاؤں کے کسانوں سے ایک لاکھ پانچ روپے کا قومی بچت سرٹیفکٹ خرید دا دیا۔ اس کے علاوہ اسی میعاد میں اس علاقے کے دوسرے لوگوں نے ۱۶۰۰۰ روپے مزید جمع کئے۔ ان کی کوششوں سے لوگوں نے ۱۸ ہزار روپے کے قومی تحفظ کے بانڈ بھی خریدے۔

ایک مثالی گاؤں

آپ کو بھی اس گاؤں کا نام جاننے کا اشتیاق ہوگا، جس نے دو ہفتے کے اندر ایک لاکھ روپے کے قومی بچت سرٹیفکٹ خریدے اس گاؤں کا نام ہے بھرو ہیا، جو انزوٹ سے ایک میل دور ہے۔ یہاں کی زمین بہت زرخیز اور کسان خوشحال ہیں۔ گاؤں کے اندر کوئی مکان کچا نہیں ہے۔ پاس ہی میں نہر ہے۔ یہاں پانی کی افراط سے دھان کی پیداوار بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ یہ نہر ہی گاؤں کی خوشحالی کا راز ہے۔

بھرو ہیا گاؤں کے لوگوں نے ایک ملاقات کے موقع پر اپنی بات چیت میں بتایا کہ ہمارا گاؤں گذشتہ سال بنارس کمشنری میں اوّل آیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ہمارے گاؤں میں ہر طرح کی سہولتیں مہیا ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اس گاؤں کی آبادی اگرچہ کچھ زیادہ

نہیں ہیں پھر بھی ہم لوگوں کو عملی پلاننگ سے دلچسپی ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ایک خاندان کے سبھی لوگوں نے، جن کی تعداد سات ہے، آپریشن کرائے ہیں۔

گاؤں والوں کو شری شرما سے بہت محبت ہوگئی ہے۔ شری شرما اوسط قد، چھریرے بدن کے سیدھے سادے ملنسار آدمی ہیں۔ وہ حوصلے اور لگن کے پکے انسان ہیں۔ اپنی محبت اور ہمدردی سے انھوں نے گاؤں والوں کا دل جیت لیا ہے۔ ان کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہی ہے کہ وہ گاؤں والوں کے نزدیک سرکاری عہدہ دار نہیں بلکہ ان کے اپنے آدمی ہیں، جو ان کے دکھ درد اور ہنسی خوشی میں اپنوں کی طرح شریک ہوتا ہے۔

اس سال شری کھورام شرما حکومت کے وظیفے پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے گئے ہوئے ہیں۔ یہ وظیفہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی وزارت ہر سال بہترین گرام سیوک کو دیتی ہے۔ گاؤں چھوڑ کر اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جانے پر گاؤں والوں کو خوشی بھی ہے اور افسوس بھی۔ افسوس اس بات پر کہ شری شرما اب گاؤں کے لوگوں سے کچھ دنوں کے لئے بچھڑ گئے ہیں۔

اڈلٹ ایجوکیشن کی سلور جوبلی کانفرنس کے پروگرام

وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اڈلٹ ایجوکیشن کی سلور جوبلی کانفرنس کے افتتاحی جلسے کو یکم مارچ ۱۹۶۴ء کو خطاب کرنے کی دعوت قبول فرمالی ہے۔ اس جلسے کی صدارت نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب فرمائیں گے۔

۲ مارچ کو "قومی اتحاد و ہم آہنگی" کے موضوع پر مباحثے کی صدارت پلاننگ کمیشن کے نائب صدر شری اشوک مہتہ فرمائیں گے جس میں ڈاکٹر اے۔ آر۔ واڈیہ اور سردار تیجا سنگھ نے شرکت کی دعوت قبول فرمالی ہے۔

یکم مارچ کو "اڈلٹ ایجوکیشن کی موجودہ کیفیت" کے موضوع پر ایک عام تقریری جلسہ ہوگا جس کی صدارت مرکزی وزیر تعلیم شری ایم۔ سی۔ چھاگلا فرمائیں گے۔ ۲ مارچ کو "سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن" کے موضوع پر شری وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ اپنا مقالہ اس عام تقریری جلسہ میں پڑھیں گے۔

تعلیم و ترقی کے مضامین

چودھواں سال ۱۹۶۳ء

مارچ ۱۹۶۳ء　خاص نمبر

بالغوں کی تعلیم میں جامعہ ملیہ کے تجربات

یہ اسپیشل نمبر　　اشارات

جامعہ ملیہ اسلامیہ: مختصر تعارف

ادارہ تعلیم و ترقی: ابتدا اور ارتقا

(الف) ابتدائی کوششیں

(ب) ہندوستان میں تعلیمی احیا کا دور

(ج) ادارہ تعلیم و ترقی کا قیام

ادارے کا پہلا دستور العمل

ادارہ تعلیم و ترقی: ابتدائی خاکہ

ادارہ تعلیم و ترقی: پہلے سال کا کام

تجربات کا پہلا دور: ۱۹۳۵ء تا ۱۹۴۷ء

نصاب تعلیم کی ترتیب

لاباخ کے نظریے، ایچ ون، یچ ون کی تحریک

ادارے کا نیا دستور اور تعلیمی مرکزوں کی تحریک

مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم

دیواری اخبار اور اخباری جلسے

نوسکھ بالغوں کا ادب

اوقات فرصت کے صحت مند استعمال کے لئے کمیونٹی سنٹر

تجربات کا دوسرا دور: ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۳ء

ابتدا: ریلیف ورک

تعلیمی مرکزوں کی نئی تحریک

بچوں کی برادری

کتب خانہ تعلیم بالغان کی توسیع

بالک ماتا سنٹر: بچوں اور ماؤں کی تربیت گاہ

اپریل ۱۹۶۳ء

اشارات

سیاسی پارٹیاں اور سوشل ایجوکیشن

اصول اور نظریے

خواندگی کے مختلف طریقے: دس دن میں ہندی　　برکت علی فراق

منصوبے جو پورے نہیں ہوئے۔

جنتا کالج: ایک مختصر خاکہ۔　شفیق صاحب مرحوم

افکار و مسائل

اڈلٹ ایجوکیشن بورڈ ایکٹ۔　برکت علی فراق

خواندگی کی کلاس کے کھیل۔　نذیر احمد انصاری

تجربے اور نمونے

بوڑھا توتا　ڈاکٹر فرینک سی لاباخ

رفتار کارواں (خبریں)

مئی ۱۹۶۳ء

اصول اور نظریے

خواندگی کی تعلیم کے بنیادی اصول (۱)　برکت علی فراق

نوخواندہ بالغوں کی کتابیں۔　رفیق شاستری

منصوبے جو پورے نہیں ہوئے

رسدی مرکز (ریڈنگ سنٹر)

تجربے اور نمونے

ہمالیہ کی ترائی کے دو گاؤوں کی کہانی

شری جگدیش نرائن مہروترا

افکار و مسائل

گاؤں کی عورتوں کی تعلیم ۔ شری شالگ رام پھٹک

اسپیشل نمبر

چند رائیں

جون ۱۹۶۳ء

اشارات

یونیورسٹیاں اور ایڈلٹ ایجوکیشن

اصول اور نظریے

خواندگی کی تعلیم کے بنیادی اصول (۲) برکت علی فراق

قومی سنکٹ میں بالغوں کی خواندگی کے امکانات

شری نذیر انصاری

منصوبے جو پورے نہیں ہوئے

رورل ڈیولپمنٹ ٹریننگ سنٹر

تجربے اور نمونے

ایرانی نوجوان ناخواندگی کے محاذ پر

"تعلیمی دستے" کی تشکیل ۔ رابرٹ مارٹن

ایک آزمودہ نسخہ بے نتیجہ رہا : تو پھر کیا کرنا چاہئے

پنجاب کے ایک گاؤں میں

ایک صفحہ

بستی کا لیڈر . . آرتھر ۔ ای مارگن

افکار و مسائل

بنیادی اسکول کے معلّم ۔ شری شمس الدین

اسپیشل نمبر

"جامعہ ملیہ میں بالغوں کی تعلیم کے تجربات"

لاہاخ کا ایک دن ایک دن ۔ شری اے آر وشش پانڈے

جولائی ۱۹۶۳ء

اشارات

افسوس کی بات

اصول اور نظریات

قومی زندگی کی نشاۃ ثانیہ میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کردار

خواجہ غلام السیدین ۔

افکار و مسائل

لیکچر یا مباحثہ ۔ ڈاکٹر محمد اکرام خاں

نوجوانوں کی تربیت

نوجوانوں کی تربیت کے چند بنیادی اصول ۔ مسٹر میکلسٹر بریو

نمونے اور تجربے

روس میں تعلیم بالغان کا نقشہ ۔ ایک جھلک ۔ مسٹر خزانوف

زیکوسلواکیہ کے ایک گاؤں میں عوامی تعلیم کے پروگرام

میلن ہرمودکا اور لڈوگ پکوسگی

تعارف

پنچایتی راج کی رفتار ترقی پر ایک نظر

رفتار کارواں

ناخواندگی میں اضافہ محکمہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ پر الزام

نوجوانوں کی کتابوں کی تیاری کے سلسلے میں حکومت ہند کا منصوبہ ۔ دہلی اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی نئی تشکیل

اگست ۱۹۶۳ء

اشارات

دہلی اسٹیٹ اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی نئی زندگی

اصول اور نظریات

بالغوں کو پڑھنے کے لئے کیسے تیار کریں (۱)۔ برکت علی فراق

افکار و مسائل

یونیورسٹی ایکس ٹنشن — برکت علی فراق

نوجوانوں کی تربیت

نوجوان کسانوں کی انجمنوں کی تنظیم ۔ جے۔ ایس پردیشی

نمونے اور تجربے

سوئیزرلینڈ میں بالغوں کی تعلیم ۔ ڈاکٹر ہرمن ویلینی ڈائرکٹر زیورچ انسٹی ٹیوٹ آف اڈلٹ ایجوکیشن

ایک صفحہ

جدید پبلک لائبریری

شگوفے

رفتار کارواں (خبریں)

ستمبر ۱۹۶۳ء

اشارات

مطلع کچھ صاف ہوا

نیک ارادہ

اصول اور نظریے

سوشل ایجوکیشن کی نئی تعریف

بالغوں کو تعلیم پر آمادہ کرنے کی تکنیک (۲) برکت علی فراق

افکار و مسائل

یونیورسٹی ایکس ٹنشن (۲)۔ برکت علی فراق

پڑھانا اور سیکھنا — ڈاکٹر محمد اکرام خاں

رفتار کارواں

۱۹۸۰ء تک ہندوستان سے ناخواندگی کے خاتمے کی تجویز

پنچایتی راج کے اداروں کی خود مختارانہ حیثیت

نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کی مشاورتی کمیٹی کی تشکیل

زراعتی ترقی کے لئے محض سرمائے کی فراہمی کافی نہیں

ایک خط

اکتوبر ۱۹۶۳ء

اشارات

سوشل ایجوکیشن کی تحریک نئے موڑ پر

اصول اور طریقے

بالغوں کو پڑھنے کے لئے آمادہ کرنے کی تکنیک (۲) انفرادی پہلو برکت علی فراق

افکار و مسائل

جے پور سیمنار کی رپورٹ — (نامہ نگار)

جے پور سیمنار کی سفارشات — (نامہ نگار)

رفتار کارواں (خبریں)

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی

شری کے۔ ٹی۔ منتری کی وفات

ترقی کرتی ہوئی سوسائٹیوں کی ریسرچ سنٹر کی
گورننگ باڈی

راجستھان میں خواندگی کے ٹیچروں کی ٹریننگ

نومبر ۱۹۶۳ء

اشارات

ملک کی قسمت کا فیصلہ کرنے والوں کی تعلیم

تعارف

ایک دیئے سے سو دیئے ۔ سید انصاری صاحب

ٹیچرز کالج جامعہ

یونیورسٹی اڈلٹ ایجوکیشن کی بین الاقوامی کانگریس

رفیق محمد شاستری

افکار و مسائل

ڈسپلن ۔ اشتیاق بچھرایونی بی ۔ اے ۔ ایم ایڈ علیگ

ہندوستان کے گاؤں ترقی کی راہ پر

ہمت اور حوصلے کی جیتی جاگتی تصویر

جگدیش نرائن مہروترا ۔ ڈپٹی ڈیولپمنٹ کمشنر لکھنؤ

خبریں

دسمبر ۱۹۶۳ء

اشارات

یونیورسٹی کی تعلیم کی پست معیاری : مسئلہ اور اس کا حل

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن کی سلور جوبلی : ایک تجویز

افکار و مسائل

جے پور سیمنار کی رپورٹ (۲)　نامہ نگار

تعلیم کا خرچ : ایک مفید سرمایہ ۔ مسٹر ہومر کیمپفر

ناخواندگی کے بوجھ سے دنیا کو بچاؤ ۔ مسٹر رن ۔ ماہیو

خاتمۂ ناخواندگی کی عالمگیر تحریک : جنرل اسمبلی کی تجویز

ایک صفحہ

ان پڑھ بالغ کو کیسے پڑھائیں ۔ فرینک سی ۔ لاباخ

مسائل

پنچایتوں کی کامیابی کے لئے اخلاقی تعلیم کی ضرورت

مجیب اشرف

ہندوستان کے گاؤں ترقی کی راہ پر

پنج گاؤں اسکیم

رفتار کارواں (خبریں)

ادارہ تعلیم وترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارہ تعلیم و ترقی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

جلد ۱۵ | فروری ۱۹۶۴ء | شمارہ ۲

خاص نمبر

سوشل ایجوکیشن اور نوجوانوں کی تربیت

بانی:۔ شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر: پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر:۔ تعلیم و ترقی۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
فون: ۷۴۴۶۴

قیمت سالانہ چار روپے | فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے | اس نمبر کی قیمت ایک روپیہ ۲۵ نئے پیسے

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے نوین پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر تعلیم و ترقی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ترتیب

اشارات

ابتدائی تعلیم کے بعد پڑھائی ترک کر دینے والے نوجوانوں کی تعلیم کا مسئلہ (ایک فورم)

دوسرے ملکوں کے تجربات

چند اہم سوالات

اڈلٹ ایجوکیشن کے مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے تعلیمِ بالغان کا مشہور برطانوی مصنف رابرٹ پیرس اپنی کتاب "اڈلٹ ایجوکیشن ان، پریکٹس" میں لکھتا ہے

> "اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک منصب طالب علموں کی ایک بڑی تعداد کی اُس کمی کو پورا کرنا ہے جو ان کی سابقہ تعلیم میں باقی رہ گئی ہو۔ اس کے باوجود کہ گزشتہ پچاس سال کے اندر تعلیماتِ عامہ میں نمایاں ترقی ہوئی ہے ہمارے تعلیمی نظام میں اب بھی تشویشناک حد تک خلا باقی ہے۔ بالغ طلبا کی ایک بہت بڑی تعداد کو جب کہ وہ ۱۴ برس یا اس سے بھی کم عمر کے تھے باضابطہ تعلیم سے محروم ہو جانا پڑا تھا، یعنی ٹھیک اُس وقت جب کہ اُن کے دماغ کی کھڑکیاں کھلنے لگی تھیں اور اُن کی دلچسپیاں اور مفادات واضح ہونے لگے تھے۔ باوجود اس علم کے کہ ہر سال مزدوروں کے بازار میں جو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا سیلاب آجاتا ہے، اس کی وجہ سے بے روزگار نوجوانوں کو کھپانے کا مسئلہ اور بھی مشکل ہو جائے گا، ملک کو ابھی تک اس بات کا یقین نہیں آتا کہ تعلیم کی مد میں کفایت سے کام لے کر قوم کے بچوں اور نوجوانوں کو جہالت کی بھینٹ چڑھانا بدترین قسم کی عیاشی ہے۔"

برطانیہ میں یہ بات ۱۹۳۴ء میں کہی گئی تھی جب کہ وہاں لازمی ابتدائی تعلیم عام ہو چکی تھی، بالغوں میں ناخواندگی نام کو نہیں تھی اور لازمی ابتدائی تعلیم کی عمر ۱۴ سال مقرر تھی۔ ہمارے یہاں نہ لازمی ابتدائی تعلیم عام ہوئی ہے، نہ بالغوں سے ناخواندگی کا خاتمہ ہوا ہے اور نہ لازمی ابتدائی تعلیم کی عمر ۱۴ سال ہے۔ جہاں کہیں ابتدائی تعلیم لازمی ہے وہاں بھی یہ منزل گیارہ سال کی عمر میں ختم ہو جاتی ہے۔ برطانیہ میں مذکورہ بالا حقائق کے باوجود تعلیم کے اوپر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، اسے تعلیم کی مد میں کفایت کرنا قرار دیا گیا تھا۔ اور اس کفایت شعاری کو بدترین قسم کی عیاشی سے تعبیر کیا گیا تھا، ہمارے لیے یہ سوچنا آسان ہے کہ وہاں تو اسے بدترین عیاشی کہا گیا تھا، ہمارے یہاں اس بخل کو کیا کہیں گے۔

شہروں میں غنڈہ گردی، اور آئے دن کے فسادات کہ امن اور سکون سے زندگی بسر کرنے والوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو خطرہ لگا رہتا ہے، اور قصبوں اور دیہاتوں میں لوٹ مار، قتل و خون اور لٹھ بندی اور نشہ بازی کا ماحول کہ

گاندھی جی زندہ ہوتے تو اپنے دیہی زندگی کے پریم سے توبہ کرلیتے، یہ قوم کے لئے لعنت اور سیاہ بختی کی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس لعنت اور سیاہ بختی کی ذمّے داری کس کے اوپر ہے؟ جمہوری نظام ریاست کے ہوتے ہوئے جمہوری زندگی کی خوشگواریاں ناپید ہیں، نہ کوئی دوسروں کے حقوق کی پروا کرتا ہے نہ کسی کے دل میں فرائض کا احساس ہے۔ جن لوگوں کے پاس کچھ ہے اُن کو اور زیادہ دیا جارہا ہے، جن کے پاس کچھ نہیں ہے اُن سے اور طلب کیا جارہا ہے۔ کیا یہ صورتِ حال جمہوری اشتراکیت کے پھل پھول لانے کی علامت ہے یا جنگل کے قانون کے ماتحت جنگلی زندگی کی؟ اگر جواب موخرالذکر کے حق میں ہے تو اس جنگلی پن کے پیچھے سبب کیا ہے؟

جو بچے گیارہ بارہ سال کی عمر میں مزید تعلیم سے محروم ہوجاتے ہیں، وہ آخر کیا کریں؟ گھر بار کا کام ابھی اس عمر میں ڈ سنبھال نہیں سکتے۔ ملازمت کر نہیں سکتے اور اگر کرنا بھی چاہیں تو ملازمت ملتی نہیں۔ خالی ذہن شیطان کا گھر! اور شیطان نہ بچپن کے دھوئیں کے گھروندوں میں رہنا پسند کرتا ہے نہ بڑھاپے کے کھنڈروں میں، اُسے انھی کچّے گھروں میں رہنا زیادہ مرغوب ہے تاکہ وہ اسی کی رہنمائی میں پکّے اور مستحکم قلعے بن جائیں۔

کیا اس سال کا نیشنل سیمنار ان تلخ سوالات کا جواب دینے یا ذمّے دار لوگوں کو جواب دینے پر آمادہ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔

یہ اسپشل نمبر

"سوشل ایجوکیشن اور نوجوانوں کی تربیت" کے زیرِ عنوان یہ خاص نمبر انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی کے موقع پر شائع کیا جارہا ہے۔ اس تقریب کے موقع پر جو یکم مارچ ۱۹۶۴ء سے دہلی میں منائی جانے والی ہے، ایسوسی ایشن نے اپنا سیمنار بھی منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور بحث کا موضوع "سوشل ایجوکیشن اور نوجوان" منتخب کیا ہے۔

حق مغفرت کرے

یہ اسپیشل نمبر ترتیب و تالیف کے آخری مراحل سے گذر رہا تھا کہ ۲۳ رفروری ۱۹۶۴ء دفتر رجسٹرار سے اطلاع آئی کہ "تمام تعلیمی ادارے اور دفاتر بند کر دیئے جائیں، جامعہ کے پرانے خادم اور حیاتی رکن جناب خواجہ حافظ فیاض احمد صاحب کل رات کو ساڑھے بارہ بجے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

دل میں اک درد اُٹھا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے

حافظ صاحب مرحوم جامعہ میں جامعہ کے ساتھ ساتھ تشریف لائے تھے کسی ادارے میں تن من دھن قربان کر دینا عام بات ہے مگر ادارے کی ترقی و بہبود کے لئے اپنے سر الزامات لینا اور بدنامیاں برداشت کرنا ناممکن کی حد تک مشکل ہوتا ہے۔ جامعہ کی خدمت کی دھن میں حافظ صاحب مرحوم قربانی کی اس حد کو بھی پار کر گئے تھے۔

جامعہ میں بالغوں کی تعلیم کی تحریک کی پہلی اینٹ حافظ صاحب مرحوم ہی نے رکھی تھی، چنانچہ جامعہ کی حدود سے باہر پہلا شبینہ اسکول انھی نے قائم کیا تھا جسے آگے چل کر جامعہ نے اپنے اہتمام میں لے لیا تھا۔ ہم خدا نے چاہا تو اگلے پرچے میں حافظ صاحب مرحوم کی زندگی پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت: غور و بحث کی بنیادیں

نوجوان کی زندگی

ایک نفسیاتی تجزیہ

انسان کی عمر کے جس حصہ سے ہم ان صفحات میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں، اصل یہ ہے کہ اس کے لئے نہ اُردو زبان میں کوئی متعین لفظ ہے اور نہ شاید کسی اور زبان میں ایسا لفظ ملے جو من وعن اس پر چسپاں ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ یہی اصل مسئلہ کی جان ہے۔ یہ فرد کی زندگی کا کوئی ایک مخصوص حصہ ہے بھی نہیں کہ جس کے لئے کوئی ایک لفظ استعمال کیا جا سکے، بلکہ یہ ایک طویل مدت کی گوناگون کیفیتوں کا نام ہے، جس کے لئے کوئی ایک لفظ بولنا بھی صحیح نہیں ہوتا۔ انگریزی میں اصطلاحاً ایک لفظ Adolescence یا بلوغ کا استعمال ہوتا ہے لیکن ماہرین نفسیات پھر اس سے مطمئن نہ ہو کر ماقبل اور مابعد کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں اور اس سے وہ ایک مدت کی کیفیت کا پورا احاطہ کر لیتے ہیں۔

سچ پوچھئے تو اس کی بہترین تعریف نفی شکل میں ہو سکتی ہے، یعنی وہ زمانہ جو نہ بچپن کا ہو اور نہ جوانی کا۔ اور یہی نہ صرف اس کی صحیح تعریف ہے بلکہ مسئلہ کی پوری حقیقت کی وضاحت بھی کرتی ہے۔ اس عمر میں فرد نہ بچہ رہتا ہے اور نہ پورے طور پر جوانی کی مدت کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ بچپن سے گزر رہا ہے لیکن جوانی میں ابھی پورے طور پر قدم نہیں رکھا ہے، گویا وہ ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ جوان اسے بچہ سمجھتے ہیں اور بچے جوان۔ یہ اس کے لئے بڑی مشکل اور کشمکش کا زمانہ ہوتا ہے۔

دو گونہ رنج و عذاب ست جانِ مجنوں را

انسانی تمدن کے ابتدائی دور میں یہ زمانہ بہت مختصر ہوتا تھا صرف بلوغ کی تھوڑی مدت تک محدود۔ جہاں جسمانی اعتبار سے فرد میں کچھ بلوغ کے آثار پیدا ہوئے، اس کے بچپن کا زمانہ ختم سمجھ لیا جاتا تھا اور وہ بڑوں میں شمار ہونے لگتا تھا۔ نیم متمدن قبائل میں ایک دَور سے گزر کر دوسرے دَور میں آنے پر بعض رسمیں بھی ادا ہوتی تھیں۔ مثلاً

چوٹی کاٹنا، جسم کے کسی حصہ پر نشان لگانا وغیرہ۔ لیکن جوں جوں تمدن ترقی کرتا گیا، یہ مدت بھی بڑھتی گئی اور ابھی جیسے جیسے تہذیب انسانی کا معیار اور بلند ہوتا جائے گا، غالباً یہ مدت اور طویل اور اس کے مسائل اور پیچیدہ ہوتے جائیں گے۔

خود آج اگر آپ اپنی سماجی زندگی پر نظر ڈالئے تو ایک مدت کے ختم ہونے اور دوسری مدت کے شروع ہونے کے لئے مختلف عمریں مقرر ہیں مثلاً شادی بیاہ کی۔ اولاً تو کوئی ایک عمر مقرر نہیں، لیکن قانون کی رو سے ہوتی بھی ہے تو مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہے۔ دوسرے معاملوں میں لیجئے تو لازمی تعلیم ختم کرنے کی ایک مدت ہے۔ یا عدالت میں شہادت کے لئے دوسری عمر ہے اور انتخابات میں رائے دہندگی کے لئے کچھ اور۔

غرض یہ عمر ماہ وسال میں متعین نہیں کی جا سکتی ہے، بلکہ یہ نفس کی ایک کیفیت بلکہ اس سے زیادہ ایک کشمکش کا نام ہے۔ نوجوان کو خود اپنے اندر ایک مستقل فرد ہونے کا شدید احساس ہوتا ہے اور اس احساس میں اس کے جسمانی تغیرات اور جذباتی ہیجانات اور اضافہ کر دیتے ہیں۔ بعض وقت وہ خود کو عالم خارجی کی تمام موجودات سے الگ تھلگ کر لیتا ہے۔ نفس کی اس خودی سے اس کے اندر ایک داخلی تلون پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر متضاد کیفیتوں کا اظہار کرنے لگتا ہے کبھی انتہائی چستی اور پھرتی کا اظہار کرتا ہے تو کبھی حد درجہ کاہلی اور سستی کا ثبوت دیتا ہے۔ کبھی وہ جوش مسرت سے ایک نوشگفتہ پھول نظر آتا ہے تو کبھی اضمحلال وافسردگی کی تصویر بن جاتا ہے۔ ایک طرف حد درجہ شوخی تو دوسری جانب انتہائی شرم وحیا کا اظہار۔ کبھی ایثار وجاں فروشی کے جذبہ سے سرشار تو دوسرے وقت سراپا خود غرضی اور نفسانیت۔ کبھی قوتِ عمل کی زیادتی تو کبھی تفکر کا غلبہ۔ اس ہیجان وتلاطم میں نوجوان اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے لئے عبث ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دوسرے اس کو سمجھیں اور اس کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کریں۔ تربیت کا سب سے اچھا طریقہ نفس کو سمجھنا اور اسے ابھارنا ہے۔ سقراط اسی طریقہ کا حامی تھا اور وہ اپنے زمانہ میں اپنے عہد کے نوجوانوں کی تربیت اسی طرح کرنا چاہتا تھا۔

اس تلون اور ہیجان کے زمانہ میں نوجوان کی اس داخلی کیفیتوں کی چند بڑی بڑی خصوصیتیں نظر آتی ہیں مثلاً

اپنے آپ کو ڈھونڈھنے کی کوشش: اور اس سلسلہ میں اکثر نوجوانوں کو ڈائری یا روزنامچہ لکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ ان روزنامچوں میں وہ خود اپنی تصویر آپ دیکھتا ہے کبھی اسے اشعار یا افسانے لکھنے کا شوق ہوتا ہے اور ان اشعار اور افسانوں میں وہ اپنے رنج وراحت کا عکس پاتا ہے۔

۲۔ دوسری بڑی خصوصیت زود حسی کی ہوتی ہے۔ پورا انسان نہ سمجھنا اس کے جذبۂ خودی کو سب سے زیادہ

باقی ص۱۰۱ پر ملاحظہ ہو

عنفوانِ شباب کے مسائل

نوجوانوں کی تربیت اس وقت تک صحیح راہ پر نہیں پڑ سکتی جب تک اس پروگرام میں کام کرنے والوں کو نوجوانوں کی نفسی کیفیت کی کم سے کم بنیادی اور ابتدائی معلومات سے بھی کارکنوں کو روشناس کرنے کے لئے لمبے لمبے اور خاصے فلسفیانہ مضامین کے ایک سلسلے کی ضرورت ہے جس کا اس مختصر شمارے میں نہ امکان ہے نہ موقع۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ یہیں ٹیچرز کالج جامعہ کے فاضل پرنسپل ڈاکٹر سلامت اللہ صاحب کی عنایت سے ان کا ایک مضمون ہاتھ آگیا جس میں موصوف نے بڑے سلیقے سے آسان اور عام طور پر سمجھ میں آنے والی زبان میں عنفوان شباب کی ان تمام کیفیتوں اور مسائل کا نچوڑ بیان کر دیا ہے جن کے ایک ایک پہلو پر نفسیاتِ شباب کی کتابوں میں ایک ایک اور بعض اوقات کئی کئی باب صرف کئے جاتے ہیں اس اعتبار سے یہ مضمون بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ہمارے زیرِ بحث مسئلے کے لئے بنیاد کا کام دے گا۔

مضمون رسالہ "جامعہ" کے جولائی ۱۹۶۲ء کے شمارے میں چھپ چکا ہے چنانچہ ہم فاضل مصنف کے ساتھ ساتھ ایڈیٹر رسالہ جامعہ کے بھی ممنون ہیں کہ انھوں نے اسے اس موقعے پر ماہنامہ تعلیم و ترقی میں نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

——— ایڈیٹر

عنفوانِ شباب زندگی کا وہ عبوری دور ہے، جو بچپن اور بلوغ کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ اس وقت فرد کو نہ لڑکپن ہی کہا جاسکتا ہے اور نہ بالغ ہی۔ اگرچہ ابھی اس میں بالغ کی سی پختگی نہیں ہوتی۔ تاہم اب اس کے ساتھ بچے جیسا سلوک بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اسے بالغ کی طرح ذمہ دار اور خود مختار قرار دیا جاسکتا ہے۔ عام طور سے زندگی کی اس منزل کو ایک مخصوص عمر کے ساتھ وابستہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ دور تیرہ اور انیس سال کے درمیانی وقفے یعنی سات سال کے

مشتمل ہے۔ مگر ماہرینِ نفسیات کا خیال ہے کہ اس منزل کی حد بندی اس طرح نہیں کرنی چاہئے۔ ان کے نزدیک اس کا تعلق محض جسمانی شواہد سے نہیں، بلکہ کسی قوم کے سماجی حالات سے بھی ہے۔ اگر ایک سماج میں فرد کو بالغ کی ذمہ داریاں دیر میں سپرد کی جاتی ہیں تو وہاں عنفوانِ شباب کا دور دیر تک قائم رہتا ہے مثلاً امریکہ میں اب تقریباً چوبیس پچیس سال کی عمر تک فرد پر خاندانی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور وہ اس زندگی کی تیاری کے لئے مختلف قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ اس لئے وہاں عنفوانِ شباب کی منزل چوبیس پچیس سال کی عمر تک جاری رہتی ہے۔ ہمارے سماجی نظام میں بلوغیت کی ذمہ داریاں نسبتاً کم عمری میں اٹھانی پڑتی ہیں۔ ہمارے یہاں ابتدائی تعلیم ختم کرنے کے بعد جو بچے ثانوی مدرسے میں داخل ہوتے ہیں، ان میں سے اکثر اپنے عنفوانِ شباب کا دور وہیں ختم کرتے ہیں۔ اس لئے اس دور کی امتیازی خصوصیات اور مسائل کا علم ثانوی مدرسے کے اُستادوں کے لئے ازبس ضروری ہے۔

جسمانی تبدیلی کے مسائل

اس منزل میں فرد طرح طرح کی تبدیلیوں سے دوچار ہوتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ گویا ایک نئے جسم اور ایک نئے ذہن کا جنم ہوتا ہے۔ وہ تمام تبدیلیاں جو اس وقت اس کے جسم، ذہن اور اخلاقی تصوّرات میں پیدا ہوتی ہیں، انواع و اقسام کی پیچیدگیوں اور الجھنوں کا سبب بنتی ہیں۔

جسمانی اعتبار سے دیکھئے تو اس دور میں قد، وزن، شکل و صورت، آواز اور جسم کی اندرونی بناوٹ میں نمایاں تغیرات نظر آتے ہیں۔ جب عالمِ شباب کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں تو نشو و نما کی رفتار تیز ہو جاتی ہے، بعض کا قد تو ایک ایک سال کے اندر چھ چھ انچ تک بڑھ جاتا ہے اور بعض کے وزن میں بیس بیس تیس تیس پونڈ تک اضافہ ہو جاتا ہے اس غیر معمولی تبدیلی سے نہ صرف نوجوان مختلف قسم کی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے بلکہ اس کے والدین کو بھی طرح طرح کے مسائل پیش آتے ہیں۔ اس زمانہ میں تیزی سے بڑھتے ہوئے جسم کے لئے مزید غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور بھوک بہت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ مگر اکثر والدین اور بڑوں کی ناسمجھی کی وجہ سے نوجوان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ کوئی اس کی بھوک جوئے بقر سے تعبیر کرتا ہے کوئی کہتا ہے کہ لڑکا ہے کہ دَیو ہے کہ کھاتا ہی چلا جاتا ہے اس کا جہنم بھرتا ہی نہیں۔ اس قسم کے غیر ہمدردانہ رویّہ سے نہ صرف وہ جسمانی تسکین سے محروم رہتا ہے بلکہ وہ ایک پریشان کن ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوسرا مسئلہ جو والدین کے سامنے آتا ہے وہ ہے لباس سے متعلق۔ جوتا خریدتے ہی چھوٹا ہو جاتا ہے۔ آستینیں مسلسل چھوٹی ہوتی رہتی ہیں۔ کُرتے اور پاجامے بہت جلد اونچے ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خصوصاً غریب والدین کو بڑی دشوا

محسوس ہوتی ہے۔ کہاں تک نئے جوتے خریدے جائیں اور نئے کپڑے سلوائے جائیں۔ لہٰذا اس زمانے میں ذرا ڈھیلی ڈھالی چیزیں مہیا کرنی چاہئیں۔ جن میں تیزی سے بڑھتے ہوئے جسم کے لئے قدرے گنجائش موجود ہو۔

قد اور وزن میں غیر معمولی اضافے کے علاوہ اس دور میں شکل و صورت میں بھی خاص تبدیلیاں نمودار ہوتی ہیں۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی ظاہری شباہت بالغوں کی سی ہو جاتی ہے۔ کندھے چوڑے ہو جاتے ہیں، بازوؤں کے پٹھے ابھر آتے ہیں اور جبڑوں کی ہڈیاں خاص طور پر نمایاں ہو جاتی ہیں۔ عام طور پر جسم چھریرا ہو جاتا ہے، اعضائے تناسل سن بلوغ کی جسامت اختیار کر لیتے ہیں۔ آغازِ شباب کے وقت ان اعضا کی نشوونما کی رفتار نمایاں طور پر تیز ہو جاتی ہے۔

بچپن کی پیاری، میٹھی اور سُریلی آواز، بھونڈی اور بھدی ہو جاتی ہے، نوجوان اپنی آواز کو سنبھالنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر بے سود۔ یہ بات ان کے لئے تشویش کا سبب بن جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بات چیت کرتے ہوئے جھینپتے ہیں۔ اگر انھیں اس وقت ہمدردانہ لہجے میں بتا دیا جائے کہ اُن کی آواز خود بخود کچھ عرصہ بعد ٹھیک ہو جائے گی تو ان کی بے جا پریشانی دور ہو سکتی ہے۔

نوجوانوں میں اُن کی غیر معمولی جسمانی نشوونما سے جو جذباتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، وہ ان کے لئے مضر ہے بعض نوجوانوں کو ایک خوف سا محسوس ہوتا ہے اور وہ کچھ کھنچے کھنچے اور کچھ مرجھائے سے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اپنی شکل و صورت کی تبدیلی پر ایک بے ڈھنگا پن سا محسوس کرتے ہیں۔

اس منزل پر نوجوان کو جس چیز سے سب سے زیادہ فکر و تشویش محسوس ہوتی ہے وہ ہے اس کے جنسی عمل کی پختگی کا ظہور جب کسی لڑکے کو پہلی بار احتلام کا تجربہ ہوتا ہے تو اس پر ایک ہیجانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر اسے اس نئے جسمانی عمل کی وجہ نہیں معلوم ہوتی یا غلط وجہ معلوم ہوتی ہے تو وہ اس کی فکر میں گھلنے لگتا ہے۔ اوسط درجے کے لڑکوں میں یہ واقعہ تھوڑے وقفے کے بعد رونما ہوتا رہتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ انھیں اس عمر میں پہلے سے آگاہ کریں کہ اس قسم کا واقعہ ایک فطری عمل ہے، نہ یہ کوئی بُری بات ہے اور نہ اس سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارے سماج میں بدقسمتی سے زیادہ تر نوجوان اس معاملہ میں بالکل بے خبر رکھے جاتے ہیں۔ وہ اس سے بہت حیران و پریشان ہوتے ہیں اور آسانی سے کسی مکار عطائی کے جال میں پھنس جاتے ہیں جو اس فطری عمل کو کسی بیماری سے تعبیر کر کے انھیں اور زیادہ ڈرا دیتا ہے اور علاج کے بہانے لوٹتا ہے۔ ہندوستانی اخباروں کے اشتہارات ملاحظہ فرمائیے۔ وہ اس شرمناک اور دیدہ دلیرانہ لوٹ کھسوٹ کی شہادت دیتے ہیں۔ ہمارے شہروں اور قصبوں کی دیواریں تک اس قسم کے اشتہاروں سے پاک نہیں ہیں۔ یہ تو ہوا لڑکے سے متعلق۔ اسی طرح لڑکی کے حال پر غور کیجئے جسے پہلے سے حیض کے متعلق کوئی معلومات

بہم نہیں پہنچائی گئی ہے۔ جب اسے سب سے پہلے اس عمل کا تجربہ ہوتا ہے تو وہ شدید خوف، ذہنی پریشانی اور ناپسندیدہ باتوں کا شکار بن جاتی ہے۔ بعض اوقات لڑکیاں اس جذباتی اور ذہنی الجھن میں مہینے گذار دیتی ہیں اور ان بےچاریوں کی کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ نہیں کرتا نوجوانوں کو اس قسم کے جسمانی عوامل سے باخبر کرنے کی اشد ضرورت ہے، لیکن اس سلسلے میں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس بارے میں غلط معلومات بہم پہنچانا یا غلط طریقے سے تعلیم دینا اتنا ہی بُرا ہے، جیسا کہ اس سے قطعاً ناواقف رکھنا جو لوگ نوجوانوں کو اس قسم کی معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں انھیں خود اس موضوع کا سائنٹفک علم حاصل کرنا چاہیے نیز انھیں یہ بھی جاننا چاہئے کہ اس سے نوجوانوں کو روشناس کرنے کا پسندیدہ اور مؤثر طریقہ کیا ہے۔

ذہنی تبدیلی کے مسائل

جسمانی نشوونما کی طرح اس منزل میں ذہنی نشوونما کی وجہ سے بھی بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ عمر کا وہ زمانہ ہے جب کہ عقل کے پودے میں پھول لگتے ہیں۔ یعنی اس زمانے میں غور و فکر کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ اس سے پہلے فرد آزادی اور کاوش سے کسی مسئلے پر غور و خوض نہیں کرسکتا تھا۔ اب تک اس کی بیشتر دلچسپیاں ٹھوس اشیا کھیل کود وغیرہ تک محدود تھیں۔ مگر اب مجرد تصورات بھی اس کی دلچسپی کا مرکز بنتے ہیں۔ اس میں رفتہ رفتہ نتیجہ نکالنے کی (GENERALIZATION) کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے یعنی وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ دیئے ہوئے واقعات سے نتیجہ نکال سکے۔ اصول و قواعد وضع کرسکے۔ اس کے ذہنی مشاغل اب زیادہ سنجیدگی اختیار کرلیتے ہیں۔ وہ اب اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے لگتا ہے۔ "میں کیا بنوں گا"، "میں کیا کروں گا؟"۔ اس دور میں آزادخیالی اور خوداعتمادی کی صفت پروان چڑھتی ہے لیکن اس میں کامیابی اور ناکامی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے سے پہلے اس کی تعلیم و تربیت کس نہج پر ہوئی ہے۔ اگر والدین نے اسے محض ایک کھلونا سمجھ کر پالا پوسا ہے تو اس میں آزادخیالی اور خوداعتمادی بہ مشکل پیدا ہوسکے گی اس کے برعکس اگر والدین نے تعلیم و تربیت میں اس کی انفرادیت کا لحاظ رکھا ہے تو ان خوبیوں کے پیدا ہونے کی قوی امید ہے۔ معقول رویہ یہ ہوگا کہ نوجوانوں کو نہ تو اچانک بےنکیل کے اونٹ کی طرح آزاد چھوڑ دیا جائے اور نہ ہمیشہ کے لئے طوطے کی طرح پنجرے میں بند کرکے رکھا جائے۔ ہمارے نوجوانوں میں خوداعتمادی کے فقدان کی بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین اور خصوصاً ماؤں کا میلان طبع انھیں اپنے بچوں کو نجی ملکیت سمجھنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور انھیں اس خیال سے بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ ایک دن ان کی اولاد ان کی توجہ اور سرپرستی سے بالکل بےنیاز ہوجائے گی۔
زندگی کی اس منزل پر یہ مسئلہ بھی سامنے آتا ہے کہ نوجوان بالآخر اپنی روزی کمانے کا کون سا طریقہ اختیار کرے گا۔ مدرسے کا فرض ہے کہ اس معاملے میں اس کی مناسب رہنمائی کرے۔ ہوائی قلعے بنانے سے آخر میں جو مایوسی اور صدمہ ہوتا ہے

اس سے جہاں تک ہو سکے نوجوان کو بچانا چاہئے۔ اس سلسلے میں اسے اور اس کے والدین کو چند بنیادی باتیں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ مختلف پیشوں کے لئے مختلف قسم کی ذہنی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ سماجی زندگی کی تنظیم میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ ہر قسم کی ذہنی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے

۳۔ نہ تو آبائی پیشے کو زبردستی نوجوانوں کے گلے باندھا جا سکتا ہے اور نہ فقط والدین کی اور اپنی خواہش کی بنا پر کسی مخصوص پیشے کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

حال میں مغربی ملکوں میں ثانوی مدرسے کے طلبہ کی پیشہ ورانہ رہنمائی کے میدان میں بہت بڑی ترقی ہوئی ہے۔ وہاں تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جن نوجوانوں نے ایسے پیشے اختیار کئے جن کا مشورہ مختلف قسم کی جانچوں کی بنا پر انھیں دیا گیا تھا وہ اپنے پیشے میں ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب ہوئے جو اس قسم کے مشورے سے محروم رہے تھے۔ اس مقصد کی خاطر ثانوی مدرسے میں مختلف قابلیتوں اور رجحانوں کے لحاظ سے طلبہ کے لئے مختلف قسم کے نصابوں کا التزام کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم یا اس کے والدین کسی ایسے پیشے کے آرزومند ہوتے ہیں جس کے لئے ایک خاص قسم کی ذہنی استعداد کی ضرورت ہے اور وہ اتفاق سے اس طالب علم میں موجود نہیں ہے تو مدرسہ اُسے اس بات سے آگاہ کر دیتا ہے اور کسی دوسرے مناسب پیشے کی سفارش کرتا ہے۔ اور وہ طالب علم نصاب انتخاب کرنے یا پیشہ اختیار کرنے میں غلط قدم اٹھانے سے بچ جاتا ہے اور اسے بعد کی ناکامیوں کے تلخ تجربے سے دوچار نہیں ہونا پڑتا۔

عام طور پر ایک ناتجربہ کار نوجوان، پیشہ ورانہ زندگی میں داخل ہونے کے لئے کوئی دروازہ ڈھونڈتا ہے۔ اُسے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام اچھی اسامیاں پہلے سے پُر ہیں یا اُس کی دسترس سے باہر ہیں اور اُس کی کہیں بھی کھپت نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُسے کوئی بھی کام نہیں ملے گا چنانچہ وہ مایوسی اور خوف و ہراس کے عالم میں دن کاٹتا ہے۔ اور اس صورتِ حال میں جو کام بھی سب سے پہلے اس کے ہاتھ آجاتا ہے اُسے بطور پیشہ اختیار کر لیتا ہے چاہے اس کے لئے اس کی طبیعت موزوں ہو یا نہ ہو، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کو ان اسامیوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جائے، جن کی ملک میں زیادہ مانگ ہے۔ ہر آزاد ملک میں جہاں کی حکومت عوام کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتی ہے، اس قسم کے اعداد و شمار سرکاری طور پر باقاعدہ شائع کئے جاتے ہیں۔ مگر ہمارے ملک میں اس وقت اس کی بڑی کمی ہے۔ یہاں صرف چند ہی بڑے شہروں میں اس قسم کا انتظام ہے۔ جہاں امپلائمنٹ ایکسچنج کے دفاتر کے ذریعے ضروری معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ پھر بھی اس دہشت کو کسی حد تک کم کیا جا سکتا ہے جو خالی جگہوں کی کمی کے خیال سے نوجوانوں پر طاری رہتی ہے۔ اس بارے میں طلبہ کے زاویۂ نگاہ کو بدلنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ انھیں یہ سمجھانا پڑے گا کہ ان اسامیوں کے بارے میں پریشان نہ ہوں، جن پر تجربہ کار لوگ

فائز ہیں بلکہ ان آسامیوں کے متعلق سوچیں جو کہ اُن جیسے ناتجربہ کار لڑکوں کے لئے خالی ہیں۔ اس طرح ان کی کامیابی کے امکانات بڑھ جائیں گے اور ان کی پریشانی بڑی حد تک دور ہو جائے گی۔

سماجی اور اخلاقی مسائل

عنفوان شباب کی منزل میں بعض اہم سماجی اور اخلاقی مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ جنسی قوت کا ظہور ہے۔ ہر مہذب جماعت میں جنسی جبلت کو عموماً ایک شیطانی اور ناپاک قوت سمجھا جاتا ہے۔ والدین اور اساتذہ سبھی اس فطری رجحان کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ اکثر پسندیدہ نہیں ہوتا۔ نوجوان کی فطرت میں یہ چیز داخل ہے کہ اگر اُسے کسی کام سے زبردستی منع کیا جائے تو وہ بغاوت کرتا ہے۔ اور اس کام کو کھلم کھلا یا چوری چھپے کرنے میں اُسے فتح و کامرانی کا احساس ہوتا ہے جس عشق کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں حائل ہوں وہ اس کے لئے زیادہ تسکین اور کشش کا باعث ہوتا ہے۔

متوازن نشو و نما کے لئے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو جنس مخالف کے ہم عمر افراد سے ملنے جُلنے کا موقع دیا جائے۔ اس معاملے میں والدین اور بڑے بوڑھوں کا رویہ ہمدردانہ اور دانش مندانہ ہونا چاہئے۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاں جب نوجوان لڑکے لڑکیاں سماجی زندگی میں ایک دوسرے سے ملتے جُلتے ہیں، تو اکثر بڑے بوڑھے ان کے میل ملاپ کو شک وشبہ کی نظر دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے اور بہت جلد دو خاندانوں کی ناک کٹنے والی ہے۔ لیکن یہ رویہ مناسب نہیں ہے، والدین کو اس معاملہ میں نہ تو اتنی بے نیازی برتنی چاہئے کہ ان کے لڑکے لڑکیاں جو چاہیں کریں اور نہ ہی انھیں اس قدر شکی ہونا چاہئے کہ ہر وقت ان کی نگرانی مجرموں کی طرح کرتے رہیں۔ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ بھی مفید ثابت نہیں ہوگا۔ جنسی معاملات میں بھی والدین کو اسی قسم کی دلچسپی ہونی چاہئے، جیسی کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت، اس کے مستقبل اور دوسرے مسائل میں رکھتے ہیں۔ علم نفسیات کے نزدیک مخالف جنسوں کے افراد کی باہمی دلچسپی اور محبت کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ وہ مسائل زیادہ مشکل ہیں جن کا تعلق غیر فطری جنسی مظاہر سے ہے مثلاً امرد پرستی، جلق وغیرہ۔ اور بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اس قسم کے شواہد اکثر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اس لئے تعلیمی نقطۂ نظر سے یقینی یہ دانش مندانہ اقدام ہوگا کہ نوجوانوں کو جنسیات سے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچائی جائے۔ مثلاً علم اعضا کے سلسلے میں انھیں افزائش نسل کے عمل اور ضبط نفس کی ضرورت سے آگاہ کیا جائے کہ یہ جسمانی صحت، نفسیاتی توازن اور اقتصادی خوش حالی کا ضامن ہے صحیح طریقہ اختیار کیا جائے تو امید ہے کہ اوسط درجے کے ذہین نوجوان لڑکے لڑکیوں کو ضبطِ نفس کی ترغیب ہوگی قانونی شادی کے علاوہ اور کسی دوسری قسم کے جنسی

تعلقات سے جن امراضِ خبیثہ میں مبتلا ہونے کا احتمال ہے ان سے بھی نوجوانوں کو باخبر کر دینا چاہیئے۔

ضبطِ نفس کے حاصل کرنے کی بھی بعض تدابیر بہت موثر ثابت ہوئی ہیں۔ کسی محرک کے زور کو ختم کرنے کا نفسیاتی طریقہ یہ ہے کہ توجہ کو دوسری دلچسپیوں کی طرف موڑ دیا جائے۔ ثانوی مدرسے میں ورزش اور کھیل کا اہتمام اس مقصد کے حصول میں معاونت کرتا ہے۔ اس قسم کے مشاغل نہ صرف جسمانی نشوونما کے لئے مفید ہیں بلکہ ان کی بدولت نوجوان کو جنسی باتوں پر سوچنے اور جسمانی لذتوں کو حاصل کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔ مشہور ہے کہ خالی ذہن شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے۔ کوئی پسندیدہ مصروفیت نہ ہو تو کسی گھٹیا کام میں پھنسنے کا بہت امکان ہوتا ہے۔

عنفوانِ شباب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس منزل میں فرد خیر و شر کے بنیادی مسائل پر غور و فکر کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس رجحان کو مذہب و اخلاقیات میں دلچسپی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ دراصل یہ سماجی اثرات کا نتیجہ ہے۔ چونکہ نوجوان میں غور و فکر کی صلاحیت رونما ہوتی ہے اس لئے وہ ان بنیادی تصوّرات کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے جو سماج میں عقیدہ کے طور پر جاری و ساری ہوتے ہیں نوجوان پر دو بے پناہ قوتوں کا انکشاف ہوتا ہے جو بظاہر متضاد ہیں۔ ایک قوت تو اسے اپنی روح میں پوشیدہ معلوم ہوتی ہے اور دوسری قدرت ہیں۔ اُسے اپنی روحانی قوت پر اس قدر اعتماد ہوتا ہے کہ وہ خود کو ہر چیز کا اہل سمجھنے لگتا ہے۔ لیکن دوسری طرف جب اسے قدرت کی بے پایاں قوت کا ادراک ہوتا ہے، تو اسے اپنی بے چارگی اور بے مائگی کا شدید احساس ہوتا ہے۔ یہی مذہبی شعور کی بنیاد ہے۔ کبھی کبھی نوجوانوں کا مذہبی جذبہ دیوانگی کی حد تک پہنچ جاتا ہے بعض اوقات وہ اسی محرک کی وجہ سے بہت متفکر اور گم سم سے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کبھی دیکھا گیا ہے کہ وہ گھنٹوں مذہبی کتابوں کے مطالعہ میں غرق رہتے ہیں۔ بعض اوقات وہ تنہائی میں آنسو بہا کر دل کو ہلکا کرتے ہیں اور کبھی خود کو جسمانی اذیتیں پہنچا کر تزکیۂ نفس کی سبیل نکالتے ہیں۔ لہذا نوجوانوں کو تنہائی میں خالی وقت گذارنے کا کم سے کم موقع دینا چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو انھیں کسی عملی کام میں مصروف رکھنے کی تدبیر کرنی چاہیئے۔

بچپن کے زمانے میں بچّہ سماجی قوانین کی پابندی بلا سوچے سمجھے کیا کرتا ہے، مگر نوجوان میں سماجی شعور اُجاگر ہوتا ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر سماج کی معین کی ہوئی کسوٹی پر اپنی ذات کو پرکھنے اور پورا اترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں قربانی اور ایثار کا جذبہ بیدار ہوتا ہے وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگتا ہے۔ لہذا جماعت اور مدرسے کے نظم و نسق میں نوجوانوں کو شرکت کرنے اور سماجی خدمات انجام دینے کے مواقع فراہم کرنے چاہئیں۔ اسکاؤٹنگ اور دیگر اجتماعی منصوبے بھی اس نقطۂ نظر سے مفید ثابت ہوں گے۔

نوجوان اپنے کردار کا محاسبہ خود کرتا ہے۔ وہ سوچتا رہتا ہے کہ کہیں اس کے قول و فعل میں کوئی چیز قابلِ اعتراض

تو نہیں ہے۔ اسے اپنی شخصیت کے ہر پہلو کی خامیوں اور کمزوریوں کا احساس ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنی شکل وصورت کے بناؤ سنوار میں گھنٹے صرف کر دیتا ہے۔ آئینے میں اپنے چہرے کو اکثر دیکھتا رہتا ہے۔ اپنے بازوؤں اور پاؤں کو جھکاتا اور موڑتا رہتا ہے۔ اس بات کو بہت محسوس کرتا ہے کہ لوگ اسے کس طرح مخاطب کرتے ہیں، کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ اپنی ذات سے متعلق مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتا رہتا ہے۔ اس وقت یہ بہت ضروری ہے کہ والدین اور اساتذہ اس کی ان باتوں کو ہمدردی کے ساتھ دیکھیں اور سمجھیں۔

اس دور میں فرد اپنی شخصیت کا کم وبیش ایک صاف نقشہ بنا لیتا ہے۔ وہ ان خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے نصب العین کے حصول کے لئے لازمی ہیں۔ اس لئے نوجوان کے سامنے خاص طور پر اچھے کردار کے نمونے پیش کرنے چاہئیں، مثلاً عظیم تاریخی شخصیتیں، زمانۂ حال کے بڑے آدمی اور گرد ونواح کے مقبول اشخاص وغیرہ۔ مگر یہاں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کہیں نوجوان کسی عظیم شخصیت کو بت بنا کر پوجنے نہ لگے بلکہ رفتہ رفتہ اسے اس قابل بنایا جائے کہ وہ اخلاقی اصولوں کی روشنی میں دوسروں کو اور اپنی ذات کو پرکھ سکے اور اپنی اصلاح خود کر سکے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کی ذات کسی شخص واحد کا چربہ نہ ہو، بلکہ اس کی شخصیت مختلف اشخاص کی خوبیوں کی آئینہ دار ہو، مثلاً وہ اپنی شخصیت کی تعمیر میں کسی شخص کی ہمت وجواں مردی، کسی کی دیانت داری خلوص اور نیک نیتی اور کسی کی حب الوطنی یا انسان دوستی کو نمونہ سمجھ کر اپنائے۔ مدرسہ سیرت سازی کے عمل میں ڈرامے سے بھی مدد لے سکتا ہے۔ نوجوان اداکار جب اسٹیج پر آتا ہے تو وہ اپنے رول کی خصوصیت سے متاثر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بہرکیف سامنے رکھنی چاہئے کہ اس لڑکے یا لڑکی کو کسی بد معاش کا پارٹ بھول کر بھی نہ دیا جائے جو فطری طور پر بری باتوں کی طرف مائل نظر آتا ہو۔ اسی طرح اچھی فلموں سے بھی شخصیت کی تعمیر میں مدد لی جا سکتی ہے مگر یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ موثر فرد کا اپنا فریبی ماحول ہے جس میں وہ رات دن رہتا سہتا ہے۔ اس کے والدین، خاندان کے لوگ اور اساتذہ، اس کے ساتھی اور دوست، نیز گرد ونواح کے اشخاص یہ سبھی اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے ماحول کو اچھے سے اچھا بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

نوجوان کی تلوّن مزاجی ایک مسلّم حقیقت ہے۔ اور اس بنا پر اسے اکثر برا بھلا کہا جاتا ہے لیکن اس معاملے میں دراصل وہ کلیتہً موردِ الزام نہیں ہے۔ اس میں ہماری تہذیب کا بھی ہاتھ ہے۔ بعض جبلّتیں اور میلانات جو اس عمر میں بڑی شدومد سے ابھرتے ہیں، اسے تہذیب معیوب قرار دیتی ہے۔ نوجوان جسمانی اعتبار سے ایسے بہت سے کام کرنے کا اہل ہو جاتا ہے جن کے لئے موجودہ سماج مواقع فراہم نہیں کرتا۔ اس لئے اسے بہت عرصے تک بچے کی سی زندگی گذارنی پڑتی ہے۔ بالغ بھی

شاید موجودہ صورت حال سے مطمئن نہیں ہے، لیکن وہ اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق کسی نہ کسی طرح حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتا ہے۔ یہ نوجوان کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ بے چارہ اپنے حالات پر قابو نہیں پا سکتا۔ اور جب اسے ناکامی ہوتی ہے، تو وہ ایک ہیبت ناک جذباتی کش مکش میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس لئے نوجوان کو یہ احساس دلانا مفید ہو گا کہ انسان کی ہر ایک آرزو پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اسے صرف ان خواہشات پر اکتفا کرنا چاہئے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہیں۔

نوجوان کو ذہنی اور جذباتی کش مکش سے جو تکلیف ہوتی ہے، اس کے احساس کی شدت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ میں ہی ایک بدنصیب ہوں جسے اس پریشان کن تجربے سے گذرنا پڑ رہا ہے۔ لہٰذا اسے اس بات کا احساس دلانا چاہئے کہ یہ مسائل عالم گیر ہیں، اور کم و بیش سبھی نوجوانوں کو ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور سبھی اسی طرح تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے وسیع تخیل اور گہری ہمدردی درکار ہے۔ نوجوان کو اس طرح مسلح کرنا چاہئے کہ وہ خود اپنی جنگ کامیابی سے لڑ سکے اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔ تعلیم و تربیت کا یہی فریضہ ہے۔

بقیہ صـ ۲۸ کا

دنیا کی ترقی پسند فلموں سے بہت کام لیا جا سکتا ہے۔ آج کی دنیا یکسر بدل چکی ہے۔ ایک نیا زمانہ آنکھیں کھول چکا ہے۔ اگر اس نئے زمانے کی باتوں اس کے تقاضوں اور مطالبات کا لوگوں کے دل و دماغ میں نقش بٹھانا اور اس تحریک میں نوجوانوں کی قوت سے پورا پورا کام لینا ہے تو نئے سماج کی تخم پاشی کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں اسی نئی زمین کو توڑنا، اسے کمانا اور اس کی آبیاری کرنا ہو گی۔

تیرہویں نیشنل سیمنار کے عنوانات بحث کا خاکہ

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام تیرہواں نیشنل سیمنار جو اس سال ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی کے موقعے پر پہلی سے ، مارچ تک شفیق میموریل بلڈنگ میں منعقد ہونے والا ہے، اس کے خاکۂ بحث کا مسودہ درج ذیل ہے۔ خاکۂ بحث ابھی تک آخری شکل میں ہمارے سامنے نہیں آیا ہے، لیکن خیال ہے کہ بحث کے یہی عنوانات معمولی ترمیم یا اضافے کے ساتھ قائم رکھے جائیں گے۔

—— ایڈیٹر

تعارف

جو لوگ سوشل ایجوکیشن کے حلقۂ عمل میں آتے ہیں، ان کی ضرورتوں، خواہشوں اور تمناؤں اور صلاحیتوں کو نظر میں رکھ کر ہی اُسے اپنا کام کرنا اور انھی سے اپنا رشتہ قائم کرنا ہوگا۔

نوجوان طبقہ سوشل ایجوکیشن سے صرف مستفید ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے گوناگوں پروگراموں کی انجام دہی میں بہت اہم کردار بھی ادا کر سکتا ہے۔ اس لئے سیمنار کے لئے نوجوانوں کی ضرورتوں اور مسائل اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کی صلاحیتوں اور افتادِ مزاج کو اچھی طرح سمجھنا ہوگا اس سے سوشل ایجوکیشن کے موادِ مضمون اور طریقۂ کار کو متعین کرنے میں آسانی ہوگی اسی طرح نوجوان طبقے کے لئے سوشل ایجوکیشن کے ایک پروگرام پر غور و بحث کرنا بھی ضروری ہوگا اور اسی کے ساتھ یہ سمجھنا ہوگا کہ نوجوانوں تک یہ پروگرام پہنچانے کا تنظیمی نقشہ کیا ہونا چاہئے۔ سیمنار کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ نوجوانوں کے متعلق جو موجودہ تنظیمیں ہیں، اُن سے کس طرح کام لیا جائے کہ اس سے سوشل ایجوکیشن کو فروغ دینے میں مدد ملے۔

نیچے چند سوالات کی ایک فہرست دی جاتی ہے جن پر سیمینار بحث کر سکتا ہے۔ یہ فہرست زیر بحث موضوع سے متعلق سوالات کی حتمی اور آخری فہرست نہیں ہے بلکہ اس سے اس سلسلے میں سوالات قائم کرنے اور سوچنے کے طریقے کی مثال پیش کرنا مقصود ہے۔

پہلا باب

نوجوانوں کی ضرورتیں اور ان کے افتادِ مزاج کی خصوصیات

سوال نمبر (۱)۔ نوجوانوں سے ہماری مراد کیا ہے؟ نوجوانی کی انتہائی اور ابتدائی عمر کیا ہے؟

عام طور پر نوجوانی سے ۱۲ سے ۲۵ سال کی عمر مراد لی جاتی ہے۔ اس میں نوخیزی کی عمر اور ابتدائی بلوغت بھی شامل ہے اور اس اعتبار سے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یعنی ۱۲ سے ۱۷ سال کی عمر کے لوگ اور ۱۸ سے ۲۵ سال کے لوگ۔ سیمینار اس سلسلے میں اس بات پر بحث کر سکتا ہے کہ آیا نوجوانی کی عمر کی تعین و تقسیم ان مقاصد کے لئے ٹھیک رہے گی۔

سوال نمبر (۲):۔ نوجوانی کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟ سوشل ایجوکیشن کے لئے ان کی اہمیت کیوں اور کس طرح ہے؟

یہ خصوصیات غالباً بے کھٹکے مختلف ماتحت عنوانات میں تقسیم کی جا سکتی ہیں، مثلاً نفسیاتی خصوصیات، جسمانی خصوصیات، سماجیاتی، معاشی اور تہذیبی خصوصیات۔

سوال نمبر (۳)۔ مندرجہ بالا خصوصیات کے پیشِ نظر نوجوانوں کی ضرورتیں کیا ہوتی ہیں؟

سیمینار اس سوال کے باب میں یہ بحث کر سکتا ہے کہ آیا نوجوان کی ضرورتیں مختلف حالات میں مختلف ہو سکتی ہیں اور اگر ہو سکتی ہیں تو کس طرح؟ مثلاً جنسی حالات، عمر کے اعتبار سے پیدا ہونے والے حالات، دیہاتی اور شہراتی بود و باش سے پیدا ہونے والے حالات، آمدنی، تعلیم اور والدین کی سماجی حیثیت کے اختلاف سے پیدا ہونے والے حالات۔ اسی طرح اسکول پڑھنے جانے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ضروریات اسکول نہ جانے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ضروریات سے مختلف ہو سکتی ہیں۔

دوسرا باب

نوجوانوں کی یہ ضروریات کس حد تک پوری کی جاتی ہیں

سوال نمبر (۴)۔ سماجی تعلیم یا سماجی زندگی کے ڈھچر کے ماتحت نوجوانوں کی ضروریات کس حد تک پوری کی جاتی ہیں؟

سوال نمبر (۵) - نوجوانوں کی کون سی ضرورتیں ایسی ہیں جو سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کی تشکیل میں کام آسکتی ہیں ؟

تیسرا باب

سوسائٹی کو نوجوانوں کی دین

سوال نمبر (۶) - نوجوانوں سے سوسائٹی کو کیا مل سکتا ہے ؟

سوسائٹی کو ترقی دینے میں نوجوانوں کے کام آنے کی صلاحیت اس تقسیم کے حسب حال ہوسکتی ہے جس کا سوال ۳ میں ذکر کیا گیا ہے ۔

سوال نمبر (۷) - نوجوانوں کے اندر جو صلاحیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان سے سوشل ایجوکیشن کس طرح کام لے سکتی ہے ؟

چوتھا باب

نوجوانوں کے لئے کام کرنے والے ادارے اور اُن کے پروگرام کی کیفیت

سوال نمبر (۸) - نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کی یا اس سے متعلق دوسری قسم کی سرگرمیاں منظم کرنے کا کام کن انجمنوں اور جماعتوں نے شروع کر رکھا ہے ؟

سیمنار اس طرح کا کام کرنے والی جماعتوں کی ایک فہرست مرتب کرسکتا ہے اور اس بات پر بحث کرسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے کام کی نوعیت اور مقدار کیا ہے ۔ سیمنار اس موضوع پر بھی غور کرسکتا ہے کہ ان جماعتوں نے اپنے اپنے کام کے لئے کیا راستے اختیار کر رکھے ہیں اور ان کی عام نہج کیا ہے ؟

سوال نمبر (۹) - نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کی خصوصی ضروریات کو دیکھتے ہوئے کیا یہ ضروری ہے کہ کچھ تنظیموں اور جماعتوں کو تقویت پہنچائی جائے ؟ وہ کون کون سی تنظیمیں اور جماعتیں ہیں جنھیں تقویت پہنچانے کی ضرورت ہے اور کس شکل میں ،

سوال نمبر (۱۰) - نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کے پروگرام میں کن باتوں کو اہمیت حاصل ہونی چاہیئے ؟ آیا ان باتوں کو شامل کرتے ہوئے نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کی کوئی اسکیم تجویز کی جاسکتی ہے ؟

نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کی اسکیموں پر غور کرتے ہوئے نوجوانوں کی مختلف ضرورتیں مثلاً جسمانی ، ذہنی فنی اور ارتقائی ضرورتوں کے اوپر غالباً بطور خاص توجہ دینا لازمی ہوگا ۔

شہر کے نوجوانوں کی تربیت اور سوشل ایجوکیشن

۱۔ مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت

عام طور پر چودہ ۱۴ سال سے پینتیس ۳۵ سال کی عمر کے لوگوں کو نوجوانوں کی صف میں شامل کیا جاتا ہے۔ مگر سماجی بہبود اور سماجی و تعلیمی پروگراموں کی تنظیم کے مقصد کے لئے عموماً صرف چودہ سال سے پچیس سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کو اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس عمر کے نوجوان نہ تو بچے ہی ہوتے ہیں اور نہ ہی انھیں بالغوں کی صحبتوں میں بے تکلفی برتنے کا موقع ہوتا ہے یہ وہ عمر ہے جب فرد بچپن کی حدود سے نکل کر اصل زندگی میں داخل ہونے کے لئے قدم بڑھا رہا ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب نوجوان عموماً اپنی اسکولی تعلیم مکمل کر چکے ہوتے ہیں اور والدین کی نگرانی سے نکل کر اپنے مستقبل کے مسائل پر خود فیصلہ کرنے اور ان پر آزادانہ عمل کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں فرد کی شخصیت بن بھی سکتی ہے اور بگڑ بھی سکتی ہے اور عمر کی اسی منزل میں سماج کے لئے یہ موقع رہتا ہے کہ وہ آیندہ نسل کو ملک و قوم کی ضروریات کے مطابق ڈھال لے۔

ہندوستان کو گاؤں کا ملک کہا جاتا ہے۔ ۲۰ - ۱۲ سال کی عمر کے جوانوں کی تعداد کا ۸۳ فیصدی حصہ گاؤں میں بستا ہے۔ اور صرف ۱۷ فیصدی شہروں میں۔ مگر سچ پوچھئے تو شہر کے نوجوانوں کا اثر و اقتدار قومی زندگی کے اوپر دیہاتی نوجوانوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ نمایاں ہے۔ اگرچہ شہر کے نوجوانوں کو تعلیمی اور تمدنی، صحتی اور تفریحی اور سماجی اور معاشی اعتبار سے دیہاتی نوجوانوں کی نسبت زیادہ سہولتیں میسر ہیں، پھر بھی ہم شہر کے نوجوانوں کو غیر ذمہ دار اور سماجی اعتبار سے غیر مفید پاتے ہیں۔ اخباروں کے کالم ان نوجوانوں کے خلاف تنقیدوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور قومی لیڈروں، سماجی رہنماؤں اور اخلاقی مصلحوں کی زبان سے ان کے بارے میں دل شکن اور مایوس کن تقریریں سننے میں آتی ہیں۔ تعلیمی ماہرین، اساتذہ اور والدین ان کی طرف سے مایوس اور دل برداشتہ نظر آتے ہیں۔ غرض اس صورتِ حال کو صاف صاف الفاظ میں بیان کیا جائے تو نوجوانوں کی کچھ اس طرح کی تصویر بن جاتی ہے۔

۲- نوجوانوں کی موجودہ حالت

- ہمارے نوجوانوں میں قومی بیداری، حب الوطنی، سماجی ذمہ داری اور احساس شہریت کی کمی ہے۔
- ہمارے نوجوانوں کو محنت، مزدوری اور کام کرنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی بلکہ آرام طلبی اور بے عملی سے محبت ہوتی ہے۔
- ہمارے نوجوانوں میں ایمانداری اور حقیقت پسندی نہیں ہے وہ خود فریبی اور خود آرائی میں مبتلا رہتے ہیں۔
- ہمارے نوجوانوں میں نہ تعمیری فکر و نظر ہے، نہ ان کی شخصیت میں توازن ہوتا ہے۔
- ہمارے نوجوان اپنے حقوق، اور فرائض سے بے بہرہ ہیں۔
- ہمارے نوجوان سائینسی تکنولوجی اور اقتصادی حالات کے زیر اثر غیر سماجی حرکات، غنڈہ گردی، غیر ذمہ داری، بدکرداری، بے ضابطگی، قانون شکنی، نفس پرستی، نشہ بازی، جذباتی الجھنوں اور تخریبی سرگرمیوں کی راہ پر پڑ گئے ہیں
- ہمارے نوجوان ذریعہ معاش تلاش کرنے، سماجی بلندی اور وقار حاصل کرنے اور خوش سلیقہ زندگی گذارنے کے اہل نہیں ہیں۔

۳- حقیقت کیا ہے؟

یہ ہے وہ تصویر جو ذمے دارانہ اور غیر ذمہ دارانہ بیانات کو یکجا کرنے سے شہر کے نوجوانوں کی بنتی ہے مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ سچ پوچھئے تو اس صورت حال کے ذمے دار نوجوان اتنے نہیں ہیں جتنا سماج ہے۔ سماج کے پاس حکومت ہے قانون ہے، قوت اور اقتدار ہے غرض لوگوں کے ذہنوں کو بدلنے کے سب سامان میسر ہیں۔ مگر موجودہ سماج اپنی ناعاقبت اندیشی، سماجی و اقتصادی زندگی کی ناقص تنظیم اور اس سے پیدا ہونے والی کمزوریوں سے نوجوانوں کو اس زبوں حالی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہمارے گندے نوجوان دراصل ہمارے سماج ہی کی گندگیوں کا نتیجہ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حالات نوجوانوں کی عمر، جسم اور ذہن کی ساخت میں تبدیلی کے تقاضے سے بھی واقع ہوجاتے ہیں۔ عمر اور جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں وغیرہ کے ناپسندیدہ اثرات کو موزوں اور صحت مند ماحول فراہم کرکے زائل کیا جاسکتا ہے ہم اپنے سماج کے اصول منزل اور مقصد کا فیصلہ کرلیں، اور پھر اس کے حسب حال سماج کی تنظیم میں ایمانداری، سچائی اور لگن کے ساتھ لگ جائیں، نوجوانوں کو

——— خود وابستگی کی آزادی دیں،

——— خود ارادیت کا حق دیں۔

——— موزوں روزگار مہیا کریں۔

——— جنس مخالف کے ساتھ حدودِ اخلاق کے اندر رہتے ہوئے ملنے جلنے کا موقع دیں۔

——— ان کے جذبات اور شخصیت کے اظہار کے لئے ان کے فرصت کے اوقات میں تعلیمی، سماجی تفریحی تمدنی ماحول فراہم کریں تو نوجوانوں کی حالت بہتر ہو سکتی ہے اور اس بہتری میں پائداری آسکتی ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ سماج نوجوانوں کو سماجی نقطۂ نظر سے مفید بنانے کی غرض سے اپنے اصولِ حیات کے مطابق ان کے لئے سماجی وتمدنی اور مجلسی　تہذیبی اور تعلیمی واقتصادی ماحول فراہم کرے آیئے قبل اس کے کہ اس ماحول کے اصول اور ضابطے تلاش کئے جائیں، یہ دیکھ لیں کہ ہمارے موجودہ سماج کا اصولِ حیات کیا ہے؟

۴- موجودہ ہندوستانی سماج کا نظریۂ حیات

بھونیشور کانگریس میں ہندوستانی سماج کو اشتراکی طرز پر منظم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی بنیاد اس نظریئے پر ہے کہ انفرادی اور شخصی مفاد پر اجتماعی فلاح وبہبود مقدم ہے۔ اس اصولِ حیات کی کامیابی کے لئے اشتراکی طرز تنظیم کو واحد حل تسلیم کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ سوشلسٹ سماج کی تعمیر کسی الہ دین کے چراغ کے ذریعہ ممکن نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی تشکیل تشدد اور مار پیٹ کے ذریعے ہو جائے گی۔ یوں بھی اس کی تعمیر کے لئے جمہوری امن پسندانہ اور انسان دوستی کی راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور یہ طے ہے کہ یہ راہ تعلیم کی راہ ہے۔

جمہوری اور تعلیمی راہ اختیار کر کے قلب وذہن اور طریقۂ فکر کو بدلنے کے لئے بہت زیادہ محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس کام کے لئے سائنٹیفک طریقے اختیار کئے جائیں۔ اور ان لوگوں کی پوری پوری مدد حاصل کی جائے جو طبعاً پرانے رشتوں، بوسیدہ رسم ورواج اور توہم پرستی کے راستے کو چھوڑ کر نئے رشتوں، نئے رسم ورواج اور سائنٹفک اصولِ حیات اختیار کرنے کے لئے موزوں ہوں، دوسروں کو بھی اپنے سانچے میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور اس مشن کے لئے پورے جوش وخروش اور جذبۂ ایثار و قربانی کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہوں

میرا خیال ہے کہ اس جوش وخروش اور صلاحیت کے حامل نوجوانوں اور صرف نوجوانوں کے طبقے میں مل سکتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مشن میں کام کرنے والے نوجوانوں میں کس قسم کے کردار کی ضرورت ہے۔

۵۔ سوشلسٹ سماج اور نوجوانوں کا کردار

سوشلسٹ سماج کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ ہر نوجوان

— ملکی اور غیر ملکی حالات اور ان کے یہاں ہونے والی سماجی، اقتصادی اور سیاسی تبدیلیوں سے واقف ہو۔
— مذہب وملت اور چھوت چھات کے فرق وامتیاز سے پاک ہو۔
— سماج کی عظمت واہلیت پر اعتماد رکھتا ہو اور سماج کی دولت کو اپنی دولت سمجھ کر اس کی حفاظت کے لئے تیار رہے اور اس کے لئے قربانی دے سکتا ہو۔
— اپنے حقوق وفرائض سے واقف اور دوسروں کے حقوق وفرائض کا احترام کرے۔
— اپنا کام، محبت، ایمانداری، مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے۔
— فکر اور عمل، دونوں پہلوؤں سے سماجی فلاح وبہبود کو اپنے شخصی مفاد اور بہبود پر مقدم سمجھتا ہو۔
— ملک اور سماج کے تحفظ کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو۔

کہنے سے زیادہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان سماج کی مذکورہ بالا ضروریات کو پورا کرنے کے لئے موزوں کردار اور اوصاف کے حامل نہیں ہیں آج اسی کمی کو پورا کرنے کی ضرورت ہے اور یہی نوجوانوں کی تربیت کا منشاء ومنصب ہے۔

۶۔ سوشلسٹ کردار بنانے کے لئے موزوں طریقہ

نوجوانوں میں سوشلسٹ کردار کی خصوصیتیں پیدا کرنے کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔

اول یہ کہ ہم نوجوانوں کے لئے اسکولوں میں مزید تعلیم کا انتظام کریں۔ مگر یہ طریقۂ تعلیم نوجوانوں کی ضرورت، افتادِ مزاج اور معاشی تقاضوں کے منافی ہونے کی وجہ سے کارآمد نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ طریقہ قومی ذرائع کے محدود اور نوجوانوں کی تعداد کے لامحدود ہونے کی وجہ سے قابلِ عمل بھی نہیں ہوگا

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ غیر رسمی طریقۂ تعلیم کے ذریعے بدلتے ہوئے زمانے کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر نوجوانوں کی

تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اس طریقۂ تعلیم میں وہ تمام ذرائع استعمال کرنے کا موقع ملے گا جو نوجوانوں کو کامیاب زندگی گذارنا اور سماج کا مفید شہری بننا سکھانے میں مددگار ثابت ہوں۔

ظاہر ہے کہ اس طریقۂ تعلیم کی نوعیت اور شکل مختلف مقامات پر مختلف ہوگی اور کہیں کہیں تو وقت کے ساتھ بدلتی رہے گی۔ اس طرح ہم وہ تمام سرکاری، غیر سرکاری اور نوجوانوں کی اپنی بنائی ہوئی انجمنوں اور جماعتوں سے کام لے سکتے ہیں، جو نوجوانوں کی فنی، سماجی، اقتصادی، صحتی و تفریحی اور تعلیمی و تمدنی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ مثلاً بھارت سکاؤنس اینڈ گائیڈز، نیشنل ڈسپلن اسکیم، این۔ سی۔ سی۔ بھارت یووک سماج، یونیورسٹی یوتھ فیسٹیول ایسوسی ایشن، کلچرل کلبس، کھیل کود کی انجمنیں، پولیٹکل پارٹیوں کی نوجوان سنستھائیں، مصیبت زدہ اور جسمانی اعتبار سے معذور نوجوانوں کی مدد کرنے والی جماعتیں، لائبریریاں وغیرہ ہیں جو شہر کے نوجوانوں میں کام کر رہی ہیں۔ مگر یہاں اس حقیقت کو واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان انجمنوں اور جماعتوں کے درمیان باہم کوئی اشتراک اور اتحاد عمل نہیں ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اگر کسی کی طرف نظر جاتی ہے تو وہ سوشل ایجوکیشن کی تحریک ہے۔ یہی ایک دھاگہ ایسا ہے جس میں نوجوانوں کی خدمت کرنے والی ان منتشر ایجنسیوں اور سنستھاؤں کو پرویا جاسکتا ہے۔

۷۔ سوشل ایجوکیشن اور اس کے پروگرام

ہندوستان میں سوشل ایجوکیشن کو ایک پسندیدہ سماجی انقلاب پیدا کرنے والی تعلیم تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ تعلیم لوگوں کو لمحہ بہ لمحہ بدلنے والی اقتصادی اور سیاسی زندگی کے تقاضوں اور مطالبات سے آگاہ کرنے والی تعلیم ہے اور ایک پُرامن اور مسرت خیز زندگی بسر کرنے اور تخریبی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جس علم اور تربیت کی ضرورت ہے وہ فراہم کرتی ہے۔ غرض سوشل ایجوکیشن سماج کے دانش میں بہتری اور ترقی پیدا کر کے قوم کو خوش حالی کی راہ پر ڈالتی ہے۔

سوشل ایجوکیشن کے ذریعہ نوجوانوں کی تربیت کے مذکورہ بالا مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے جو پروگرام ہونا چاہیئے اس کے حسب ذیل چار پہلو ہوسکتے ہیں۔

ایک پہلو وہ ہے جس کے ماتحت انسان اپنی تربیت کسی خارجی رہنمائی کے بغیر اپنے آپ کر سکتا ہے۔ اس پہلو میں اخبار بینی، کتب بینی، ریڈیو سننگ وغیرہ شامل ہے۔ دوسرا وہ پروگرام جس کے ماتحت ایسی سرگرمیاں منظم کی جاتی ہیں جن میں خارجی رہنمائی کی تو چاہے ضرورت نہ ہو مگر ایک حلقے یا گروہ کی موجودگی ضروری ہے۔ جیسے بحث مباحثہ، مشاعرہ ریڈیو کلب، ٹیلی ویژن کلب، فلم شو، کھیل کود کے کلب وغیرہ

پروگرام کا تیسرا پہلو وہ ہے جس میں فرد کی تعلیم و تربیت کے لئے خارجی رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے خاندانی تعلقات میں خوشگواری، تعلیم اور روزگار کے انتخاب اور شخصی مسائل کے حل میں صلاح و مشورہ جسے تعلیمی اصطلاح میں کاونسلنگ (counselling) کہتے ہیں۔

چوتھے وہ پروگرام جس میں حصہ لینے کے لئے خارجی رہنمائی اور اجتماعیت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے لیکچر، گروپ پروگرام، لوک گیت اور لوک ناچ۔ سیمینار، کانفرنسیں، ڈراما اور مجلسی تفریحیں۔

۸۔ نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کے پروگرام

مندرجہ بالا پروگراموں کی روشنی میں اور نوجوانوں کی افتادِ مزاج ضرورت ذوق و شوق اور وقت کے حسب منشا ہم مناسب سرگرمیاں منتخب کر سکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ جہاں ان پروگراموں کے ذریعے نوجوانوں میں سے خود غرضی اور مفاد پرستی کے عنصر کو ختم کرنا مقصود ہے، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی انفرادی شخصیت اُبھر کر سامنے آجائے، ان کے جوہر کُھلیں اور ان کی دل بندی کی جبلت صحت مند اور سماج پرور راہوں پر پڑ جائے۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے سوشل ایجوکیشن کے ماتحت نوجوانوں کے لئے حسب ذیل پروگرام ہو سکتے ہیں

— کلچرل پروگرام، جیسے ڈرامے، سنگیت، ناچ۔ آرٹ گیلری وغیرہ

— تفریحی پروگرام جیسے کھیل کود، فلم شو، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سیر سپاٹا، کیمپنگ وغیرہ

— علمی پروگرام جیسے لائبریری سروس، اسٹڈی سرکل، بحث مباحثہ

— سمپوزیم اور لیکچر مکتوبی نصاب تعلیم

— یونیورسٹی ایکسٹنشن لیکچر

— شخصی پروگرام، روزگار کے انتخاب، شادی بیاہ اور خاندانی مسائل میں صلاح و مشورہ۔

— اجتماعی پروگرام جیسے ریلیف ورک اور معذوروں کی خدمت اور امداد۔

شہر کے نوجوانوں کے لئے شہر میں صحت بخش اور پُرفضا مقامات کا انتخاب کرکے جگہ جگہ یوتھ سینٹر کھولے جائیں جہاں مندرجہ بالا پروگراموں میں سے ایسے پروگرام منتخب کرکے چلائے جائیں جن کا شروع کرنا آسان اور کم خرچ ہو۔

شہروں میں نوجوانوں کی تربیت کی جو ایجنسیاں کام کر رہی ہوں ان کا ایک وفاق بنا دیا جائے، تاکہ انکے اہتمام میں جو سرگرمیاں منظم کی جاتی ہیں ان میں ہم آہنگی اور تال میل پیدا ہو اور بوقت ضرورت اُن کے پروگراموں کو سماج کی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ڈھالا جاسکے۔

نوجوانوں کی تعلیم کے مسائل

سوچنے کا ایک ڈھنگ

انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن اپنی زندگی کے پچیس سال پورے کرکے ۲۶ ویں سال میں قدم رکھنے جارہی ہے
ں موقعے پر "سوشل ایجوکیشن اور نوجوان" کے موضوع پر اس کا سالانہ قومی سیمینار بھی منعقد ہوگا ۔ اس اطلاع سے ہم سبھی
کے لئے خوشی اور فخر کا موقع ہے۔ اپنی یہ ایسوسی ایشن گویا بچپن اور نوجوانی کے ۲۵ سال گذار کر اب جوانی کی حدود میں قدم رکھ
ہے. ظاہر ہے اس منزل پر یہ سوچنا ہر اعتبار سے مناسب ہی ہے کہ نوجوان طبقے کو نئی راہ پر لگانے اور ان کے ذریعہ سارے
کے دل ودماغ کو زندگی کی نئی ضروریات سے روشناس کرانے کا نیا کام بھی وہی کرے ۔

اپنے ذاتی نقطہ نظر اور اپنی سنستھا کے بنیادی اصولوں کے پیش نظر میرا یہ عقیدہ ہے کہ

۱۔ یہ دیش گاؤوں کا دیش ہے اور اس کا مستقبل گاؤوں کے بننے اور بگڑنے پر منحصر ہے ۔

۲۔ ہندوستانی نوجوان اور خاص طور سے پڑھے لکھے ہونہار نوجوان سب کے سب سرکاری ملازمتوں یا غیر پیدا آور
ں میں کھپ نہیں سکیں گے. لہذا ان میں یہ تحریک پیدا کرنا اور انہیں یہ سوچنے پر تیار کرنا کہ مستقبل کے سماج کی کیا شکل ہو،
ی وہ سب سکھ چین سے کھپ جائیں ——— سب سے پہلی قومی ضرورت ہے. ہمارا ملک اتنا قدیم ملک ہے کہ ہمارے
ـکے دل ودماغ میں نئے زمانے کی نئی ضروریات اپنی جگہ بنا ہی نہیں پاتی ہیں. نوجوانوں کے سامنے ساری زندگی پڑی
. آج کے بڑھتے ہوئے بین الاقوامی تعلقات، نقل وحمل کے بہتر سے بہتر تر وسائل اور خلا کا سفر، سب سے میل ومحبت رکھنا
ب کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر زندگی کا سفر طے کرنا اُس کے لئے ایک زندہ سوال ہے۔ ان سوالات کے پیش نظر
ت قریب قریب طے ہے کہ ہندوستانی سماج کو موجودہ اور آنے والی صدی میں کیا شکل اختیار کرنی چاہئے اس کا سب
ہتر فیصلہ خود وہی کرسکے گا اور اس لئے میری پختہ طور پر یہ رائے ہے کہ ہماری سماجی تعلیم کی تحریک کو سب سے پہلے
سمت میں توجہ دینی چاہئے ۔

ہمارا تعلیمی طریقہ بہت دنوں سے اتنا نامکمل اور ادھورا چلا آرہا ہے اور آج بھی جوں کا توں اسی حالت میں قائم ہے کہ ہندوستانی نوجوانوں کے سامنے اس طرح کا سوال آ ہی نہیں پا رہا ہے۔ اس لئے انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن اور ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے دوسرے تعلیمی اداروں کو اپنی تمام کوششوں کا رُخ "راشٹریتا کی خواہش کے مطابق پیداآور صنعتوں کی بنیاد پر مبنی ایک نئے تعلیمی پروگرام کی طرف موڑ دینا چاہئے" تاکہ اس کے اثر سے ہمارا نوجوان پیداآور شہری بن کر اور (۲) مقامی لیڈرشپ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک کے مستقبل کی تعمیر نئی دنیا کے تقاضوں اور مطالبات کی روشنی میں کرنے کا اہل بن سکے۔

طے ہے کہ اس کوشش میں نوجوانوں کے سامنے زندگی کا ہر طرح کا نظام آئے گا۔ انھیں ہر طرح کے اونچ نیچ سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اُس کے ذہن میں طرح طرح کی تحریکیں جنم لیں گی۔ ایک حرکت پیدا ہوگی ہم مانیں یا نہ مانیں، اس نئے موڑ کی نئی باتوں کا چرچا پورے سماج کے سامنے آکر رہے گا اور سماج اس سے اثر لئے بغیر نہیں رہے گا ——— اور یہی کچھ میرے خیال میں انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے سیمینار کے سوچنے کا انداز ہونا چاہئے۔

ہندوستانی نوجوانوں کے دل و دماغ میں آنے والے سماج کی جو تشکیل و تنظیم کروٹیں لے رہی ہے، اُسے سمجھنا اور اپنی بالغ نظر رہنمائی میں اُسے باہر آنے کی تحریک کرنا اس سیمینار کا اصل مقصد کہا جا سکتا ہے۔ مستقبل کے سماج کے رنگ روپ پر غور و فکر شروع ہوتے ہی سماج کی موجودہ حالت اور اس کے مختلف پہلوؤں پر تلاش و تحقیق کا بازار گرم ہو جائے گا۔ دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟ ہمیں کس سے کیا سیکھنا ہے۔ ہمارے پاس اپنی قسمت کے بدلنے کے کیا کیا وسائل ہیں؟ یہ اور اسی طرح کے دوسرے مسائل ہیں جن کی تحقیق میں ہمیں کاوش کرنی ہوگی تاکہ نوجوانوں کو اپنے فکر کے دوران میں اندھیرے میں ہاتھ پاؤں نہ مارنا پڑے۔ مگر نوجوانوں کو جھنجھوڑنا اور جگانا ایک جمے جمائے دیو ہیکل سماج کے ذہن کو دوسری سمت میں موڑنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔ بڑے بڑے جو انقلابات ہوتے ہیں ان کی ابتدا بھی یہیں سے ہوتی ہے۔ ہمارے اپنے انقلاب کے لئے میدان ہموار کرنے کا یہ کام سماجی تعلیم کے ہمارے موجودہ ادارے کس طرح نبھا پائیں گے، اس کا اندازہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے پھر بھی جو کام ہونا ہے اس کے بارے میں اتنا تو معلوم ہی ہے کہ وہ کرنے کا کام ہے۔ جس طرح بن پڑے اُسے کیا جانا ہے۔ جہاں چاہ ہوتی ہے وہاں راہ بھی ہوتی ہے۔ ہندوستانی نوجوانوں سے عوامی تعلیم اور سماجی تعلیم کا کام اگر لینا ہے تو ہندوستانی نوجوانوں کے دلوں میں ایک گدگدی، زندگی کی ایک تڑپ جوش اور ولولہ اور ان کے تخیل میں بلند پروازی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔

نوجوانوں کے اندر جوش اور امنگ پیدا کرنے اور اسے ایک متعین سمت کی طرف موڑنے میں کٹھ پتلیوں اور

۱۹۶۴ء کا نیشنل سیمینار

جب آدمی کی کوئی خاص چیز کھو جاتی ہے تو وہ دیوانہ وار ہر طرف ہاتھ پیر مارتا ہے حتی کہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ آیا وہ چیز اس طرف جا بھی سکتی ہے یا نہیں .... اپنے یہ اس سال کے نیشنل سیمینار کی بھی یہی کچھ کیفیت ہے۔ سماج کو تعلیم کے لئے تیار کرنے اور اُسے تعلیم دینے کی خواہش کو ہم نے اپنی منزل قرار دے دیا ہے لیکن اس منزل تک پہنچنے کا راستہ ہمیں نہیں ملا ہے۔ جنگ آزادی کے دوران میں بھی یہی نقشہ تھا۔ شروع شروع کے ہمارے لیڈر لکھتے بولتے اور دوڑتے بھاگتے بہت تھے۔ مگر ملک کے عوام تک ان کی رسائی کبھی ہوئی ہی نہیں۔ بڑے بڑے عالم تھے جو انگریزی میں عالمانہ مقالے لکھتے تھے مگر نہ ان عالموں کے ذہنوں میں اور نہ ان کے مقالوں میں کہیں بھی نہ عوام آئے اور نہ نوجوان۔ وہ تو خدا جنّت نصیب کرے گاندھی جی کو کہ انھوں نے آگے بڑھ کر یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور آزادی کی مہم کو جنتا کے سامنے لا کھڑا کیا اور جنتا بول اُٹھی" مہاتما گاندھی کی جے"۔ . . .

اسی طرح سماجی تعلیم کی ساری تحریک بھی ان دنوں چند بڑے بڑے عالموں اور انگریزی کے کچھ مقالات تک محدود ہے اور ان حالات کے باوجود ہمارے احباب امید کرتے ہیں کہ نوجوانوں کے ذریعہ سماجی تعلیم کی تحریک کو مستحکم کرلیں گے۔

مگر یہ امید صحیح بنیادوں پر قائم نہیں ہے۔ نوجوان تو وہ ناگ ہے جو بین بجتے ہی پر پھن اُٹھا کر ناچتا ہے۔ جہاں بین بند ہوئی کہ وہ پھپھکار اُٹھتا ہے

——— ناگ کی سی یہی حرکتیں ہیں جو وہ شر انگیزی اور "اِن ڈسپلن" کے روپ میں کر رہا ہے۔ پھن مارتا ہے۔ بین بجانا سیکھئے یا کسی سیکھے ہوئے بین نواز کو لائیے کہ بین بجے۔ پھر دیکھئے کہ ناگ دیوتا پھن اُٹھا کر جھومنے لہرانے اور تن من کی سُدھ بُدھ بھلا کر ناچنے لگتے ہیں کہ نہیں!

نوجوان کے سامنے آج اس کے اپنے ملک میں جو بھی حالات ہیں ان کی نوعیت کیا ہے؟ پڑھائی نکمّی، اساتذہ کھوئے کھوئے سے اور اُداس، کتابوں کے پلندے بے جان کسی بھی لائق تو نہیں بناتے! سماج میں گھٹن کا ماحول طاری

نئی نویلی! رونق کا ٹھیلا ہوگا
اب گاؤں گاؤں میں: رنگ رنگ کا:
جم گھٹ اک لگ جانا ہے!
اور "لارالپا" نیا نیا
کوڑی کے مول بکانا ہے!
اب گاؤں گاؤں کی گاؤں سبھا
سارا ہی کاج چلائے گی
ساتھ ہی راج چلائے گی
دلّی بلّی ہو جائے گی
میاوں میاوں پر آئے گی
اب گاؤں گاؤں
اب گاؤں گاؤں

آدمی یا بہت ہوئی تو ایک ایکڑ زمین کافی ہے۔ اس سے ہزار یا دو ہزار روپیہ مہینہ آمدنی کرکے دکھایئے کس طرح!! گاؤں بھر کے کوڑا کرکٹ سے من مانی گیس بنایئے، کھاد ڈبھا و میں ملے گی گیس سے بجلی کی طاقت لیجئے۔ چوکے چولے کو چھو منتر پڑھ دیجئے اور اس کی جگہ ہیٹر، پریشر کُکر کو لا دیجئے۔ روزانہ شام کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے فلمیں دکھایئے۔ سورج کی کرنوں سے من مانی طاقت اور مفت علاج کے امکانات دکھایئے۔

اسی آدمی ایکڑ زمین سے کسانی کے اسرائیلی طریقے سے انگور کی لہلہاتی فصلیں پیدا کرکے دکھایئے۔ سیکس بل فارمنگ کا رواج کرا کے چالیس چالیس سیر دودھ دینے والی گائیں پلنے کا عمل کے ذریعے یقین دلایئے، مرغیاں پلوا کر انڈوں کا انبار لگوا دیجئے۔

نوجوان دوسری دنیا کی جنّت سے پہلے اسی دنیا میں جنّت دیکھنا چاہتا ہے۔ اُسے یہ جنّت دلا دیجئے ــــ جو آسان ہے اور بہت آسان ــــ پھر دیکھئے اس کے طاقتور بدن کے کرتب اور اس کے تر و تازہ دماغ کے معجزے!!

ہے۔ ہر جگہ رشوت ستانی اور بے ایمانی ہے۔ یہ بے ایمان، دغا باز اور مکار۔ جس طرف سنئے یہی رٹ ہے۔ روزگار ہے تو وہ بغیر سفارش، بغیر خوشامد ہونہار سے ہونہار نوجوان کو ملتا نہیں! نیچے سے اوپر تک خستہ حالی۔ خود غرضی اور مفاد پرستی نے جال بچھا رکھا ہے۔ بھلا ان حالات میں غریب نوجوان ترنگ میں آئے تو کیسے آئے؛ یہ تو اس کی فطرت ہی نہیں ہے۔

× — × — × — × — ×

نوجوان ہمیشہ کسی طوفانی تحریک ہی سے حرکت میں آتا ہے اور جب حرکت میں آجاتا ہے تو اس طوفانی تحریک کے لئے آگ پر تیل کا کام کرتا ہے۔ اور پھر ہر طرف آگ ہی آگ پھیل جاتی ہے۔ وہ اس طوفانی انقلاب کا اگوا بن جاتا ہے..... اس سے کم پر سودا کرنا اُس نے سیکھا ہی نہیں ہے۔ یہ اس کی فطرت ہی نہیں۔ کیمیائی اجزاء کے ایکشن اور ری ایکشن کی طرح، اس کی زندگی کا اصول بھی یہی ہے۔ جب تک تیز ہوا نہ چلے وہ ہلتا ہی نہیں، نہ بغیر طوفان کے جھک سکتا ہے، اور جب ہمارے فکر و عمل کا دامن ان حقیقتوں سے خالی ہے تو خدارا بتایئے کہ کیا سمجھ کر ہم نے اور آپ نے یہ سیمینار: اس سال طے کیا ہے؛

بھلا ہم اور آپ جیسے تعلیم بالغان کے پنڈتوں کے پاس ہے کیا کہ جس کے برتے پر آج کے نوجوان کا دل و دماغ جھوم سکتا ہے۔ ہاں کسی بغاوت کسی انقلاب کا طوفان برپا کر دیجئے۔ آج کے راج، سماج اور سماجی نظام کے خلاف! تو پھر دیکھئے کہ نوجوان کس طرح اُس سماجی تعلیم کی تحریک کو پر لگا دیتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنا کر دکھا دیتا ہے۔ تو پھر چھیڑ دیجئے آج کی بوسیدہ زندگی کے خلاف جنگ اور بجائیے بین

اب سب جگ مگ

جگمگ جگمگ سب!

چھم چھم چھم چھم!

چھم چھم چھم!

گاؤں گاؤں آنند گھنیرے

اب سب گاؤں جمیں گے ہم!

اب گاؤں گاؤں کی رنگ برنگی چونر کا میلا ہو گا

اب نگر نگر میں بجے بین

خیالات اور رائیں

ابتدائی تعلیم کے بعد پڑھائی ترک کر دینے والوں کا مسئلہ

ایک فورم

۱۔ شری اے۔ آر۔ دیش پانڈے

۲۔ عبداللہ ولی بخش قادری

۳۔ نیکی رام گپتا

۴۔ نذیر انصاری

۵۔ جگدیش سنگھ

اے۔ آر۔ دیش پانڈے
مشیر سوشل ایجوکیشن۔ مرکزی وزارت تعلیم
نئی دہلی

چھ سے گیارہ سال کے عمر کے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں اور کئے جا رہے ہیں، ان کی رفتار کے پیش نظر امید ہوتی ہے کہ مستقبل قریب ہی میں اس عمر کی ہر لڑکی اور لڑکا ابتدائی تعلیم پوری کر کے پرائمری اسکولوں کی سند کا امتحان پاس کر چکا ہوگا۔ اس کے بعد گیارہ سے چودہ سال کے بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام کرنے کی منزل آئے گی اگرچہ اسے پار کرنے میں دس سے پندرہ سال کے قریب مدت اور لگے گی۔

اب ملک جن حالات سے گذر رہا ہے ان کے اوپر سوشل (اڈلٹ) ایجوکیشن کے نقطۂ نظر سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ سوشل ایجوکیشن کی تحریک کو گیارہ سے چودہ سال کے بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو جو ابتدائی تعلیم کے بعد تعلیم کے سفر میں آگے نہیں جاتے، اپنے حلقے میں لینا پڑے گا۔ اسی طرح ایسے لڑکوں اور لڑکیوں کی بھی بہت بڑی تعداد ہوگی جو چودہ سال کی عمر میں تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے کیا انتظام ہونا چاہئے جو گیارہ یا چودہ سال کی عمر میں تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیتے ہیں؟ اس باب میں پہلا سوال جو پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ آیا گیارہ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کی تعلیم کے مسئلے کا حل سوچنا اور اس کے مطابق عمل کرنا سوشل ایجوکیشن کا منصب بھی ہے یا نہیں۔ گیارہ سے چودہ سال کی عمر ظاہر ہے بلوغت کی عمر تو ہے نہیں۔ اگر یہ بات اصولاً مان لی جاتی ہے کہ بالغوں کی تعلیم کا طریقۂ تعلیم بچوں کی تعلیم سے مختلف ہوتا ہے، تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گیارہ سے چودہ سال کی عمر کے بچوں کی تعلیم کے لئے کوئی مخصوص طریقۂ تعلیم ضروری ہوگا، چنانچہ اس بات پر بڑی بحث ہو سکتی ہے کہ آیا اس عمر کے بچوں کی تعلیم سوشل ایجوکیشن کی ذمے داری ہے یا نہیں۔ لیکن اس بات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس عمر کے بچوں کی تعلیم کا مسئلہ نظر انداز کر دینا چاہئے۔ اس کے برخلاف واقعہ یہ ہے کہ اگر اس عمر کے بچوں کو پھر سے ناخواندگی اور جہالت کے گڑھے میں گرنے سے بچانا مقصود ہے تو اس کی تعلیم کو مسلسل جاری رکھنے اور اس کی حدود میں وسعت پیدا کرنا ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ابتدائی تعلیم کے اوپر قوم جو بہت زبردست سرمایہ صرف کرے گی، وہ سب کا سب اکارت جائے گا۔ بہتر یہ ہوگا کہ اس عمر (گیارہ سے چودہ سال) کے بچوں کی تسلسلی اور مزید تعلیم کے انتظامات ابتدائی تعلیم کے پروگرام میں شامل کر لئے جائیں۔

اس کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ جو بچے گیارہ سال کی عمر میں اپنی تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیں انھیں ہفتے میں چند گھنٹے اسکول جا کر اُسے جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کے لئے مجبور کیا جائے، اور یہ ذمے داری اسکول کے اوپر ڈالی جائے۔

لیکن ایسے لڑکوں اور لڑکیوں کا معاملہ جو چودہ سال کی عمر میں اسکول جانا بند کر دیتے ہیں، مختلف ہے۔ یہ نوخیزی (ADOLESCENCE) کی عمر ہوتی ہے۔ اس کے بعد آنے والے چار سال انسان کی زندگی میں بہت زیادہ نازک ہوتے ہیں اس عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا معاملہ سوشل ایجوکیشن کے پروگرام میں شامل کرنا ہوگا۔ لیکن اس تعلیم کا مواد بالغوں کی عام تعلیم سے مختلف ہوگا اس لئے کہ اس عمر کی لڑکیاں اور لڑکے سات سال تک اسکول میں تعلیم حاصل کر چکے ہوں گے اور ان کا پڑھنے، لکھنے اور عام معلومات کا معیار خاصا بلند ہوگا۔ اس معیار تعلیم کے اعتبار سے ان کی مزید تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے اندر سماجی شعور پیدا ہو، سرداری اور لیڈر شپ کے اوصاف و آداب کی نشو و نما ہو، اور مزید اور اعلیٰ تر تعلیم حاصل کرنے کی تمنا بیدار ہو جائے۔

اس طرح کے تعلیمی پروگرام کی تفصیلات طے کرنے میں زیادہ مشکل پیش نہیں آئے گی، اور سچ پوچھئے تو سوشل ایجوکیشن کے جامع اور ہمہ گیر تصور میں یہ تفصیلات پہلے سے موجود ہیں۔

عبداللہ ولی بخش قادری
ٹیچرس ٹریننگ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ
نئی دہلی

ابتدائی تعلیم سے تعلیم کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسے کسی طور بذات خود مکمل نہیں سمجھا جاسکتا۔ وہ علم کے زینے پر پہلے قدم کی حیثیت رکھتی ہے جہاں سے آگے اور آگے بڑھنا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری اکثریت یہیں رک کر رہ جاتی ہے۔ اُسے دوسرا قدم اُٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ہمارے دیس کے بیشتر لوگوں کی زندگی میں علم کا چراغ لَو پکڑنے سے پہلے ہی بُجھ کر رہ جاتا ہے اور پھر تمام عمر انھیں اس نور سے اپنی ہستی کو منوّر کرنے کی توفیق عطا نہیں ہوتی۔

اس وقت چھ سال سے گیارہ سال تک عمر کے ساڑھے تین کروڑ بچّے ابتدائی مدارس میں پہنچ رہے ہیں۔ یہ تعداد اس عمر کے بچّوں کا اکسٹھ فی صدی ہوتی ہے۔ گیارہ سے چودہ سال تک کی عمر کے صرف تریسٹھ لاکھ بچّوں کی رسائی مڈل اسکول تک ہو سکی ہے گویا اپنی عمر کے بچّوں کا صرف تیئیس فی صدی۔ اس سے آگے چودہ سال سے سترہ سال تک تو صرف انتیس لاکھ یا اپنی تعداد کے بارہ فی صدی بچّے ثانوی مدارس سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ تیسرے پنج سالہ قومی منصوبے کے اختتام پر توقع کی جاتی ہے کہ تعلیم کی برکتیں ستّر، اُنتیس اور سولہ فی صدی کے قریب بچّوں کو بالترتیب میسر آسکیں گی۔ تمام خواہش اور کوشش کے باوجود اس رفتار ترقی کو ایک ساتھ نہیں بڑھایا جاسکتا۔ اب تک کے اندازے کے مطابق ۱۹۸۰ تک پانچ سال کی ابتدائی تعلیم سب بچّوں کو دی جا سکے گی بشرطیکہ قومی معاشرے میں خاطر خواہ ترقی ہوتی رہے۔ اور تعلیم کے لئے قومی آمدنی کی چار فی صدی رقم محفوظ کر دی جائے۔ جس میں سے نصف رقم صرف ابتدائی تعلیم کے لئے مخصوص ہو۔ اس صورت میں بھی گیارہ سال سے چودہ سال تک کی عمر کے صرف پچاس فی صدی بچے مڈل اسکول میں پہنچ سکیں گے اور ثانوی تعلیم پھر بھی بیس فی صدی کے آس پاس ہی منڈلاتی رہے گی۔

اس وقت قومی آمدنی کا دو فی صدی سے بھی کچھ کم حصّہ تعلیم پر صرف ہوتا ہے۔ گویا اخراجات کا تناسب دوگنا کرنے کے بعد

بھی دنیا کے متمدن ممالک کی موجودہ تعلیمی ترقی کے برابر اب سے سولہ سال بعد بھی نہ ہو سکیں گے۔ تاہم ان منصوبوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کس وقت گیارہ سال کی عمر تک کے سب بچّوں کو تعلیمی سہولتیں فراہم کی جا سکیں گی۔ اس طرح ایک مدت تک بے علم اور اور لاعلم شہری برابر بڑھتے رہیں گے۔ لہٰذا نہ صرف اُن ناخواندہ بالغوں کی زندگی سے جہالت کے اندھیرے کو دور کرنے کا سوال سماجی تعلیم کے کارکنوں کے سامنے اہمیت رکھتا ہے جو ابتدائی مدرسے میں قدم رکھے بغیر پہلے ہی زندگی کے میدان میں کود چکے ہیں اور برسرِ پیکار ہیں بلکہ ان بچّوں کی تعلیم پر بھی لازمی طور پر دھیان دینا ہے جو ابتدائی تعلیم سے اب محروم رہ جائیں گے کیونکہ چند سال بعد اگر ان کی طرف توجہ نہ کی گئی تو وہ بھی ناخواندہ بالغوں کی صف میں کھڑے نظر آئیں گے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ گیارہ سال تک کی عمر کے سب ہی بچّے پہلی پانچ جماعتوں تک بہرحال آج نہ سہی کل تعلیم حاصل کرنے ہی لگیں گے تب بھی بات نہیں بنتی کیونکہ گیارہ سال سے آگے تعلیم پھیلانے کا کام پھر بھی کسی طور کما حقہ پورا ہوتا نہیں دکھائی دیتا۔

انسان کی زندگی کا یہ زمانہ اپنی نشوونما کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اب زندگی میں شعور پیدا کرنے کے لئے قوا اپنی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ بچپن کی بے خیالی کا دور ختم ہوتا ہے اور آنکھیں کھلنے لگتی ہیں جسم میں حرارت آتی ہے ذہن میں روشنی۔ روز بروز نئی زمانہ سے لطف اندوزی بڑھتی جاتی ہے اور خودبینی و خود آگاہی کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں یہی وہ زمانہ ہے جب رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ زندگی کا چراغ، علم کی روشنی کا اشتیاق رکھتا ہے۔ اسی وقت سے زندگی کے میدان میں مستعدی سے کام کرنے کے لئے تیار کرنا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو فرد اپنا حق ادا کرنے کے لائق نہ بن سکے گا، اس کا یہ نقصان صرف شخصی نقصان ہوگا بلکہ سارے دیس، سارے سماج کا نقصان ہوگا۔ اس طرح بے شمار نونہال ٹھٹھر کر رہ جائیں گے اور زندگی میں اپنا مقام حاصل نہ کر سکیں گے۔

بیشتر ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ اس عمر کے بچّوں سے اگر بے توجہی برتی جائے گی تو وہ اپنی سابقہ تعلیمی شُد بُد بھی جلد کھو بیٹھیں گے۔ گویا صرف گیارہ سال کی عمر تک تعلیم دے کر رک جانے سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس دور کی تعلیم کے نقوش ایسے پھیکے اور ہلکے ہوتے ہیں کہ اگر آیندہ زندگی میں جلد ہی انھیں گہرا نہ کیا گیا تو وہ بہت کم مدّت میں ہی لوحِ ذہن سے قطعی محو ہو جائیں گے اور یہ ابتدائی کوشش بالکل رائیگاں جائے گی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے اپنے ۱۹۵۸ء کے "پٹیل لکچرز" میں ملک کی توجہ خاص طور پر اس تعلیمی نکتے کی طرف دلائی تھی۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ "اگر ملک صرف پانچ سال کی ہی عام اور لازمی تعلیم کا کفیل ہو سکتا ہے تو میں کہوں گا کہ یہ پانچ سال نَو برس سے چودہ برس کی ہی عمر پر مشتمل ہونے چاہئیں"۔ اس مفکرِ تعلیم اور محب وطن کے یہ الفاظ اپنے اندر ایک ایسی تعلیمی بصیرت رکھتے ہیں جس کی صداقت میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں نکلتی اور اس بیان کے مافی الضمیر کو نظر انداز کرنے میں عظیم قومی نقصان کا خطرہ نظر آتا ہے۔

مزید برآں یہ بھی ایک تعلیمی حقیقت ہے کہ نفسِ مضمون کے واقف کاروں کے لئے اُس مضمون کی تعلیم زیادہ دلچسپ اور بامعنی ہوا کرتی ہے۔ تجربے سے بے گانہ رہ کر محض نظری طور پر کچھ واقفیت حاصل کر لینے سے بہت کم فائدہ پہنچتا ہے۔ علم و عمل کا لبن دین بہت ضروری ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو جلا بخشتے ہیں۔ جب بچے ابتدائی مدرسے سے فارغ ہو کر باہر نکلتے ہیں تو تعلیم کے نام پر دس پانچ باتیں تو اُن کے ذہن میں اُلٹی سیدھی دھنسی بھی ہوتی ہیں لیکن تربیت تو برائے نام بھی نہیں ہو پاتی۔ اس وقت سماجی تعلیم کے کارکن کو اپنا دستِ شفقت بڑھانے اور پھیلانے کی ضرورت ہے۔ زندگی کا تجربہ کامیاب اور مفید تعلیم کا سبب بنتا ہے۔ یہ بچے جو مدرسے کی محدود فضا سے نکل کر باہر آچکے ہیں اور ایک کشادہ تر ماحول میں داخل ہو گئے ہیں، کچھ اور عمدگی کے ساتھ اپنی زندگیوں کو سنوار کر دیس کے لئے زیادہ کار آمد بن سکتے ہیں بشرطیکہ اُس زمانے میں اُن کی طرف مناسب توجہ کی جائے۔ باوجودیکہ ان کی باضابطہ اور باقاعدہ تعلیم کے مصارف برداشت نہیں کئے جا سکتے تاہم انھیں بے یار و مددگار بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ محدود وسائل کے ساتھ بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلے کی طرف خصوصی توجہ درکار ہے۔ سماجی تعلیم کا صحیح ادراک اور احساس ہی دراصل تہذیب انسانی کی بقا کا ضامن ہو سکتا ہے۔

اس زمانے میں سماجی تعلیم کا مفہوم کافی واضح اور وسیع ہو گیا ہے۔ اب مقصد محض 'خواندگی' نہیں ہے۔ وہ تو محض ابتدائی جزو ہے۔ اس کے علاوہ حفظانِ صحت کے اصولوں کی واقفیت، دنیاوی زندگی کی سہولتوں اور آسائشوں میں اضافہ کرنے کے لئے تربیت، شہریت کا صحیح احساس، اور تہذیبی و تفریحی مشاغل سے لطف اندوزی بھی سماجی تعلیم کے اہم اجزاء ہیں۔ سماجی تعلیم کا اصل مقصد بہتر افراد اور اُن پر مشتمل بہتر سماج کی تعمیر ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں سماجی تعلیم کی اس پہلی منزل پر انتظام کرنا چاہئے!

سب سے پہلے مخصوص نصاب کا سوال اٹھتا ہے۔ اس منزل پر ایسا نصاب چاہئے جو زندگی سے کتاب کی طرف رجوع کرے، جو سیکھنے والے کو اپنی افادیت کا یقین بہت کم عرصے میں کرا دے، جو درپیش مسائل کی عقدہ کشائی میں معاونت کرے، جو نظری نہ کہلائے بلکہ نظر پیدا کرے۔ لیکن ایسا نصاب بھی بذاتِ خود مسئلے کا حل نہیں ہے۔ اس نصاب کو مناسب طور پر برتنے کا سوال اٹھتا ہے۔ کہاں پڑھایا جائے، کب پڑھایا جائے اور کون پڑھائے؟ اس کام کے لئے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے ابتدائی اور ثانوی مدارس ہی موزوں ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم عموماً اپنی تعلیم گاہوں کا پورا مصرف نہیں کرتے۔ تعلیمی عمارتیں چوبیس گھنٹے میں بمشکل آٹھ دس گھنٹے ہی استعمال میں آتی ہیں اور بڑی تعلیم گاہوں میں تو شاید ہی کسی وقت پوری عمارت استعمال ہوتی ہو۔ یہ صورت حال ایسے ملک کے لئے قطعی نازیبا ہے جہاں تعلیم کے لئے وسائل نہایت قلیل ہوں۔ اپنے عام مدرسوں کی عمارتوں میں "شبینہ مدارس" کھول کر ہم اپنا کام چلا سکتے ہیں۔ شبینہ مدارس کے اوقات طالب علموں کی سہولت کے مطابق ہی ہونے چاہئیں اور یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ درس نہ دیا جائے بلکہ

ہفتے میں صرف تین روز ہی تعلیم ہو۔ ان مدارس میں کام کرنے کے لئے ابتدائی اور ثانوی مدارس کے اساتذہ اور ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔ انھیں کچھ معاوضہ بھی دینا چاہئے۔ اِس طرح ان لوگوں کی آمدنی میں کچھ اضافہ کرنے کا موقع بھی ملے گا اور ایک اہم کام بھی بحسن وخوبی انجام پا جائے گا۔

مگر ان تعلیمی اور انتظامی سہولتوں کے بعد بھی مسئلہ پوری طرح نہیں سُلجھ پاتا۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیوں پڑھیں آخر کوئی محرک تو ہونا ہی چاہئے۔ تعلیم برائے تعلیم (صرف یہ سمجھ کر تسکین کر لینا مناسب نہیں۔ ان شبینہ مدارس کو مقبول بنانے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مڈل اسکول اور ہائی اسکول کے امتحانات میں نجی امیدواروں کو شرکت کی عام اجازت دے دی جائے۔ اس صورت میں یہ شبینہ مدارس نہ صرف دلوں میں تعلیم کی تحریک پیدا کریں گے بلکہ ایک وسیلہ بھی بن جائیں گے۔ ان مدارس میں خواہ پورے طور پر معیاری تعلیم نہ بھی ہو سکے پھر بھی یہ مدارس کم سے کم تعلیمی احساس پیدا کرنے اور اکتساب علم کا شوق بڑھانے میں یقیناً معاون ثابت ہوں گے۔ نجی طور پر بورڈ کے امتحانات میں شرکت کی سہولت، نجی اداروں کے قیام کا سبب بھی بنے گی۔ ان آدھ کچرے اداروں کو بالکل گردن زدنی نہیں قرار دینا چاہئے کیونکہ موجودہ حالات میں یہ بھی ایک منصب پورا کر سکتے ہیں۔ اور تعلیم کے معیار پر ثانوی منزل تک کسی قسم کا خراب اثر نہیں ڈال سکتے کیونکہ ان نجی اداروں سے وہی لوگ مستفید ہوں گے جو مختلف اسباب کی بنا پر باضابطہ مدارس میں تعلیم حاصل کرنے سے مجبور رہیں یا مجبور رہے ہیں۔

اب ہمارے دیس میں صنعتی دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ روزانہ زندگی میں مشین کا دور دورہ بڑھتا جا رہا ہے۔ لہذا چھوٹے موٹے کاریگر اور مشین پر کام کرنے والے ایک بڑی تعداد میں درکار ہوں گے اور روز بروز اُن کی مانگ بڑھتی رہے گی۔ رفتہ رفتہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا جال سا پھیل جائے گا۔ اس لئے ایسے صنعتی اداروں کے قیام کی ضرورت بہت بڑھے گی جہاں معمولی معمولی دھندے سکھائے جا سکیں۔ ایسے ادارے خواہ نجی ہوں یا قومی، اُن کے اندر تربیت کے ساتھ تعلیم کا کام ضرور جوڑ دینا چاہئے۔ اسی طرح بڑے بڑے صنعتی اداروں پر مزدوروں کی تعلیمی ذمہ داری بھی عائد کر دینی چاہئے۔ اس امر میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ ایسے تعلیمی خرچ کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ کارخانوں اور دوسرے صنعتی مرکزوں میں مزدوروں کی انجمنوں، اور سیاسی اور سماجی رہنماؤں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سماجی تعلیم کی طرف رجوع کریں اور اس کے مواقع نکالیں۔

سماجی تعلیم کے ایسے براہِ راست انتظامات کے ساتھ ساتھ وہ تمام ذرائع بھی استعمال کرنے کی ضرورت ہے جو مہذب ممالک میں عموماً برتے جاتے ہیں: نوجوانوں کے کلب، ریڈیو سننے والوں کے حلقے، کتب خانے، اس باب میں

نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ کتب خانوں کی صرف تشکیل ہی کافی نہیں ہے بلکہ کم پڑھے لکھے نوجوانوں کے لئے مناسب ادب کی اشاعت بھی درکار ہے۔ یہ ادب دیس کی روایات کا علم بردار نئی روشنی کا پیغامبر اور معیاری ہونے کے ساتھ ساتھ آسان اور سستا بھی ہونا چاہیے نجی تعلیم کا ذوق و شوق ابھارنے کے لئے وقتاً فوقتاً مقامی طور پر اور قومی پیمانے پر سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور سماجی کارکنوں کو مختلف طریقوں سے مواقع بھی فراہم کرتے رہنا چاہیئے۔

آزاد ہندوستان کے تعلیمی نظام کی غالباً سب سے بڑی کمزوری سماجی تعلیم کی طرف سے بے توجہی رہی ہے اس وقت ہماری صرف چوبیس فی صدی آبادی خواندہ کہی جا سکتی ہے۔ اس صورتِ حال سے دیس کے وقار کو ٹھیس لگتی ہے۔ بلاشبہہ موجودہ صورتِ حال خراب روایات کا خمیازہ ہے۔ لیکن اب اس طرف فوری اور پوری توجہ درکار ہے۔ اس موقع پر یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیئے کہ سماجی تعلیم کا کام باضابطہ تعلیم کے اختتام کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو شروع کر دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ فرد اور تعلیم دونوں کا مفاد اسی میں ہے۔ سماجی تعلیم کا کام پوری تنظیم اور منصوبہ بندی چاہتا ہے۔ عام اور لازمی تعلیم کے اختتام کے ساتھ ہی سماجی تعلیم کی پہلی منزل کا آغاز ہو جاتا ہے اسی مقام پر ہمیں سب سے زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں سب سے زیادہ افراد کا معاملہ ہے، تعلیمی سلسلے کے جاری رکھنے میں ہر طرح کی سہولت ہے۔ تعلیم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے یہیں سے زندگی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ اور غالباً سماجی تعلیم کی یہی سب سے اہم منزل ہے۔ پہلی منزل!

نیکی رام گپتا
اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن دہلی

ہندوستان کے دستورِ اساسی کے مطابق چھ سے چودہ سال کی عمر کے ہر بچے کے لئے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ دستور کی اس قرارداد سے ظاہر ہے کہ علماء تعلیم کی رائے ہیں کامیاب شہری بننے کے لئے فرد کو علم کے جس کم سے کم معیار کی ضرورت ہے اُسے حاصل کرنے کے لئے آٹھویں جماعت تک نصاب تو پڑھنا ہی چاہیئے۔

آٹھویں جماعت تک کے نصاب ہائے تعلیم کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس سے پڑھنے لکھنے کی استعداد تو پیدا ہی ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ روزمرہ کی زندگی کے لئے جتنے حساب کتاب، تاریخ، جغرافیہ، سائنس، دینیات کے علم ——— غرض سماج کی نشوونما سے متعلق جتنے علوم کی جس حد تک ضرورت ہوتی ہے، وہ اس حد تک حاصل ہوجاتے ہیں، چنانچہ اس معیار کی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد اگر چودہ سال کی عمر میں کسی مجبوری کی وجہ سے طالب علم کو تعلیم کا سلسلہ ختم بھی کرنا پڑے تب بھی وہ کامیابی کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے کوئی نہ کوئی کام سلیقے کے ساتھ کر سکتا ہے۔

لیکن موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہمارے ملک میں اس معیار تک تعلیم کی اشاعت کی راہ میں ابھی کچھ رکاوٹیں ہیں چنانچہ دستور میں اس کے لئے قرارداد موجود ہونے کے باوجود ہم ابھی تک آٹھویں جماعت کی تعلیم کو لازمی نہیں کر سکے ہیں۔ اس کے لئے بہت بڑی تعداد میں اسکول کھولنے ہوں گے، اساتذہ کی ضرورت ہوگی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہت بڑی مقدار میں سرمایہ درکار ہوگا۔ یہ ضرورتیں ابھی ہم پوری نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک کچھ ریاستوں میں پانچویں جماعت ہی تک کی تعلیم لازمی ہو پائی ہے اور وہ بھی سو فی صدی کامیابی کے ساتھ نہیں۔

ملک کی آبادی کے اعتبار سے اس وقت پہلی سے پانچویں جماعت میں پانچ کروڑ بچے ہونے چاہئیں لیکن ابھی تک یہ تعداد چار کروڑ ہی کے لگ بھگ پہنچی ہے اگر پانچویں جماعت کے بعد آٹھویں جماعت تک کی تعلیم لازمی کر دی جائے تو چار کروڑ کے قریب بچے چھٹی سے آٹھویں جماعت میں ہونے چاہئیں مگر ہیں صرف کروڑ سے بھی کم۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ہمارے دیس میں ناخواندگی کا مسئلہ کتنا ہمہ گیر اور تشویشناک ہے۔ مگر بالغوں کی ناخواندگی کا مسئلہ تو اپنی جگہ پر ہے ہی

بچے بھی تعلیم کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں ناخواندہ یا نیم تعلیم یافتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ۱۶ سال کی محنت وریاضت کے بعد بھی خواندگی میں صرف ۷ فی صدی کا اضافہ ہوا ہے اور آبادی میں جتنا اضافہ ہوا ہے اس کے مقابلے میں یہ اوسط اتنا کم ہے کہ تعداد کے حساب سے دیکھا جائے تو ناخواندہ اشخاص کی تعداد شائد کچھ بڑھ ہی گئی ہے۔ اس صورت حال میں یہ سوچنے کی بات ہے کہ ہم اپنے ملک کے ماتھے سے ناخواندگی کا یہ کلنک کس طرح مٹا سکینگے

اتنے ہمہ گیر اور تشویشناک مسئلے کا حل اگر ہم چاہیں کہ سوشل ایجوکیشن کا منصوبہ چلا کر تعلیم بالغان کے مرکز کھول دینے، یا آٹھویں جماعت تک کی تعلیم لازمی کر دینے یا بڑی تعداد میں پرائمری اسکول کھول کر پرائمری تعلیم کو لازمی کر دینے یا بڑی تعداد میں پرائمری اسکول کھول کر پرائمری تعلیم کو لازمی کر دینے سے نکال لیں گے تو یہ ہماری بھول ہوگی۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے تو جتنا ہمہ گیر مسئلہ ہے، اتنا ہی ہمہ گیر منصوبہ ہونا چاہیئے۔ کیفیت تو یہ ہے کہ بچوں اور جوانوں میں، ادھیڑوں اور بوڑھوں میں مردوں، اور عورتوں میں، غرض جدھر دیکھئے اس روگ نے پنجے جما رکھے ہیں، لہٰذا جب تک ہمارے منصوبے کے احاطے میں یہ سب طبقے نہیں آجاتیں گے، اُس وقت تک ناخواندگی کا انسداد ناممکن ہے، اور یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ملک میں اتنی زبردست اکثریت میں ناخواندہ اشخاص کے رہتے ہوئے اس کا آگے بڑھنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ناخواندگی کا انسداد ہم سب کا اوّلین فرض ہو جاتا ہے۔

ناخواندگی کے انسداد کی مہم میں کام کرنے والوں کو یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ جس خواندگی کی اشاعت کے لئے ہم نے کمر باندھی ہے، اس کا معیار کیا ہو اور کس کس کو خواندہ بنایا جائے۔ دستور کی قرارداد کے مطابق وہی شخص خواندہ سمجھا جائے گا جس میں اتنی لیاقت پیدا ہوگئی ہو کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے اُسے پھر بھول نہ جائے اور کتابوں کا اپنے آپ مطالعہ کر کے اپنے روزمرہ کے مسائل کا حل خود تلاش کر سکے۔ اس معیار کو سامنے رکھئے تو پتہ چلتا ہے کہ پانچویں جماعت کے بعد پڑھائی کو ترک کر دینے والے بچوں کو اتنا علم حاصل نہیں ہو پاتا کہ وہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں، چنانچہ اگر اُن کے علم کو تازہ اور بحال رکھنے اور اس میں مزید اضافہ کرنے کے لئے کوئی معقول انتظام نہ کیا گیا تو یہ سب بچے ازسرِ نو ناخواندہ ہو جائیں گے اور انھوں نے پانچ سال کی محنت سے جو لیاقت حاصل کی تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی۔

زیرِ نظر سطور میں اور طبقات سے قطع نظر کر کے صرف اسی ایک طبقہ کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہم اس کی تعلیمی صلاحیت کو ختم ہونے سے بچانے کے باب میں کچھ تدبیروں کا ذکر کریں گے۔

تو آئیے پہلے اس بات پر غور کر لیں کہ طالب علم پانچویں جماعت کے بعد اپنی پڑھائی ترک کرنے پر مجبور کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا سبب صرف ان کا بدشوق ہونا ہی نہیں ہے۔ جہاں تک پڑھنے کے شوق کا تعلق ہے، وہ تو بہت سے

لوگوں میں ہوتا ہے اور ایسے بہت کم بچے ہوتے ہیں جو دماغ کی کمزوری یا لاپروائی کے سبب پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن بیشتر معاملات میں ہوتا یہ ہے کہ بچے اپنے ناموافق حالات سے مجبور ہو کر پڑھائی ترک کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ان میں بہت سے بچے بہت تیز اور ذہین ہوتے ہیں لیکن اس کا کیا کیجئے کہ مفلسی اور بھوک سینکڑوں جوہروں کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ چنانچہ گھر بار کے معاشی مسئلے کی نزاکت انھیں اسکول چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے اور وہ کسی نہ کسی کام پر لگ جاتے ہیں ایسی حالت میں جبکہ اسکول چھوڑنے والے یہ نوجوان کام پر لگ جاتے ہیں اور ان کے سامنے روزی کمانے کا مسئلہ رہتا ہے، صاف ظاہر ہے کہ ان کی تعلیم کو جاری رکھنے کا کوئی منصوبہ ہو، وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اس تعلیم کا وقت ان کے کام کے وقت سے مختلف ہو۔

اب ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ سوشل ایجوکیشن کے کارکن اپنی اس ذمے داری کو کس طرح نبھائیں کہ کم سے کم اس نوجوان طبقے کے لوگ از سرِ نو ناخواندہ ہونے کے بجائے اپنی چھوٹی ہوئی تعلیم کو پورا کر سکیں اور اس میں اتنا اضافہ بھی کر لیں کہ انھیں زندگی میں تعلیم سے محروم رہ جانے کا افسوس نہ ہو۔

مذکورہ بالا باتوں کو سامنے رکھئے تو اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ دینے والے نوجوان طبقے کی تعلیم کے منصوبے کا نقشہ صاف ہو جاتا ہے جس کے خاص خاص پہلو حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ تعلیم فرصت کے وقت میں ہونی چاہئے۔

۲۔ اس پروگرام کے ماتحت طلبا کو اپنی تعلیم پوری کرنے کی غرض سے سہولتیں فراہم کی جانی چاہئیں۔

۳۔ اس کے ماتحت جو تعلیم دی جائے وہ اس معیار کی ہونی چاہئے کہ طالب علم کی عملی زندگی میں کام آسکے۔

۴۔ اس منصوبے کے فائدے اٹھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو اس کی طرف متوجہ کیا جائے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیم کا طریقہ آسان دلچسپ اور طلبا کی زندگی سے براہِ راست مربوط ہو۔

۵۔ ان سہولتوں اور آسانیوں کے باوجود ان نوجوان طلبا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس تعلیم پر انھیں کچھ بہت زیادہ خرچ نہ کرنا پڑے۔

۶۔ اس تعلیمی منصوبے کے لئے جو طریقۂ کار اختیار کیا جائے اُسے واضح کرنے میں طلبا کا حصّہ زیادہ سے زیادہ ہو تاکہ حصولِ تعلیم میں انھیں دلچسپی پیدا ہو سکے اور انھیں روز بروز یہ یقین ہوتا رہے کہ اس پروگرام کی شرکت سے اس میں کس قدر خود کفیلی کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔

۷۔ اس پروگرام کے ماتحت جو دستورالعمل اور نصاب بنے اس کی منزل یہ ہونی چاہئے کہ طالب علم کی عام معلومات میں اضافہ ہو جائے، اور اس کے اندر سماجی بھائی چارے کی روح اور تعاون و اشتراک کا جذبہ پختہ ہو جائے۔

اوپر صرف کچھ موٹے موٹے اصول بیان کئے گئے ہیں جنھیں ہم کو اپنا پروگرام ترتیب دیتے وقت دھیان میں رکھنا چاہئے۔
ہمیں اپنے سماجی تعلیمی مرکزوں میں کتابی تعلیم کے انتظام کے ساتھ ساتھ ایسے پروگراموں کا بھی انتظام کرنا چاہئے کہ وہاں آنے والے سب لوگوں کے لئے ان میں حصہ لینے کا موقع ہو تاکہ اس کے ذریعے وہ بھی اپنی معلومات کو تازہ اور فرصت کے اوقات کا نفع بخش استعمال کرسکیں۔

یوں تو سماجی تعلیم کے سبھی پروگراموں میں کتب خانے، ریڈنگ روم، تفریحی گوشے، ترتیب جسمانی کے اکھاڑے، خواتین کی انجمنیں، نوجوان کلب اور شبینہ مدرسے مفید ثابت ہوتے ہیں اور جس طبقے کی تعلیم کے مسئلے پر ہم غور کررہے ہیں، اس کے لئے بھی یہ انتظامات نفع بخش رہیں گے لیکن اس طبقے کے لئے مخصوص طور پر جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ انھیں اپنی ناتمام تعلیم کو مکمل کرنے کا موقع ملے اور اس کے لئے ہر لحاظ سے مکمل انتظام موجود ہو۔ ان نوجوانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے والے تمام اداروں کو محکمۂ تعلیم کی سرپرستی اور سند قبول حاصل ہونی چاہئے اور جو طالب علم ان اداروں میں اپنی تعلیم مکمل کررہے ہوں، ان کے آخری امتحان کا اہتمام و انصرام بھی محکمے ہی کو کرنا چاہئے۔ تاکہ ان اداروں کے طلبا کو عام معلومات کے ساتھ ساتھ آٹھویں جماعت تک کی تعلیم کی سند بھی مل جائے۔ اس سے ان کی زندگی میں ترقی اور کامیابی کے بہت سے راستے کھل جائیں گے۔ انھیں اپنے ریاض اور محنت کا پھل ملتا ہوا نظر آئے گا اور وہ پوری دلچسپی کے ساتھ تعلیم کے نصاب کی تکمیل میں لگ جائینگے۔

یہ انتظام اگر ملک میں بڑے پیمانے پر کردیا جائے تو اپنی تعلیم کو ناتمام چھوڑ دینے والے نوجوان اُسے قائم اور بحال رکھنے میں کامیاب ہوں گے اور یہ سماجی تعلیم کی تحریک میں بہت بڑا قدم ثابت ہوگا۔

نذیر انصاری
اسسٹنٹ ڈائرکٹر (لٹریسی یونٹ)
نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر، نئی دہلی

سوشل ایجوکیشن اور سماجی تبدیلی

سوشل ایجوکیشن کے تصور کی بحث میں نہ پڑ کر میں اس مقالے کو اس بیان سے شروع کروں گا کہ سوشل ایجوکیشن کا مقصد لوگوں کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کے لمحہ بہ لمحہ بدلتے ہوئے دھاروں سے باخبر کر کے اور انھیں اپنے شخصی اور اپنے ملک کے مستقبل پر بحیثیت رکھنے کی ضرورت و اہمیت جتلا کر ایک پسندیدہ سماجی تبدیلی بروئے کار لانا ہے۔ تاریخ کے ایک یقینی اور لازمی عمل کے زیر اثر سماجی تبدیلی پوری دنیا میں رونما ہو رہی ہے۔ اس لئے اگر ہندوستان کو ہمہ گیر ترقی کے سفر میں تیزی سے قدم بڑھانا ہے تو یہاں بھی سماجی انقلاب لانا ضروری ہے۔

سماجی تبدیلی کے تین بنیادی پہلو

(الف) خواندگی

اس سلسلے میں لکھنے پڑھنے کے فن سے واقفیت بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ اس لئے خواندگی سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کا لازمی جزو ہے مگر لکھنے پڑھنے کا فن حاصل کرنا زندگی کی تعلیم سے الگ نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ خواندہ بننے کی خواہش ناخواندہ لوگوں میں اسی وقت بیداری کی جا سکتی ہے جب خواندگی کو فرد اور جماعت کی زندگی میں قابلِ قدر کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جائے۔ اچھی زندگی کی تعلیم کو اس وقت تک کے لئے ملتوی نہیں کیا جا سکتا جب تک ناخواندہ پورے طور پر خواندہ نہ ہو جائے۔ اس لئے ناخواندگی کے انسداد کی مہموں کو الگ سے نہیں چلانا چاہئے بلکہ سوشل ایجوکیشن کے ایک ہمہ گیر پروگرام کے ایک جزو کے طور پر دوسرے پروگراموں کے ساتھ ساتھ منظم کرنا چاہئے۔ ہمیں یہ بات ہر وقت اپنے سامنے رکھنی چاہئے کہ اگر سوشل ایجوکیشن کو عوام کی نظروں میں بامقصد و بامعنی ثابت کرنا ہے تو اس کا رشتہ براہِ راست ان کی زندگی سے جڑا ہوا ہونا چاہئے۔

(ب) نوجوانوں کی تربیت

پلاننگ کمیشن نے پہلے پنج سالہ پلان میں نوجوانوں کی تربیت کے باب میں بڑے سائنٹفک طریقے پر سوچ بچار کیا تھا اور مفید تجاویز منظور کی تھیں۔ نوجوانوں کی تربیت کی تحریک کے دو مقاصد قرار دیئے گئے تھے۔ ایک خود نوجوانوں کی شخصیت کی نشوونما اور سیرت کی تعمیر اور دوسرے بستیوں کی خدمت میں اُن سے تعمیری کام لینا۔ چنانچہ بعد کے پلانوں میں بھی نوجوانوں کی تربیت کی تحریک کو مقدم رکھے جانے والے پروگراموں میں شامل کیا گیا اور اس مقصد کے لئے سرمائے کی مقدار بھی پہلے سے بڑھا کر منظور کی گئی۔

(ج) تسلسلی تعلیم[1]

اگرچہ سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کے ماتحت اس وقت اور آیندہ بھی بالغوں کو ابتدائی معیار کی پڑھنے لکھنے کی اور شہریت کی تعلیم دینے کی طرف توجہ دی جاتی رہے گی، پھر بھی ایک کوشش ابھی سے یہ ہونی چاہئے کہ نوجوانوں کو اپنی چھوڑی ہوئی تعلیم کو جاری رکھنے اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے موقعے فراہم کئے جائیں۔

یہ ہیں میرے خیال میں سماجی تبدیلی بروئے کار لانے کے تین رُخ جن کی طرف سوشل ایجوکیشن کو اپنی کوششیں مرکوز کرنی چاہئیں۔

منتخب لوگوں میں خواندگی کی مہم
ایک راستہ

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں آبادی کا ۷۶ فی صدی حصّہ ناخواندہ ہو، اور جہاں گذشتہ تین سال میں ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں ۲۵ لاکھ کا مزید اضافہ ہوگیا ہو، وہاں ناخواندگی کے انسداد کا خاصے بڑے پیمانے پر انتظام کرنا پہلی قومی ضرورت ہے۔ اچھی بات تو یہی ہوگی کہ ہم عوام کے ایک ایک فرد کو خواندہ بنا دیں، لیکن ہمارا ملک مالی اعتبار سے جن مشکل حالات سے گذر رہا ہے، ان کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ خاتمۂ ناخواندگی کا ایک پروگرام نوجوانوں کے طبقے میں ـــــ یعنی ان نوجوانوں میں چلایا جائے جو ۱۵ سے ۲۵ سال کی عمر والوں کے حلقے میں آتے ہیں' ـــــ آسانی سے چلایا جاسکتا ہے بعمر کے

[1] تسلسلی تعلیم سے مراد ہے تعلیم کا وہ نظام جس کے ماتحت لازمی تعلیم کی منزل پار کرکے سلسلۂ تعلیم منقطع کرنے والے نوجوانوں کو فرصت کے اوقات میں اپنی تعلیم کو جاری رکھنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ برطانیہ میں ابتدائی تعلیم کی طرح اٹھارہ سال کی عمر تک یہ تسلسلی تعلیم بھی لازمی ہے۔ م

اس حلقے میں آنے والوں کی تعداد بھی نسبتاً کم ہے۔ اور ان کے اندر نئے خیالات و تصورات کو قبول کرنے کا مادہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور اس پروگرام کا قابلِ عمل پہلو یہ ہے کہ اس کے اوپر خرچ بھی کم آئے گا۔

عمر کے لحاظ سے نوجوانوں کے مختلف گروہوں کے لئے تعلیمی پروگرام

اگرچہ چودہ سے ۲۵ سال کی عمر کے حلقے میں آنے والے سبھی نوجوانوں کے اوپر "نوجوان" کی اصطلاح صادق آتی ہے لیکن بہتر یہ ہوگا کہ ہم ان کی دو قسمیں کریں۔ ایک وہ گروہ جو ۱۴ سے ۱۸ سال کے حلقۂ عمر کے نوجوانوں کا ہے، اور دوسرا وہ جس میں ۱۹ سے ۲۵ سال کے نوجوان آتے ہیں۔ اچھا تو یہی ہوگا کہ ۱۴ سے ۱۸ سال کے سبھی لڑکے اور لڑکیاں سکنڈری اسکول تک کی تعلیم حاصل کریں لیکن یہ ممکن نہیں ہے بہ حالتِ موجودہ اس گروہ میں آنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کا صرف ۱۲ فی صدی حصہ سکنڈری اسکولوں میں زیرِ تعلیم ہے، اور اب سے دس بارہ سال بعد تک بھی یہ تعداد ۳۰۔ ۲۵ فی صدی سے زیادہ نہیں ہو سکے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کی بہت بڑی اکثریت کو اپنی زندگی کے سب سے زیادہ اثر قبول کرنے والے دور میں کسی بھی تعلیمی پروگرام کا موقع نہیں ملے گا۔ ان میں سے بہت سے نوخیز تو مختلف اسباب کی بنا پر اس موقعے سے محروم رہیں گے لیکن وہ لڑکیاں اور لڑکے جنھیں اپنے حالات سے مجبور ہو کر تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑے گا، کم سے کم ان کے لئے تو ضروری ہے کہ مدرسے سے باہر کا یوتھ ایجوکیشن کا ایک پروگرام مرتب کرکے رائج کیا جائے۔

۱۸ سے ۲۵ سال کے حلقۂ عمر میں آنے والے نوجوانوں کا مسئلہ ان سے مختلف ہے۔ ان میں سے ایک بڑی اکثریت کام سے لگ چکی ہوگی۔ چونکہ ان کے مسائل ۱۴ سے ۱۸ سال کے نوجوانوں کے مسائل سے مختلف ہوں گے، اس لئے ان کی تعلیم کا پروگرام بھی الگ سے مرتب کرنا ہوگا۔

نوجوانوں کی تعلیم کے پروگرام کی اہمیت اب عالمگیر طور پر تسلیم کی جا چکی ہے۔ اور باتوں کو چھوڑیئے، صرف یہ ایک بات کہ بچوں کی بڑی اکثریت ۱۲ سال کی عمر میں جو لازمی تعلیم کی عمر اس وقت ہے اور ابھی دس بارہ سال تک رہے گی، اسکول چھوڑ دیں گے، یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ اسکول سے باہر کا ایک مستقل تعلیمی پروگرام ازبس ضروری ہے۔

پروگرام کے دو خاص پہلو (الف) تعلیمی ادارے

باہر کے ملکوں میں نوجوانوں کے لئے اسکول سے باہر کے تعلیمی پروگرام کی معنویت، اور افادیت بلا کسی شک و شبہے

اپس و منشی تسلیم کر لیا ہے۔ مثال کے طور پر برطانیہ کے ۱۹۴۴ء کے ایجوکیشن ایکٹ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس میں جو نوخیز لڑکیاں اور لڑکے ابتدائی تعلیم کا نصاب پورا کر کے پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں، ان کی تعلیم کو جاری رکھنے کی ضرورت پر بہت زور دیا گیا ہے، اور ان کے لئے تسلسلی اور مزید تعلیم کا بندوبست کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مغربی یورپ اور کمیونسٹ ملکوں مثلاً روس، پولینڈ، اور یوگوسلاویا میں اس حلقۂ عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مختلف قسم کے اڈلٹ اسکول قائم ہیں۔ اسکینڈی نیویا کے ملکوں نے ۱۴ سے ۱۸ سال اور ۱۸ سے ۲۵ سال کے حلقۂ عمر میں آنے والے نوجوانوں کے لئے یوتھ ایجوکیشن کے الگ الگ نظام بنا رکھے ہیں۔ اوّل الذکر حلقے کے لئے جو تعلیمی ادارے قائم ہیں، اور جنھیں "تسلسلی بورڈنگ اسکول"، "بعد کے اسکول" (یعنی ابتدائی اسکول چھوڑنے کے "بعد" کے اوقات فرصت کے اسکول) یا "یوتھ اسکول" کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، ان کا مقصد اس حلقۂ عمر کے نوجوانوں کے عام تعلیمی معیار کو مستحکم اور وسیع کرنا، انھیں اچھی سے اچھی سماجی اور اقتصادی زندگی بسر کرنے کے لئے تربیت دینا اور تیار کرنا، مستقبل میں پیشے کے انتخاب میں صلاح مشورے سے ان کی مدد کرنا اور انھیں اپنے اوقاتِ فرصت کو نفع بخش طور پر استعمال کرنے کے قابل بنانا ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہنا چاہئے کہ ان اداروں کی تعلیم میں علمی اور پیشہ ورانہ دونوں قسم کی تربیت کو سمو دیا گیا ہے۔ ان اداروں کے کریکولم میں اسکولوں میں پڑھائے جانے والے عام مضامین، ڈنیش زبان و ادب، حساب، تاریخ، جغرافیہ، مدنیات، انگریزی، قومی تاریخ، جمناسٹک، اصولِ صحت اور موسیقی شامل ہیں۔ کریکولم کا ایک خاص جزو عملی کام بھی ہے جس میں لکڑی کا کام، ڈرائنگ، چکنی مٹی کا کام، تصویر کشی، آلات اور مشینوں کا استعمال، اور عملی فن زراعت لڑکوں کے لئے ہے اور باورچی خانے کا فن، سلائی، کشیدہ کاری اور آرائش کے دوسرے فن، خانہ آرائی، اور نرسنگ وغیرہ لڑکیوں کے لئے۔ ان میں سے بیشتر اسکولوں میں چھوٹے چھوٹے ورکشاپ بھی قائم کر دیئے گئے ہیں۔

دوسرے حلقۂ عمر یعنی ۱۸ سے ۲۵ میں سال میں آنے والے نوجوانوں کے لئے اسکول سے باہر کی تعلیم کے جو ادارے قائم ہیں، انھیں فوک ہائی اسکول کہا جاتا ہے۔ ان اداروں کا خاص مقصد اس عمر کے نوجوانوں کو ایسی تعلیم کے مواقع فراہم کرنا ہے جس سے ان کے عام تعلیمی معیار میں بلندی پیدا ہو، ان کی سیرت و شخصیت کی تعمیر ہو اور اس میں پختگی پیدا ہو، اور ان کا نقطۂ نظر وسیع ہو۔ وہ اپنی فلاح و ترقی کے لئے راستے نکال سکیں، اور حقیقی اور مصنوعی اقدار میں امتیاز کر سکیں، وہ وہاں سے اسپیشلسٹ اور ماہرینِ فن بن کر نہ نکلیں بلکہ اپنے اصل پیشوں اور کاموں میں اس وصف کے ساتھ مشغول ہوں کہ نظروں میں وسعت اور زندگی کے بارے میں ان کا شعور صاف اور واضح ہو۔ لازمی ابتدائی اسکول کو چھوڑ کر باہر آجانے والے ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے معاملے میں ہمارے یہاں بھی اس طرح کے اداروں سے

بہت مدد مل سکتی ہے اور ان کے فیض سے وہ تعلیم اور اپنی شخصی ترقی کے زینے پر کچھ اور اوپر چڑھ جائیں گے۔

موجودہ یونیورسٹیاں اور اعلیٰ تعلیم کے دوسرے ادارے بھی ان نوجوانوں کو جو بدقسمتی سے ان کے فیض تعلیم سے اب تک محروم رہتے ہیں، اپنے چشمۂ علم و ہنر سے سیر ہونے کا موقع بہم پہنچا سکتے ہیں۔ جوں جوں سوشل ایجوکیشن کی تحریک مستحکم ہوتی جائے گی، اسکول کے باہر آ جانے والے نوجوانوں کے اسکولوں اور دوسری تعلیمی ایجنسیوں کی قدر و قیمت بڑھتی جائے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس سمت میں میدان ہموار کرنے کا کام بھی ابھی سے شروع کر دیا جائے۔

(ب) تعلیم کی دوسری غیر رسمی سنستھائیں

قرائن سے ظاہر ہے کہ مستقبل قریب ہی میں نوجوانوں کی تعلیم کا ایک معقول پروگرام قومی تعمیر کے ایک اہم پروگرام کی شکل اختیار کرے گا۔ مگر قبل اس کے کہ ہم نوجوانوں کی تعلیم کا کوئی موزوں پروگرام مرتب کرنے بیٹھیں ہمیں چند سوالات کا جواب تلاش کرنا پڑے گا۔ پہلی بات ہمیں یہ معلوم کرنی ہوگی کہ ۱۴ سے ۱۸ سال کے جن لڑکیوں اور لڑکوں نے لازمی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، وہ اس وقت اپنی روزی کمانے کے لئے کر کیا رہے ہیں اور انھیں فرصت کا جو وقت ملتا ہے، اُسے کس طرح صرف کرتے ہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ان ذہنی رجحانات اور دلچسپیوں کے مرکز کیا ہیں، جب ہم یہ معلوم کر لیں گے، اُسی وقت یہ فیصلہ کیا جا سکے گا کہ انھیں سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرنے والی کیا چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان سوالات کے جواب دیہاتی نوجوانوں کے معاملے میں کچھ ہوں گے اور شہر کے نوجوانوں کے معاملے میں کچھ، پھر ان میں اختلاف سماج کے طبقات اور ملک کے جغرافیائی حالات کے اختلاف کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے، اور ان سب باتوں کا ہمیں پروگرام ترتیب دیتے وقت لحاظ رکھنا ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا پروگرام، جو ان کے لئے دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے، اس کے حسب ذیل تین پہلو ہو سکتے ہیں:

(۱) پیشے کی تعلیم جس سے ان کے پیشے میں جو انھوں نے اپنے لئے منتخب کر رکھا ہے، ان کی کارکردگی بڑھے گی، اور اس طرح انھیں اپنی آمدنی میں مزید اضافہ کرنے یا اپنے کام کو بہتر طریقے پر انجام دینے میں مدد ملے گی۔

(۲) جنرل ایجوکیشن جس سے اپنے سماج، اپنے ملک اور اپنے زمانے کی دنیا کے مسائل کو سمجھنے کے ان کے اشتیاق کو کی تسکین ہوگی اور ان کا قلب و ذہن روشن رہے گا۔

(۳) تفریحی سرگرمیاں جن میں تربیتِ جسمانی بھی شامل ہے، ان سے ان کے تخلیقی ولولے تسکین حاصل کریں گے اور ان کی فاضل جسمانی قوت کے صحت مند نکاس کے لئے راہیں کھلیں گی۔

نوجوانوں کی تربیت کے موجودہ پروگرام

اِس وقت اِس میدان میں کچھ پروگرام چل رہے ہیں جن کا مقصد نوجوانوں کو متوجہ کرنا اور اِس کام میں ان کی مدد کرنا ہے کہ وہ اپنی ترقی اور نشوونما کے لئے کام کریں۔ مثلاً اسکاؤٹنگ اور گائیڈنگ (اسکاوٹ لڑکیاں) نوجوان کسانوں کی انجمنوں، بھارت سیوک سماج کے پروگراموں، مطالعے کے حلقوں اور کمیونٹی سنٹروں وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم کے یہ ادارے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور صحیح اور تعمیری ڈھنگ پر ان کی مناسب حوصلہ افزائی کرنا چاہئے۔ ہم نوجوانوں کے لئے اپنے اسکول سے باہر کے تعلیمی پروگراموں کی طرف انھیں کہاں تک متوجہ کرسکیں گے' اور ان کے مفاد اور دلچسپیوں کو کس حد تک بحال رکھ سکیں گے، اس کا انحصار ہمارے پروگراموں کی موزونیت کے اوپر ہوگا۔ یوں پلانوں کے پروگراموں کی رفتارِ ترقی کا اندازہ کرنے والے کمیشن نے اپنی ساتویں رپورٹ میں جو ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی تھی، یہ دیکھا تھا کہ نوجوان کلبوں کا ۶۲ ۶ فی صدی یا تو معطل ہوگیا ہے' یا بند ہوگیا ہے۔ ہمارے نوجوان کلبوں کی اِس زبردست شرح اموات سے ہم سب کو قدرتی طور پر تشویش ہے اور اس ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے اس میدان میں جو شاہی سند اور خوشنودی سے محروم ہے" تجربہ اور تحقیق کی طرح ڈالی جائے اور اس کی روشنی میں ملک کی آبادی کے اس اہم طبقے کی تعلیم کے لئے ایک مناسب حال پروگرام مرتب کیا جائے۔ بغرض لازمی ابتدائی تعلیم کی منزل کے بعد اپنی تعلیم کا سلسلہ ختم کر دینے والے لڑکوں اور لڑکیوں میں جو تعلیمی خلا واقع ہوجاتا ہے اُسے پُر کرنے میں سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے اوپر بلاشک وشبہہ بہت بڑی ذمّے داری عائد ہوتی ہے جس سے وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتی۔

شری جگدیش سنگھ
پلاننگ کمیشن

۱- نوجوانوں پر ہم لوگ ہمیشہ نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ ان کی غیر ذمہ داری اور نظم و ضبط کی طرف سے لاپرواہی کا شکوہ ہر وقت ہماری زبان پر رہتا ہے۔ وہ اپنے کردار سے زیادہ اپنے لباس اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی فکر رکھتے ہیں اور اسی میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ دوسری باتوں کے لئے ان کے پاس وقت ہی نہیں رہ جاتا۔ سنیما، ہوٹل بازی اور مغربی موسیقی اور رقص ان کا دل پسند مشغلہ ہے جس کے وہ بُری طرح دھنی ہوتے ہیں۔ غرض اتنے الزامات ہم بزرگ لوگ نوجوانوں کے سر منڈھتے رہتے ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں ہے۔

۲- ہم لوگ بھی اپنی نوجوانی کے دنوں میں شاید اسی طرح اپنے بزرگوں کی لعنت ملامت کا شکار ہوتے رہے ہیں مگر اس میں حقارت کی اتنی شدت نہیں تھی جس کا میں ابھی اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ ان دنوں میں نوجوان مردوں اور عورتوں میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس کے سینے میں مادر وطن کو آزاد کرانے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد اس میں شک نہیں کہ اس وقت بھی سنیما اور ہوٹل بازی سے شغف رکھتی تھی (مگر یہ تعداد اتنی بڑی نہیں تھی)

۳- مگر اس زمانے میں جبکہ ملک آزاد ہے نوجوانوں کے سامنے ملک و قوم کے بھلے کے لئے کچھ کر گذرنے کا کوئی بہت بڑا مقصد نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے بزرگ ان کے لئے وقت بے وقت اس ضرورت کی طرف متوجہ ہونے کی نصیحتیں اور وعظ کرتے رہتے ہیں۔ نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جس کے سامنے مستقبل کا کوئی واضح نقشہ ہے ہی نہیں اس لئے ہم انھیں اس بات کے لئے موردِ الزام نہیں قرار دے سکتے کہ وہ اپنا بیشتر وقت سستی قسم کی تفریحات میں ضائع کر دیتے ہیں۔

۴- سوال یہ ہے کہ ہم نے اپنے نوجوانوں کے لئے کوئی پروگرام بنایا بھی ہے؟ یا ہماری طرف سے ان کی کوئی موثر رہنمائی ہو رہی ہے۔ ذرا سوچئے کہ آیا ہم ان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لئے کچھ کر رہے ہیں؟ یہ تو صحیح ہے کہ ان باتوں کی طرف زبانی جمع خرچ بہت کر رہے ہیں، مگر وہ کونسا ٹھوس پروگرام ہے جو ملک نے اپنے نوجوانوں کے سامنے رکھا

ہے : شہر کا ایک اوسط درجے کا نوجوان اپنی اسکولی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کالج میں داخلہ لیتا ہے۔ نوجوان لڑکیاں بھی یہی کچھ کرتی ہیں اگرچہ اس سے ان کا منشا کچھ مختلف ہوتا ہے مگر گاؤوں کے نوجوانوں کو یہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں چنانچہ وہ ان کی فراہمی کے لئے جو انھی جیسے شہروں کے نوجوانوں کو افراط سے حاصل ہیں، شور مچا رہے ہیں۔

۵۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اسی نسبت سے پیشوں اور دھندوں کی تعلیم کے ادارے بھی بڑھ رہے ہیں، لیکن داخلہ لینے والوں کی تعداد ہے کہ کالجوں اور اداروں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے باوجود اس سے بھی زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ درسگاہیں سب کو داخلہ دینے کے لئے ناکافی ثابت ہوتی ہیں۔ نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد مایوسی اور پریشاں ذہنی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ پریشاں ذہن لوگ اکثر بیہودگی اور بدتمیزی پر اُتر آتے ہیں اور ان میں اور اجڈ اور گنوار لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

۶۔ آئیے اس مسئلے پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کر لیا جائے۔ کیا اسکولوں سے لازمی ابتدائی تعلیم مکمل کر کے نکلنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ہم کوئی پروگرام مرتب نہیں کر سکتے؟ یہ بات تو خیر سمجھ میں آتی ہے کہ وہ لوگ جن میں اتنی اہلیت ہے اور وسائل بھی ہیں وہ ہائی اسکولوں اور کالجوں میں داخلے لیں مگر اس سے کیا مسئلہ حل ہو گیا؟ گاؤوں اور شہروں کے ان نوجوانوں کی اس بے پناہ قوت کا کیا استعمال کیا جائے جو لازمی ابتدائی تعلیم پوری کرنے کے بعد بیکار پڑی ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں گاؤوں اور شہروں کے نوجوانوں کے لئے کوئی یکساں پروگرام تو تجویز نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ان کی دلچسپیاں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان کا ماحول ایک دوسرے سے جدا ہے۔ دیہی علاقوں میں اس مقصد کے لئے ہمیں گاؤں پنچایتوں، اسکولوں اور نوجوان کلبوں کا تعاون حاصل کرنا ہوگا البتہ شہروں میں کچھ رضا کار ادارے مدد دے سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ این۔ سی۔ سی اور نیشنل ڈسپلن اسکیم ہے۔ یہ تنظیمیں بھی اس کام میں ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔

۷۔ ادھر کچھ دنوں سے ایک چرچا یہ ہو رہا ہے کہ نوجوانوں کے لئے جبری قسم کی کوئی اسکیم نافذ کی جائے، مگر "جبر" کا لفظ کچھ ایسا ہے کہ اس سے طبیعت بدمزہ ہو جاتی ہے۔ سماجی خدمت کے لئے جبر کیا جائے تو شاید خود نوجوان ہی اس کے خلاف احتجاج کرنے لگیں اس لئے کام بنے گا تو ان کے تخیل کو جھنجھوڑنے اور ان کی غیرت کو للکارنے ہی سے بنے گا تاکہ اس کام کا ان میں خود شوق اور حوصلہ پیدا ہو۔ اگر والدین اور اساتذہ یہ کام نہیں کر سکتے ہیں تو پھر ایسا کرنا چاہئے کہ رضا کار ادارے ہی اس طرف متوجہ ہوں۔ ہمیں اپنے سامنے مقصد تو یہی رکھنا چاہئے کہ اس پروگرام میں اسکولوں سے نکلنے والے سب کے سب لڑکے شریک ہو جائیں لیکن اگر ۲۰۔۳۰ فیصدی نوجوانوں سے کام

شروع کر دیا جائے تب بھی ابتدا اچھی ہو جائے گی۔ یہاں ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ نوجوانوں کے لئے کوئی پروگرام شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس پر اچھی طرح سوچ بچار کر لیا جائے اس کی ٹھیک طرح منصوبہ بندی کر لی جائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پروگرام اس کے منتظموں اور اس میں حصہ لینے والے نوجوانوں کے لئے محض تماشا بن کر رہ جائے۔ اگر یہ پروگرام صرف ہفتے دو ہفتے کے کیمپ ہی کی شکل میں ہو تب بھی اس کی منصوبہ بندی کام اور آرام دونوں لحاظ سے بہت سوچ سمجھ کر کی جانی چاہئے۔ اگر یہ پروگرام ناخواندہ نوجوانوں کو خواندہ بنانے کا ہے تو اس کے لئے بھی مناسب تیاری اور انتظام پہلے سے کر لینا چاہئے۔ اس طرح کے پروگراموں میں سب سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہوتی ہے کہ ان کی تنظیم کرنے والے حضرات اتنی تن دہی اور ذمہ داری سے کام نہیں کرتے جتنی کہ ان سے امید کی جاتی ہے۔ ان کے اس ڈھیلے پن کا ان پروگراموں میں شرکت کرنے والوں پر بہت مضر اثر پڑتا ہے۔

۸۔ اس مسئلہ پر ہمیں دوسرے نقطۂ نظر سے بھی غور کرنا چاہئے۔ ہم نوجوانوں میں برابر اس طرح کی تلقین کرتے آرہے ہیں کہ انھیں اپنے ضرورت مند بھائیوں کے کام آنا چاہئے اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ سوچنے کے اس انداز کو "سرپرستانہ انداز" کہا جا سکتا ہے جس کے زیر اثر نوجوان لڑکیاں اور لڑکے شروع کرتے ہیں۔ اس کی ابتدا ہی غلط ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں انھیں زیادہ کامیابی نہیں حاصل ہوتی۔ نوجوانوں کو موقع دینا چاہئے کہ پہلے وہ خود اپنی تربیت کے لئے پروگرام بنائیں۔ انھیں اپنے لئے کھیل کود کے کلب اور بحث مباحثے اور مطالعے کے حلقے وغیرہ بنانے اور سیمینار، کیمپ اور سیر سپاٹے کے پروگرام ترتیب دینے چاہئیں۔ اس طرح کی سرگرمیاں دوسروں کو مدد پہنچانے کے مقصد سے کئے جانے والے کاموں کے مقابلے میں نوجوانوں کے لئے زیادہ دلچسپی کا باعث ہوں گی اور پھر یہی کیوں سمجھ لیا جائے کہ کوئی پروگرام اُسی وقت سوشل ایجوکیشن کا پروگرام ہوگا جب وہ دوسروں کی مدد کے لئے ہو، نوجوانوں کے اپنے ہاتھ کی اور اپنی دلچسپی کے لئے منظم کی ہوئی سرگرمیاں بجائے خود کیا سوشل ایجوکیشن کی سرگرمیوں میں نہیں آتیں؟ اگر ہم لوگ سارے کام کی ذمہ داری خود اُٹھانے کے بجائے نوجوانوں کو اس کے لئے تیار کر سکیں کہ وہ خود اپنی تنظیمیں قائم کریں اور اپنے لئے خود پروگرام بنائیں اور اسے چلائیں تو یہ ہم سب کے حق میں مفید ہوگا۔ یہ اس لئے مناسب ہے کہ جو پروگرام ہم لوگ ان کے لئے بنائیں گے وہ ان کی دلچسپی کا نہیں بھی ہو سکتا ہے۔ ان کے لئے خود پروگرام بنانے کے بجائے ہمیں چاہئے کہ ہم ان کے لئے ضروری سہولتیں فراہم کر کے سارا کام ان پر چھوڑ دیں۔ انھی کی اپنی تنظیم ہو اور انھی کے اوپر پروگراموں کی انجام دہی کی پوری ذمہ داری ہو۔ ہمیں بہرحال ان کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ خود اس کے لئے رضامند ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ نیا ہونے کی وجہ سے اس تجربہ پر عمل کرنا بڑی جرات کی بات ہوگی مگر یہ اس قابل بھی یقیناً ہے کہ اسے آزمایا جائے

دوسرے ملکوں کے تجربات

۱- برطانیہ میں نوجوانوں کی تربیت

(الف) اصولی بنیادیں

(ب) مختصر تاریخ اور کام کا نہج

(ج) نوجوان کلب کے پروگرام کی نوعیت

۲- جاپان میں نوجوانوں کی غیر اسکولی تعلیم

برطانیہ میں نوجوانوں کی تربیت

الف - اصولی بنیادیں

برطانیہ میں اسکول کی تعلیم پانچ سے پندرہ سال کی عمر تک لازمی ہے۔ اس عمر کے بعد تعلیم کے سفر میں کم یا زیادہ مدّت تک ٹھہرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کا تناسب تقریباً چار میں ایک کا پڑتا ہے۔ جو لڑکے اور لڑکیاں لازمی تعلیم کے بعد اپنی تعلیم ختم کر دیتے ہیں، ان کے لئے پارٹ ٹائم تعلیم کا خاصے بڑے پیمانے پر انتظام ہے جس کا کچھ حصّہ لڑکیاں اور لڑکے تعلیم کے دوران میں حاصل کرتے ہیں جس کا انتظام کام لینے والا ادارہ کرتا ہے۔ اور بیشتر حصّے کا اہتمام رضا کارادارے کرتے ہیں۔ تعلیم کا یہ انتظام جس میں کھیل کود اور اسکول سوسائٹیاں[1] بھی شامل ہیں، بجائے خود نوجوان طبقے کی تربیت کا خاص کام ہے۔ لیکن چونکہ انگریز بچوں کی اکثریت پندرہ سال کی عمر میں کام پر لگ جاتی ہے۔ اس لئے چودہ سے اٹھارہ سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ان کے خالی وقت اور تعطیلات کے زمانے کو دلچسپ اور مفید طریقے پر صرف کرنے کے راستے نکالنے کا کام بیشتر کے لئے کام کرنے والے رضا کارادارں اور جماعتوں کے

---

[1] اسکول سوسائٹیوں سے مراد وہ سوسائٹیاں ہیں جو لڑکوں اور لڑکیوں کے خالی وقت کی دلچسپیوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں مثلاً ایکٹنگ، بحث مباحثہ، اور ہوائی جہاز کے نمونے بنانا وغیرہ۔

برطانیہ میں جو لڑکیاں اور لڑکے اسکول چھوڑ چکے ہوتے ہیں، یا چھوڑنے والے اور کام پر لگنے والے ہوتے ہیں، ان کے بارے میں جس قدر مباحثہ ہوتا ہے، جتنی حجت اور بحثا بحثی ہوتی ہے، اور جتنے صلاح مشورے دیئے جاتے ہیں، اتنا اور کسی دوسرے معاملے میں نہیں ہوتا۔ نوجوانوں کی خدمت (YOUTH SERVICE) کا مقصد نوجوان کی شخصیت کو روشنی میں لانا اور ان کی عمر کے لحاظ سے ان کی اپنی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔

اسکول چھوڑنے کی جو کم سے کم عمر ہو سکتی ہے، اس عمر سے لے کر اس کی زیادہ سے زیادہ عمر تک کے نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں پر یہ الزام ہوتا ہے کہ وہ غیر ذمّہ دار، بے مقصد، خودداری سے عاری اور دوسروں کے ادب و احترام کی طرف سے بے خبر ہوتے ہیں۔ انھیں قدم قدم پر جتلایا جاتا ہے کہ ان کے لئے تو لوگ کیا کیا کچھ کرتے ہیں مگر وہ ہیں کہ اس کے بدلے میں کچھ کرنے کا دل میں خیال تک نہیں لاتے۔ اس حقیقت کو ابھی عام طور سے تسلیم نہیں کیا جاتا کہ سماجی ذمّہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے سماجی ذمہ داری سے۔ اگر نوخیز طبقے کو بہ حیثیت فردِ واحد کے اپنی اہمیت اور وقار کو تسلیم کرانے کا موقع نہیں دیا جائے گا تو وہ اس کا جواب بے ادبی اور بدتمیزی، تخریبی حرکات اور جرائم سے دیگا اور اس کا اس کے پاس صرف ایک جواب ہوگا اور وہ یہ کہ "میں نے تو یہ حرکت محض تفریح کے لئے کی تھی"۔ جرائم پیشہ لوگوں میں جو قوت اور حرکت کام کرتی ہے، اس کی تسکین کا سامان اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی اچھے رہنما کی نگرانی میں انھیں مستعدی کے ساتھ جماعت کی خدمت پر لگا دیا جائے۔

اس کے علاوہ برطانیہ کے لوگ، نوجوان ہوں یا بوڑھے، طبعاً انفرادیت پسند ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو ایسے پیشوں میں کام کرنا پڑتا ہے، جن میں مہارت کی ضرورت تو کم یا زیادہ مقدار میں ہو سکتی ہے لیکن نوعیت کے اعتبار سے وہ خشک ہوتے ہیں یا آگے چل کر خشک ہو جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انھیں اپنے کام کے ذریعے اپنی شخصیت کے اظہار کا موقع بہت کم ہوتا ہے۔ اِس صورت حال میں، اگر بہت سی لڑکیاں اور لڑکے اپنے خالی وقت کی بڑی حفاظت کرتے ہیں یا انھیں اپنے خالی وقت کے استعمال کے بارے میں کوئی صلاح مشورہ دیتا ہے تو وہ اُسے ٹال جاتے ہیں اور بعض اوقات اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں، تو یہ بالکل فطری بات ہے اور اس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ پھر برطانیہ میں تہذیب کا بنیادی مرکز اب بھی گھر اور کنبہ ہی ہے، گھر اور کنبے کی زندگی اگر بھرپور اور دلچسپ ہو تو نوجوانوں کی فلاح و بہبود سے دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص اس کا مقابلہ کرنے کو پسند نہیں کرے گا۔

لیکن اس کے باوجود گھر کی زندگی میں تفریح اور دل بہلاؤ کے لئے گنجائش کم ہوتی ہے اور نوجوانوں کو اپنی زندگی کے انفرادی پہلو کے بارے میں آزادی اور تحفظ کا موقع ہمدردی اور اس کی ضرورت کے احساس کے تحت فراہم نہیں کیا جاتا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ ہزاروں انگریز لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگیاں بے لطفی اور مایوسی کا شکار ہو جاتی ہیں اور ہمجولیوں کے ساتھ زندگی گذارنے کی جبلت جو اسکول چھوڑنے کی عمروں میں عام ہوتی ہے، بڑی آسانی سے گستاخی اور بدتمیزی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس جبلت کو ایسی راہوں پر بھی ڈالا جا سکتا ہے جن پر پڑ کر نوجوان لڑکیاں اور لڑکے ذمے دار سماج سیوی شہری بن سکتے ہیں۔ نوجوانوں کے طبقے کو ان تعمیری راہوں پر لگانا یا راستے سے بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو ٹھیک راہ پر لانا نوجوانوں کی خدمت کا خاص منصب ہے۔

نوجوان طبقے کی خدمت کا منصب اولاً انھیں اُن فرائض کا احساس دلانا ہے جو ان کے اوپر ان کی اپنی زندگی، اُن کے پڑوسیوں کی زندگی اور ان کی بستی سے باہر کی زندگی عاید کرتی ہے اور ثانیاً ان کے اوپر یہ واضح کرنا ہے کہ ان فرائض کو پورا کرنے سے ان کے اندر خود اپنے وجود کا احترام پیدا ہوگا اور اسی کے ساتھ دوسروں کے احترام کا جذبہ پرورش پائے گا۔

برطانیہ میں نوجوانوں کی تربیت

(ب) مختصر تاریخ اور کام کا نہج

برطانیہ میں نوجوانوں تربیت

برطانیہ میں نوجوانوں کے تربیتی پروگرام کی ابتدا ۱۹ ویں صدی کے اوائل میں ہوئی تھی۔ برطانیہ والوں نے نہ صرف صنعتی انقلاب کے معاملے میں دنیا کی رہنمائی کی ہے بلکہ صنعتی انقلاب سے پہلے زراعت پر گذر بسر کرنے والوں کو اس انقلاب کے ناپسندیدہ اثرات سے بچانے کے معاملے میں بھی دنیا کو مشعل راہ دکھائی ہے۔

ابتدائی دنوں میں نوجوانوں کی تربیت کے سلسلے میں جو کام کئے گئے ان کی خاص کوشش رہی تھی کہ صنعتی بستیوں میں لڑکوں کو روزگار دلانا۔ اس مقصد کے پیچھے دو خاص مقصد کارفرما تھے ایک تو ان نوجوانوں کو بھرپور زندگی کی راہ دکھانا اور دوسرے انھیں شیطانیت اور غیر پسندیدہ حرکتوں سے باز رکھنا جس سے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں کہ انھیں قانونی شکنجے میں پھنسنا پڑ جائے۔

برطانیہ میں انیسویں صدی میں عوامی تعلیم کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ پہلا "اتواری اسکول" ۱۷۸۰ء میں قائم ہوا تھا اُن دنوں اتوار ہی ایک ایسا دن بچتا تھا جس دن مزدور طبقے کے نوجوانوں کو صبح سے رات تک کام نہیں کرنا پڑتا تھا۔ بعد کے سو برسوں کے دوران برطانیہ کے قصبات اور شہروں میں رہنے والے بچوں کو ملوں، کارخانوں اور کھانوں کے کالک اور دھوئیں سے گھٹے ہوئے ماحول سے باہر نکال کر اتوار کے علاوہ دنوں میں بھی اسکول بھیجنے کے سلسلے میں برابر مزید انتظامات کئے جاتے رہے ہیں۔ ۱۸۸۰ء تک ابتدائی تعلیم لازمی قرار پا چکی تھی اور اسکولوں میں پڑھائی کے دوران بچوں کی بہبود کی ذمہ داری حکومت کے فرائض میں شامل کی جا چکی تھی۔

حکومت کی ذمہ داری

پیشوں کے کام کے وقت کے علاوہ یا اسکولوں سے باہر نوجوان جو کچھ بھی کرتے تھے، اُسے ابھی کچھ سال پہلے تک حکومت کی ذمہ داری سے باہر مانا جاتا تھا بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ برطانیہ میں نوجوانوں کے لئے بامقصد تفریحی سرگرمیوں کا اہتمام کرنا رضاکار اداروں اور افراد کے ہاتھوں میں ہمیشہ سے رہا ہے

اور آج بھی اسی طرح بنا ہوا ہے ان میں گرجا گھر اور ان سے متعلقہ کارپوریشن خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ برطانیہ میں نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی تربیت کے جو کام کئے جاتے ہیں ان کا ایک خاصہ بڑا حصّہ اب بھی رضا کار کارکنوں اور انجمنوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سلسلے میں جہاں تک حکومت کے اندازِ فکر کا تعلق ہے اس میں رفتہ رفتہ تبدیلی آئی ہے اور اس پروگرام کو اس سے پہلے جہاں وہ اہم کاموں میں شمار کرتی تھی اب اس کا شمار لازمی کاموں میں کرنے لگی ہے۔

۱۹۳۹ء کا گشتی مراسلہ

۱۹۳۹ء میں مرکزی حکومت نے تمام مقامی بورڈوں کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا تھا، جس میں نوجوانوں کی تربیت اور بہبود کے کاموں کی تنظیم کا ذکر کیا گیا تھا مقامی تعلیمی بورڈوں کو اس مراسلے میں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں "یوتھ کونسل" (نوجوان کونسل) قائم کریں اور ان کونسلوں میں متعلقہ علاقے میں کام کرنے والی نوجوانوں کی تمام انجمنوں کو نمایندگی دیں۔ اس طرح برطانیہ میں نوجوانوں کی تربیت و بہبود کے کام میں حکومت کے اشتراک و تعاون کی داغ بیل پڑی۔

۱۹۴۴ء کا تعلیمی ایکٹ

۱۹۴۴ء کے تعلیمی ایکٹ نے یہ بات قطعی طور پر منوادی کہ نوجوانوں کے لئے سماجی اور جسمانی تربیت اور صحت مند تفریح کے وسائل فراہم کرنے کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔ مندرجہ بالا ایکٹ میں مقامی تعلیمی بورڈوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ براہِ راست اپنے انتظام میں یا رضا کار انجمنوں کے توسّط سے مندرجہ بالا سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلے میں ضروری انتظامات کریں گے۔ نوجوانوں کی تربیت کے پروگراموں میں مرکزی حکومت بھی اس ایکٹ کے مطابق جزوی امداد دینے کی ذمّہ دار ہے۔

تین حصّے دار

اس طرح برطانیہ میں نوجوانوں کی تربیت کا کام، حکومت، مقامی تعلیمی بورڈوں اور رضا کار اداروں کے قریبی تعاون اور اشتراک سے عمل پذیر ہوتا ہے۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ نوجوانوں کی تربیت کے کاموں کے یہ تین حصّہ دار کس طرح اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

(الف) حکومت:- ۴۰ - ۱۹۳۹ء میں مقامی بورڈوں کو جو گشتی مراسلہ حکومت کی طرف سے نوجوانوں کی تربیت کے پروگراموں کی تنظیم و تشکیل کے سلسلے میں بھیجا گیا تھا اس میں حکومت نے پالیسی کے طور پر اس کام میں اپنی ذمہ داریاں ان الفاظ

میں بیان کی تھیں

"یہ پروگرام میں یکسانیت پیدا کرنے یا انھیں کسی متعینہ ضوابط کے ماتحت لانے کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے کوئی اقدام کیا گیا تو وہ ایک خطرناک اور احمقانہ عمل ہوگا سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ عمل ہماری ملکی روایات و قومی احساسات کے منافی ہے۔ اس ضمن میں حکومت کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ نوجوانوں کی بہبود و تربیت کے پروگراموں میں جو لوگ مصروف ہیں ان کو ایک مرکز پر متحد کر دے اور انھیں صحیح کام کا راستہ دکھائے۔ ملک میں نوجوانوں کی تربیت کے جو ادارے قائم ہیں ان کی آزادی پر کسی طرح کا حرف آئے بغیر ان کے لئے مزید وسائل فراہم کرنا ہی حکومت کی خاص ذمہ داری ہے . . . ."

دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ حکومت نوجوان انجمنوں کے کاموں میں مدد تو دیتی ہے مگر ان کی پالیسی یا پروگرام میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتی۔

(ب) **مقامی بورڈ**:- عملاً یہ بورڈ نوجوانوں کی مقامی اور ضلعی انجمنوں کے دفتروں کے لئے کمرہ اور دفتری کاموں کے لئے کلرک کی خدمات اور عمارت کا کرایہ اور اس کی سجاوٹ اور رکھ رکھاؤ کے لئے ضروری ساز و سامان فراہم کرنے کے سلسلے میں جزوی امداد دیتا ہے اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے کُل وقتی تنخواہ دار نگرانوں اور لیڈروں کو مقرر کر کے کلب کے کاموں میں مدد پہنچاتا ہے کلبوں کے لئے جسمانی تربیت اور دستکاری وغیرہ کے لئے بورڈ اساتذہ کی خدمات بھی فراہم کر دیتا ہے۔

مقامی بورڈ نوجوانوں کی تربیت کے پروگرام اس وقت تک براہ راست اپنے انتظام میں نہیں چلاتے جب تک انھیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ رضاکارانہ طور پر اس کے لئے کافی انتظامات موجود نہیں ہیں۔ جو کام وہ براہ راست انجام دیتے ہیں ان میں خاص یہ ہیں نوجوانوں کے مرکز قائم کرنا؛ نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے کچھ ایسے پروگرام چلانا جن کو چلانا عموماً مقامی کلبوں کے بس سے باہر ہوتا ہے۔

رضاکار انجمنیں:-

ان انجمنوں نے اس مشترکہ کام میں اسی شرط پر حصّہ لینا منظور کیا تھا کہ اس سے ان کی آزادی میں ذرّہ برابر بھی فرق نہیں آئے گا۔ ان میں سے بیشتر انجمنیں "اسٹینڈنگ کانفرنس آف نیشنل والنٹری یوتھ آرگنائزیشنز" (نوجوانوں کی رضاکار انجمنوں کی قومی کانفرنس) کی ممبر ہیں۔ یہ کانفرنس ان انجمنوں کے مشترکہ مفاد اور اہمیت کے معاملوں میں ان انجمنوں کی ترجمان کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔

ان سب انجمنوں اور تحریکوں کے لئے یہاں لفظ "رضاکار" کا جو استعمال کیا گیا ہے اس کا مطلب ہے ایک ایسی

انجمن یا تحریک جو اپنی پالیسی خود بناتی ہو، اپنے سارے کام خود ہی انجام دیتی ہو، کام کی رہنمائی اور نگرانی میں اپنے ممبروں کا پورا پورا تعاون حاصل کرتی ہو، حکومت کے کنٹرول سے آزاد ہو اور انجمن کی تشکیل و تنظیم کے لئے خود اپنے ممبروں کی عام رائے پر منحصر ہو۔

تنظیم کا نہج

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ افراد کے گروہوں سے بنی ہوئی اکائیوں کے علاوہ اور بھی کئی عناصر کے میل سے برطانیہ میں نوجوانوں کے تربیتی پروگراموں کی تنظیم و تشکیل کی گئی ہے۔ اس کی تنظیم کی یہ شکل آسان نہیں بلکہ تھوڑی پیچیدہ ہے۔

اس کام میں حکومت کے اشتراک کی طرف نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مرکزی حکومت کا اختیار بہت کم ہے (جو محض مالی امداد تک محدود ہے) حکومت نے نوجوانوں کے تربیتی پروگرام کے سلسلے میں پالیسی متعین کرنے کے لئے کوئی مرکزی ادارہ بھی قائم نہیں کیا ہے۔ رضاکار انجمنوں میں مشترکہ طور پر غور و بحث کی ضرورت ان کی مرکزی کانفرنس پورا کرتی ہے اس طرح ان انجمنوں کا آپس میں مل کر سوچنے کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کانفرنس کسی طرح کی پالیسی متعین نہیں کرتی ہے۔ اپنے لئے مرکزی ادارے کی تشکیل و تنظیم ان اداروں نے خود اپنے طور پر کی ہے اور وہی خود اس کی پالیسی اور پروگرام طے کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

نوجوانوں کے تربیتی کام کے ان تین حصہ داروں نے نوجوانوں کی تربیت کے پروگراموں کی تنظیم و تشکیل کو مقامی رنگ دینے کے رجحان کو بڑھاوا دیا ہے۔ مقامی تعلیمی بورڈوں نے نوجوانوں کے تربیتی کاموں کو بڑھاوا دینے کے لئے کل وقتی باتنخواہ افسر مقرر کر رکھے ہیں۔ ان بورڈوں نے علاقائی اور مقامی" نوجوان کونسلیں" بھی قائم کی ہیں جن میں خاص خاص رضاکار انجمنوں کو نمائندگی حاصل ہے۔

حکومتی امداد

اپنی کوششوں سے روپیہ جمع کرنے کے علاوہ نوجوانوں کی انجمنوں اور کلبوں کو حکومت سے جزوی امدادیں ملتی رہتی ہیں۔

نوجوانوں کی تربیت کے سلسلے میں براہ راست اپنے انتظام میں کئے جانے والے پروگراموں کے لئے سرمائے کی فراہمی کا انتظام مقامی تعلیمی بورڈ خود کرتے ہیں؛ اس کے علاوہ نوجوان کلبوں اور دوسری رضاکار انجمنوں کو بھی حکومت امداد دیتی ہے اس کام کے لئے مقامی بورڈوں کو مرکزی حکومت سے بھی امداد ملتی ہے۔

(ج) نوجوان کلب کے پروگرام کی نوعیت

برطانیہ میں نوجوان کلب کے پروگرام کے دو خاص پہلو ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کے ماتحت کلب کے ممبروں کو اپنی پسند کے کام اور سرگرمیوں کی آزادی ہوتی ہے اور دوسرا وہ جس میں ممبر اپنی منتخب کی ہوئی پروگرام کمیٹی کے مقرر کئے ہوئے لائحہ عمل کے پابند ہوتے ہیں۔ وقت کے آزادانہ اور مقررہ دونوں طرح کے استعمال سے اور ان دونوں کے درمیان توازن پیدا کر کے نوجوانوں کے کلب اپنے ممبروں کو اپنی نشو ونما کا غالباً سب سے اچھا اور مؤثر موقع فراہم کر سکتے ہیں۔ ان دونوں میں وقت کا آزادانہ استعمال زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ موجودہ دور میں فرصت کے وقت کا صحیح استعمال روز بروز ایک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اپنی تفریح کی راہ اپنے آپ نکالنے کا رجحان اس زمانے میں روز بروز ختم ہوتا جا رہا ہے اور یہ اس سبب سے ہے کہ تفریح اور دل بہلاو کی نئی بنائی شکلیں مثلاً ریڈیو، سینما، طرح طرح کے کھیل، گھوڑ دوڑ وغیرہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ میسر ہیں اور ان کے اوپر خرچ بھی کم آتا ہے۔

۱۔ اوقات فرصت کا آزادانہ استعمال

اس اعتبار سے فرصت کے وقت کے آزادانہ استعمال کا سامان فراہم کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔ لیکن پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس موضوع پر غور و بحث کرتے وقت کہ، وقت کا آزادانہ استعمال کس طرح ہو کلب کے ممبر ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سنیں اور اس کے اوپر غور کریں۔ (ورنہ اگر یہ نہ ہوا تو آزادی کہاں رہ جائے گی؟) وقت کے آزادانہ استعمال کے لئے ساز و سامان جو لازمی ہوگا اس میں کھیل کود کا سامان، مطالعے کا مواد، میز کرسی اور آرام کرسیاں شامل ہیں۔ ایک پیانو اور ایک ریڈیو گرام بھی رہے تو وہ بھی کارآمد ثابت ہوگا۔ کسی نہ کسی ساز کا مسلسل سامنے یا پس منظر میں مسلسل بجتے رہنا جو بالغوں کے لئے اعصاب شکن

ثابت ہوتا ہے، نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کو اکثر اچھا معلوم ہوتا ہے اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ ریڈیو گرام اور پیانو ایک ساتھ بھی بجتے رہتے ہیں تو بھی انھیں کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن بعض کھیل اور مشغلے ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے سکون اور خاموشی کی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ کچھ ممبر خواہ وہ تعداد میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں یہ چاہیں گے کہ ایک کمرہ سب سے الگ ہو جہاں وہ سکون و اطمینان کی فضا میں مطالعہ کر سکیں۔ اگر کلب اپنا ایک کتب خانہ جمع کر رہا ہو تو اُس وقت ایسی کتابوں کا انتخاب جو کھیل کود اور مختلف قسم کے مشاغل اور دست کاریوں سے متعلق ہوں، ہمیشہ مفید ثابت ہوگا۔ اسی طرح رسائل کے باب میں یہ ہونا چاہئے کہ حالاتِ حاضرہ سے بحث کرنے والے رسائل احباب سے لے کر کتب خانے کے ریڈنگ روم میں رکھ دیئے جائیں اور خود کتب خانہ دو ایک رسالے اپنے لئے منگوا لیا کرے۔ حالاتِ حاضرہ سے بحث کرنے والے رسائل کے علاوہ ایسے رسائل بھی غالباً مقبول ہوں گے جو ہوائی جہاز بنانے، موٹر سائیکل کی سواری ٹکٹ جمع کرنے اور سوزن کاری قسم کے مشاغل سے متعلق ہوں۔ ان کتب و رسائل کے علاوہ کلب کے آس پاس کسی جگہ گراموفون رکارڈوں کی کوئی لائبریری موجود ہو جو رکارڈ مستعار جاری کرتی ہو، تو ان رکارڈوں کا بھی اچھا استعمال ہو سکتا ہے۔

کھیلوں کی نوعیت کے بارے میں اُصول یہ ہے کہ جن کھیلوں میں ہار جیت کا فیصلہ محض چانس اور اتفاق کے اوپر منحصر ہوتا ہے ان کے مقابلے میں ایسے کھیل زیادہ بہتر ہوتے ہیں جن میں ہار جیت کا انحصار سوجھ بوجھ اور ذہانت کے اوپر ہوتا ہے۔ نوجوانوں میں کام کرنے والے تجربہ کار کارکنوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تاش کے ایسے کھیل جن سے کھیلنے والوں کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہو جیسے الفاظ بنانے والے تاش، وہ یقیناً مفید ثابت ہوں گے۔

جن کلبوں میں ٹیبل ٹینس یا بلیرڈ کا انتظام ہو، وہاں کلب کمیٹی کے کسی ممبر کی نگرانی میں ایسا اہتمام کرنا چاہئے کہ شام کو آنے والے سب کھلاڑیوں کو موقع مل جائے۔ کلب کے کچھ ممبروں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ اپنا فرصت کا وقت گپ شپ یا سوئٹر بننے کے مشغلے میں گذاریں۔ کلب میں اگر ایک چھوٹا سا بھی باغیچہ ہو تو اس میں ایسے ممبروں کے لئے بہت زیادہ کشش ہوگی۔ اگر کلب سرکاری طور پر کسی بستی کے لئے قائم کیا گیا ہو تو اس کے پروگرام کی نوعیت وقت کے آزادانہ استعمال کے بجائے مقررہ سرگرمیوں کی ہوگی۔ جس میں کلب کے ممبروں کو اپنی مرضی اور پسند کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں کی آزادی نہیں ہوتی۔ اوقاتِ فرصت کا آزادانہ استعمال کلب کے لیڈر اور اس کے مددگاروں کے لئے بھی بڑا گراں قدر ہوتا ہے اس سے انھیں کلب کے تمام ممبروں سے واقفیت ہو جاتی ہے جس سے انھیں اُن کی نفسیات کے سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

۲۔ اوقاتِ فرصت کا بندھے ٹکے لائحۂ عمل کے مطابق استعمال

میدانی سرگرمیاں

اب اوقات فرصت کے مقررہ طریق استعمال کو لیجئے۔ سرگرمیوں کے میدانی پہلوؤں کی تنظیم کی بنیاد بیشتر مقابلے اور رقابت کے اوپر ہوتی ہے اور یہی اچھا رہتا ہے، میدانی سرگرمیوں سے مراد ہے ایسے کھیل جو ٹیمیں بنا کر کھیلے جاتے ہیں۔ کلب کے اندر آپس میں اور کلب سے باہر دوسرے کلبوں سے۔ مختلف قسم کے مقابلے اور کامیابی کے معیار اور درجے مقرر کرنا۔ ان سرگرمیوں اور کھیلوں میں تیراکی، دوڑ، کود، اور وزن اندازی خاص طور پر ہر جگہ مقبول اور پسندیدہ سرگرمیاں سمجھی جاتی ہیں۔ نوجوان کلبوں کے کچھ لیڈر اس بات کی حمایت کرتے ہیں کہ کلبوں کے درمیان کام کے معیار کے مقابلے ہوا کریں تو اس سے ان کا دعویٰ ہے ان کے درمیان اتحاد وارتباط کے جذبے کو تقویت حاصل ہوگی اس لئے کہ کلب کے پروگرام کے اس پہلو کی منصوبہ بندی میں نوجوانوں کے مقامی آرگنائزر سے صلاح ومشورہ کرنا قدرتاً لازمی ہوگا۔ فٹ بال، نیٹ بال، ہاکی، اور کرکٹ کی ٹیموں سے، کھیل کود کے پروگراموں میں شرکت کرنے سے، کھیل کود کی کمیٹیوں کے جلسے اور جشنوں سے کلب کی زندگی میں وسعت اور پختگی پیدا ہوتی ہے، اس لئے کہ ان پروگراموں میں اصل کھلاڑی تو شریک ہوں گے ہی، ان کے علاوہ کلب کے دوسرے ممبر کلب کے ساتھ اپنے جذبۂ یگانگت کے اظہار کے طور پر شرکت کریں گے اور اس طرح تعلقات اور واقفیتوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہے گا۔ ان کلبوں کے علاوہ کلب کی میدانی سرگرمیوں کے اور بھی پہلو ہیں جو سال میں اکثر وبیشتر منظم کئے جا سکتے ہیں، مثلاً پکنک ایک مشغلہ ہے جس میں سب کے سب مل جل کر کھانا کھانے کے بعد سائیکلوں کی سواری اور پیدل سیر وگشت بڑی فرحت بخش تفریحیں ثابت ہوتی ہیں۔ پھر (کمرے کے اندر یا باہر میدان میں کھیلا جانے والا) بیڈمنٹن کا کھیل ہے، تیر اندازی اور کشتی رانی ہے۔ یہ ایسے کھیل ہیں جو کلب کے بیشتر ممبروں کے لئے مزید کشش کا باعث ثابت ہو سکتے ہیں۔

ہفتے کے آخری دن اور دوسری چھٹیوں کے زمانے میں کلب کے زیر اہتمام ممبروں کا کیمپ کلب اسپرٹ کی نشوونما کے لئے غالباً دوسرے مشاغل کی بہ نسبت بہت زیادہ کارآمد ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ کیمپ کے زمانے میں ممبروں کو خیموں میں چوبیس گھنٹے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے کا موقع ہوتا ہے۔ اگر کیمپ کا پورا پورا ساز وسامان میسر ہو تو کیمپ بازی کو کلب کا ایک مستقل مشغلہ قرار دینا چاہئے اس لئے کہ یہ موسم گرما میں زندگی گذارنے کی غالباً سب سے زیادہ صحت مند شکل ہے۔ اسکاوٹنگ کے تجربے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان اس قسم کے مواقع کی طرف فطری طور پر

بڑے ذوق و شوق کے ساتھ لپکتا ہے۔

فرشی سرگرمیاں

اب رہا عمارت کے اندر کی فرشی سرگرمیوں کا معاملہ تو ان کی منصوبہ بندی میں بڑی احتیاط اور کافی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے کی ایک کڑی جسمانی ورزش ہے۔ اس کے لئے جمنازیم کا پورا ساز و سامان، موجود ہو یا نہ ہو، ہر حالت میں ورزش جسمانی کے مشیر کا ماہر فن، طباع ہونا ضروری ہے۔ ورزش جسمانی کے پروگرام کے ماتحت کلب کو ایک نہ ایک میڈیکل ایڈوائزر کی خدمات حاصل کرلینا چاہئے جو اس بات پر نظر رکھے کہ کلب کے ممبر ناموزوں اور غیر صحت مند ورزشوں کو اختیار نہ کرنے پائیں۔ بعض اوقات ایسے اسپورٹ عام نہیں ہیں، ان کے لئے بھی خاصا جوش و خروش پایا جاتا ہے۔ مثلاً شمشیر زنی لڑکوں اور لڑکیوں، دونوں کے لئے اور لڑکوں کے لئے باکسنگ کے لئے احتیاط اور ایک حد تک اس کے آداب و ضوابط کا لحاظ رکھنا لازمی ہوگا۔

کلبوں کے لیڈر بڑا مفید کام کریں گے اگر وہ اپنے ممبروں میں جسم کو تندرست و توانا رکھنے کی عادت پیدا کرسکیں اور یہ کام وہ انھیں خود ماہرانہ مشورہ دے کر یا مشورہ دینے کے لئے کسی ماہر فن کی خدمات حاصل کرکے انجام دے سکتے ہیں۔ لڑکے اپنے بازوؤں کی مچھلیوں کی موٹائی اور سینے کی فراخی پر بہت فخر محسوس کرتے ہیں اور لڑکیوں کو یہ شوق ہوتا ہے کہ ان کے اعضا کا تناسب لڑکیوں اور عورتوں کی ان متناسب الاعضا شکلوں اور تصویروں کی پیمائش کے مطابق ہوجائے جو ورزش جسمانی کی کتابوں میں چھپی ہوئی تھی۔ اس "بدن بنانے" کے باب میں دونوں یکساں طور پر محنت و ریاضت کرنے کے لئے تیار ملیں گے۔ اور ورزش جسمانی اور صحت کے عنوانات پر ہونے والی تقریروں کو غور سنیں گے جو منجملہ اور عنوانات کے صفائی ستھرائی نشلی چیزوں سے پرہیز، پاکبازی اور جسم کو ہر حالت میں سیدھا اور راستوار رکھنے سے متعلق ہوں۔ صبح سویرے اٹھ کر تیرنا اور روزانہ ۵ میل کی چہل قدمی سے تو خیر ممبروں کی محض ایک چھوٹی سی اقلیت کو دلچسپی ہوسکتی ہے مگر بدن کی چستی و توانائی کا پروگرام نوجوانوں کی تربیت کے کسی بھی مرکز کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی کے ساتھ کلب کے لیڈر یا مختلف سرگرمیوں کے آرگنائزروں میں ہوشیاری اور سلیقہ مندی کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ورزش جسمانی میں دلچسپی رکھنے والے لڑکوں کے گروپ میں سترہ سال کا ایک لڑکا جمنازیم سے اس لئے دلچسپی ختم کردے کہ وہ اس میں پھرتی اور کمال نہیں دکھا پاتا اور اسی گروپ کا ایک دوسرا لڑکا جو ابھی پندرہ ہی سال کا ہے، چابکدستی کا ثبوت دے اور آگے بڑھ بڑھ کر دلچسپی لے۔ اب لیڈر اگر ہوشیار نہیں ہے تو وہ سترہ سالہ لڑکا یونہی بودا پن کے رہ جائے گا اور نوجوانوں کی تربیت کا مقصد فوت

ہو جائے گا)۔

کمرے کے اندر کی خاص خاص تفریحی سرگرمیوں میں ایک مشغلہ دست کاری ہے۔ دست کاری خواہ کسی نوعیت کی ہو؛ اس معاملے میں باہر کی امداد کے بغیر کام نہیں چلے گا چنانچہ کلب کے لیڈر کو اپنی بستی میں دست کاریوں کے واقف کار حاصل کرنے کے لئے دور دور جال پھینکنا پڑے گا۔ کلب کے ممبروں کی اکثریت ایسے لڑکوں اور لڑکیوں کی ہوگی جو سکنڈری اسکولوں میں جہاں علمی کام پر زیادہ زور ہوتا ہے؛ نہیں گئے ہوں گے اور ان کی دلچسپیوں اور صلاحیتوں کے جوہر ہاتھ کے کاموں اور تجربوں میں کھل سکتے ہوں گے۔ اس مقابلے میں ان کی طرف سے شوق و ذوق کا تھوڑا سا اظہار بھی ان کی صلاحیت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ مثلاً اسکول چھوڑنے والے لڑکوں کو؛ ہو سکتا ہے، اسکول کے چھوٹ جانے کا بالکل ملال نہ ہو لیکن اس کے باوجود وہ اسکول کے آراستہ و پیراستہ ورکشاپ کی ہیرا پھیری کرتے دیکھے جا سکتے ہیں اور ہاتھ کے کام سے ان کی دلچسپی اور فطری صلاحیت کی پہچان کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ایسے ممبروں کے لئے نوجوان کلب اس بات کا موقع فراہم کر سکتا ہے کہ انھوں نے اپنی دلچسپی کا جو کام جہاں سے چھوڑا ہے؛ وہیں سے پھر شروع کریں، اور اس کی مشق کے لئے انھیں وقت اور پسند کی آزادی حاصل ہو۔ اس مقصد کے لئے اگر مقامی اسکول کا ورکشاپ مستعار مل جایا کرے تب تو بہت اچھا ہے؛ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو کلب کے دست کاریوں کے اُستاد کو موقع ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو خانہ ساز آلات و اوزار سے کام لینے کا گُر سکھائے اور ساز و سامان کی کمی کے باوجود استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے کام پر لگے رہنے کا سبق دے۔ اس میں خود اُستاد کی اپنی تربیت اور سوجھ بوجھ کی مشق کا موقع ہے جو بجائے خود نوجوان کلب کا ایک منصب ہے۔ بخاری، سوزن کاری، بُنائی، ٹوکری سازی پوسٹر سازی، وغیرہ، منجملہ اور بہت سی دست کاریوں کے چند کام ہیں جن سے کلب کی عمارت کو آراستہ کرنا براہ راست مفید ہو سکتا ہے یا کم سے کم اس میں ان دست کاریوں سے حاصل ہونے والا تیار مال بیچنے کی غرض سے سجایا جا سکتا ہے جس سے کلب کی مالیت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

کلب اپنے سے باہر کی دنیا کی خدمت ایک اور طرح بھی کر سکتا ہے؛ اور وہ اس طرح کہ ہسپتالوں کے مریض بچوں کے لئے مشین سے بنے ہوئے کھلونے اور مختلف شکلوں کے جوڑ تیار کرائے جنھیں جوڑ کر پورا کرنا ایک دلچسپ معمہ ہوتا ہے اور اُسے بچے بڑی دلچسپی سے حل کرتے اور مگن رہتے ہیں۔

اگر کلب اپنے یہاں سے ایک رسالہ نکالنے کا فیصلہ کرلے تو اُسی دم ممبروں کے لئے سرگرمیوں اور مشغلوں کا ایک نیا چشمہ پھوٹ پڑے۔ رسالہ نکلنے کی صورت میں ڈرائنگ اور بالعموم آرٹ کے کام کی حوصلہ افزائی ہوگی اور اس ذریعے سے کلب کے ممبروں میں اپنے جوہر دکھانے کا وہ شوق جو طالب علمی کا زمانہ ختم ہونے کے بعد سرد پڑ گیا ہوگا،

ازسرِنو زندہ ہو جائے گا۔

دست کاری کے سلسلے میں کہیں کہیں ایک دلچسپ رجحان یہ پیدا ہو رہا ہے کہ والدین اور دوسرے بزرگ قدیم مقامی صنعتوں کے علم اور مہارت کو نئی نسل میں منتقل کر دیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ صنعتیں سرے سے بھلا دی جائیں مثال کے طور پر دھات میں سلے ہوئے لکڑی کے سول کے جوتے بنانا لنکا شائر کی، فیتے بنانا ڈیون شائر کی اور بنیت اور کھال کی بنی ہوئی ایک شخصی کشتیاں بنانا جو برطانیہ میں رومنوں کے تسلط سے پہلے برطانوی دریاؤں میں چلا کرتی تھیں، ویلز کی مخصوص قدیم صنعتیں ہیں۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جن کی زندگیاں بے کیف اور خشک رُٹین کی وجہ سے ان کے لئے بوجھ بن سکتی ہیں، ان کی اس تخلیقی جبلت کو اُبھرنے کا موقع دینا اور اُسے صحیح راہ پر لگانا نوجوانوں کے مرکزوں اور اداروں کے کام کا ایک گرانقدر اور نتیجہ خیز پہلو ہے۔

پروگرام کا سماجی پہلو

اب کلب کے پروگرام کے سماجی پہلو کو لیجئے۔ اس سلسلے میں ناچ کو نوجوانوں کے دل بہلاؤ کا ایک وسیلہ ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ اس باب میں بہتر یہ ہوگا کہ بال ڈانس سے زیادہ گروپ ڈانس کو رواج دیا جائے تاکہ ایک جوڑی کو نامناسب حد تک ایک دوسرے میں محو ہو جانے کے امکان کو رد کیا جاسکے اور شرمیلے ممبروں کو بھی اس تفریح سے لطف اندوز ہونے کا موقع مل سکے۔ ناچ کے بارے میں بعض کلبوں کے ممبروں کا تجربہ یہ ہے کہ اس کی بدولت اُن کے کلب چمک اُٹھے ہیں، اور بعض نے اُسے دوسری سرگرمیوں کے حق میں خلل کا باعث ٹھہرایا ہے۔ صورتِ حال خواہ وہ ہو یا یہ، یہ بہر حال ہونا چاہئے کہ فحش اور اخلاق سوز ناچ کلب کی زندگی میں رائج نہ ہونے پائیں۔

کلب میں ہونے والی پارٹیاں اور تفریحی شامیں جن میں کھانے پینے کے بعد ممبروں کی مختصر مختصر تقریریں ہوں اور غیر نشہ آور مشروبات کے جامِ صحت پیئے جائیں (واضح رہے کہ کلب کی زندگی میں نشے کا استعمال شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے) ــ بس یہی اور اس قسم کی ایک آدھ اور تقریبیں ایسی ہوتی ہیں جن کے توسط سے کلب کے کچھ ممبر جو پابندی سے کلب میں نہیں آتے، ان سے ملاقات اور تعارف کے موقع مل سکتے ہیں۔ مزید براں سمُوہ گان چاہے کمرے کے اندر ہو یا باہر ایک ایسی چیز ہے جسے نوجوان کلبوں کے پروگرام میں ضرور شامل کرنا چاہئے اس لئے کہ

جھینپو ممبروں سے ان کے جھینپو پن کو دور کرنے میں اس سے بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔ چنانچہ پروگرام کے اس جزو کو کامیاب بنانے کی غرض سے کلب کے اندر کافی تعداد میں گیتوں کی کتابوں کا مہیا کرنا ایسا نکتہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے نوجوان ہر قسم کے گیت، اور کلام سے خواہ وہ مزاحیہ ہوں یا شجاعانہ، قومی ہوں یا جذباتی، عاشقانہ ہوں یا سنجیدہ اور مذہبی یکساں طور پر لطف اندوز ہوتے ہیں چنانچہ اگر کوئی کلب لیڈر گیتوں اور اشعار کا مجموعہ تیار کر رہا ہو تو اچھا یہ ہوگا کہ وہ اپنے مجموعے میں سب طرح کے گیت، نظمیں اور شعر شامل کرے۔

۲۔ جاپان میں نوجوانوں کی غیر اسکولی تعلیم اور دوسری سرگرمیاں

جاپانی نظامِ تعلیم کے ماتحت ہر بچے کے لئے ۹ سال کی اسکولی تعلیم لازمی ہے۔ چھ سال ابتدائی اسکول میں اور تین سکنڈری اسکول میں۔ ایسے نوجوانوں کے لئے جو اس سے آگے اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے ہیں کچھ خاص طرح کی تعلیم کا انتظام بھی اس نظامِ تعلیم کے ماتحت کیا گیا ہے۔ ان نوجوانوں کے لئے خاص طرح کی کلاسیں قائم ہیں جہاں ۲۸ سال تک کی عمر کے لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

آج اس طرح کی ۷۱ ہزار کلاسیں جاپان میں چل رہی ہیں، جن میں ۱۰ لاکھ نوجوان زیرِ تعلیم ہیں۔ اس عمر کے نوجوانوں کی تعداد ملک میں تقریباً ایک کروڑ ہے یعنی یہ انتظام ابھی محض ۱۰ فی صدی نوجوانوں کے لئے ہی کیا جا سکا ہے۔

نوجوان کلاسوں کی تنظیم گاؤں اور قصبے خود کرتے ہیں۔ وہی ان کو چلاتے ہیں اور ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان کا ایک تہائی خرچ مرکزی حکومت برداشت کرتی ہے۔ ان کلاسوں میں شریک ہونے والے نوجوانوں کو یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی دلچسپی اور ضرورت کے مطابق مختلف میدان میں مزید تعلیم حاصل کر سکیں۔ اور اس طرح اپنی معلومات کو بڑھا سکیں۔

نوجوانوں کی انجمنیں

جاپان میں نوجوانوں کی متعدد انجمنیں قائم ہیں۔ ان انجمنوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کاموں پر آسانی سے غور کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو مذہبی بنیاد پر قائم ہونے والی انجمنیں جیسے عسائی نوجوانوں کی انجمن (وائی۔ ایم۔ سی۔ اے) اور نوجوان عسائی خواتین کی انجمن (وائی۔ ڈبلو۔ سی۔ اے) اور دوسرے علاقائی بنیاد پر قائم ہونے والی انجمنیں۔

۱۹۶۱ء میں جاپان میں وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کی ۱۷۰۰ انجمنیں قائم تھیں جن کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۸،۶۵۲ تھی۔ وائی۔ ڈبلو۔ سی۔ اے کی ۱۸۰ انجمنیں تھیں جن کے ممبروں کی تعداد ۱۲۰۰۰ تھی۔

ہر گاؤں اور شہر میں نوجوانوں کی اپنی ایک انجمن ہوتی ہے۔ ان کا نام سیٹن، ڈائن ہوتا ہے، جس کے معنی ہیں نوجوانوں کی

کی انجمن۔ اسی طرح عورتوں کی انجمن بھی ہوتی ہے جن کا نام جوشی سینتن ڈانی (نوجوان عورتوں کی انجمن) ہوتا ہے ۱۹۶۱ء میں ان کی ۴۶ انتظامی اکائیاں پورے جاپان میں قائم تھیں جن کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۳۴ لاکھ تھی۔

ان نوجوان انجمنوں کے پروگراموں میں مختلف موضوعات پر لیکچر منعقد کرنا، کلب کی دوسری سرگرمیوں کا انتظام کرنا، صنعتی میدان میں تجربے کرنا اور ٹریننگ پروگرام چلانا اور اسی کے ساتھ ساتھ گاؤں کے میلے کرانا، انتخابات میں بدعنوانیوں کو روکنے کے لئے مہیں چلانا آگ سے بچاؤ کے انتظامات کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

نوجوان انجمنوں کی ایک مرکزی کونسل ہے، جس کی تعلقات عامہ کی کونسل مندرجہ بالا انجمنوں کے لئے اطلاعات کی نشر و اشاعت اور خبر رسانی کا کام کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ کونسل جاپان میں طالب علموں کی یونیسکو فیڈریشن، جاپان کے نوجوان ہوسٹل کونسل اور دوسری انجمنوں کے لئے بھی خبر رسانی کا کام کرتی ہے۔ یہ کونسل نوجوانوں کی بین الاقوامی کانفرنس (ورلڈ یوتھ کانفرنس) کی ممبر بھی ہے۔ جس کا مقصد عالمی سطح پر ثقافتی ترویج و اشاعت کرنا ہے۔

۳۔ اسکاؤٹ اور جونیئر ریڈ کراس

جاپان میں اسکاؤٹ تحریک کی تاریخ ۵۰ سال پرانی ہے۔ اس وقت جاپان میں اسکاؤٹ لڑکوں کی ۲۳۰ ٹولیاں ہیں، جن کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۸۷ ہزار ہے۔ اسکاؤٹ تحریک یہاں بہت مقبول ہو رہی ہے۔ لڑکیوں کی ۳۵۰ اسکاؤٹ ٹولیاں ہیں اور اسکاؤٹ لڑکیوں کی کل تعداد ۱۰ ہزار ہے۔

سمندری اسکاؤٹ کی ٹولیاں جاپان میں خصوصیت کے ساتھ بہت مقبول ہیں۔ سمندری اسکاؤٹ ٹولیوں کا مقصد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو سمندری دنیا کے نشیب و فراز سے متعارف کرانا ہے اور انھیں سمندری زندگی کی سائنسی اور ٹیکنیکی معلومات بہم پہنچانا ہے۔ ۱۹۶۰ء کے آخر میں سمندری اسکاؤٹوں کی ۷۰ ٹولیاں تھیں۔ جن کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۲ ہزار تھی۔

بین الاقوامی ریڈ کراس کی طرح جونیئر ریڈ کراس کا خاص مقصد ہے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں بین الاقوامی مفاہمت اور عالمگیر برادری کا جذبہ بیدار کرنا۔ ۱۹۶۱ء میں ممبروں کی تعداد ۷ لاکھ ۳۸ ہزار تھی۔

تعلیمی سیر و سیاحت

علاقائی تعلیمی بورڈ ملک کے مختلف حصوں میں تعلیمی سیاحت کے لئے نوجوانوں کی ٹولیاں بھیجنے کا سالانہ پروگرام چلا رہے ہیں۔ ۲۵ سے ۳۰ نوجوانوں کی ٹولیاں گاؤں میں بھیجی جاتی ہیں جہاں وہ زراعت کے مختلف طریقوں کا عملی مطالعہ کرتے ہیں۔

دوسری طرف مرکزی حکومت کی نگرانی میں قائم نوجوانوں کے مسائل کا مطالعہ کرنے والی مرکزی کونسل نے بھی ایک پروگرام بنایا ہے۔ اس پروگرام کے مطابق نوجوانوں کے گروپ بیرونی ممالک میں مطالعے اور خیرسگالی کے مشن پر بھیجے جاتے ہیں۔ نوجوانوں میں بین الاقوامی نظریہ بیدار کرنا اور دوسرے ملکوں کے نوجوانوں سے رابطہ قائم کرنا اور ان سے تبادلۂ خیال کرنا اس طرح کی سیاحت کا خاص مقصد ہوتا ہے۔ حکومت کی طرف سے اس طرح کے مشن پر بیرونی ممالک جانے والے نوجوانوں کی تعداد ۱۹۵۹ء میں ۱۰۹ تھی۔ یہ سفر دو سے تین ماہ کا ہوتا ہے۔

یوتھ ہوسٹل

جنگ کے بعد سے جاپانی نوجوانوں میں میدانی کھیل اور دوسری سرگرمیاں کافی مقبول ہوگئی ہیں۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیاں کوہ پیمائی، "کیمپ کی زندگی"، سائکل سواری، سیر سپاٹے اور اسی طرح کی دوسری بیرونی سرگرمیوں میں کافی دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اس طرح کی زندگی میں بڑھتی ہوئی دلچسپیوں میں سب سے اہم نوجوان ہوسٹلوں کی تحریک کا مقبول ہونا ہے۔ اس تحریک کا مقصد نوجوان سیاحوں کے لئے کم خرچ اور آرام دہ رہائشی سہولتیں ہی فراہم کرنا نہیں ہے بلکہ نوجوانوں میں سیر و سیاحت کو فروغ دینا اور ان میں اجتماعی سرگرمیوں کے ذریعہ دوستی اور خدمت کے جذبے کی پرورش کرنا بھی ہے۔

مارچ ۱۹۶۲ء میں سارے ملک میں یوتھ ہوسٹلوں کی تعداد ۵۱۳ تھی جن کے ۸۹ ہزار ممبر تھے۔ یوتھ ہوسٹلوں میں قیام کرنے والوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے نوجوان بھی ان ہوسٹلوں میں جاپانی نوجوانوں کے ساتھ ٹھہرتے ہیں۔

شبیس لگاتا ہے، اکثر وہ گھر کے بڑے بوڑھوں سے ترک تعلق کرلیتا ہے یا اپنے ہمجنسوں اور ہمعمروں کی ٹولیاں بناکر آوارہ گردی اپنا شیوہ بنا لیتا ہے۔

۳۔ تیسری بڑی خصوصیت آزادی اور خود مختاری کی طلب ہے۔ یہ کسی سرکشی یا بغاوت کی بنا پر نہیں، جو بظاہر نظر آتی ہے، بلکہ ایک فطری تقاضہ پر مبنی ہوتی ہے۔ ہائی اسکول اور کالج کے نوجوانوں کے اندر اکثر ضبط اور ڈسپلن کی شکایت اسی جذبہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اس ہیجان اور تلاطم کے زمانہ میں جبکہ وہ ایک کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے، اسے اکثر دو قسم کے تصادم سے سابقہ پڑتا ہے: (۱) ایک اپنی ذات سے، اور (۲) دوسرا اپنے سماج سے۔

۱۔ اپنی ذات سے تصادم تو عموماً اسے اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کی کمی کی بنا پر ہوتا ہے، بالخصوص جسمانی عوارض اور بدنی نقائص کی صورت میں اس کے اندر ایک طرح کے احساس کمتری کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ ہر نوجوان کی خواہش زندگی میں برتری کے حصول کی ہوتی ہے، لیکن نقائص یا خامیوں کی بدولت وہ خواہشات تکمیل پذیر نہیں ہوپاتی ہیں اور وہ نوجوان کے غیر شعوری ذہن میں جاگزیں ہوجاتی ہیں۔ اکثر وہ خیالی تصورات اور من گھڑت منصوبوں کی دنیا آباد کرنے لگتا ہے۔ ہمارے ادب میں شیخ چلی کے منصوبے انہی کیفیات کے مظہر ہیں۔ کبھی کبھی یہ منصوبے اور تصورات خبط کی حد کو پہنچ جاتے ہیں اور وہ طرح طرح کی نامعقول حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

۲۔ دوسری صورت تصادم کی اپنے سماج اور جماعت یا قوم سے ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شہر اور قصبے میں آوارہ گرد نوجوانوں کی ٹولیوں کی ٹولیاں پھرا کرتی ہیں اور وہ کبھی اِس سے متصادم ہوئیں تو کبھی اُس سے۔ افراد کی عزت و آبرو اور بستی کا امن و امان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ بعض وقت یہ مرض پوری قوم کی قوم میں پھیل جاتا ہے۔ ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست کے بعد وہاں کے نوجوانوں میں اپنی قوم اور جماعت سے ایک عام بیزاری پیدا ہوگئی تھی اور اس ذلت اور ناکامی کو بھلانے کے لئے ان کے اندر نوجوانوں کی بہت سی دلچسپ تحریکیں پیدا ہوگئی تھیں اور انھوں نے ان کے عجیب عجیب نام رکھ لئے تھے، مثلاً ایک بہت بڑی نوجوانوں کی تحریک ان کی زبان میں Wandervogel کہلاتی تھی، جسے ہم اپنی زبان میں سیلانی پرندے کہہ سکتے ہیں۔ ایک اور اسی طرح کی تحریک کا نام "راہ کھوجی" یا Pathfinder تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی یہ ٹولیاں گاتی بجاتی ایک جگہ سے دوسری جگہ قیام کرتی چلی جاتی تھیں۔ خوش قسمتی سے جرمنی کے بعض حصے خوب صورت جنگلوں سے آباد ہیں جو ان کے لئے تفریح اور دعوت نظر کا سامان فراہم کرتے تھے۔ ملک کے اکثر حصوں میں میونسپلٹیوں اور مختلف جماعتوں نے ان کے لئے سادہ قیام گاہیں بنا دی تھیں جو "رین بسیرا" کا کام دیتی

تھیں۔ ان تحریکوں کا جرمن قوم پر بہت اچھا اثر پڑا۔ چند ہی سال بعد وہ ایک نئی زندگی کا پیغام اور ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ بن کر ظاہر ہوئیں۔ دس پندرہ برس بعد ہٹلر نے آکر انھی زخم خوردہ نوجوانوں کو ایک زندہ قوم میں منظم کر کے دنیا کے سامنے پھر لا کھڑا کر دیا۔

بہر حال، ہر نوجوان کی زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسے کم سے کم تین مسائل سے بہر صورت سابقہ پڑتا ہے۔ ایک مسئلہ تو سب سے پہلی اس زندگی میں جنس ثانی سے تعلق اور ازدواج کا آتا ہے۔ یہ مسئلہ جتنا ہی اہم ہے اُسی قدر یا تو بالکل ناقابلِ اعتنا یا حد سے زیادہ قابلِ اعتنا سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے مشرقی سماج میں تو اس پر ایک ہوّا بٹھا دیا گیا ہے، لیکن مغرب میں اسی قدر آزادی اور بے باکی سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت اصل میں اس افراط و تفریط کے بین بین ہے اور تعلیم و تربیت کے اعتبار سے صرف یہ ضرورت ہے کہ کس وقت اور کس حد تک اس میں دخل دیا جائے۔

دوسرا بڑا مسئلہ دوسروں سے رابطہ اور تعلق کا آتا ہے۔ انسان اس دنیا میں اکیلا نہیں بلکہ ایک سماجی ماحول میں پیدا ہوا ہے اس کی زندگی کا تمام دارومدار اپنے ہم جنسوں سے اشتراک و تعاون پر ہے۔ نظام عالم کا مدار تقسیم کار کے اصول پر چلتا ہے، یعنی ہر شخص کو اس کی اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام کرنے کا موقع ملے کسی شخص کو اپنی محنت اور صلاحیت سے زیادہ پھل کھانے کا حق نہیں۔ بعض وقت نوجوان ان مواقع سے محروم یا اس استحصال بیجا کا شکار ہوتا ہے۔ سماجی زندگی کے لئے دونوں صورتیں مضر ہیں۔

تیسرا مسئلہ اور جو اس صنعتی دور میں اور بھی اہم ہو جاتا ہے، پیشہ کا انتخاب ہے۔ اپنے آپ کی تلاش میں نوجوانوں کے دل میں اپنے آیندہ پیشہ یا کسی ذریعہ معاش کا خیال بھی رہتا ہے۔ اکثر یہ خیال خام صورتوں میں آتا ہے لیکن اس سے اس کے میلان اور خواہش کا پتہ چل سکتا ہے اور اس اظہار سے اس کی تیاری اور تلاش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ادارہ اور سماج کا بڑا فرض یہ ہے کہ نوجوان کی اس میں امداد اور رہنمائی کا پورا پورا اہتمام کرے۔ ثانوی منزل میں پیشہ ورانہ تعلیم کی رنگ آمیزی اور کالج اور اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جانا چاہئے۔

بالغوں کی تعلیم صرف بوڑھے طوطوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا ہی نہیں ہے بلکہ عمر کی اس کٹھن منزل میں نوجوان کی زندگی کی صحیح فہم اور اس کے مطابق اس کی رہبری اور ہدایت بھی ضروری ہے۔ اوپر کی سطروں میں اس کی زندگی کے نفسیاتی تجزیہ کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کیا گیا ہے، اور پھر اس سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل کی طرف سرسری اشارہ کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ اِن محدود سطروں میں ہو بھی کیا سکتا ہے!

ل ایجوکیشن کا رسالہ)

ادارہ تعلیم و ترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارہ تعلیم و ترقی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

مارچ ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ۳

بانی:- شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارہ تحریر:- پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر:-
تعلیم و ترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت
سالانہ چار روپے فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے

فون:-
۷۴۴۶۴

ترتیب

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونین پرنٹنگ پریس جامع مسجد دہلی میں چھپوا کر دفتر تعلیم و ترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

سوشل ایجوکیشن کے لئے

دعوتِ فکر

سوشل ایجوکیشن کے نام سے جو تحریک ۱۹۴۸ء میں شروع کی گئی تھی، اس نے اڈلٹ ایجوکیشن کو خواندگی کی تعلیم سمجھ کر باہر کر دیا تھا اور اس طرزِ فکر میں اتنی شدت پیدا ہوئی کہ ایک خاصے طویل عرصے تک سوشل ایجوکیشن کے کاموں کی فہرست میں خواندگی کا ذکر تک نہیں آیا۔ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے ابتدا میں تو اسے اہمیت دی یہاں تک کہ اپنے پہلے نیشنل سیمنار منعقدہ جبل پور میں اسی کو موضوعِ بحث قرار دیا اور اس کے بارے میں نہایت ٹھوس اور عملی سفارشات منظور کیں، لیکن آگے چل کر جب خواندگی کے خلاف بہت جوش و خروش کے ساتھ شور بلند ہونے لگا تو ایسوسی ایشن نے بھی اپنے فکر و خیال کو اسی نظریئے سے وابستہ کر لیا اور جبل پور سیمنار کے بعد مسئلہ خواندگی کی عملاً کبھی حمایت نہیں کی۔

لیکن سوشل ایجوکیشن کی تحریک نے چند سال ہوئے، خواندگی کی اہمیت کے باب میں پلٹا کھایا ہے اور اس کی طرف توجہ دینی شروع کر دی ہے، اگرچہ عمل کے اعتبار سے اس فکرِ مکرر (RE-THINKING) کا ثبوت ابھی تک کہیں نہیں ملتا۔

ملک کی ترقی و تعمیر کے لئے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اُسے اشتراکی نمونے پر ایک جمہوری سماج کھڑا کرنا ہے، بالغوں کی خواندگی کی کس قدر اہمیت ہے، اس سوال کے بارے میں اب کوئی شک و شبہہ باقی نہ رہنا چاہیے جب کہ ملک کے ایک بالغ نظر ماہرِ تعلیم نے جو ریاست کی مسندِ نائب صدارت پر متمکن بھی ہے، نہایت صاف اور واضح الفاظ میں اپنا فیصلہ دے دیا ہے۔ اور چونکہ یہ فیصلہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی کانفرنس کی کرسیِ صدارت سے دیا گیا ہے اس لئے ہمیں امید ہے کہ ایسوسی ایشن اسے اپنی پالیسی کا سنگ بنیاد تصور کرے گی۔

اور آیندہ جب تک خواندگی کی ضرورت باقی ہے وہ تحریک کی رہنمائی کرتے ہوئے اس منزل کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دے گی۔ ہمارا اشارا سلور جوبلی کانفرنس کے صدر ذاکر صاحب کے خطبۂ صدارت کی طرف ہے جس میں موصوف نے فرمایا ہے:

"...... مگر ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کو اپنی کوششیں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس میدان میں مرکوز کرنی ہوں گی، وہ ہے ہمارے عوام کی اکثریت کی ناخواندگی۔ اس مقصد کے لئے خواندگی کا ایک سوچا سمجھا ہوا منظم منصوبہ بنائے بغیر چارہ نہیں ہے ــــ اور منصوبہ ایسا کہ اس کے ماتحت جو پروگرام بنے وہ خشک اور بے کیف نہ ہو بلکہ یہ اہتمام کیا جائے کہ اس میں لوگ آگے بڑھ بڑھ کر دلچسپی لیں تاکہ وہ جس منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں وہ اس دلچسپی کی بدولت جلد از جلد سامنے آجائے۔"

فارم نمبر ۴

(رول نمبر ۸ دیکھئے)

۱۔ اشاعت کی جگہ	جامعہ نگر نئی دہلی	۵۔ ایڈیٹر کا نام	برکت علی فراق
۲۔ اشاعت کی مدت	ماہنامہ	قومیت	ہندوستانی
۳۔ پرنٹر کا نام	برکت علی فراقؔ	پتہ	جامعہ نگر نئی دہلی
قومیت	ہندوستانی	۶۔ ان لوگوں کا نام اور پتہ جن کا اس اخبار میں حصّہ ہے۔	ادارۂ تعلیم و ترقی
پتہ	جامعہ نگر۔ نئی دہلی		جامعہ ملیہ اسلامیہ
۴۔ پبلشر کا نام	برکت علی فراقؔ		جامعہ نگر
قومیت	ہندوستانی		نئی دہلی
پتہ	جامعہ نگر۔ نئی دہلی		

میں برکت علی فراقؔ اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا معلومات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں

دستخط برکت علی فراقؔ (پرنٹر) ۲۶ رمارچ ۱۹۶۴ء

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن

کی

سلور جوبلی کانفرنس

۱۔ خطبۂ صدارت ــــــ (ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریۂ ہند)

۲۔ اعلان نامہ

۳۔ تجاویز

۴۔ تیرہویں نیشنل سیمنار کی سفارشات

خطبۂ صدارت

خواتین و حضرات،

میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپنے مجھے انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی کانفرنس کی صدارت کرنے کے لئے مدعو کیا۔ میری شکر گذاری اس لئے بھی ہے کہ اس بہانے سے میں اپنے ایک عزیز دوست اور رفیق کار مولوی شفیق الرحمٰن قدوائی کی یاد کو تازہ کرسکوں گا جنھوں نے اِس ایسوسی ایشن کے لئے بہت کام کیا اور ایسوسی ایشن نے بھی اپنے صدر مقام کو ان کے نام سے موسوم کر کے اُن کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ وہ، جنھیں ہم سب "شفیق صاحب" کہا کرتے تھے، صحیح معنی میں ممتاز شخصیت کے حامل تھے۔ وہ اپنے وجود کے ایک ایک رُئیں سے ایک اچھے مسلمان، ایک اچھے ہندوستانی اور ایک اچھے انسان تھے اور قدرت کے فیاض ہاتھوں نے انھیں جو صلاحیتیں بخشی تھیں وہ سب کی سب انھوں نے اپنی قوم کی خدمت کے لئے وقف کردی تھی۔ مجھے برسوں ان کے ساتھ کام کرنے کا فخر حاصل رہا ہے اور اس حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ایسے حالات میں جو اُن کے ہم جیسے ساتھیوں کو نہایت ناموافق حالات نظر آتے تھے، اور ایسی مشکلوں میں جو ہم سمجھتے تھے کہ کبھی دور نہیں ہو سکیں گی، شفیق صاحب کس انہماک اور بے غرضی کے ساتھ کام کرتے تھے اور صرف یہی نہیں بلکہ ہمیشہ مسکراتے اور خوش بھی رہا کرتے تھے جس سے ہم لوگوں کو جن میں ان کی طرح سختیوں اور دشواریوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں تھی، کام پر جمے رہنے کا حوصلہ ہوتا تھا۔ وہ طبعاً عوام کے آدمی تھے چنانچہ انھوں نے جو کچھ بھی کام کئے، ان سب کے پیچھے عوام ہی کی خدمت کا جذبہ کارفرما رہا۔ وہ ہندوستان کی اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کے بانیوں میں تھے اور آپ جانتے ہوں گے کہ

اس ایسوسی ایشن کی تعمیر و استحکام میں ان کا کتنا ہاتھ تھا۔ زندگی کے عین دورِ شباب میں ان کی وفات سے آزاد ہندوستان کی پبلک لائف کو نہایت زبردست نقصان پہنچا ہے۔ آج اس خوشی کے موقعے پر جب کہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کا جشن سیمیں منایا جا رہا ہے، ہمیں وہ یاد آ رہے ہیں اور ہمارے دل ان کے لئے محبت اور جذبۂ احترام سے لبریز ہوئے جا رہے ہیں۔

ہندوستان میں بالغوں کی تعلیم ایک طرح سے اتنی ہی قدیم ہے جتنی ہماری تاریخ قدیم ہے۔ اپنے تمدن اور اخلاقی اقدار کی تبلیغ و اشاعت میں جس کی بدولت کثرت میں وحدت کا جلوہ جو ہندوستان کی امتیازی صفت ہے، نہایت نمایاں نظر آتا ہے، ہم صدیوں سے بالغوں کی تعلیم کا کام کرتے آئے اس میں ایک فرق ہے جو ہمیں ذہن میں رکھنا چاہئے۔ یہ کام آج کل کی اصطلاح کے مطابق کوئی تعلیمی کام یا منصوبہ نہیں تھا بلکہ ہمارے پورے نظامِ حیات کا ایک جزو، ہماری تمدنی زندگی کا ایک حصّہ تھا۔ یہ وقت کے کسی پیمانے کا پابند نہیں تھا۔ یہ وقت کی قید سے آزاد صدیوں جاری رہنے والی ایک فطری کوشش تھی جو غیر شعوری طور پر واقع ہوتی تھی۔ اس کے مقاصد کی فہرست میں خواندگی کی اشاعت شامل نہیں تھی چنانچہ اسے تعلیمی محرکات کی تلاش نہیں تھی جن سے پڑھائی کا عمل تیز ہو جاتا ہے اور جن کی آج بڑی اہمیت ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن آج کے اصطلاحی مفہوم کے مطابق سوچ سمجھ کر رضاکارانہ طور سے کئے جانے والے ایک سماجی کام کا نام ہے۔ اس حیثیت سے اس کا آغاز ۱۹ویں صدی کے رُبع آخر سے ہوتا ہے۔ اُس وقت اس کی توجہ خاص طور سے خواندگی کی طرف تھی مگر چونکہ اُس زمانے کی بدیسی حکومت کو اس طرح کے کام سے دلچسپی نہیں تھی اس لئے اس میں کوئی قابلِ ذکر ترقی نہیں ہوئی۔ البتہ ۱۹۳۷ء میں جب صوبوں میں عوام کے نمایندوں کو وزارتیں ملیں تو چند صوبائی حکومتوں نے اڈلٹ ایجوکیشن کو اپنا ایک فریضہ تسلیم کیا۔

اس ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی ایک اعتبار سے ہندوستان میں منظم اڈلٹ ایجوکیشن کی سلور جوبلی ہے۔ اس وقت اڈلٹ ایجوکیشن نے پہلی بار ایک تعلیمی تحریک کی شکل اختیار کی اور یہ ایسوسی ایشن اس تحریک کا امتیازی نشان ہو گئی۔ اس نے اپنی زندگی کے گذشتہ ۲۵ سال میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں، میں ان کی تفصیل میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن یہ حقیقت بہرحال تسلیم کرنی پڑے گی کہ اس نے اڈلٹ ایجوکیشن کی مشعل کو روشن کئے رکھا ہے اور اپنے سیمناروں، اپنی مطبوعات اور اپنی کانفرنسوں کے ذریعے اڈلٹ اور سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کی بڑھتی اور پھیلتی ہوئی جمعیت کو ایک قابل قدر مشن میں کام کرنے والی برادری کے روپ میں ملائے رکھا ہے۔

ایسوسی ایشن نے جو کام کئے ہیں، ان کے لئے وہ تعریف و توصیف اور مبارک باد کی مستحق ہے اور ابھی آگے جو کچھ کرنا باقی ہے ـــــ جس کو دیکھتے ہوئے یہ پہلے پچیس سال ابتدائی تلاش و جستجو اور تجربے کی مدت کا درجہ رکھتے ہیں، - اس کے لئے میرے دل سے دعا نکلتی ہے کہ یہ اس میں بھی پورے طور پر کامیاب رہے - اس منزل پر پہنچ کر اب اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والوں پر واضح ہونا چاہئے کہ اُن کے کام میں ہمارے قدیم طریقے کا جس کے ذریعے ہمارا تمدن رگ رگ میں پیوست ہو جاتا تھا اور دورِ حاضر کے جدید طریقے کا جس کا منصب ان پڑھ بالغوں کو خواندہ بنا کر انھیں اپنی تربیت آپ کرنے کے قابل بنانا ہے ـــــ آپس میں میل جول ہونا چاہئے -

اڈلٹ ایجوکیشن کے قدیم نقشے میں دو تبدیلیاں اتنی نمایاں واقع ہوئی ہیں کہ انھیں اس میدان کا کوئی کارکن نظر انداز نہیں کرسکتا- ایک ہے کمیونٹی ڈیولپ منٹ کی تحریک جو بالآخر اڈلٹ ایجوکیشن ہی کی تحریک ثابت ہوتی ہے - واقعہ یہ ہے کہ کمیونٹی ڈیولپ منٹ نے ایک عالم گیر تحریک کی حیثیت اختیار کرلی ہے جس کا منصب اُن ترقی پذیر ملکوں کے دُور افتادہ علاقوں کے بالغوں کی تعلیم و تربیت ہے جن میں بنی نوع کی اکثریت آباد ہے -

دوسری بڑی تبدیلی جو ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کے نقشے میں رونما ہوئی ہے، وہ ہے مزدوروں کی تعلیم کی تحریک- کمیونٹی ڈیولپ منٹ کی تحریک بیشتر دیہی علاقوں تک محدود رہتی لیکن ایک ایسے سماج میں جو اپنے آپ کو صنعتی سماج بنانے کی کوشش میں خون پسینہ ایک کررہا ہو جیسا کہ ہمارا سماج کررہا ہے، مزدوروں کی تعلیم کو نظر انداز کرنا اپنی تباہی کو دعوت دینے کے برابر ہوگا- یہ دیکھ کر بہرحال اطمینان ہوتا ہے کہ اس بات کو حکومت ہی نے نہیں بلکہ ٹریڈ یونینوں اور خود سرمایہ داروں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے چنانچہ مزدوروں کی تعلیم کے مرکزی بورڈ کو ان تینوں جماعتوں کی تائید اور حمایت حاصل ہے جنھیں اپنے ملک کی صحت مند صنعتی ترقی سے دلچسپی ہے- یہ صحیح ہے کہ اس مرکزی بورڈ نے اپنے کام کو مصلحتاً سر دست مزدوروں کی تعلیم کے صرف ایک پہلو یعنی ٹریڈ یونین ایجوکیشن تک محدود رکھا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ مزدوروں کی تعلیم کے باب میں مزدور سبھاسُت کی تعلیم اور شہریت کی تعلیم کے بیچ کا راستہ ڈھونڈھ لے گا اور اپنی موجودہ پالیسی پر سختی سے قائم رہنے کی روش کو ترک کردے گا اور دیر یا سویر ـــــ غالباً سویر ہی، ہندوستانی مزدوروں کی ایسی تنظیمیں کھڑی ہوجائیں گی جو اُن کی تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر نظر رکھیں گی -

ان بڑی تبدیلیوں کے علاوہ اور بھی کچھ باتیں واقع ہوئی ہیں- مثال کے طور پر تعلیم اور ٹریننگ

میں تسلسل قائم رکھنے کی ضرورت اب نسبتاً زیادہ وسیع پیمانے پر محسوس کی جا رہی ہے۔ دورانِ ملازمت کی ٹریننگ ــــ جس کا ابھی تک صرف فوج میں رواج تھا اب بہت سے سرکاری محکموں میں بھی اس کا چلن ہو گیا ہے اور صنعتی حلقوں میں بھی، چاہے وہ سرکاری اہتمام میں ہوں یا غیر سرکاری، اس کا استعمال خاصی تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے بالکل یقین ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس رجحان میں اور ترقی ہوگی اور میرا خیال ہے کہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن بھی شاید اسے فروغ دینے میں کچھ کام کر سکے۔

پھر اُدھر یونیورسٹیوں میں بھی اڈلٹ ایجوکیشن کو باریابی حاصل ہونے لگی ہے۔ سچ پوچھئے تو یونیورسٹیوں کو ہمیشہ سے بالغوں ہی کی تعلیم سے واسطہ رہا ہے۔ لیکن ان کی توجہ اُن بالغوں کی تعلیم کی طرف رہی ہے جو صرف تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ایک عرصے تک وقف کر سکیں۔ یہ نیا منصب ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو صرف تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تو اپنے آپ کو وقف نہیں کر سکتے لیکن جنھیں اپنی روزی کمانے کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو بھی بڑھانے کا شوق ہوتا ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے بہت سے مقامات پر شبینہ کالج کھل گئے ہیں۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا دہلی یونیورسٹی نے اسی مقصد سے اپنے یہاں متعدد مضامین میں خط کتابتی کورس جاری کئے ہیں۔ ان باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ اب شروع کیا گیا ہے، وہ بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا اور یہ کہ ابھی اس میں مزید ترقی و توسیع کے امکانات موجود ہیں۔

یونیورسٹیاں اب دنیا کی رو سے الگ تھلگ رہنے کی اپنی ذہنیت بھی ترک کرنے لگی ہیں اور باہر کی دنیا سے دلچسپی لینی شروع کر دی ہے۔ ابھی حال ہی کی بات ہے کہ راجستھان یونیورسٹی نے اس ایسوسی ایشن کے فاضل صدر ڈاکٹر موہن سنگھ مہتا کی رہنمائی میں اپنے یہاں اڈلٹ ایجوکیشن کا باضابطہ ڈپارٹمنٹ قائم کر کے اس سمت میں تحریک کی اگوائی کی ہے۔

یہ سب نہایت حوصلہ افزا علامات ہیں، مگر ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کو اپنی کوششیں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس میدان میں مرکوز کرنی ہوں گی، وہ ہے ہمارے ناخواندہ عوام کی اکثریت کی خواندگی۔ اس مقصد کے لئے خواندگی کا ایک سوچا سمجھا ہوا منظم منصوبہ بنائے بغیر چارہ نہیں ہے ــــ اور منصوبہ ایسا کہ اس کے ماتحت جو پروگرام بنے وہ خشک اور بے کیف نہ ہو بلکہ یہ اہتمام کیا جائے کہ اس میں لوگ آگے بڑھ بڑھ کر دلچسپی لیں تاکہ وہ جس منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں، وہ اس دلچسپی کی بدولت جلد از جلد سامنے آ جائے۔

اس کی منصوبہ بندی پوری تندہی اور انہماک کے ساتھ کرنی ہوگی اس لئے کہ اس کے ذریعے قوم کی ایک شدید ضرورت پوری کرنی ہے جسے غیر محدود مدت تک کے لئے ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ اسے محض دل جوئی کرنے کی خاطر برائے نام تسلیم نہیں کیا جانا چاہئے۔ میرا منشا کسی پر الزام لگانا نہیں ہے لیکن اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ تیسرے پلان کے ختم ہونے تک ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکیں گے کہ ہمیں سوشل ایجوکیشن کے پروگرام میں خاطر خواہ ترقی ہوئی ہے۔ ہمیں اس پروگرام کی منصوبہ بندی زیادہ ہمت و حوصلے کے ساتھ کرنی ہوگی اس لئے کہ اس کے ذریعے جس مسئلے کو حل کرنا ہے، وہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہندوستان کی آبادی ۱۹۶۶ء میں ۴۹ کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس ۴۹ کروڑ میں ۱۵ سے ۴۵ سال کی عمر کے وہ لوگ ہوں گے جو بالکل ان پڑھ ہیں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ جتنی ضرورت ہے وہ سب کی سب پوری ہوجائے لیکن یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ہم آرام سے چلنے والا کوئی پروگرام بناکر اس پر اپنے وسائل کو ضائع کردیں اس لئے کہ اس طرح تو یہ پروگرام نہ جانے کب تک چلتا رہے۔ اس معاملے میں ہماری رفتار یقیناً بے حد سست رہی ہے۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۹ء تک جو دس سال گذرے ہیں ان میں ہم ۵۵ لاکھ سے بھی کم لوگوں کو خواندہ بنا سکے ہیں۔ میں یہ بات بہت زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اگلے تین پنجسالہ پلانوں میں خواندگی کے منصوبے بڑے بڑے پیمانے پر بنانے ہوں گے اور یہ طے کرلینا ہوگا کہ چھٹے پلان کے ختم ہوتے ہوتے ہندوستان سے ناخواندگی کی جڑ کٹ جائے۔ ہمیں اس مہم کا آغاز کچھ اس حساب سے کرنا ہوگا کہ چوتھے پلان میں ۵ کروڑ اور پانچویں پلان میں ساڑھے سات کروڑ ان پڑھ بالغ خواندہ ہوجائیں اور جو باقی بچیں وہ چھٹے پلان میں خواندہ ہوجائیں۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی ہوگی کہ خواندگی تعلیم نہیں ہے بلکہ محض ایک آلہ ہے جس کے ذریعے آپ اپنی تعلیم ممکن ہوسکتی ہے، اس لئے اس مہم کو زندگی کے معاملات سے کچھ اس طرح مربوط کرنا ہوگا کہ جن لوگوں کو خواندہ بنانا مقصود ہو ان میں تعلیم کے اس آلے کو حاصل کرنے کی طلب پیدا ہوجائے۔ پروگرام کے اس پہلو کے لئے بہت سی تدبیریں تجویز کی گئی ہیں اور اگر اُپج اور خوش تدبیری سے کام لیا جائے جو ہمارے منصوبہ سازوں میں بہت ہے، تو وقت ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی تدبیریں ایجاد کی جاسکتی ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ بالغ طالب علموں کو حسب ذیل تین باتیں خاص طور پر ذہن نشین کرائی جانی چاہئیں اس لئے کہ ان کا تعلق براہ راست ان کی ذات اور شخصیت سے ہے۔

پہلی بات جو ان کے قلب و دماغ میں بٹھائی جانی چاہئے یہ ہے کہ یہ آزاد ملک جس کے وہ باسی ہیں، آگے

منہ کو بڑھ رہا ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور ہماری اپنی مرضی اور کوشش سے واقع ہو رہی ہے۔ انھیں یقین کرا دینا چاہیے کہ یہ تبدیلی نقطۂ نظر کی تبدیلی ہے جو قوم کو قدیم روایاتی ڈگر سے جدید عقلی ڈگر پر ڈالنے والی ہے؛ یہ تبدیلی کام کے طریقے کی تبدیلی ہے جو تجرباتی، سے سائنٹفک طریقۂ کار کی طرف لے جاتی ہے؛ یہ تبدیلی طریقۂ فکر کی تبدیلی ہے۔ جو بے عملی اور نا امیدی سے عزم اور امید پرستی کی طرف رہنمائی کرتی ہے؛ یہ تبدیلی عمل کی تبدیلی ہے جو تقدیر پرستانہ بے عملی کے بجائے منصوبے بنا کر کام کرنے کا سبق سکھاتی ہے۔ انھیں جتلانی چاہیے کہ پرانی روش کو ترک کر کے انھیں اس بدلے ہوئے زمانے کا معمار بننا ہے۔ ان کو یقین ہو جانا چاہیے کہ وہ ارادہ کر لیں تو اپنے کام کے طریقوں کو زیادہ کارگر اور موثر اور اس طرح زیادہ نتیجہ خیز اور نفع بخش بنا سکتے ہیں۔ انھیں یہ سبق بھی سیکھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنا کام فخر کے ساتھ کریں گے تو ایک اچھا سماج تعمیر کرنے کے نیک کام میں ان کا حصہ ہو گا؛ وہ جو کام بھی اور جہاں بھی رہ کر انجام دیں گے وہ قوم کو بنانے کی مہم کا ایک جزو ہو گا۔ غرض انھیں ان کے کام کی سماجی قدر و قیمت کا پوری طرح احساس دلانا ہو گا۔ اس سے اصلاح نفس کا ایک سلسلہ خود بخود شروع ہو جائے گا اور انھیں محسوس ہو جائے گا کہ پڑھنے لکھنے کا گر سیکھنا اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔

دوسری بات جس کا انھیں یقین دلانا چاہیے یہ ہے کہ ملک کی آبادی کے مسائل کو دیکھتے ہوئے ضرورت ہے کہ اولاد جس قدر کم پیدا ہو اچھا ہے۔ اس موقع پر میں یہ نہیں چاہتا کہ آبادی کے مسائل کی تشریح کر کے جسے "آبادی کے بم" سے تعبیر کیا گیا ہے، فضول آپ کی سمع خراشی کروں۔ اس لئے کہ جن مسائل پر میں زور دینا چاہتا ہوں ان کی بنیاد کلیتہً ان مشکلات پر نہیں ہے جو آبادی کے روز افزوں اضافے کی وجہ سے معاشی ترقی کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے سامنے پیش آتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آبادی کی اس توسیع کی تھوڑی بہت واقفیت فائدے سے خالی نہ ہو گی۔ ہندوستان میں آبادی کی توسیع کے باب میں ۱۹۲۱ء کو "حدِ فاصل" کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۱۹۲۱ء سے پہلے کے تیس سال کے اندر آبادی میں صرف ایک کروڑ بیس لاکھ کا اضافہ ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد کے تیس سال میں یہ اضافہ بڑھ کر دس کروڑ نوّے لاکھ تک پہنچ گیا۔ ۱۹۲۱ء سے پہلے کے تیس سال میں جو اضافہ ہوا تھا ——— اور جس میں متواتر اضافے کا کوئی سلسلہ نظر نہیں آتا، اس کے مقابلے میں ۱۹۲۱ء کے بعد کے تیس سال کے دوران میں پہلے کے بعد دیگرے سال بہ سال آبادی کے بڑھتے ہی رہنے کا عمل کارفرما نظر آتا ہے' اور آبادی ایک دس برسے میں جتنی تعداد میں بڑھی تھی، دوسرے دس برسے میں اُس سے زیادہ بڑھ گئی اور اسی طرح تیسرے دس برسے میں دوسرے دس برسے سے زیادہ۔ اگر ہم اضافے کی اسی رفتار کے مطابق حساب لگائیں تو معلوم ہو گا کہ ۱۹۷۱ء میں ہماری آبادی ۵۵ کروڑ

۰ لاکھ ہو جائے گی، اور ۱۹۸۱ء میں ۷ کروڑ ۹۰ لاکھ اس صورتِ حال پر ہم سب لوگوں کو سنجیدگی سے غور کرنا ہے۔ مگر جو لوگ بچے پر بچہ پیدا کرنے کے عادی ہیں، وہ اولاد پیدا کرنے کی اپنی شخصی ترنگ میں، ترقی کے منصوبے بنانے والوں کے اعداد و شمار سے عموماً متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن اولاد پیدا کرنے کے سلسلے میں انسانی وقار اور شائستگی کا جو معاملہ آتا ہے، اگر اسے ان کے سامنے شرح و بسط کے ساتھ لایا جائے، تو وہ یقیناً اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ انھیں یہ بات سمجھائی جا سکتی ہے کہ حسب دلخواہ اولاد پیدا کرنا خود انسان کی فطرت میں شامل ہے، جو جانوروں کی نسل کشی کی فطرت سے بالکل مختلف ہے، انھیں اولاد روحانی جذبہ کے زیر اثر ارادہ کر کے پیدا کرنی چاہیے۔ انسان کی شائستہ اور پُر وقار فطرت کی خصوصیت ہے کہ اس کے یہاں اولاد محض اتفاقی طور پر نہیں بلکہ حسب منشا پیدا ہو، ماں کی جسمانی صحت بحال رکھی جائے نہ کہ اُسے مسلسل خواستہ ونخواستہ حمل کی صعوبتوں سے خراب و خستہ کر کے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور بچوں کی معقول پرورش و پرداخت میں جان کھپائی جائے؛ انسان کی اس فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ بھوک اور بے پروائی کی وجہ سے انسان کے بچوں کو مچھروں اور مکھیوں کی طرح مرتے یا پرورش و پرداخت کی نامعقولیت کی بدولت انسان نما جانوروں کی شکل میں پلتے بڑھتے اور سماج کے اوپر بوجھ بنتے دیکھ کر بے قرار ہو جائے۔ اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکن کو چاہیے کہ وہ انسانوں کے اس جبلی شعور کو بیدار کرے اور پھر جو خیالات و تصورات اس نے ان کے سامنے پیش کئے ہیں، ان کی وضاحت اور مزید تشریح کے لئے کتاب کی ضرورت کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔

تیسری بات جو میرے خیال میں تعلیم بالغان کے کارکنوں کو کرنی چاہیے یہ ہے کہ وہ اپنے حلقۂ تعلیم میں آنے والے ہر شخص کے دل میں یہ حقیقت نقش کر دیں کہ جس آزاد ملک کے وہ شہری ہیں اس کا ماضی نہایت شان دار رہا ہے اور وہ انھیں وراثت میں ملا ہے اور اب اس کے مستقبل کو اس سے بھی شان دار بنانے کی ان کے اوپر ذمہ داری ہے۔ انھیں ہندوستانی ریاست کی اخلاقی بنیادوں کا علم ہونا چاہیے۔ جس کا منصب یہ ہے کہ اقتدار کا ضبط نفس سے، فن کا اخلاقیات سے، اور ترقی کا سماجی عدل سے میل رہے۔ انھیں یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس ریاست کے مقاصد کا پابند کر لیں اور اپنی قوم اور اپنی ریاست کی محبت کو دوسری تمام چیزوں کی محبت پر مقدم رکھیں۔ انھیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ ان کی اپنی اخلاقی نشو و نما کے لئے قوم کی آزادی شرطِ لازم کا درجہ رکھتی ہے۔ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی پابندی کر کے زندہ رہنے سے مر جانا اچھا ہوتا ہے، آزادی سے محرومی انھی میں سے ایک حالت ہے۔ انھیں محسوس کرا دینا چاہیے کہ ذمّے دار شہری ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم انھیں جس جگہ لگا دے وہ وہیں موجود ہوں، جہاں کمزور کو سہارا دینے کی ضرورت ہو وہ وہاں پہنچ کر کمزور کو سہارا دیں جہاں

عقیدہ اور برادری، زبان اور مذہب کی محدود وفاداری کو ہندوستانی ریاست کی وسیع تر وفاداری کے اوپر خوشی سے قربان کر دینے کا موقع ہو، وہاں وہ اس تیاگ اور قربانی سے باز نہ رہیں، جہاں منہ بنا کر، پیشانی پر بل لاکر اور غصہ کرکے بات ماننے کے بجائے خوشی کے ساتھ اطاعت و فرماں برداری کرنے کی ضرورت ہو، وہاں اس ڈر سے نہیں کہ حکم عدولی کریں گے تو مارے جائیں گے بلکہ اس احساس کے زیرِ اثر کہ فرماں برداری عین فرض ہے، وہ اطاعت و فرماں برداری کا حق ادا کریں۔ ضرورت ہے کہ پہلے اس طرح کے دل کو گرمانے والے افکار و خیالات سے بالغوں کو گرمایئے اور پھر انھیں حروف اور الفاظ کی دنیا کی طرف لے جایئے۔ یہاں پہنچ کر جہاں تعلیمِ بالغان کا کارکن بالغ کو اپنی زبان کے جادو سے ان بنیادی افکار و خیالات کا گرویدہ بنا کر لایا ہے، ایک دوسرے شخص کو اُسے اپنی آغوش میں لے لینا چاہیے جس نے اس کے لئے مطبوعات، کتب خانوں اور دارالمطالعوں کے نہایت منظم اور مستعدی کے ساتھ چلنے والے پروگرام بنا رکھے ہوں۔ یہ بہت بڑا کام ہے اور اسے پورا کرنے کے لئے بہت سے اداروں کو خواہ وہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا ہوگا۔

میں انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کو اس کے پچیس سال کے قابلِ قدر کام پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس کے بعد آنے والے زمانے میں اس کے اندر اس سے بھی زیادہ گراں قیمت خدمت انجام دینے کا حوصلہ پیدا ہو، اس لئے کہ جس بڑے کام میں وہ لگی ہوئی ہے وہ ہماری قوم کی اولین ضرورتوں میں سے ایک بڑی ضرورت ہے۔

جے ہند

اعلان نامہ

تعلیمِ بالغان کی تحریک کے پچیس سالہ جشن کے موقعے پر جو ابھی پچھلے دنوں شفیق میموریل میں منعقد ہوا تھا، تحریک کا یہ اعلان نامہ کرسیِ صدارت سے پیش کیا گیا جسے حاضرین نے کھڑے ہو کر منظور کیا۔

—— ایڈیٹر

پچھلے پچیس سال کی کوشش، جدوجہد اور وہ تھوڑی سی کامیابی جو اس کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے، اس کی طرف ہم مُڑ کر دیکھتے ہیں تو کسی قدر اطمینان ہوتا ہے۔ شکر ہے کہ تعلیم کے تصور کے بارے میں وہ بیداری جو آج کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی دنیا کا تقاضا ہے، اس کے آثار آج ہماری قوم میں ظاہر ہونے لگے ہیں؛ علم کو آج پوری دنیا میں قوم کی زندگی کے لئے قوتِ محرکہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ فکر اور عمل کی روایاتی شکلیں اور ملکی نظم و نسق اور حکومت کے پرانے ڈھنگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے فیض سے آج کا شہری ان مطالبات پر پورا اتر سکے جو صنعت اور ٹکنالوجی کی طرف سے تبدیلیوں کے اس دور میں اس کے اوپر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے۔ اور اس احساس سے تکلیف ہے کہ ہمارے ملک میں اڈلٹ ایجوکیشن کی جتنی ضرورت ہے اس کے اعتبار سے اس کا چرچا بہت کم ہے۔

ماضی کی قدروں کا تحفظ قدرتی بھی ہے اور مناسب بھی، پھر بھی ہمیں حالات سے مطابقت پیدا کرنے کا فن سیکھنا ہی چاہیے تاکہ تخلیقی نشو و نما اور پختگی کا عمل برابر جاری رہے۔ اسی وقت اور صرف اسی وقت ہم "ایک دنیا" کی تعمیر میں جو ہمارے دور میں رونما ہو رہی ہے، ہندوستان کے کردار کو بامقصد اور قابلِ قدر بنا سکیں گے۔

کوئی تعلیمی عمل جو اپنے مقصد اور دائرۂ اثر کے اعتبار سے پرانے نظریات کا حامل ہو، اس قابل نہیں ہو کہ

اس کے وسیلے سے اس خلیج کو جو روایاتی اصولِ زندگی اور آج کے سائنسی اور معرکہ آرا ماحول کے درمیان حائل ہے، پاٹا جا سکے۔ علم انسانیت کے لئے ترقی اور جد وجہد کے امکان کو وسیع سے وسیع تر کرتا جا رہا ہے۔ ترقی کی اس کنجی کے آجانے سے ہمارے اندر تمدنی اعتبار سے اپج اور ایجاد کی قوت، معاشی اعتبار سے پیداواری کی صلاحیت، سماجی اعتبار سے قوت وحرکت اور سیاسی اعتبار سے استحکام پیدا ہوگا۔

ہمارے اس عہد میں عمر بھر سیکھتے اور علم حاصل کرتے رہنا زندگی کے لئے شرط لازم بن گیا ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں اب اور دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی قوم کی زندگی میں اڈلٹ ایجوکیشن کی حیثیت لازمۂ حیات کی ہے، چنانچہ اسکول، کالج اور پبلک لائبریری کے ساتھ ساتھ خواندگی سے لے کر تسلسل تعلیم (CONTINUATION EDUCATION) تک بالغوں کی تعلیم کی مختلف شاخوں کے لئے منظم اور باقاعدہ سہولتوں کی فراہمی قومی نظام تعلیم کے ایک اہم جزو کے طور پر تسلیم کی جانی چاہئے اور اس بات کا دستور کے ہدایتی اصولوں میں نہایت صفائی کے ساتھ اعلان ہونا چاہئے۔

ہمیں یہ بات کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ پروپیگنڈا اور پرچار تعلیمی عمل کی جگہ نہیں لے سکتے۔ یہ بات پوری مہذب دنیا میں — اور کم سے کم اصول کی حد تک ہندوستان میں بھی — روز بروز محسوس کی جا رہی ہے کہ عوام کو اس صبر آزما اور محنت طلب ریاض میں ضرور بالضرور شامل کرنا چاہئے۔ لوگوں کو اس راہ پر آگے لے جانے میں منظم طور پر جو قوتیں کام کر رہی ہیں، ان میں ہماری جیسی رضا کار جماعتوں کا اہم حصہ ہے، اور ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ جو لوگ اثر و اقتدار کی مسندوں پر متمکن ہیں وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا روز بروز ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

ہم اپنی ترقی کی اس منزل پر پہنچ کر نئے سرے سے عہد کرتے ہیں کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں تجربے اور مظاہرے کرنے کا کام آیندہ مزید انہماک اور تازہ جوش وخروش کے ساتھ کریں گے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ جب ہم اس عہد کو سینے سے لگائے ہوئے ایمان ویقین کے ساتھ اپنی قوم کو علم کی دولت سے مالا مال کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے تو تمام نیک دل انسان — عورتیں اور مرد، سرکاری کارکن اور غیر سرکاری رضا کار ہمارے ساتھ اشتراک کریں گے اور ہمارا حوصلہ بڑھائیں گے اس لئے کہ ہماری قوم جب علم کے میدان میں آگے کو قدم بڑھائے گی اسی وقت وہ اس قابل ہو سکے گی کہ اس دنیا کو ہشاش بشاش انسانوں کی ایک خوش وخرم برادری بنانے میں دنیا کے انسانوں کے دوش بدوش چل سکے۔ ہمارے باہر سے آئے ہوئے احباب کی اس موقع پر موجودگی اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ ہم تنہا نہیں ہیں بلکہ اس مقصد کے لئے ایک بین الاقوامی تحریک کے ایک جزو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

تجاویز

کانفرنس کو یہ دیکھ اطمینان ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ اگر اشتراکی سماج کے نمونے پر ایک جمہوری ریاست کی تعمیر کرنی ہے، لوگوں میں ایک صحیح نقطۂ نظر کو فروغ دینا ہے، ان میں اپنی مدد آپ کرنے کی عادت ڈالنا ہے، اچھے پڑوسی اور اچھے شہری ہونے کے آداب یعنی اپنے فرائض کو سمجھنے اور اُن کو پورا کرنے کی خو پیدا کرنا ہے اور رفرقہ وارانہ اتحاد اور قومی یک جہتی کا ماحول پیدا کرنا ہے تو اس کے لئے چھوت چھات، ناخواندگی اور دوسری سماجی برائیوں کو دور کرنا ضروری ہے۔ اور اس مقصد سے افراد، خاندانوں، گروہوں اور فرقوں کی زندگی میں سوشل ایجوکیشن کو ایک فیصلہ کن کردار ادا کرنا چاہئے۔

(۲)

کانفرنس کی رائے ہے کہ قومی پلانوں میں سوشل ایجوکیشن کو جو مرتبہ ملنا چاہئے تھا، وہ اُسے نہیں دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم قومی ترقی کی جو منزلیں مقرر کرتے رہے ہیں، ان پر پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ اسی کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ فیلڈ میں کام کرنے والوں کو وہ ان کی ملازمت کے سلسلے میں وہ ضمانتیں اور تحفظات نہیں ملے ہیں جن کے ماتحت انھیں اپنے گوناگوں فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔

اس لئے اس کانفرنس کی سفارش ہے کہ سوشل ایجوکیشن کو قومی اور ریاستی پلانوں میں اس کا مناسب مقام ملنا چاہئے اور اس غرض سے کہ سوشل ایجوکیشن کی تحریک اپنے مقاصد میں پورے طور پر کامیاب ہو، فیلڈ میں کام کرنے والے کارکنوں کی شرائط ملازمت میں اصلاح اور ان (ملازمتوں) کے تحفظ کی ضمانت

کی جانی چاہئے۔

اس کانفرنس کی سفارش ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے فیلڈ میں کام کرنے والوں کو قومی خطابات و انعامات دینے کی ایک اسکیم انھی اصولوں پر بنائی جانی چاہئے جن کے مطابق اسکولوں کے استادوں کو خطابات و انعامات عطا کئے جاتے ہیں۔

(۳)

کانفرنس کو محترمہ راجکماری امرت کور کی وفات پر سخت صدمہ اور رنج و غم ہے۔ راجکماری صاحبہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے بانیوں میں تھیں اور اُس صوبائی کمیٹی کی ایک رکن تھیں جو صوبے کی ایسوسی ایشن قائم کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ راجکماری امرت کور صاحبہ کی وفات سے ایسوسی ایشن اپنے ایک سچے ہمدرد اور ملک دل و جان سے لگے ہوئے ایک سوشل ورکر سے محروم ہوگیا ہے

کانفرنس شری کے۔ ٹی منشی کی وفات پر بھی اپنے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے جو بمبئی کے ایک بزرگ و محترم معلم بالغان تھے۔ شری منشی نے بمبئی کی سٹی سوشل ایجوکیشن کمیٹی کو پروان چڑھانے میں جو خدمات انجام دی تھیں وہ سب پر روشن ہیں۔ شری منشی ایسوسی ایشن کی مجلسِ انتظامیہ کے ایک رکن بھی تھے۔

نوجوانوں کی تربیت پر
تیرہویں نیشنل سیمنار کی سفارشات

(۱)

سیمنار نے اگرچہ یہ تسلیم کیا کہ نوجوانوں کی تربیت کے میدان میں بہت سے ادارے اور ایجنسیاں کام کر رہی ہیں، پھر بھی اس کی رائے ہے کہ یہ ادارے اور ایجنسیاں اس سلسلے میں جو کچھ کام کر رہی ہیں، اس میں باہم کوئی ربط اور تال میل نہیں ہے، اس لئے سیمنار کی سفارش ہے کہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن پلاننگ کمیشن ایک تحقیقاتی ٹیم مقرر کرانے کے لئے تدابیر اختیار کرے۔ اس تحقیقاتی ٹیم کا موضوعِ تحقیقات یہ ہو کہ مختلف ادارے اور ایجنسیاں جو نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کا کام کر رہی ہیں ان کے مقاصد اور کام کی نوعیت کیا ہے، ملک کے حالات سے اختلاف کی روشنی میں انہیں کس نوعیت کے پروگراموں کو فروغ دینا چاہیئے، اور کمیونٹی ڈیولیپ منٹ اسکیم کے ماتحت جو یوتھ کلب قائم کئے گئے تھے، ان کی اکثریت کے ختم ہو جانے کے پیچھے کیا حالات واسباب کارفرما تھے۔ یہ تحقیقاتی ٹیم ان اداروں اور ایجنسیوں کے درمیان ربط واتحاد اور تال میل پیدا کرنے کے لئے جو تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، ان کے بارے میں بھی اپنی تجاویز پیش کر سکتی ہے۔

(۲)

سیمنار کی رائے ہے کہ نوجوانوں کی جسمانی قوت اور جوش کو اس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اور استعمال کیا جانا چاہیئے کہ اس سے ان کی اپنی فلاح وبہبود کا سامان ہو سکے، اور ان کے خاندانوں اور سوسائٹی کی بھلائی کا سامان بھی ہو سکے تاکہ نئے دور کے جو تقاضے ہیں — یعنی معیارِ زندگی کی بلندی

اور اپنے معاملات کے بارے میں خود ارادہ اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت — وہ پورے ہو سکیں اور ان کے اثرات زندگی کی سماجی، اقتصادی، سیاسی اور اخلاقی اقدار میں پسندیدہ تبدیلیاں رونما ہو سکیں۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں نوجوانوں کی صلاحیتوں سے کام لینے کے سلسلے میں سیمنار نے پروگراموں کے حسب ذیل نمونے تجویز کئے جن میں ان کو کام پر لگایا جا سکتا ہے

(الف) بالغوں کی خواندگی اور خواندگی کے بعد کے منتقی پروگرام میں شرکت۔

(ب) اپنی بستی کی صحت وصفائی کے لئے مختلف قسم کی مہموں اور سرگرمیوں کی تنظیم۔ بستی کے نوجوان آپس میں مل کر بستی میں فرسٹ ایڈ کا ایک یونٹ بھی چلا سکتے ہیں۔

(ج) جسمانی صحت کو ترقی دینے کی غرض سے مختلف سرگرمیاں مثلاً کھیل کود کے مقابلے اور جمناسٹک کے کرتبوں کے اکھاڑے منظم کر سکتے ہیں۔

(د) کتب خانے قائم کرکے چلا سکتے ہیں۔

(ہ) تہذیبی پروگرام منظم کر سکتے ہیں مثلاً تہوار، میلے اور قومی دن منانا، لوک کلا کے مظاہرے کرنا جس میں لوک سنگیت، لوک ناچ، لوک ناٹک وغیرہ شامل ہوں اور اس مقصد کے لئے سنگیت اور ناٹک کے کلب قائم کرنا۔

(و) گاؤں کی ترقی اور سدھار کے پروگراموں میں شرکت کرنا اور مختلف قسم کی کوآپریٹیو سروس سوسائٹیوں جیسے مرغی خانے کا انتظام وغیرہ ہے، اس میں اگوائی کر سکتے ہیں۔

(ز) گاؤں کی سہولت کے لئے سڑکوں، کھیل کے میدانوں اور باغیچوں اور پارکوں کی تعمیر کرنا۔

(ح) گاؤں اور شہروں میں کمیونٹی سینٹر (رضا کیندر) منظم کرنا۔

(ط) یوتھ کلب، نوجوانوں کی خدمت اور مدد کے سنٹر اور رضا کار دستے منظم کرنا۔

(ی) گاؤں اور بستی کو خوشنما بنانے کی تدبیریں کرنا۔

(ک) مختلف گروہوں اور مختلف بستیوں کے درمیان مقابلے منعقد کرنا تاکہ ان سے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کمال اور پختگی پیدا ہو۔

(۴)

سیمنار نے نوجوانوں کی تربیت کے کام میں سوشل ایجوکیشن کے کردار پر غور کیا اور سفارش کی کہ قابل اعتراض فلموں اور لٹریچر کی حوصلہ افزائی نہیں کی جانی چاہیئے لیکن اسی کے ساتھ ایسی تفریحیں اور تہذیبی سرگرمیاں فلمیں، کتابیں، اور لٹریچر کی دوسری شکلیں جو نوجوانوں کی سیرت و اخلاق کی تعمیر میں صحت مند ثابت ہوں، ان کو بڑھاوا دیا جانا چاہیئے۔

(۵)

سیمنار کی سفارش ہے کہ جب تک قومی نظام تعلیم میں لازمی ابتدائی تعلیم کی منزل پر اپنی تعلیم کو ترک کر دینے والے نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کی تسلسلی تعلیم (CONTINUATION EDUCATION) کا کوئی بندوبست نہ ہو اس وقت تک سوشل ایجوکیشن کی تحریک کو ان طلبا رکی تسلسلی تعلیم کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔

(مجوزہ شری برکت علی فراقؔ' جامعہ ملیہ)

(۶)

سیمنار کی رائے ہے کہ ہندوستان میں اب تک نوجوانوں کے لئے سوشل ایجوکیشن کے پروگرام منظم کرنے کے کام کی طرف کوئی معقول توجہ نہیں کی گئی ہے لہذا اس کی سفارش ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب اس کام کو معقول طور پر آگے بڑھایا جانا چاہیئے۔

(مجوزہ شری شالگ رام پتھک' ماس ایجوکیشن سوسائٹی)

زبردست قومی نقصان

اڈلٹ ایجوکیشن کے مختلف منصبوں میں سے ایک منصب یہ ہے کہ پرائمری اسکولوں کی کچی پیداواروں کو جو کچھ انھوں نے پڑھا لکھا ہے اُس سے محروم ہونے سے بچا لیا جائے۔ میرے خیال میں اس بات سے سب لوگ متفق ہوں گے کہ خواندگی صرف انھیں لڑکوں اور لڑکیوں کی پختہ ہوتی ہے جو چوتھی جماعت پاس کر کے پانچویں جماعت میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس معیار سے نیچے رہنے کی صورت میں خواندگی سے ناخواندگی کی طرف لوٹ جانا جو سچ پوچھیے تو ناخواندہ ہی ہونا ہے یقینی ہو جاتا ہے۔ سوشل ایجوکیشن کے نقطۂ نظر سے دیکھیے تو ان نیم خواندہ لوگوں کی خواندگی کو قائم رکھنا ـــــ جن کے ناخواندگی کی طرف لوٹ جانے سے روکنے کے لئے اگر کوئی انتظام نہ کیا جائے تو ان کا ازسرِنو ناخواندہ ہونا یقینی ہو جاتا ہے ـــــ اس سے کہیں زیادہ آسان اور سماج کے لئے فائدہ مند ہے کہ ان لوگوں کو خواندہ بنانے کی کوشش کی جائے جو کبھی زندگی میں اسکول گئے ہی نہیں۔

میں یہاں اس صورت حال کے صرف ایک پہلو ـــــ معاشی پہلو سے بحث کروں گا اس لئے کہ ہندوستان کا انتظام کار جو تعلیم کے اوپر لگائے جانے والے سرمائے کو کنٹرول کرتا ہے، معاشی استدلال کو تو شاید سن لے اور وہ بھی اسی وقت جب وہ کوئی بات سننے کے لئے تیار ہو، ورنہ دوسری تمام دلیلوں کے حق میں اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہو گیا ہے ـــــ اور یہ یقین ہوا ہے تجربے کی بنیاد پر ـــــ کہ ہندوستان کی سیاسی اور انتظامی لیڈرشپ عوام کی خواندگی کے معاملے میں نہ صرف یہ کہ فکرمند نہیں ہے بلکہ اسے اس کی خواہش بھی نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود تھوڑی سی امید اس بات کی ضرور ہے کہ یہ لوگ مسئلے کے معاشی پہلو کی طرف غالباً توجہ ضرور کریں گے۔

تو آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ قوم کو ابتدائی تعلیم ناقص ہونے کی وجہ سے ہر سال کتنا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے لئے میرے پاس تازہ ترین جو مواد ہے، وہ ۵۰-۱۹۴۹ء کی

تعلیمی رپورٹ ہے۔ اگر اس رپورٹ کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ پہلی جماعت میں داخل ہونے والے ہر سو۱۰۰ طالب علموں میں سے "تقریباً ۵۹ طالب علم دوسری جماعت تک"، ۴۵ تیسری تک اور ۳۸ چوتھی تک پہنچتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھئے تو معلوم ہوگا کہ صرف ۳۵ طالب علم پانچویں جماعت تک پہنچتے ہیں گویا پکے خواندہ بنتے ہیں۔ دوسری طرح حساب لگائیے تو وہ یوں بیٹھتا ہے کہ پہلی سے پانچویں جماعت میں پڑھنے والے ہر سو طلبا میں سے صرف ۷ء۱۲ طالب علم پانچویں جماعت میں ہوتے ہیں اور پکے خواندہ کہے جا سکتے ہیں۔

گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ لڑکیاں اور لڑکے جو دوسری جماعت تک پہنچتے ہیں، وہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ناخواندہ لوگ اور ان میں اور ان لوگوں میں جو کبھی اسکول پڑھنے نہیں گئے، کوشش کرنے کے باوجود کوئی فرق مشکل ہی سے محسوس ہوگا۔ وہ لڑکیاں اور لڑکے جو تیسری اور چوتھی جماعت تک پہنچتے ہیں مگر پانچویں جماعت تک نہیں پہنچ پاتے وہ اس صف میں نہیں آتے۔ اگر ہم تیسری اور چوتھی جماعت تک پہنچ کر تعلیم ترک کر دینے والے ان لڑکوں اور لڑکیوں کو ٹھیک وقت پر ان کی خواندگی کو برقرار رکھنے کی غرض سے سنبھال لیں تو یہ کوشش ان لڑکوں اور لڑکیوں کی بہ نسبت جو تیسری جماعت تک نہیں پہنچے ہیں، زیادہ سستی اور کفایت شعارانہ رہے گی۔ ان نوخیز بچوں اور بچیوں کی تعداد جو تیسری اور چوتھی جماعت میں پڑھتے ہیں، ابتدائی اسکولوں کے طلبا کی آبادی کا ۲۱ فی صدی ہے۔ جو حساب پھیلانے سے کم و بیش ۹۳ لاکھ آتی ہے۔ ان میں ۷ء۵۶ فی صدی وہ ہیں جنھوں نے ۲ سال تعلیم پائی ہے اور ۳ء۴۲ فی صدی وہ جو ۳ سال تک اسکول میں رہے ہیں۔

جس رپورٹ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، اس کے مطابق پرائمری اسکولوں میں پڑھنے والے طلبا پر فی طالب علم ۲۶ روپئے سالانہ خرچ آتا ہے، گویا قوم نے تقریباً ۶۸ روپئے تیسری جماعت میں پڑھنے والے ۷ء۶ طالب علموں پر اور ۱۰۸ روپئے چوتھی جماعت میں پڑھنے والے ۲ء۴ طالب علموں پر خرچ کئے ہیں۔ اس حساب سے پہلی سے پانچویں جماعتوں میں اگر ۱۰۰ طالب علم ہوں تو ان میں سے ۱۳ طلبا پر جو چوتھی جماعت تک پہنچے ہیں، کل ۷۶ء۹ روپیہ خرچ آتا ہے۔ اب اگر ہم ابتدائی اسکولوں کے طلبا کی کل تعداد ۳ کروڑ فرض کریں تو وہ طلبا جو پانچویں جماعت تک نہیں پہنچے ہیں بلکہ دوسری جماعت پاس کر کے تعلیم ترک کر دی ہے، ان کی تعداد ۹۳ لاکھ بیٹھے گی جس کی تعلیم پر قوم نے قریب قریب ۶۰ کروڑ روپیہ لگایا ہوگا اور چونکہ ہمارے پاس ان طلبا کو ناخواندگی کی طرف لوٹ جانے سے محفوظ رکھنے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے، اس لئے کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہم ہر سال قوم کا ۶۰ کروڑ روپیہ دریا برد کر دیا کرتے ہیں؟

ان تقریباً ایک کروڑ نوخیز لڑکیوں اور لڑکوں کو خواندگی سے ناخواندگی کی طرف لوٹ جانے سے بچانے کے لئے دو تدبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک تسلسلی کلاسیں ہیں جو تقریباً ایک سال تک ہفتے میں تین تین دن لگا کریں، اور دوسری ایک کم خرچ بالانشین پبلک لائبریری سروس ہے۔ اس وقت ان تدبیروں کی تفصیلات میں پڑنے کا موقع نہیں ہے لیکن میرے ایک دوست جو ابتدائی تعلیم کے ماہر خصوصی ہیں، اُن کا نظریہ ہے کہ تسلسلی کلاسوں پر فی طالب علم ۱۱ روپئے خرچ ہوں گے گویا ۹۳ لاکھ طلباء پر جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، قریب قریب ۱۰ کروڑ ۲۵ لاکھ روپئے اسی طرح ایک کم خرچ مگر اچھی پبلک لائبریری سروس کے اوپر کتب خانوں کی ایڈوائزری کمیٹی (۱۹۵۸ء) کے اندازے کے مطابق ۱۰ کروڑ کے لگ بھگ روپئے اور خرچ ہو جائیں گے۔

غرض یہ ہے وہ مقام جہاں دو میں سے ایک فیصلہ کرنا لازمی ہے۔ یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ان ۹۳ لاکھ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کو محفوظ کرنے کی غرض سے ہم ۲۰ کروڑ روپئے اور خرچ کریں تاکہ وہ ۶۰ کروڑ روپئے جو ان کی تعلیم پر پہلے خرچ ہو چکے ہیں سوارتھ ہو جائیں یا پھر کچھ نہ کیا جائے اور اسی طرح ہر سال قوم کے ۶۰ کروڑ روپئے پانی میں پھینکے جاتے رہیں۔ اگر ہم یہ بیس کروڑ روپئے خرچ کرنے سے کتراتے ہیں، تو اور تو کچھ نہیں ہوگا، صرف دنیا ہمیں بے وقوفی کی حد تک کفایت شعار کہنے لگے گی۔ مجھ سے اگر رائے لی جائے تو میں تو یہ کہوں گا کہ ابتدائی تعلیم کی توسیع کے بجائے پیسہ اس کوشش پر لگانا چاہئے کہ ایک کروڑ بچے جو خواندگی کی گگر تک پہنچ چکے ہیں، ان کی خواندگی کو ناخواندگی کے خطرے سے بچا کر مستحکم کر لیا جائے، اس لئے کہ ابتدائی تعلیم کا کارنامہ یہی تو ہوتا کہ اس کے فیض سے پرائمری اسکولوں کے طلبا کی آبادی کا کل ۵ء۱۲ فی صدی حصّہ خواندہ ہو پاتا ہے!

اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل

لیکچر

ذیل میں ہم برکت علی صاحب فراق کا وہ مضمون نقل کر رہے ہیں جو انھوں نے نیلو کھیڑی کے اوری ینٹیشن اینڈ اسٹڈی سنٹر میں جونیر بیسک ٹریننگ اسکولوں کے استادوں کے اوری ینٹیشن کیمپ میں پڑھا تھا۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی وزارت کا ارادہ ہے کہ گاؤں کے اسکول ٹیچروں کو بھی کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے پروگرام میں شامل کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اسکول ٹیچروں کو ٹریننگ دینے والے اساتذہ اسکیم کے مختلف پہلوؤں سے روشناس ہوں۔ یہ کیمپ اسی مقصد کے پیش نظر منعقد کیا گیا تھا۔ ——— ایڈیٹر

پرنسپل گل صاحب اور دوستو،

تعلیم کے پنڈتوں کی اس مجلس میں تعلیم کے موضوع پر زبان کھولتے ہوئے بڑی جھجک ہوتی ہے، اور اگر میری باتیں آپ کے لئے دلچسپی کا سامان نہ پیدا کر سکیں تو اس کی ذمے داری مجھ سے زیادہ گل صاحب کے اوپر ہے جنھوں نے مجھ جیسے ایک گمنام اور اناڑی کارکن کو آپ کے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ لیکن جہاں مجھے یہ پس و پیش اور جھجک ہو رہی ہے وہاں اس بات کی مسرت بھی ہے کہ آپ کے حلقے میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے اور اپنی واہی تباہی باتیں سنانے کیا، آپ کو سننے پر مجبور کرنے کے بعد آپ کی باتیں سننے کو ملیں گی جن سے یقیناً میرے علم میں اضافہ ہوگا۔

دوستو، میں حیران ہوں کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل کی داستان کہاں سے شروع کروں۔ دلّی میں میرے ایک دوست نے جو ایک بڑے سرکاری عہدے پر فائز ہیں، مجھے اپنے دفتر کے ایک کارکن کی زندگی کا ایک

کے دوسرے مسائل کے بارے میں تو مجھے زیادہ معلوم نہیں ہے ـــــ اور معلوم تو اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں بھی کچھ زیادہ نہیں ہے مگر چونکہ ایک خاصے طویل عرصے سے اسی میدان میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا ہوں اس لئے اس کے کم سے کم آس پاس کے جغرافئے سے واقفیت ہو گئی ہے اس لئے اس باب میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی انگلی رکھئے، وہاں یہی نظر آئے گا کہ یہ ایک مسئلہ ہے، جو ابھی پورے طور پر حل نہیں ہوا ہے، جب صورتِ حال یہ ہو تو میں ہوں یہ آپ ہوں، یا کوئی بھی ہو جسے اس موضوع پر سوچ بچار کرنے سے دلچسپی ہو، اس کے سامنے یہی سوال پیش آئے گا۔ مگر آئیے پہلے یہ طے کرلیں کہ اس وقت ہم اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل پر غور کر رہے، یہ سوشل ایجوکیشن کے مسائل پر؟ اور آیا اڈلٹ ایجوکیشن اور اور سوشل ایجوکیشن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا ان میں باہم کوئی فرق ہے۔ آپ مجھے موضوع سے باہر نکل کر باتیں کرنے کا الزام نہ دیں، اس لئے کہ میں نے جو یہ سوال اٹھایا ہے وہ خود بھی ایک مسئلہ ہے جس کے بارے میں ابھی کوئی متفقہ رائے قائم نہیں ہوئی ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن اور سوشل ایجوکیشن

ہندوستان میں جب سے سوشل ایجوکیشن کا نعرہ لگایا گیا اس وقت سے اب تک یہ بات جھگڑے میں پڑی ہوئی ہے کہ آیا اڈلٹ ایجوکیشن سوشل ایجوکیشن کا حصہ ہے یا سوشل ایجوکیشن محض ایک محدود اصطلاح ہے اور اڈلٹ ایجوکیشن کے وسیع مفہوم میں اس کی ایک پہلو کی حیثیت ہے۔ بات یہ ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک نے جب ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو اُسے ایک نہایت دشوار گذار پہاڑ کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پہاڑ تھا ہندوستانی عوام کی ہمہ گیر ناخواندگی۔ اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک جب یہاں تک پہنچ ہی گئی تھی تو اسے یہیں کے حالات کے ساتھ نباہ بھی کرنا تھا۔ اس نے اپنے مشن اور مفہوم کی وسعت سے منہ موڑ کر اسی زبردست اور ٹھس پہاڑ سے ٹکریں مارنی شروع کردیں، یہاں تک کہ اس کا نام ہی خواندگی کی تعلیم پڑ گیا۔ حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر اڈلٹ ایجوکیشن خواندگی کی تعلیم کا نام ہے تو آج مغرب کی تعلیم یافتہ دنیا میں جہاں ناخواندگی کو ملک کے لئے ایک روگ سمجھ کر اُسی طرح مٹا دیا گیا ہے جیسے ہیضہ، چیچک، طاعون وغیرہ کو ختم کر دیا گیا ہے، ـــ وہاں اس کی کیا ضرورت ہے کہ آئے دن اس کے نام سے طرح طرح کی تحریکیں اٹھتی رہتی ہیں۔

میرا منصب ـــ جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں یہ ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کو ہندوستان میں جن مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، ان کی طرف صرف اشارہ کر دوں اور تفصیلات کی بحث آپ کے اپنے غور و فکر کے لئے

نہایت عبرت انگیز واقعہ سُنایا تھا۔ کہنے لگے کہ "ایک موقع پر" ہم لوگ آپس میں اپنی اپنی زندگی کے مسائل پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ میرے رفیق کار دیر سے خاموش بیٹھے تھے، لوگوں کی توجہ کا ان کی طرف جانا قدرتی تھا۔ چنانچہ ایک صاحب پوچھ بیٹھے کہ "جناب آپ کیسے چُپ سادھے بیٹھے ہیں، آپ بھی سُنا ڈالئے کہ آپ کو اپنی زندگی میں کیا مسائل درپیش ہیں"۔ میرے ساتھی نے ایک آہ سرد بھر کر کہ "کیا عرض کروں صاحب، مجھے جو مسئلہ درپیش ہے خدا نہ کرے وہ کسی کو پیش آئے!" احباب بولے "پھر بھی ہم بھی تو سنیں!" وہ کہنے لگے "میرا مسئلہ یہ ہے ـــ اللہ جو میرے لئے عذاب جان بنا ہوا ہے ـــ کہ میرے سامنے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے"! کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ آج کی امریکن قوم کے سامنے بھی یہی مسئلہ ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسائل کا درپیش ہونا زندگی کی علامت ہے، اور زندگی طلب قومیں جن کے یہاں مسائل کا بکھیڑا ایک ایک کر کے ختم ہو چکا ہو زندگی کے دھارے میں روانی اور یکسانیت پیدا ہو چکی ہو اور جسمانی و ذہنی سوز و صحت و اپنی زندگی کو جمود سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے سامنے ایک نہ ایک مسئلہ کھڑا کر لیا کرتی ہیں، اس اعتبار سے دیکھئے تو ہندوستان بڑا خوش نصیب ملک ہے کہ اس کے سامنے مسائل ہی مسائل ہیں اور اس لحاظ سے زندگی ہی زندگی ـــ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی، اس چاند کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے، جو ہم میں سے بہت سے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ذرا اور گہرائی میں جا کر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ مسائل زندگی کے لئے ہوتے ہیں کہ زندگی مسائل کے لئے۔ موخر الذکر حالت کا نتیجہ مستقل جمود اور شکست خوردگی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہمارے یہاں مایا جال اور ہمہ اوست کے فلسفے اسی موخر الذکر حالت کی پیداوار ہیں جن کی پیروی سے مسائل حیات کے جھنجھٹ سے آناً فاناً نجات مل جاتی ہے۔ مسائل زندگی بخش اُسی وقت ہوتے ہیں جب انھیں حل کرنے کا ولولہ حرارتِ ایمانی کی حد تک موجود ہو، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ مسائل ہمیں گھور گھور کر دیکھتے ہیں تو ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور گنگنانے لگتے ہیں

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔

زندگی کے اور شعبوں کی طرح ہمارے یہاں اڈلٹ ایجوکیشن کا بھی یہی حال ہے چنانچہ مجھے اس کے بیل و نہار کو دیکھ کر ڈر لگتا ہے کہ تعلیم کی یہ شاخ جسے مہذب دنیا نے اپنے لئے لازمۂ حیات کا درجہ دے رکھا ہے، کہیں ہماری کوششِ تعمیر کے منصوبوں سے حرفِ غلط کی طرح مٹ کر نہ رہ جائے۔

میں ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل کی داستان کہاں سے شروع کی جائے۔ قومی زندگی

چھوڑ دوں لیکن اڈلٹ ایجوکیشن اور سوشل ایجوکیشن کی بحث میں اتنی جاذبیت اور دلچسپی ہے کہ اس کا تھوڑا سا ذکر کئے بغیر جی نہیں مانتا۔ میرے خیال میں اگر میں آپ کے سامنے اڈلٹ ایجوکیشن اور سوشل ایجوکیشن سے متعلق کچھ تشریحی بیانات پیش کر دوں تو آپ کے لئے اس مقدمے میں فیصلہ دینے کا کام کسی قدر آسان ہو جائے گا۔

مرحوم سردار کے۔ ایم۔ پانیکار نے آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے کانپور کے اجلاس میں جو ۱۹۴۴ء میں منعقد ہوا تھا، اپنے خطبۂ صدارت میں اڈلٹ ایجوکیشن کے عنوان سے کہا تھا۔

"ابتدائی تعلیم ہر جگہ حصولِ تعلیم کا بہت معمولی درجہ کا ساز و سامان بہم پہنچاتی ہے مگر ہندوستان میں ثانوی منزل کی تعلیم کا بھی [illegible] ۔ ان حالات میں یہ [illegible] ضروری ہے کہ ہم اپنے یہاں اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک ہمہ گیر نظام قائم کریں تاکہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم سے حصولِ علم کا جو ساز و سامان حاصل ہوتا ہے اس کا استعمال کارآمد طریقہ پر کیا جا سکے۔

میرے نزدیک اڈلٹ ایجوکیشن کا منشا پکی عمر کے ان پڑھ لوگوں کو خواندہ بنانا ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ ان لوگوں کو جنہوں نے ابتدا میں تعلیم پائی تھی اور اب از سرِ نو ناخواندہ ہوئے جا رہے ہیں یا جنہوں نے مقامی طور پر کچھ ترقی کرنے کے مواقع حاصل کر لئے ہیں مگر تعلیم کی کمی کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ پا رہے ہیں۔ ان لوگوں کو مزید تعلیم کا موقع فراہم کرنا ہے۔"

تعلیم کے تسلسل کا نظریہ بیان کرتے ہوئے سردار صاحب نے آگے چل کر فرمایا تھا

"اس طرح کے تسلسلی کورس صرف انہی لوگوں کے لئے ضروری نہیں ہیں جنہوں نے اسکول کی تعلیم پانے کے بعد تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا تھا اور اعلیٰ تعلیم کے فیض سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکے تھے، بلکہ ان سے زیادہ یہ ان لوگوں کے لئے بھی ضروری ہیں جو معقول حد تک تعلیم پا چکے ہیں اور مختلف حیثیتوں سے سماجی زندگی میں سرداری اور پیشوائی کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ دراصل ہم سب کو ضرورت ہے کہ آپس میں خیالات کا تبادلہ ہوتا رہے۔ جو باتیں اور عقیدے دماغ میں راہ پا گئے ہیں، ان کی جانچ ہوتی رہے، آدرشوں اور نصب العینوں میں تازگی پیدا ہوتی رہے اور اس طرح ہمارے دماغ تازہ دم اور جوان ہوتے رہیں۔ ایک لمحے کے لئے کچھ عرصہ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ جس وقت ہم نے یونیورسٹیاں چھوڑی تھیں اس وقت ہم میں سے ان باتوں کا کسی کو علم نہیں تھا جن پر آج ہم فخر کر سکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان تعلیمی اداروں نے جہاں ہم نے تعلیم پائی تھی ہمیں [illegible]

کے خزانے کی صرف کنجی دی تھی اُس کے بعد اگر ہم کامیاب یا ناکام ہوئے تو اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے علم و تہذیب کے اس خزانے کو کھولنے میں اس کنجی سے کام لیا یا نہیں لیا۔ یہ میرے خیال میں تعلیم یافتہ لوگوں کی تعلیم کی اصل روح ہے۔

''پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ انسان کی اصل تعلیم اُس وقت شروع ہوتی ہے جب دماغ پختہ ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے محض گُر سکھائے جاتے ہیں۔ اسے بہت پہلے یہی بات ارسطو نے کہی تھی: "کچی عمر کے نوجوان سیاسیات کی طالب علمی کے لئے موزوں نہیں ہوتے اس لئے کہ انھیں زندگی اور اس کے آداب کا تجربہ نہیں ہوتا۔" اسی نظریئے کا اطلاق اُس نے فلسفے کی تعلیم کے بارے میں بھی کیا تھا۔ اور اگر آپ ذرا اس واقعے پر غور کریں کہ شعر و ادب کا شعور زندگی کی مختلف منزلوں میں مختلف درجے کا ہوتا ہے تو ہم اور آپ خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ علوم انسانی (HUMANITIES) کا مطالعہ محض سن شعور ہی کو پہنچ کر ہو سکتا ہے۔ اسکول اور یونیورسٹیاں اس باب میں زیادہ سے زیادہ دماغ کی ٹریننگ کر سکتی ہیں جسے اگر آگے کی عمر میں استعمال کیا جائے تو وہ بہت فائدہ مند رہتی ہے اس اعتبار سے تسلسل تعلیم ہی ایک طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے محنت اور سرمایہ جو کسی قومی نظامِ تعلیم پر صرف ہوتا ہے، کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔''

پکی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کی اہمیت جس کی طرف اوپر کی سطور میں اشارہ کیا گیا ہے، اس کا اندازہ ایک انگریز مصنف بارسل اے ایکسلی کی جسب ذیل بات سے بھی ہو سکتا ہے جو اس نے اپنی کتاب AN EDUCATED NATION میں برطانیہ کے لئے ایک ہمہ گیر تحریک کی حمایت کرتے ہوئے کہی تھی:

''...... اس اعتبار سے اڈلٹ ایجوکیشن کا منصب کسی معنی میں ابتدائی تعلیم کی کمیوں یا سکنڈری اور یونیورسٹی ایجوکیشن سے محرومی کی تلافی کرنا نہیں ہے۔ کاؤنٹی کالج اسکول (تسلسلِ تعلیم) کی اسکیم کو کتنا ہی جامع اور ہمہ گیر کیوں نہ بنا دیا جائے جس کے ماتحت لڑکوں اور لڑکیوں کو اٹھارہ سال کی عمر تک ان اسکولوں میں جزوقتی طور پر تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے ـــــ اڈلٹ ایجوکیشن کی ضرورت ختم نہیں ہو سکتی۔ اڈلٹ ایجوکیشن کا اصل راز یہ ہے کہ واقعات و نظریات کے معاملے میں جو پہلے سے معلوم ہوں یا آگے چل کر سامنے آئیں انسان کا نقطۂ نظر بالغ کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بلوغت کی زندگی میں نہیں ہوتا بلکہ بالغ زندگی کے تجربات کی روشنی میں ان کی حیثیت کچھ سے کچھ

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے لئے ایک کامیاب اور مطمئن زندگی گذارنے میں اس کی وہ تعلیم اتنی کارآمد ثابت نہیں ہوتی جتنی وہ تعلیم جو وہ زندگی میں قدم رکھنے کے بعد حاصل کرتا ہے اور یہ تعلیم ظاہر ہے' اڈلٹ ایجوکیشن ہی ہو سکتی ہے۔

مہارت خصوصی کے تقاضوں کی تکمیل

یہی مصنف (رابرٹ پی آرس) اڈلٹ ایجوکیشن کے مقصد و منشا پر بحث کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

"یہ دور مہارتِ خصوصی کا دور ہے جو صرف معاشی سرگرمیوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ علم کی ہر شاخ میں اس کا چلن ہو گیا ہے۔ علم کی اس وسعت کو دیکھتے ہوئے کیا یہ ممکن ہے کہ یہ جماعت کے ہر فرد کو جو معقول معیار کی تعلیم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے' یہ یقین دلایا جا سکے کہ اُسے عملی زندگی میں قدم رکھنے کی منزل سے پہلے پہلے اس معیار کی تعلیم مل جائے گی' تعلیم میں بہت آگے کی بات تو دور رہی' وہ لوگ بھی جو ثانوی منزل کو پار کر کے یونیورسٹی یا کالج میں داخلہ لیتے ہیں۔ انھیں بھی علم کی ایک مقررہ سمت ہی کی طرف اپنی توجہ کو مرکوز کرنا پڑتا ہے خاص کر ایسی حالت میں جب کہ ان کا اوّلین مقصد اپنے آپ کو کسی پیشے کے لئے تیار کرنا ہو۔ اسکول یا کالج سے نکلنے کے بعد جب آدمی کام پر لگ جاتا ہے تو ابتدائے ملازمت کی مصروفیتیں اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ اپنے مخصوص ذوق کی تسکین کا کچھ سامان کر سکے البتہ جب ان مصروفیتوں کی شدت میں کمی واقع ہوتی ہے اس وقت کہیں جا کر وہ علم اور فن کے وسیع تر میدانوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ غرض تعلیم کی ضرورت صرف بدنصیب طبقے ہی کو نہیں ہے بلکہ سب کو ہے اور تعلیمِ بالغان کو ان سب کی ضرورتیں پوری کرنی ہوتی ہیں۔"

"یہ صورتِ حال تعلیم بالغان کے ایک اور اہم مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تعلیم کی ابتدائی منزلوں میں علم چند غیر مربوط "مضامین" کی شکل میں طالب علم کے سامنے آتا ہے ان مضامین کی تحصیل کے دوران میں علم کے الگ الگ تار' ہو سکتا ہے' بہت وسیع حدوں کو چھو لیں لیکن ان سب کے میل سے علم کی جو شکل بنتی ہے' وہ اسی وقت ظاہر ہو سکتی ہے جب ان تاروں کو ملا کر بٹ دیا جائے اور تجربے کے تانے بانے سے ایک ذات کر دیا جائے۔

ہوجاتی ہے۔ نابالغی کی زندگی میں علم تو حاصل ہوجاتا ہے مگر دانائی اس وقت تک نہیں آپاتی جب تک فیصلہ کرنے کی قوت اور سوجھ بوجھ میں پکا پن نہ آجائے اور اس کی عملی مشق نہ ہوجائے صحیح یا عملی تعلیم طالب علم کو اصول و قواعد رٹا دینے یا اس کے دماغ کو واقعات و حقائق سے بھر دینے کا نام نہیں ہے' صحیح اور عملی تعلیم نام ہے طالب علم کی قوتوں — قوتِ ممیزہ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی قوت' فیصلہ کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی قوت کو بیدار کرنے کا تاکہ جس وقت وہ عملی زندگی میں قدم رکھے اور اس کی ذمہ داریوں کو اٹھائے' اس وقت اس کے سامنے جو بھی صورتِ حال واقع ہو اس سے وہ کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوسکے اور اس قابل ہو کہ نئے سے نئے حالات و واقعات سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرسکے۔ اس طرح وہ پہلے سے ڈھلے ڈھلائے کسی عزم و ارادے پر کاربند نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وقت کے تقاضے کو پورا کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو تیار کرلے۔ غرض عملی تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ وہ بالغ بھی ہو اور وسیع بھی۔"

قریب قریب اسی طرح کا نظریہ اڈلٹ ایجوکیشن کا دوسرا انگریز ماہر رابرٹ پی آرس نے بھی ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ بعض علوم کا مطالعہ تعلیم کی اس منزل میں مناسب ہوتا ہے جب طالب علم بالغ ہوتا ہے۔ جب آدمی بلوغت کی عمر میں قدم رکھتا ہے تو شخصی حوصلے اور جواں سالی کے جذبات کے طوفان میں ٹھہراؤ آجاتا ہے۔ اس وقت مذہب و اخلاق' سیاست و معیشت' غرض ہر اس چیز میں جو روزمرہ کی زندگی میں اثر انداز ہوتی ہے نئی نئی باتیں اور قدروں کا ایک نیا شعور سامنے آتا ہے۔ اکثر اوقات جواں سالی کے زمانے کا اعتماد ختم ہوجاتا ہے اور وہ شکستِ طلسم اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے' اس کی آنکھیں کھل چکی ہوتی ہیں اور وہ مسائل کی یلغار میں اپنے آپ کو تنہا اور بے سہارا محسوس کرنے لگتا ہے۔ تعلیمِ بالغان کا منصب ہے زندگی کے میدان کے ان نو واردوں کی اس آزمائش میں ان کی مدد کرنا اور مدد اس طرح کہ وہ خود اپنی کوشش سے اپنے لئے ایک واضح مقصدِ حیات جو نئے اور وسیع تر مطالعے پر مبنی ہو' متعین کریں۔ کائنات میں اپنا مقام تلاش کریں اور ایک ایسا فلسفہ ڈھونڈ نکالیں جو انھیں انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتوں میں زندگی کے مسائل کو حل کرنے کا اہل بنادے۔"

"بہت سے لوگ جنہیں اپنے خصوصی علوم کا ماہر کہا جاتا ہے کچھ عجب بے فیض سے ہوتے ہیں ان کی یہ بے فیضی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مختلف علوم کو سمونے میں ناکام رہتے ہیں۔ ہر شخص کے دماغ میں خیالات کا ایک فطری نظام ہوتا ہے۔ جو علم اس نظامِ خیالات میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا، وہ فرد کے لئے بے کار محض ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے اڈلٹ ایجوکیشن کا اصل رشتہ علم کی مختلف شاخوں کے باہمی تعلق سے ہونا چاہئے۔ زندگی کے اعلیٰ مقاصد میں اسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے جب علوم کے اس "کل" کی اہمیت پر زور دیا جائے"!

بوڑھوں اور جوانوں کے درمیان مفاہمت

یہی مصنف اڈلٹ ایجوکیشن کو انحطاط پذیر اور جواں سال نسلوں کے درمیان پُل کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔ وہ اپنی کتاب "اڈلٹ ایجوکیشن اِن پریکٹس" میں لکھتا ہے:

"تعلیم بالغان کا ایک اور پہلو ہے جو عہد جدید میں علم کی ترقی کی تیز رفتاری اور تیزی سے بدلتے ہوئے میلانوں کی روشنی میں دیکھئے تو بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک نسل پختگی کی عمر کو پہنچ جاتی ہے تو دوسری اسی راستے پر چلتی ہوئی، مگر اس کے مقابلے میں علم کے وسیع تر مواقع سے بہرہ اندوز ہوتی ہوئی زندگی میں داخل ہو رہی ہوتی ہے۔ نیا علم اور نئی قدریں عہدِ ماضی کے قائم کئے ہوئے رسم و رواج اور روایات و اقدار کو خاطر میں نہیں لاتا اور اس وجہ سے وہ لوگ جن کے سوچنے کے طریقے میں لچک باقی نہیں رہ جاتی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جواں سال لوگ قدامت پسندی کو جو اُن کے سامنے اپنا جواز ثابت نہیں کر سکتی، جھیلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان دونوں نسلوں کے درمیان ناچاقی اور غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چیز ایسی ہے جو تعاون و اشتراک اور ترقی کے منظم و مرتب منصوبوں کو ناممکن بنا سکتی ہے۔ اس صورت حال کا علاج صرف اسی طرح ممکن ہے کہ تعلیم کو ایک کبھی نہ ختم ہونے والے عمل کی حیثیت دی جائے تاکہ سن رسیدہ نسل کے لوگ علم کے معاملے میں نئی نسل کے دوش بدوش رہ سکیں اور تجربہ اور علم باہم شیر و شکر ہو کر جماعت کو اونچے سے اونچے مقامات پر پہنچا دیں"!

پروفیسر لمان برائی سن جو امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی کے ٹیچرز کالج میں تعلیم کے پروفیسر ہیں، اپنی کتاب "اڈلٹ ایجوکیشن"

میں لکھتے ہیں:

"ہم اڈلٹ ایجوکیشن کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ یہ وہ تعلیمی عمل ہے جس میں تعلیمی مقصد سے اختیار کی جانے والی وہ تمام سرگرمیاں شامل ہیں جنھیں زندگی کے کاروبار میں لگے ہوئے لوگ اختیار کریں۔"

پروفیسر موصوف آگے چل کر اس تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسکول کی تعلیم جتنی ہر شخص کے لئے ضروری ہے حاصل کرنا بچے کا "کاروبار" ہے بالغ اور بالغ کی تعلیم سے مراد ہے وہ شخص جو دنیا کے کسی کام میں لگا ہوا ہے مگر اپنا فاضل وقت اور قوت مزید ذہنی تکمیل حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے۔

"تعلیم کے بارے میں یہ عام خیال کہ تعلیم اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ باہر دنیا میں نکل کر اس سے کام لیا جائے اب تعلیم کے صحیح منصب کی نمائندگی کے لئے کافی نہیں ہے۔ تعلیم زندگی کے عمل کے ایک ضروری عنصر کی حیثیت اختیار کر لی ہے جو اُس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک خود زندگی جاری رہتی ہے۔ چنانچہ ذہنی بہتری کے تسلسل کو قائم رکھنے کی غرض سے سہولتوں کا فراہم کیا جانا مفر اچھا ہی نہیں لازمی ہو گیا ہے۔ جدید تہذیب کو آنے والی بچوں کی نسل کو منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نہ پورے اطمینان و وثوق کے ساتھ اس کے بارے میں ان کے اوپر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اگر صورت حال یہ ہو کہ انھوں نے اپنی ابتدائی طالب علمانہ زندگی میں جو کچھ سیکھ لیا تھا، اُسی کے بل بوتے پر زندگی کا کاروبار چلائیں گے۔"

اڈلٹ ایجوکیشن کی تعریف و تشریح اتنی بہت ہو چکی ہے کہ اس سے آپ اب اکتا بھی گئے ہوں گے اس لئے اگرچہ اسی مفہوم سے ملتی جلتی ہوئی اڈلٹ ایجوکیشن کی تعریفیں ابھی اور بیان کی جا سکتی ہیں، لیکن اسے یہیں چھوڑیئے، اور آیئے اب دیکھیں خالصتاً ہندوستانی اصطلاح سوشل ایجوکیشن کے باب میں کیا بیانات ملتے ہیں۔

ہندوستان کو ۱۹۴۷ء میں آزادی ملی۔ اُس وقت تک بالغوں کی تعلیم کو اڈلٹ ایجوکیشن ہی کے نام سے جانا تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں شری موہن لال سکسینہ کی صدارت میں اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام پر غور کرنے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی اس نے اپنی رپورٹ میں اسے اڈلٹ ایجوکیشن ہی کا نام دیا تھا البتہ اس کے پروگرام کا رُخ ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق بدلنے پر زور دیا تھا۔ کمیٹی کا بیان حسب ذیل ہے:

۔۔۔ زیادہ زور بالغ کی عام تعلیم کے اوپر دیا جانا چاہئے تاکہ ہر ہندوستانی ہندوستان کے
نئے سماجی ڈھانچے میں مؤثر طریقے سے اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس مقصد کے لئے ریاستی حکومتوں
کو چاہئے کہ وہ اپنے میزانیوں میں "اڈلٹ ایجوکیشن" کے لئے رقم فراہم کریں۔

اڈلٹ ایجوکیشن کے اس بدلے ہوئے رُخ کی مطابقت سے جب اس کے اوپر حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم کے سنٹرل ایڈوائزری بورڈ میں غور و خوض ہو رہا تھا، اُس وقت مولانا ابوالکلام آزاد نے اس تعلیم کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن کے بجائے سوشل ایجوکیشن کا نام تجویز کیا اور اسی وقت سے یہ تحریک سوشل ایجوکیشن کے نام سے چل پڑی۔ سنٹرل بورڈ نے اس تعلیم کا مفہوم حسب ذیل قرار دیا تھا۔

یہ ترقی کی راہ پر گامزن ایک سماج کے بالغوں کی عام تعلیم کا نام ہے جس کے ذریعے انھیں اس قابل
بنانا ہے کہ وہ اپنی جماعت کے رُکن کی حیثیت سے سماجی، اقتصادی اور تعلیمی ترقّی کی منزلیں
طے کریں۔"

ایڈوائزری بورڈ کے اس بیان میں آپ غور کریں گے تو ایک لفظ "اپنی جماعت کے رکن کی حیثیت سے" بہت بامعنی نظر آئے گا؛ اور یہی دراصل سوشل ایجوکیشن کو اڈلٹ ایجوکیشن سے الگ کرنے والا پہلو ہے۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد وزارتِ تعلیم کی طرف سے "سوشل ایجوکیشن کی ہینڈ بک" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں سوشل ایجوکیشن کی بنیادی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے یہ الفاظ ملتے ہیں:

" اڈلٹ ایجوکیشن کو اب اور آگے خواندگی تک محدود نہیں رکھنا ہے بلکہ اس میں شہریت، صحت
حتّٰی کہ زراعت اور دست کاریوں کی تعلیم کو بھی جگہ دینی ہوگی اور عوام کو یہ تعلیم دینے کے لئے
آڈیو ویژول ساز و سامان کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا ہوگا۔ مثلاً چارٹ، پوسٹر، فلم،
فلم اسٹرپ اور ریڈیو وغیرہ۔"

کتاب میں آگے چل کر سوشل ایجوکیشن کے پانچ کام قرار دیئے گئے ہیں۔ (۱) شہریت کی تعلیم (۲) تفریحی اور تہذیبی پروگرام (۳) معاشی بحالی (۴) صحت و صفائی کی تربیت۔ (۵) تمدنی و تہذیبی نشو و نما۔

سوشل ایجوکیشن کے سلسلے میں مذکورہ بالا بیانات اور اقتباسات کی روشنی میں دیکھئے تو مختصر الفاظ میں اس کا منصب آزاد ہندوستان کے نئے ماحول سے عوام کے فکر و عمل کو ہم آہنگ کرنے کے لئے انھیں شہریت اور جمہوریت کے آداب کی تعلیم دینا قرار پاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ــــــ اگر میرا یہ کہنا ادب اور سلیقے سے

باہر قرار نہ پائے، اڈلٹ ایجوکیشن کو حکومت کی مصلحت اور پالیسی کا جو اپنی جگہ پر بہر حال نیک اور خیر اندیشانہ ہے، آلہ کار بنا کر استعمال کرنے کی تحریک کا نام سوشل ایجوکیشن رکھ دیا گیا۔

اڈلٹ ایجوکیشن کو جس مفہوم میں دنیا جاتی ہے، وہ کلیتہً فرد کی ترقی و بہبودی سے متعلق نہیں ہے ــــ اگرچہ فرد کے اوپر اس کا زور زیادہ ہے اور یہ غالباً اس تصور کی بنیاد پر ہے کہ جماعتیں افراد سے بنتی ہیں، فرد کی اصلاح کر دیجئے، جماعت کی اصلاح اپنے آپ ہو جائے گی ــــ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا سماجی پہلو بھی ہے جیسا کہ وہی انگریز مصنف جس کا نام اوپر ذکر کر آئے ہیں ایک جگہ کہتا ہے:

"تعلیم کا اصل مقصد انسان کو زندگی گذارنے کا اہل بنانا ہے اور اس اعتبار سے ایک مہذب سماج میں اس کا مقصد ہوا انسان کو اس قابل بنانا کہ اس سماج میں اس کا جو مقام ہے اس کا وہ اہل ثابت ہو۔

"جمہوریت کی روح یہ ہے کہ سماج کا ہر فرد اس میں تماشائی کے طور پر نہیں بلکہ کردار ادا کرنے والے کی حیثیت سے آگے بڑھ بڑھ کر حصّہ لے۔ اس لحاظ سے ایک جمہوری سماج میں تعلیم کی توجہ صرف اسی کی طرف نہیں ہونی چاہئے کہ سماج کا ہر فرد اپنے شخصی، خانگی اور پیشہ ورانہ فرائض کو انجام دینے کے قابل ہو جائے، بلکہ سب سے بڑھ کر اس طرف بھی ہونی چاہئے کہ سماج کا ہر فرد شہریت کے فرائض کو انجام دینے کے قابل ہو جائے جس کے لئے شخصی، خانگی، اور پیشہ ورانہ ذمے داریوں کی انجام دہی ابتدائی تیاری کی حیثیت رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر فرد کو جاننا چاہیے کہ (۱) جس قوم کا وہ فرد ہے، وہ کیا ہے اس کی تاریخ اور اس کا ادب کیا ہے، اور آج کی دنیا کی اقوام میں اس کا کیا مرتبہ اور مقام ہے (۲) اس کا فرد ہونے کے رشتے سے قوم کی طرف سے اس کے اوپر کیا ذمّے داریاں عاید ہوتی ہیں یعنی قوم کے تحفظ اور بچاؤ کی تدبیروں میں حصّہ لینے کی ذمّہ داری، اس کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کی ذمے داری اور اس سے آگے بڑھ کر اس کے اقدار و معیارات کو بحال رکھنے بلکہ ان میں اور زیادہ بلندی پیدا کرنے کی کوششوں میں مدد کرنے کی ذمّے داری وغیرہ (۳) وہ اقتصادی، سیاسی اور بین الاقوامی حالات کیا ہیں جن کے اوپر قوم کی خوشحالی اور قوت و حیات کا انحصار ہے۔"

اڈلٹ ایجوکیشن کا دوسرا انگریز ماہر رابرٹ پی آرمن لکھتا ہے:-

"سماج کے اعتبار سے دیکھئے تو اڈلٹ ایجوکیشن کو ایک وسیلہ ہونا چاہیے۔ علم کی ان بنیادوں کو

نسلاً بعد نسل محفوظ رکھنے کا جس کے اوپر تہذیب کی عمارت کھڑی ہے۔ اسی کے ساتھ اسے نئے علوم کی کھوج لگانا چاہیئے اور سماج کے اندر میل ملاقات اور سمجھنے سمجھانے کا ایک مشترک ماحول پیدا کرنا چاہیئے۔

"تعلیم کا مقصد قدامت پسندانہ اور متحرک ہونا چاہیئے (یعنی رفتار کو قابو میں رکھتے ہوئے آگے کو بڑھانا) اسے یوں سمجھئے کہ اگر ایک سماج کی تشکیل ایسی ہو کہ اس کی رو سے جماعت کے ایک بڑے طبقے کو تعلیمی ترقی کے مواقع سے محروم رکھا جائے جس کے نتیجے کے طور پر وہ اچھی زندگی گذارنے کے امکانات سے بھی محروم ہو جائے تو تعلیم کا یہ بجا طور پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ سماجی تنظیم کو سرے سے بدل دے تاکہ فرد کی نشو و نما کے راستے میں اس موجودہ تنظیم کی وجہ سے جو رکاوٹیں حائل ہو گئی ہیں وہ دور ہو جائیں"۔

گرونڈوگ نے جسے ڈنمارک میں فوک ہائی اسکول کی تحریک کا باوا آدم کہا جاتا ہے، بالغوں کی تعلیم کے بارے میں کہا تھا:

"اگر آزاد رائے دہندوں کو اپنے نئے فرائض اور ذمے داریوں کا شعور کرانے کے لئے نئے اسکول نہ قائم کئے گئے تو ہو سکتا ہے کہ جمہوری حکومت عوام کی مسرت و خوش حالی ہی کو نہیں بلکہ خود انھیں کو تباہ و برباد کردے۔ مگر یہ نئے اسکول قائم ہو گئے تو ان کے اثر سے جمہوری حکومت کا استحکام ممکن ہو جائے گا"۔

گرونڈوگ کے اس قول کو دیکھئے جو اس نے ۱۸۴۳ء کے جمہوری دستور کے نافذ ہونے کے وقت کہا تھا تو صاف ظاہر ہوگا کہ ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کی تحریک اور ہندوستانی سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے پیچھے ایک ہی مقصد تھا، مگر ڈنمارک میں یہ تحریک حکومت کے اثر سے آزاد ہو کر چلی تھی اور ہندوستان میں براہ راست حکومت کے اہتمام میں چل رہی ہے۔

ان بیانات و اقتباسات سے مسئلہ میرے خیال میں اب واضح ہو گیا کہ اڈلٹ ایجوکیشن کا تصور کیا ہے اور آیا اس کا مفہوم سوشل ایجوکیشن کے مقابلے میں محدود ہے یا خود سوشل ایجوکیشن کا تصور روتی اور تنگ ہے اور وہ اڈلٹ ایجوکیشن کے وسیع مفہوم کا محض ایک پہلو ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا، پلاننگ کمیشن کی ایجوکیشن ٹیم نے جس کی انکوائری کے دائرے میں سوشل ایجوکیشن بھی شامل ہے اپنی ابتدائی رپورٹ میں

اس الجھاؤ کو صاف کرنے کی کوشش کی ہے، اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ "اڈلٹ ایجوکیشن کا تصور زیادہ وسیع ہے اور سوشل ایجوکیشن کو اس کے ایک اہم پہلو کی حیثیت دی جانی چاہیئے" بات تو اس بیان سے صاف ہو جاتی ہے لیکن حکومت بھی تو اسے تسلیم کرے جس نے اپنی ابتدائی انکوائری میں سوشل ایجوکیشن کو اڈلٹ ایجوکیشن کے تصور سے وسیع تر قرار دیا تھا اور اڈلٹ ایجوکیشن کو اس کا ایک حقیر پہلو تسلیم کیا تھا۔

اور اب جب کہ سوشل ایجوکیشن کا کام براہِ راست حکومت کر رہی ہے تو قدرتی بات ہے کہ کسی بات کا اس سلسلے میں مانا جانا اسی وقت مانا جانا کہلائے گا جب حکومت اُسے مان لے۔

(مسلسل)

مزدوروں کی تعلیم اور اڈلٹ ایجوکیشن

اڈلٹ ایجوکیشن کی نوعیت

تعلیم بالغان اپنے وسیع مفہوم میں بالغوں کے سیکھنے کے اس سارے عمل کا احاطہ کرتی ہے جو اسکول کی رسمی تعلیم — ابتدائی اسکول سے یونیورسٹی تک — کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں یہ بات مان لی جاتی ہے کہ تعلیم کا عمل ساری زندگی جاری رہتا ہے، اسکول کی رسمی تعلیم بالغوں کو ان ساری باتوں سے واقفیت نہیں کرا سکتی اور نہ وہ ساری مہارت پیدا کر سکتی ہے جس کی آیندہ زندگی میں انھیں مسلسل ضرورت درپیش آتی رہیں گی۔ برٹین نے اس سلسلے میں یہ بہت مناسب بات کہی ہے کہ کالج کے ایک اٹھارہ سال کے نوجوان کو ان ساری باتوں کی تعلیم دے دینا ممکن نہیں ہے۔ جو پچاس سال کے ادھیڑ عمر کے آدمی کی زندگی اور اس کے مسائل میں مددگار ہو سکے۔

بالغ آدمی عام طور پر سیکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ زندگی کے روزمرہ کے تجربات، دشواریاں، غلطیاں اور آزمائشیں، نوجوانوں اور بوڑھوں کی صحبت میں وقت گذارنے، پاس پڑوس کے لوگوں اور اپنے ساتھیوں میں اٹھنے بیٹھنے سے بالغوں کے سامنے نت نئی باتیں اور نت نئی جانکاریاں آتی ہیں وہ کام کے نئے نئے طریقے سیکھتا ہے نئے حقائق اور نئے خیالات اور تصورات اس کے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اس تعلیمی عمل کو یوں تو باقاعدہ تعلیم کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ عمل زندگی بھر اور مسلسل جاری رہتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ ایک تعلیمی عمل ہے اور چونکہ اس کا تعلق اسکول کی عام پڑھائی کے بعد کی بالغوں کی زندگی سے ہوتا ہے اس لئے ہم اسے بھی تعلیم بالغان کا نام دے سکتے ہیں۔

لیکن آج تعلیم بالغان کی اصطلاح ایک متعین اور منظم کوشش کے لئے استعمال ہوتی ہے جو بالغوں کو تعلیم دینے کے سلسلے میں کی جاتی ہے۔ اس کے احاطے میں ان تعلیمی اداروں کا پورا جال آ جاتا ہے جن میں بالغوں کو تعلیمی خدمات بہم پہنچانے والی تمام پیشہ ورانہ اور نیم پیشہ ورانہ انجمنیں شامل ہیں۔

بالغوں کی تعلیمی ضروریات کچھ ایسی ہوتی ہیں، جو اسکولوں میں ملنے والی عام تعلیمی تربیت کے سہارے پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ بالغوں کو منظم طریقے پر تعلیمی خدمات بہم پہنچانے کی کوششوں پر زور اس بات کا ایک اچھا ثبوت ہے۔

تعلیم بالغان کا تعلق آج تعلیم بالغان کے مختلف النوع اداروں اور ان کے حیرت انگیز تعلیمی پروگراموں سے ہے جن کا یہ ادارے اہتمام کرتے ہیں۔ اس میدان میں ایسے بہت کم ادارے ہیں جو تعلیم بالغان کے پورے میدان کا احاطہ کر لیتے ہوں اور شاید ایک بھی ایسا ادارہ نہیں ہے جو ایسی تعلیمی خدمات بہم پہنچائے جو جملہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کافی ہو۔ بالغوں کی تعلیمی ضرورتیں اتنی مختلف النوع قسم کی ہوتی ہیں کہ یہ کسی ایک ادارے کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ انھیں مکمل طور پر پورا کر سکے۔ اسی لئے مختلف کاموں کے لیے علیحدہ اداروں کی ضرورت رہتی ہے۔ بہت سے اسکول اور کالج ایسے ہیں جو اپنے یہاں بہت طرح کی دلچسپیوں کے مضامین کا اہتمام کرتے ہیں مگر کچھ ایسے بھی ہیں جو مخصوص دلچسپی کے مضامین تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں، جیسے سنگیت، ڈرامہ وغیرہ، کچھ دوسرے ادارے ہیں جو خاص میدان میں مہارت رکھتے ہیں جیسے بشریات یا لبرل فنون کی تعلیم، خانگی امور اور والدین کی تعلیم وغیرہ۔

مزدوروں کی تعلیم اور تعلیم بالغان

بہت سی تعلیمی انجمنیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی خاص طبقے کی مخصوص تعلیمی ضرورتوں کو پوری کرتی ہیں۔ "مزدوروں کی تعلیم" اسی زمرے میں آتی ہے: "مزدوروں کی تعلیم، تعلیم بالغان کا ہی ایک حصہ ہے جو بستی کے بالغوں کے ایک مخصوص طبقے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے تعلیمی خدمات بہم پہنچاتی ہے۔

تعلیم بالغان کا کام کرنے والے بہت سے ادارے اکثر کسی مخصوص ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وجود میں آئے ہیں (یہ ضرورتیں عارضی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہیں) بہت سے ملکوں میں تعلیم بالغان کے ابتدائی کاموں میں سے بیشتر کام (اور حقیقت یہ ہے کہ کچھ ملکوں میں آج بھی یہی حالت ہے) بالغوں کی زندگی میں تعلیمی خلا کو پُر کرنے میں مدد دینے کے لئے شروع کئے گئے تھے۔ یہ تعلیم اصلاحی نوعیت کی تھی جس کا مقصد تعلیمی اعتبار سے پست معیار لوگوں کی مدد کرنا تھا جس سے کہ وہ لوگ اُس تعلیم کی کمیوں کو پورا کر سکیں۔ جو تعلیم انھیں لڑکپن یا عنفوان شباب کے زمانے میں اسکولوں میں ملی تھی۔ بالغوں کی خواندگی کے جو پروگرام برطانیہ میں انیسویں صدی میں اور امریکہ میں بیسویں صدی کی ابتدا میں شروع کئے گئے، وہ سارے کام اصلاحی نوعیت کے ہی تھے۔

سماج میں جو تبدیلیاں آئی ہیں اور تعلیمی اعتبار سے برابری کا خیال جب سے زور پکڑ گیا ہے اُس وقت سے پرانی ضرورتیں کم اہم ہو گئی ہیں۔ مزدوروں کی تعلیمی انجمنیں، جو ابتدائی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے وجود میں آئی تھیں ہونے کو تو وہ اسی طرح قائم رہ گئی ہیں مگر ان کی پالیسی اور پروگراموں میں رفتہ رفتہ تبدیلی آئی ہے۔ اب ان کے کاموں کی تنظیم بھی تعلیم بالغان کے عام کاموں کے نہج پر ہو گئی ہے۔ اب انھوں نے بھی مزدوروں کے لئے "اصلاحی تعلیم" کا اہتمام کرنے کے بجائے بالغوں کی "تسلسلی تعلیم" کا اہتمام کرنا اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔

مزدوروں کی تعلیم، عام تعلیمِ بالغان کا ایک جزو ہے۔ بستی کے ایک مخصوص طبقے یعنی بالغ مزدوروں کو تعلیمِ بالغان کی خدمات بہم پہنچانا ہی اس کا خاص میدان ہے۔ جب تک مزدور اپنے آپ کو سماج کا پست حال اور کم معیار طبقے کا ایک جزو تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ان کا خون چوستے ہیں اُس وقت تک وہ ان تعلیمی سہولتوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے ہیں۔ جو تعلیمی سہولتیں حکومت یا نجی اداروں کی طرف سے بستی والوں کے لئے بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ یہ چاہیں گے کہ انھیں ایسی تعلیمی سہولتیں بہم ہوں جو ان کی مخصوص ضرورتوں کو پورا کرتی ہوں اور ان کا اہتمام ایسے ہاتھوں میں ہو جن پر وہ بھروسہ کر سکتے ہوں۔

مزدوروں کی تعلیم کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے اس پر غور کرنا چاہئے۔ (الف) ایک تو وہ تعلیمی خدمات جو بالغ مزدوروں کے لئے مزدوروں کی مخصوص انجمنیں بہم پہنچاتی ہیں مگر وہ کسی طرح بھی اُس تعلیم سے مختلف نہیں ہوتیں جن کا اہتمام تعلیمِ بالغان کے عام ادارے بستی کے دوسرے طبقے کے لئے کرتے ہیں (ب) وہ خدمات جو مزدوروں کی مخصوص ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بہم پہنچائی جاتی ہیں یعنی وہ ضروریات جو بستی کے دوسرے طبقے کے لوگوں سے یکسر مختلف ہوتی ہیں۔

مزدوروں کے لئے عام تعلیم

بستی کے عام لوگوں کے لئے فراہم کی جانے والی تعلیمی خدمات سے فائدہ اٹھانے میں مزدوروں کو کئی وجہ سے تامل ہو سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس کی زبان اور لب و لہجہ، تربیت کا معیار، اور عام تہذیبی پس منظر بستی کے دوسرے لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان عام تعلیمی خدمات کی طرف سے انھیں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ تعلیم سماجی زندگی کے موجودہ معیار کو برقرار رکھنے کی طرف مائل ہوگی جب کہ اس کے مقابلے میں "مزدوروں کی تعلیم" کے پس پشت وہ سماج میں تبدیلی لانے کے محرکات کو کارفرما پاتے ہیں۔ اور آخری بات یہ کہ تعلیمِ بالغان کے عام اداروں کی پالیسی اور پروگرام کی طرف سے ان کے دل میں طرح طرح کے شک و شبہات ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ اپنے لئے علیحدہ تعلیمی انجمنوں کا ہونا پسند کریں گے۔ مزدوروں میں اس طرح کے اثرات کی کارفرمائی میں شدت اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ اس بات کو کتنی شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو بہت پست معیار طبقہ ہے اور جس کا سب سے زیادہ خون چوسا جاتا ہے۔

ملکی انتخابات میں عوام کا زیادہ سے زیادہ حصّہ لینے کا حق، سیاسی پالیسی میں مزدور انجمنوں کے بڑھتے ہوئے اثرات، ریاست کے فلاحی تصور کے رواج پا جانے سے اور تعلیمی میدان میں برابر کے مواقع کی فراہمی، ان ساری باتوں کے پیشِ نظر اب مزدور اتنی شدت سے یہ نہیں محسوس کر سکتا ہے کہ ان کی تعلیم کے لئے ایک علیحدہ تعلیمی ادارے کی ضرورت ہے۔ مزدوروں کی زندگی میں بڑھتی ہوئی خوش حالی اور سماج میں بڑھتے ہوئے وقار سے اب مزدور عام بستی کے لئے بہم پہنچانے والی خدمات کے سہارے اپنی ضروریات

تو پورا کرنے کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ اس کی پیشہ ورانہ مہارت کے لئے مزید تربیت کا کام عام فنی اداروں اور شبینہ کالجوں کے توسط سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ وہ دوسرے شہریوں کے ساتھ کتب خانوں اور عجائب خانوں وغیرہ کی عام خدمات سے ائدہ اٹھائے گا۔ اس کی طبقاتی وابستگی اور طبقاتی وفاداری، اس کی مزدور انجمنوں یعنی ٹریڈ یونینوں اور سیاسی جماعتوں کی رکنیت وغیرہ میں خود جھلکے گی لیکن اس وابستگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی زندگی کا ہر فعل اور اس کی زندگی کی سرگرمی ہر وقت ایک خاص رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔

صنعتی اعتبار سے تقریباً تمام ترقی یافتہ ملکوں میں یہی رجحان نظر آتا ہے۔ مگر وہ ملک جنھیں ہم اقتصادی اعتبار سے کم رقی یافتہ ملک کہتے ہیں وہاں ابھی کچھ دنوں مزدوروں کے لئے مخصوص پروگرام کی ضرورت رہے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حکومت کے لوص اور نیک نیتی میں لوگوں کا اعتماد مزدوروں کے لئے علیحدہ اور آزاد تعلیمی انجمن کی تشکیل کو غیر ضروری بنا دے۔ ان گہوں پر مزدوروں کے لئے خاص طرح کے پروگرام چلانے ہوں گے۔ مگر ان کا اہتمام بستی میں کام کرنے والے تعلیم بالغان کے ام اداروں ہی کو کرنا ہوگا۔

زدور طبقے کی مخصوص تعلیم

یہ تو ہو سکتا ہے کہ پیشہ ورانہ، تفریحی اور تہذیبی میدانوں میں تسلسلی تعلیم کی ضرورت ان خدمات کے توسط سے پوری کی ا سکے جو تمام بستی کے لئے عام طور سے بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ مگر مختلف ملکوں میں مزدوروں کی تحریک نے جو سبق سیکھا ہے وہ یہ کہ یک ایسا نظام تعلیم جو تمام لوگوں کو یکساں تعلیمی سہولت فراہم کرتا ہو یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ مزدور انجمنوں کو لائق رہنما فراہم رنے کے مسئلے کو بھی حل کر سکے۔ مزدوروں کے بچے تعلیم یافتہ بن کر ضروری نہیں ہے کہ مزدوروں کی صف میں ہی شامل ہوں وہ س سے بلند سماجی طبقے میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ مزدوروں کی تحریکوں کے لئے لیڈر خود انھیں میں سے ابھریں۔

مزدوروں کی تعلیم کے لئے ان حالات میں ضروری ہے کہ وہ مزدور انجمنوں کے لئے ہر سطح پر لیڈروں کی عملی تربیت پر خاص توجہ دے۔ یہ ایک مستقل اور مسلسل ضرورت ہے۔ آج مزدوروں کی تعلیم کے حلقے میں جو بھی کام ہو رہے ہیں ان میں سب سے کامیاب کام وہ ہے جو اس میدان میں کیا جا رہا ہے۔

ہم مزدوروں کی تعلیم کی تشریح خواہ وسیع معنوں میں کریں یا تنگ معنوں میں مزدور طبقہ بستی کے بڑے طبقوں میں سے ایک رہے گا۔ یہاں اس سے بحث نہیں ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے یکساں مواقع کس حد تک فراہم ہیں۔ اس لئے کہ اس کے باوجود بھی ان کی

مخصوص تعلیمی ضروریات اسی طرح باقی رہیں گی جنھیں تعلیم بالغان کا انتظام کر کے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ ایک جمہوری نظام میں مزدور طبقہ سماج کا ایک بہت بڑا طبقہ ہونے کی حیثیت سے سماج پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوگا۔ ان انجمنوں اور لیڈروں کا اثر اور اقتدار بڑھتا رہے گا۔ ریاست کے استحکام اور ملکی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مزدوروں کی اس طاقت کا صحیح اور مناسب استعمال ہو۔ بستی کے حق میں مفید ہوگا کہ مزدور تحریک کے لیڈروں کو بہتر تعلیمی تربیت ملے جو انھیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے اہل بنائے ۔ اُن کی تربیت کا اہتمام کرنا تعلیم بالغان کے احاطے میں آتا ہے۔ آج یہ ضروری ہے کہ مزدوروں کی تعلیم کے مسائل پر علیحدہ سے سوچ بچار کیا جائے اور ان کے لئے مزید اقدامات کئے جائیں۔ حالانکہ مستقبل میں جس طرح کے سماجی، اقتصادی اور تعلیمی میدانوں میں تبدیلیاں آنے والی ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آیندہ "تعلیم بالغان" اور "مزدوروں کی تعلیم" کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت کم ہو جائے گی۔

اے۔ ایس۔ ایم۔ ہیلے
رفنڈامنٹل اینڈ اڈلٹ ایجوکیشن
جلد ۹ شمارہ ۳

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

اپریل سنہ ۱۹۴۶ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ۴

بانی: شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر:-
تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر
نئی دہلی

قیمت

سالانہ چار روپے — فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے

فون ۴۴۶۴

ترتیب

اشارات

اصول اور نظریات

افکار و مسائل

اڈلٹ ایجوکیشن دوسرے دیسوں میں

تحریکیں اور منصوبے

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونین پریس اردو بازار دہلی ۶ میں چھپوا کر دفتر تعلیم و ترقی۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

اشارات

یو۔پی کے دیہی رضاکار دستے

اس شمارے میں یو۔پی کے کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے وزیر شری رام مورتی کا ایک مضمون شامل کیا جا رہا ہے جس میں انھوں نے یو۔پی کے دیہی رضاکار دستوں کا تعارف کرایا ہے۔

زندگی چاہے شہر کی ہو یا گاؤں کی، اُسے خوشگوار اور مسرت خیز بنانے کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ شہریوں کو اپنے تحفظ کا یقین ہو۔ شہروں میں یہ یقین ایک حد تک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے لئے وہاں مختلف قسم کے وسائل موجود ہوتے ہیں لیکن گاؤں میں اس طرح کی ابھی اتنی آسانیاں میسر نہیں ہیں۔

یو۔پی کے دیہی رضاکار دستے چونکہ براہ راست حکومت کے زیر اہتمام کام کریں گے اس لئے یقین ہے کہ ان کے کام اور خدمت کے جذبے کی بدولت گاؤں کے باشندوں کو بھی امن اور تحفظ کا یقین حاصل ہو جائے گا اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنی اور اپنے توسط سے پوری قوم کی ترقی اور بہبود کے لئے کام کریں گے۔

لیکن رضاکاروں کے دستے منظم کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ ضروری رضاکاروں کی تعلیم اور تربیت ہے۔ ان کی ٹریننگ کے لئے اسکیم میں بندوبست تو ہے لیکن تین تین دن یا ایک ایک ہفتے کے ٹریننگ کیمپ سے ٹریننگ کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ رضاکاروں کی عمر ۱۸ سے ۲۵ سال رکھی گئی ہے۔ یہ وہی عمر ہے جس میں عام طور پر نوجوانوں کو شامل کیا جاتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ دیہی رضاکار دستوں کے ان ممبروں کے لئے مسلسل سرگرمیاں منظم کی جائیں، جن سے ان کی جسمانی، جذباتی، اخلاقی اور معاشی تربیت برابر ہوتی رہے۔ ان سرگرمیوں کے انتخاب کے لئے زیادہ سوچ بچار کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ نوجوانوں کی تربیت کے کام کے سلسلے میں کانفرنسیں اور سیمینار بھی منعقد ہو چکے ہیں، اور انھوں نے سرگرمیوں کی لمبی چوڑی فہرستیں مرتب کی ہیں۔ انہی میں سے گاؤں کے اپنے حالات کے مطابق دستے کے ممبروں کی تربیت کے لئے چند سرگرمیاں منتخب کی جا سکتی ہیں۔

اس مقصد کے لئے ہمارے خیال میں بلاک کی سطح پر بھی "بلاک دل پتی" کے نام سے ایک افسر مقرر کر لینا چاہیے جس کا کام زیادہ تر تعلیمی ہو یعنی وہ رضاکار دستوں کے ممبروں کے لئے سرگرمیاں منظم کرائے اور ان کو چلانے میں گاؤں کے "دل پتیوں" یا "حلقہ سرداروں" کی مدد اور رہنمائی کرے۔

خواندگی کا مشقی پروگرام

دوسرا درجہ

مشقی پروگرام کے پہلے درجے میں اگر ان تمام شرائط کی پابندی کرتے ہوئے طلبا کی رہنمائی کی جائے جن کا گذشتہ باب میں ذکر کیا گیا ہے تو اس سے ان میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ خواندگی کی اس نئی صلاحیت سے مستفید ہو سکیں۔ لیکن علمائے تعلیم کے اس نظریئے کے پیشِ نظر کہ "خواندگی تعلیم نہیں ہے بلکہ وہ اصل تعلیم کے جو فنکشنل لٹریسی کی مہم کے بعد شروع ہوتی ہے محض ایک آلے کی حیثیت رکھتی ہے" ضرورت ہو گی کہ اس صلاحیت کو ایسی منزل تک پہنچا دیا جائے جہاں پہنچ کر طالب علم میں تعلیم کے سفر میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔ تعلیم کے سفر میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کی بات ہندوستان کی صورتِ حالات کو دیکھتے ہوئے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارے یہاں ان پڑھ بالغوں کی تعداد کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں کثیر ایسے بالغوں کی نکلے گی جو اٹھارہ سے تیس پینتیس سال کی عمر کے ہوں گے۔ ان جواں سال بالغوں کے سامنے زندگی کا ابھی ایک بہت بڑا حصہ پڑا ہو گا اور عمر کے لحاظ سے ان میں حصولِ تعلیم کی صلاحیت بھی موجود ہو گی۔ اگر ان میں یہ حوصلہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی نجی کوشش کے بل پر اعلیٰ تعلیم کے امتحانات پاس کر سکتے ہیں اور سرٹیفکٹ اور ڈگریاں حاصل کر کے اپنی باقی ماندہ زندگی میں خوش حالی اور لطف و مسرت کے امکانات پیدا کر سکتے ہیں تو یہ اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کی بہت بڑی دین ہو گی اور اسے اپنے مقصد میں کامیاب تصور کیا جائے گا۔

اڈلٹ ایجوکیشن خصوصاً خواندگی کے اساتذہ کے سامنے اس منزل کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی مہم کو چلانے کا حوصلہ ہو، تو انھیں مشقی پروگرام کے پہلے درجے کی تکمیل کے بعد دوسرے درجے پر بھی پوری مستعدی کے ساتھ توجہ دینی ہوگی۔ مشقی پروگرام کے اس دوسرے درجے کے مقاصد کچھ اس طرح کے ہوں گے۔

۱۔ مطالعے کے دوران میں جو نئے اور نامانوس الفاظ آئیں ان کو بغیر کسی امداد کے آزادی اور صحت کے ساتھ پڑھنا اور اپنی مدد کے لئے لغت یا اسی طرح کی کسی دوسری کتاب کا استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا

۲۔ ذاتی تجربے اور علم کے حدود سے باہر کے مواد مطالعہ کو آزادی سے سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنا مثلاً کام کرنے کے طریقے، دوسرے ملکوں کے لوگوں اور ان کے معمولاتِ زندگی کے حالات مٹتے دھندے، ضابطے اور نئے معیارات اور اپنے اور غیر ممالک کے تصورات اور آدرش کا مطالعہ وغیرہ

۳۔ زیر مطالعہ مواد کے بارے میں موافق یا ناموافق اثر قبول کرنے، اور اس کی قدر و قیمت یا اصلیت کی شناخت کرنے کی لیاقت پیدا کرنا یہاں تک کہ اس مطالعے سے طالب علم جو نئے خیالات اور تصورات اخذ کرے ان سے وہ اپنے یا اپنی جماعت کے مسائل کو حل کرنے میں کام لے سکے اور اگر ضرورت ہو تو ان کے استعمال سے لوگوں کے خیالات اور طرزِ عمل میں تبدیلی بھی پیدا کر سکے۔

۴۔ طالب علم کو مختلف قسم کے ادب اور مواد مطالعہ کے ماخذوں کی واقفیت بہم پہنچانا یعنی اسے اچھی معلوم ہونا چاہئیے کہ حالاتِ حاضرہ، زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں کام آنے والی کتابیں اور رسائل، اور علمی اندوختے میں اضافہ کرنے والا ادب — لوک کہانیاں، اپنے ملک اور ممالکِ غیر کی تاریخیں، مقامات، حالات اور واقعات، طنز و مزاح، کارناموں کی داستانیں، شاعری اور مذہبی ادب کہاں سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

۵۔ طالب علم میں تلاش و جستجو اور کھوج کا مادّہ پیدا کرنا جس سے مطالعے کی تحریک پیدا ہوتی ہے، اس صلاحیت میں پختگی اور استحکام پیدا کرنا تاکہ لطف و مسرّت اور حصول معلومات کے لئے مسلسل مطالعے کی عادت پڑ جائے۔

درجہ بندی

خواندگی کی اس منزل پر پہنچ کر غالباً درجہ بندی کی ضرورت نہیں ہوگی اس لئے کہ اوّل تو مشقی پروگرام کا پہلا درجہ پاس کرنے کے بعد اس دوسرے درجے میں آنے والے طالب علموں کی تعداد بہت کم ہوگی اور طالب علموں کی تعداد کم ہونے کی صورت میں مطالعے کی مشکلات، کو دور کرنے کے لئے انفرادی توجہ دینا اُستاد کے لئے مشکل نہ ہوگا، دوسرے غالباً طلبا مطالعے کی اتنی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد آپس میں فرق و امتیاز کرنے کی بات پسند نہیں کریں گے لیکن اگر وہ خود درجہ بندی کی ضرورت محسوس کریں اور اس کے لئے رضامندی ظاہر کریں تو اسی اصول پر جس کا ذکر پہلے درجے کے باب میں کیا جا چکا ہے، ان کی جانچ کر کے ان کی درجہ بندی کر لینا چاہئیے۔ مقصد بہر حال یہ ہے کہ اُستاد کو اس درجے میں بھی طلبا کی ضرورتوں پر خاص توجہ دینی چاہئیے تاکہ ان کی مطالعہ کی صلاحیت میں روانی پیدا ہو جائے اور کسی قسم کا اٹکاؤ باقی نہ رہے۔

مواد مطالعہ

اس درجے میں چونکہ مقصد یہ ہوگا کہ طالب علم میں آزاد مطالعے کی صلاحیت پیدا ہو، اس لئے غالباً درسی کتاب کے طور پر کسی ریڈر کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ نصاب کے طور پر ایسے مواد جو عام طور پر تعلیم یافتہ بالغوں کے مطالعے میں رہتا ہے مثلاً اخبارات، رسالے، خبرنامے اور کتابیں، ان میں سے انتخاب کر لینا چاہیئے۔ انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ یہ مواد پہلے درجے کے موادِ مطالعہ سے کسی قدر مشکل، طویل اور ٹکنیکل الفاظ کے ذخیرے کے اعتبار سے زیادہ وسیع ہو۔

موادِ مطالعہ کے اس انتخاب میں کچھ کتابیں کتب امدادی کے طور پر بھی ہونی چاہئیں۔ اس سلسلے میں حکومت ہند کی انعامی کتابیں، خصوصاً وہ جو نئے پڑھنے والوں کے لئے شائع ہوئی ہیں، بہت مناسب رہیں گی۔

کلاس میں رہنمائی کا ڈھنگ

کلاس کی پڑھائی کے سلسلے میں سب سے پہلی بات جس پر زور دینے کی ضرورت ہے، یہ ہے کہ اس درجے میں بھی طلبا حاضری کے پابند رہیں، بالکل اسی طرح جیسے وہ خواندگی کے درجے میں اور اس کے بعد منتقی پروگرام کے پہلے درجے میں پابند تھے۔ اس بات کی طرف خاص طور سے توجہ دلانے کی ضرورت یوں ہے کہ ہو سکتا ہے، وہ پہلے درجے میں جو صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کر بیٹھیں اور اس کلاس میں پابندی سے حاضر ہونے کی ضرورت نہ سمجھیں۔

شروع کے دو چار دن کلاس میں ایسے موادِ مطالعہ کا استعمال رکھا جائے جو دراصل پہلے درجے کے معیار کا ہو، بلکہ اس سے بھی کسی قدر آسان ہو۔ اس سے یہ ہوگا کہ طلبار کے اندر اعتماد کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور وہ آئندہ کے اسباق کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

جب استاد دیکھے کہ اب طلبا میں آگے بڑھنے کے لئے پورا پورا حوصلہ پیدا ہو گیا ہے، اس وقت مقررہ موادِ مطالعہ میں سے ایسا مواد منتخب کرے جو طلبا کی دلچسپی سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو، یا بستی، یا ضلع یا ریاست کے کسی زیرِ غور مسئلے سے متعلق ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے ۔۔۔ اور غالباً بہتر بھی رہے گا کہ ایک کلاس کو اس مقصد کے لئے وقف کر دیا جائے کہ طلبا منتخب موادِ مطالعہ میں سے پہلے پڑھے جانے والے مواد کے تعین کے بارے میں باہم بات چیت کریں۔ اس بات چیت میں استاد کو موضوع کے ماہر خصوصی (RESOURCE PERSON) کا کردار

ادا کرنا چاہئے، یعنی وہ طلبا کو بتائے کہ فلاں موادِ مطالعہ کو پڑھنے اور سمجھنے میں ان کی اپنی زندگی یا بستی کی جماعتی زندگی کے فلاں فلاں واقعات و تجربات سے مدد ملے گی۔

جب سبق کا تعین ہو جائے تو اُستاد کو چاہئے کہ اس میں جو نئے الفاظ اور اصطلاحیں یا خیالات آئے ہیں، ان کی طلبا کے سامنے اچھی طرح تشریح کر دے۔ سبق کے تعین کے سلسلے میں جو بات چیت ہو چکی ہوگی، اس میں کلاس کی مقررہ مدت کا بیشتر حصّہ صرف ہو چکا ہوگا اور جو تھوڑا بہت بچا ہوگا، وہ الفاظ وغیرہ کی تشریح میں لگ گیا ہوگا۔ اس کلاس کی خاتمے پر استاد طلبا سے فرمائش کرے کہ وہ سبق کو اپنے طور پر گھر سے پڑھ کر لائیں تاکہ کلاس میں پڑھائی پر زیادہ وقت نہ صرف کرنا پڑے بلکہ سبق کو اچھی طرح سمجھنے پر وقت لگایا جائے۔ یہ یقین تو نہیں رکھنا چاہئے کہ گھر سے سب کے سب طالب علم پڑھ کر آئیں گے لیکن ہو سکتا ہے کہ ان میں سے دو چار پڑھ کر آئیں بھی، اس سے بھی اگلے دن کی پڑھائی پر اچھا اثر پڑے گا۔

دوسرے دن جب پڑھائی شروع ہو تو اس سے پہلے صرف زبانی طور پر چیک کر لیجئے کہ گھر سے کون کون طالب علم پڑھ کر آیا ہے۔ اس چیکنگ سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ طلبا کو معلوم ہو جائے کہ گھر سے پڑھ کر آنے کی فرمائش یونہی بے مقصد نہیں ہے۔

پڑھائی کا ڈھنگ یہ رکھیئے کہ طلبا پہلے مقررہ سبق خاموشی سے پڑھیں تاکہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا ایک موٹا سا خاکہ ان کے ذہن میں آجائے۔ اب اس بات کی جانچ کیجئے کہ جو کچھ انھوں نے پڑھا ہے، اس میں سے کتنا ان کی سمجھ میں آگیا ہے۔ سبق میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کی خاص خاص باتوں کا ان کی سمجھ میں آجانا بہت ضروری ہے اس لئے کہ یہی چیز آگے کے مفصّل مطالعے کی بنیاد بنے گی۔

اب اُستاد کو چاہئے کہ وہ سوالات کر کے طلبا کے ذہن کو اس بات کی طرف متوجہ کرے کہ وہ زیادہ غور سے پڑھیں گے تو سبق سے اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوں گی۔ مثال کے لئے وہ سبق کے کچھ حصّے خود پڑھ کر اور ان کے اندر چھپے ہوئے معنی سمجھا کر ان کے سامنے نمونہ پیش کرے۔ اس منزل پر بھی یہ مفید ہوگا کہ اُستاد وہ تمام باتیں جو سبق سے سیکھی جا سکتی ہیں، اور ان کی قدر و قیمت انھیں بتا دے۔ یہ بھی جتلایا جا سکتا ہے کہ فلاں فلاں بات ان کے شخصی یا جماعتی مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو ان کے موجودہ طرزِ فکر یا نظریۂ حیات پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ یہ سب باتیں بتانے کے بعد جس کے دوران میں جتنی زیادہ سے زیادہ ہو سکے بات چیت اور بحث مباحثہ ہونا چاہئے۔ اب استاد طلبا سے ایک بار پھر سبق کو زیادہ توجہ کے ساتھ پڑھنے کی فرمائش کرے۔

جب طلباء دوسری دفعہ سبق کو پڑھ لیں تو ایک مرتبہ پھر گفتگو کا موقع دینا چاہیئے اس لئے کہ اس مرتبہ وہ زیادہ مستعدی اور بھروسے کے ساتھ گفتگو میں حصہ لیں گے، اور اس ذریعے سے نہ صرف سبق ہی رواں ہو جائے گا بلکہ اس میں جو خیالات وانکار یا تجاویز پیش کی گئی ہوں گی، وہ پوری صفائی اور وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آجائیں گی۔

پڑھائی کے دوران میں اُستاد کو برابر دیکھتے رہنا چاہیئے کہ کس طالب علم کو کس مقام پر دقت پیش آرہی ہے۔ کون سا لفظ ہے جو اُسے پریشان کر رہا ہے، کون سا جملہ یا جملے کی ساخت ہے جو اس کے لئے الجھن کا سبب بن رہی ہے، کون سا خیال یا نظریہ ہے جسے وہ اپنی سمجھ سے باہر محسوس کر رہا ہے۔ پھر موقع کے لحاظ سے اس کو اُس خاص معاملے میں مدد بہم پہنچانی چاہیئے تاکہ سبق کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے میں طالب علم کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

جب اس طرح آٹھ دس سبق ہو جائیں اور طلبا میں آزادی کے ساتھ مطالعہ کرنے کی کچھ صلاحیت پیدا ہو جائے تو اب اُستاد انہیں مشکل مقامات کا حل خود نکالنے کے طریقے بتانا شروع کرے۔ سب سے پہلے مشکل الفاظ کا مطلب سمجھنے کے لئے ڈکشنری کے استعمال کا تعارف پیش کرنا چاہیئے اور جب الفاظ کی ڈکشنری کے استعمال کی عادت کسی قدر پختہ ہو جائے تو اس کے بعد ڈائرکٹریوں اور معلومات کی ڈکشنریوں کا استعمال اُن کے سامنے لانا چاہیئے اور اسی دوران میں کتب خانے سے کتابیں حاصل کرنے کا طریقہ سمجھا دینا چاہیئے۔ اگر قریب میں کہیں کوئی بڑا کتب خانہ ہو جس میں حوالے کی کتابوں REFERENCE BOOKS کا بھی انتظام ہو تو کتب خانے کے استعمال کا تعارف کتب خانے میں لے جا کر عملاً کرا دینا چاہیئے۔ طلباء میں مطالعے کا ذوق و شوق پیدا کرنے اور اُن میں مزید پختگی اور روانی لانے کی غرض سے مقررہ اسباق کے علاوہ طلبا کو آزادانہ مطالعے کا موقع بھی دینا چاہیئے۔ اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ اُستاد روزانہ نہیں تو وقتاً فوقتاً ہی سہی، کلاس میں مختلف قسم کے اخبارات، رسائل اور کتابوں کی نمائش منعقد کیا کرنے اور اس کا بھی اہتمام رکھے کہ اگر طلبا ان میں سے کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار پڑھنے کے لئے گھر لے جانا چاہیں تو وہ انہیں دے دیا جائے۔

اس کے علاوہ (کم سے کم کلاس کی مدت تک کے لیئے) ایک دو اخبار اور دو چار رسالے مستقل آتے رہنے چاہئیں اور طلباء کو حوصلہ دلانا چاہیئے کہ وہ یہ اخبارات اور رسالے مستقل پڑھا کریں۔

اگر اس طرز تعلیم کی باقاعدہ پابندی کی جائے تو امید ہے کہ مشقی پروگرام کے اس دوسرے درجے کے اختتام پر طلباء میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ مطلوبہ مطالعہ پورے اعتماد اور آزادی کے ساتھ کر سکیں اور اس مطالعے سے اپنی زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں استفادہ کر سکیں۔

نوجوانوں کی تربیت کا کام اور اس کی حدیں

نوجوانوں کی پرجوش قوت، ان کی تخلیقی سرگرمیاں اور معرکہ پسند ہمت و حوصلہ زمانۂ قدیم سے سماج کے جسم کو حیات بخش رگ اور پٹھے فراہم کرتے رہے ہیں۔ ابتداً جب سامنتی اور سامراجی سماج کا دور دورہ تھا انھیں اقتدار طلب گروہ اپنے مفاد کے حصول کے لئے استعمال کرتے تھے اور ان کو بادشاہوں اور جنگ بازوں کے شخصی حوصلوں کی تکمیل کے لئے توپوں اور بندوقوں کی خوراک کے طور پر کام میں لایا جاتا تھا۔ اب بہرحال جب سے دنیا کے بیشتر ممالک میں جمہوری حکومتیں اور ادارے قائم ہوگئے ہیں، نوجوانوں کے حقوق تسلیم کئے جانے لگے ہیں اور اس اعتبار سے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ ان کے انفرادی مقام و مرتبے کی معقول طور پر نشو و نما کرنے کے لئے ان کی تربیت کے کام کے حدود کو اچھی طرح سمجھا جائے۔

ہندوستانی سماج میں نوجوانوں کا مرتبہ

اس سے پہلے کہ ہم ہندوستان کی خیر خواہ ریاست کے تقاضوں کی روشنی میں نوجوانوں کی تربیت کے کام کے حدود پر بحث شروع کریں، بہتر ہوگا کہ روایاتی ہندوستانی سماج میں نوجوانوں کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، اُسے سمجھ لیا جائے۔ روایاتی ہندوستانی سماج میں نوجوان نسبتاً بے فکری کی زندگی گزارتا تھا اور اُسے خاندان کے کاروبار یا کھیتی باڑی کی ذمے داری سونپے بغیر زندگی کی مسرّتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت ہوتی تھی وہ اپنے بڑوں کا کہنا مانتا تھا اور معمولی طور پر ان کی مدد بھی کرتا تھا لیکن ہندوستانی سماج کے مشترک خاندان میں اس کا کردار فیصلہ کرنے والے فرد کا نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے میں نئے علوم حاصل کرکے نئے نئے طریقے اور نیا نقطۂ نظر اختیار کرنے کا سوال ہی نہیں تھا لیکن فوج میں بھرتی ہوکر قوم کے لئے لڑنا، افراد اور جماعتوں کے مفاد کی رکھوالی کرنا اور شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھانا بہرحال اس کے فرائض میں داخل تھے۔

ادھر ملک کی آزادی سے کچھ پہلے نوجوانوں کو جنگ آزادی میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی اور بہت سے نوجوانوں نے قوم کی آواز پر اپنے تعلیمی اور پیشہ ورانہ کیریر کو خیرآباد کہہ دیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا، یا ہو سکتا تھا، اسے قوم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا تھا۔

آزادی کی جنگ میں حصّہ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے کچھ نوجوان سیاست میں شریک ہو گئے اور ان کے جوش و خروش اور ہمّت و حوصلہ کو سیاسی پارٹیوں کے لیڈر اپنی پارٹیوں کے مفاد کے لئے استعمال کرنے لگے۔ بہت سے ایسے تھے جن کے خیالات اور نظریات بہت بیدار تھے اور وہ قوم کے حالات کے بدستور سابق قائم رہنے سے بے صبر ہو گئے اس بے صبری کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تخریبی سرگرمیوں پر اُتر آئے اور اپنی جوانی کی قوتوں کو اندھا دھند اور بے نتیجہ سرگرمیوں میں ضائع کرنے لگے۔ جب سے قوم کو آزادی ملی ہے، اُس وقت سے نوجوانوں کو ان کے جائز حقوق حاصل ہوئے ہیں، مگر یہ حقوق اپنے ساتھ کچھ فرائض بھی لائے ہیں۔ ان حالات میں بہت ضروری ہو گیا ہے کہ نوجوانوں کو نئے طرز پر تربیت دی جائے اور ان کے قلب و مزاج کو نئے حالات سے ہم آہنگ کرنے کے لئے انھیں بدلے ہوئے ماحول کے تقاضوں اور مطالبات سے واقف کرایا جائے اور یہ کام بھی اُسی وابستگی اور لگن کے ساتھ ہو جیسے ہم سماج کے دوسرے افراد کے لئے کر رہے ہیں۔

نوجوانوں کی تربیت کے کام کے حدود

فرد کی آزادی اس کے اوپر طرح طرح کی سرگرمیوں اور خیالات و افکار کے دروازے کھول دیتی ہے، چنانچہ نوجوانوں کی تربیت کے کام کے سلسلے میں بھی سرگرمیوں کا ایک سیلاب سا آگیا ہے۔ نوجوانوں کی قوت و حرارت سے کام لینے کی غرض سے مندرجہ ذیل سنستھائیں اور ایجنسیاں میدان میں اتری ہیں۔

(۱) مختلف محکمے اور ادارے، جیسے این۔ سی۔ سی، اے۔ سی۔ سی، لوک سہائک سینا اور ریاستی رکشا دل (ریاستی حفاظتی دستے یا سول ہوم گارڈز)

(۲) رضاکار ادارے اور ایجنسیاں۔ جیسے بھارت سیوک سماج، وائی۔ ایم۔ سی۔ اے، بھارت اسکاؤٹس اینڈ گائڈس، پنشن یافتہ فوجی سپاہیوں کا فیڈریشن، نوجوان کسان سبھائیں، رننگ فادمرز ایسوسی ایشنیں وغیرہ

(۳) چند سیاسی پارٹیاں۔ جیسے کانگریس (قومی سیوا دل) جن سنگھ (سوئم سیوک) پرجا سوشلسٹ پارٹی (نوجوانوں کا شعبہ)

(۴) چند وزارتوں کے خیر خواہ محکمے بھی اپنے اہتمام میں نوجوانوں کی سرگرمیاں منظم کرتے ہیں مثلاً سوشل ویلفیر بورڈ، غذا اور کھیتی کی وزارت، کمیونٹی ڈیویلپمنٹ کی وزارت۔ وغیرہ

نوجوانوں کی تنظیمیں قائم کرنے میں سیاسی پارٹیوں کا مقصد محدود ہے یعنی جو پارٹی یہ تنظیم بناتی ہے اس کے اپنے مفاد کا حصول۔ این سی سی اور اے سی سی کا جھکاؤ نوجوانوں میں ڈسپلن، تربیت جسمانی اور شہری تحفظ کے رجحانات پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر سرکاری اور رضاکار انجمنیں اور ایجنسیاں بھی ہیں جو نوجوانوں کے اندر وہ اوصاف پیدا کرنا چاہتی ہیں جن میں انھوں نے خصوصی مہارت پیدا کی ہے اور جس کے لئے وہ مشہور و معروف ہیں لیکن وزارتوں کے خیر خواہ محکموں کی طرف سے نوجوانوں کی تربیت کے جو پروگرام منظم کئے جائیں ہیں ان کی ان سب سے مختلف اور ممتاز حیثیت ہے۔ ان کے کام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ نوجوانوں کو منظم کرنے کے پیچھے دل کی کھوٹ کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا وہ خواہ سیاسی اعتبار سے ہو، یا فرقہ وارانہ اعتبار سے یا طبقہ وارانہ اعتبار سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نوجوانوں کی تنظیم کے ذریعے وہ خود انھی کی سیرت و شخصیت کی ہمہ گیر تعمیر اور نشوونما کرنا چاہتے ہیں۔

نوجوانوں کی ضرورتیں

نوجوانوں کی تربیت کے کام سے ہمیں جو دلچسپی ہے وہ محض جماعت کے اسی بنیادی نصب العین کی بنا پر ہے جس کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ جماعت کی ترقی بہبود کا افراد کی ترقی و بہبود سے اور افراد کی ترقی و بہبود کا جماعت کی ترقی و بہبود سے بہت قریب کا اور گہرا رشتہ ہے۔ اس نظریے کی روشنی میں دیکھئے تو نوجوانوں کی تربیت کا کام نہ صرف یہ کہ مفاد پرست گروہوں کی تنگ دلانہ پابندیوں سے پاک ہونا چاہیئے بلکہ جماعت کی ہمہ گیر اور ہمہ طرفہ ترقی کی تعمیری کوششوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیئے۔ دیہی نوجوانوں کی تربیت کے پروگرام میں کام کرنے والے کارکنوں کی ٹریننگ کے موضوع پر ۱۹۶۰ء میں تارا دیوی کے مقام پر جو سیمینار منعقد ہوا تھا، اس میں ان ضروریات کی حسب ذیل تقسیم کی گئی تھی:

(الف) جسمانی ضرورتیں

(ب) معاشی ضرورتیں

(ج) سماجی اور تہذیبی ضرورتیں

(د) ذہنی ضرورتیں اور

(ہ) جذباتی اور اخلاقی ضرورتیں۔

ان ضرورتوں کی تسکین کے لئے اس سیمینار میں پروگراموں کی ایک نہایت طویل اور جامع فہرست مرتب کی گئی تھی مگر یہ فیصلہ نہیں ہو پایا کہ نوجوانوں کی تربیت کے لئے کم سے کم پروگرام کیا ہونا چاہیئے جس کا منظم کیا جانا ہر حالت میں ضروری ہو۔

جامع اور ہمہ گیر پروگراموں کی موجودگی سے کام میں دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کام کے دوران میں شخصی جذبات اور من کی موج کا بہت امکان رہتا ہے اور اس رنگا رنگی کی وجہ سے نوجوانوں کی تربیت کے کام کا کوئی مربوط اور مشترک مفہوم نہیں بندھ پاتا۔ اس سے بڑی دشواری کام کی مقدار اور رفتار کا اندازہ کرنے میں پیش آتی ہے اس لئے کہ کام کی جب کوئی شکل ہی متعین نہ ہو تو اس کے بارے میں رائے کیا اور کیسے دی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم اسکاؤٹوں کے اجتماع کو یا بھارت سیوک سماج کی کسی کانفرنس کو یا وائی ایم سی اے کے زیر اہتمام منظم کئے جانے والے کسی ٹورنامنٹ کو نوجوانوں کی تربیت کا کام کہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم تین مختلف سرگرمیوں کو ایک ہی نام سے نوجوانوں کی تربیت کے کام سے تعبیر کرتے ہیں ایسی حالت میں یہ طے کر لینا نہایت ضروری ہے کہ نوجوانوں کی تربیت کا کام کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔

نوجوانوں کی تربیت کا کام کسے کہتے ہیں

نوجوانوں کی تربیت کا کام نوجوانوں کی ٹریننگ کا ایک عمل ہے جس کے اثر سے اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہتری پیدا ہو، اس کی اقتصادی خوش حالی میں اضافہ ہو اور اس کے سماجی رشتوں میں خوشگواری اور استحکام پیدا ہو۔ کام کی اس تعریف کے مطابق پروگرام کی حسب ذیل شکلیں ہونی چاہئیں

(الف) ایک انفرادی منصوبہ: جس کا منشا یہ ہو کہ کسی پیداآوری معاشی سرگرمی سے متعلق نوجوان کے علم اور مہارت میں اضافہ ہو سکے۔

(ب) اجتماعی منصوبہ: اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی منصوبے کے لئے نوجوان میں دوسرے لڑکوں یا لڑکیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے یا ان کی سرداری کرنے کی اہلیت پیدا ہو جیسے کسی مشترک ملاقات گاہ کی تعمیر کرنا یا رفاہ عامہ کا کوئی اور کام کرنا ہے۔

(ج) تفریحی اور تہذیبی پروگرام: اس کا منشا نوجوان میں سماجی ربط ضبط اور اتحاد و یک جہتی کے جذبات کی پرورش کرنا ہے۔

(د) بحث مباحثے کے ذریعے فیصلے کرنے والے: (پارلیمنٹری) پروگرام تاکہ اس کے ذریعے نوجوان کو جمہوری طریقہ کار اور قواعد و ضوابط کی پابندی کرنے کی مشق ہو۔ اس میں اس طرح کی سرگرمیاں جیسے جلسے کی تنظیم، کانفرنسوں کا انعقاد اور یادداشتیں اور رکارڈ رکھنا ہے، شامل ہیں۔

ان سرگرمیوں اور پروگراموں کا تعلق نوجوانوں کی پنجگانہ ضروریات سے بھی قائم ہو جاتا ہے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اور اگر ان پروگراموں کی روشنی میں ان ضروریات کا تجزیہ کیا جائے تو ان کی نئی تقسیم یوں ہو سکتی ہے :۔

(الف) معاشی ضرورتیں

(ب) سماجی ضرورتیں

(ج) جسمانی اور جذباتی ضرورتیں

(د) ذہنی ضرورتیں ۔

اخلاقی اور جذباتی ضرورتیں سماجی اور تہذیبی ضرورتوں کے تحت آجاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ضروریات کی یہ چہارگانہ تقسیم واضح اور قطعی نہ ہو لیکن اطمینان بخش بہر حال بہت ہے

اب اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ نوجوانوں کی ان ضرورتوں اور پروگراموں کے درمیان ربط قائم رہے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ نوجوانوں کی تربیت کے کام کے زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم پروگرام کی ایک ایک حد مقرر ہو ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس اصول کو حرف آخر بنا لیا جائے جس سے ایک انچ بھی اِدھر یا اُدھر ہلنا ناممکن ہو، لیکن یہ بہر حال مناسب ہوگا کہ سرگرمیوں کی ایک ایسی حد مقرر کر لی جائے جس میں رہ کر نوجوان آسانی سے اور نتیجہ بخش طور پر کام کر سکیں ۔ مثال کے طور پر جب نوجوان کو زرعی پیداوار میں اصلاح اور اضافہ کرنے کے لئے آمادہ کرنا ہوتا ہے تو اس میں ہر چیز جو ممکن ہو سکتی ہے شامل کر لی جاتی ہے ۔ نوجوان کی راہ میں کچھ رکاوٹیں ہوتی ہیں جیسے سماج میں اس کا درجہ، وسائل کے اوپر اختیار، اور کام کے لئے آمادگی چنانچہ وہ بڑے پیمانے کے کسی اقتصادی منصوبے میں جوش اور سرگرمی نہیں دکھا سکتا۔ اس کے بجائے اگر اس سے یہ کہا جائے کہ اُسے اپنی اصلیت اور مرتبہ و مقام کو ذہن میں رکھتے ہوئے کام کرنا ہے اور زرعی پیداوار کو بڑھانے میں اُسے اُسی حد تک قدم بڑھانا ہے جہاں تک اُسے اس کا اختیار اور اجازت حاصل ہے تو یہ مشورہ اس کے لئے نسبتاً زیادہ صحیح اور عملی مشورہ ہوگا ۔

جو تنظیمیں نوجوانوں کی تربیت کا کام ہاتھ میں لینا چاہیں، انھیں چاہئے کہ سرگرمیوں کی مذکورہ بالا چار فہرستوں میں سے ایک ایک چیز منتخب کر لیں اور اگر اس سے زیادہ چیزیں لینی ہوں تو اُسی حالت میں لیں جب انھیں پورے طور پر اطمینان ہو کہ ان سرگرمیوں کو وہ مؤثر طریقے پر اور مسلسل جاری رکھ سکیں گی ۔ یہ ہے سرگرمیوں کے انتخاب کا وہ طریقہ جس کے ذریعے نوجوانوں کی تربیت کا کام نفع بخش طور پر ہو سکتا ہے ۔

اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل

(۲)

اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل کے زیرِ عنوان برکت علی صاحب فراق نے تیلوکھیری کے اسٹڈی سنٹر میں جو مضمون پڑھا تھا، یہ اس کی دوسری قسط ہے۔ پہلی قسط میں جو مارچ ۱۹۶۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی، مضمون نگار نے اڈلٹ ایجوکیشن اور سوشل ایجوکیشن کے مسئلے پر بحث کی تھی اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ اڈلٹ ایجوکیشن کی کیا تعریف ہے اور سوشل ایجوکیشن کی موجودہ تحریک سے کیا مراد ہے۔ زیرِ نظر قسط میں بالغوں کی خواندگی کے مسئلے سے بحث کی گئی ہے۔

— ایڈیٹر

بالغوں کی خواندگی

حضرات، اڈلٹ ایجوکیشن کا دوسرا بڑا مسئلہ بالغوں کی خواندگی، اس کی ضرورت اور طرزِ تنظیم سے متعلق ہے جو اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کے سامنے ہمالیہ سے بھی کچھ اونچے پہاڑ کی طرح کھڑا ہے۔ بالغوں کی خواندگی کو اگرچہ سوشل ایجوکیشن کی پنج پہلی اسکیم کے منصوبوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور اس کا زیادہ تر زور شہریت کی تعلیم، صحت و صفائی کی مہموں، فرصت کے اوقات کے کمائی کے دھندوں اور تہذیبی و تفریحی مشغلوں کے اوپر تھا مگر اس کے باوجود شروع شروع میں اڈلٹ ایجوکیشن کے رہنما اس کی اہمیت کو بھولے نہیں تھے چنانچہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کا پہلا نیشنل سیمینار جو جبل پور میں منعقد ہوا تھا، خاص الخاص خواندگی کے موضوع پر تھا اور اس نے سفارش منظور کی تھی کہ ملک کا مطالبہ اب خواندگی کی ٹھیکل کوششوں سے پورا نہیں

ہوسکتا، ضرورت ہے کہ اسے وبائی بیماریوں کی طرح جڑ بنیاد سے کھود پھینکا جائے اور اس مقصد سے اب خواندگی کی اکا دکا مہمیں چلانے کے بجائے ایک ایک علاقے کو لے کر اس میں ناخواندگی کے خاتمے کی تحریکیں زور وشور کے ساتھ چلائی جانی چاہئیں لیکن اتفاق سے یہی وہ وقت تھا جب ملکی پیمانے پر کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اور اُدھر بین الاقوامی سطح پر فنڈامنٹل ایجوکیشن کی تحریک ہندوستان میں داخل ہو رہی تھی جیسا کہ وہ دنیا کے ہر پسماندہ ملک میں داخل ہوئی۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی ملکی تحریک نے دیدہ ودانستہ اور فنڈامنٹل ایجوکیشن کی تحریک نے غیر شعوری طور پر بالغوں کی خواندگی کی اہمیت کو کم کر کے پیش کیا اور آڈیو ویژول ذرائع سے جنتا کی عام تعلیم کا پرچار کیا۔ چنانچہ اگر آپ سوشل ایجوکیشن کے نذرکی ڈیولپمنٹ کا بار یکی سے مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۰ء کا زمانہ ایسا ہے جس میں پس پردہ کبھی نہیں بلکہ نام لے لے کر بالغوں کی خواندگی کو سوشل ایجوکیشن کے پروگرام سے عملاً خارج کرنے کی کوششیں کی گئیں۔

موجودہ زمانے میں یعنی گذشتہ دو تین سال سے سوشل ایجوکیشن کے مفکروں نے، خدا کا شکر ہے، پلٹا کھایا ہے۔ اور اب اس کی ضرورت اور اہمیت کے چرچے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن اب بھی یہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے کہ اگرچہ قومی زندگی کے ڈیولپمنٹ میں خواندگی کی اہمیت ہے لیکن آیا جنتا کی عام تعلیم کے پروگرام میں اس کو پہلی جگہ دی جاسکتی ہے اور اگر دی جاسکتی ہے تو اس کا معیار کیا ہونا چاہئے۔ اگر فنکشنل لٹریسی کو معیار تسلیم کیا جائے تو اتنی بڑی ناخواندہ آبادی کو فنکشنل لٹریسی کے معیار تک خواندہ بنانے کے لئے ملک کے پاس نہ سرمایہ ہے اور نہ وقت۔ دوسری طرف زمانہ چیخ چیخ کر آواز دے رہا ہے کہ ہندوستان کو اگر دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی برادری میں باوقار مقام حاصل کرنا ہے تو وہ ان پڑھ بالغوں کی اتنی زبردست تعداد کے ہوتے ہوئے کبھی نہیں ہوسکتا۔ ایک طرف یہ تقاضا ہے اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ ہر سال ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ہمارے سامنے اس سلسلے میں دوسرے ملکوں کی مثالیں بھی ہیں۔ روس میں جب انقلاب کامیاب ہو گیا تو لینن کی نظر سب سے پہلے ملک کے جس مسئلے پر گئی وہ بہت بڑی تعداد میں بالغوں کی ناخواندگی تھی۔ چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ اشتراکیت ایسے ملک میں کامیاب نہیں ہوسکتی جہاں عوام پڑھنے لکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوں۔ یہ اعلان ہوتے ہی حکومت کی پوری مشینری ملک سے ناخواندگی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے حرکت میں آگئی۔ آزاد ملکوں کی نئی فہرست میں ایک کیوبا ہے۔ وہاں بھی کم وبیش یہی کیفیت ہے۔ سال کے کچھ حصوں میں تعلیم کے دوسرے تمام اداروں کے کام کو ملتوی کر کے "تعلیمی سال" کے نام سے ایک مہم چلائی جاتی ہے جس میں تعلیمی عملے کی پوری

قوت کو بالغوں کی ناخواندگی کو ختم کرنے پر لگا دیا جاتا ہے۔ اور بھی کئی ملک ہیں جو نئے نئے آزاد ہوئے ہیں اور انھوں نے بھی عوام کی تعلیم کے بارے میں کم و بیش روس ہی کے نمونے پر کام کرنا شروع کر دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ یہ نمونے بھی اڈلٹ ایجوکیشن کے ہندوستانی رہنماؤں کو الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔

مسئلہ خواندگی کے اپنے مسائل

یہ تو ہے بنیادی مسئلہ، پھر اس مسئلے کے اپنے بھی مسائل ہیں جن میں سب سے زیادہ جان لیوا خواندگی کے لئے ان پڑھ بالغوں میں شوق اور آمادگی کی کمی کا مسئلہ ہے۔ سچ پوچھئے تو اس مسئلے کا یہی وہ پہلو ہے جس کے مقابلے میں بہت ہار کر یاروں نے خواندگی کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا ہے۔ اصطلاحی زبان میں اس مسئلے کو MOTIVATION کا مسئلہ کہہ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں رائیں تو بہت ہیں، مگر جس رائے پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے یہ ہے کہ یا تو ملک گیر پیمانے پر خاتمۂ ناخواندگی کی مہم منظم کر کے لوگوں کو خواندگی کے لئے MOTIVATE یا آمادہ کیا جا سکتا ہے یا پھر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کے ماتحت سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کی ایک ٹیم جو بیس گھنٹے مقررہ علاقے میں رہتے سہتے عام تعلیم کی دلچسپیاں اور سرگرمیاں منظم کرے اور اسی دوران میں ان پڑھ بالغوں کو خواندگی کی ضرورت کی طرف متوجہ کرے۔ یہ مذہبی مشنوں اور اسی طرح کی دوسری رضا کار سنستھاؤں کا طریقہ ہے۔ مگر ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر MOTIVATION کے یہ دونوں طریقے ناقابل عمل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ "پھر خواندگی کی تحریک کو کس ڈھنگ پر منظم کیا جائے کہ اس کا خاطر خواہ کوئی نتیجہ برآمد ہو۔

پھر اگر کسی علاقے میں کسی حد تک خواندگی کی مہم میں کامیابی ہو بھی گئی تو سوال یہ ہے کہ اس کی صلاحیت کو قائم اور مستحکم کرنے کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ سوال یہ نہیں ہے کہ "تدبیر کیا کی جائے" بلکہ یہ ہے کہ "جس حد تک اس کے لئے سامان میسر ہے، اسے استعمال کس طرح کیا جائے"۔ ضرورت ہوتی ہے کہ نو سکھ بالغ کے لئے ایک عرصے تک ایک مشقی پروگرام چلایا جائے اور اس مدت میں اسے کتب خانوں اور اس کے حسب حال لکھی ہوئی کتابوں کا استعمال سکھایا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پبلک لائبریریوں کی ضرورت کے موضوع پر ماہرین کی سفارش کے باوجود ابھی تک پبلک لائبریری کا سروس شروع نہیں کی گئی۔ بالغوں کے حسب منشا کتابیں البتہ لکھوائی اور شائع کرائی گئی ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامی کتابوں کی اسکیم جاری ہے لیکن یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خود حکومت کی قائم کی ہوئی اسٹڈی ٹیموں کا کہنا ہے کہ اس طرح کی کتابیں سوشل ایجوکیشن کے سنٹروں کے بجائے ریاستی اور ضلعے کی حکومتوں کے گوداموں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے اس

صورتِ حال کی ذمہ داری کارکن کے اوپر اتنی نہیں آتی جتنی کارکنوں سے کام لینے والی مشنری کے اوپر آتی ہے لیکن یہ مسئلہ — کارکنوں اور اہلکاروں کا اپنے فرائض محنت، اور خلوص کے ساتھ انجام نہ دینا — اپنی جگہ قائم ہے اور اس کا حل ابھی نہیں ہوا ہے۔

بات میں بات نکلتی ہے، دوستو، اڈلٹ ایجوکیشن کے سامنے ایک زبردست مسئلہ یہ بھی ہے۔ مذکورۂ بالا بات جو جملۂ معترضہ کے طور پر سامنے آگئی ہے، بہت اہم ہے اور یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ صورتِ حال عملے کی تعلیمی کمی کے سبب سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ یہ لوگ بالغوں کی صف میں آتے ہیں اور تعلیم کے محتاج ہیں، اس لئے اڈلٹ ایجوکیشن کو ان کی طرف بھی — اور بعض مفکروں کی رائے میں "بھی" ہی نہیں "سب سے پہلے" — توجہ کرنا چاہئے۔ مگر اڈلٹ ایجوکیشن یا سوشل ایجوکیشن کے پروگرام میں اصولی حد تک تو ہے، مگر عملی اعتبار سے پڑھے لکھے لوگوں کی صف میں آنے والے ان بالغوں کی تعلیم کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ تو پھر ان کے لئے کیا کیا جائے؟ قانون تو ہماری مدد کر نہیں سکتا اس لئے کہ جب آدے کا آوا ہی قانون شکنی پر تل جائے تو وہ قانون کہاں رہا۔

خواندگی کے مسائل کی گفتگو پوری نہیں ہوگی اگر ایک اور سوال کا ذکر نہ کیا جائے اور جو ابھی تک سوال ہی کی منزل میں ہے۔ اور وہ ہے خواندگی کی کلاسوں میں، چاہے وہ فنکشنل خواندگی کی مہموں کے ماتحت منعقد کی جائیں یا خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک کے ماتحت، پڑھائے کون؟ بالغوں کو پڑھانے اور بچوں کو پڑھانے کے طریقے بالکل الگ الگ ہیں، اور پڑھانے کا طریقہ معلوم ہونا بہرحال ضروری ہے۔ خواندگی کے ٹیچروں کی، جہاں تک مجھے معلوم ہے، ٹریننگ کا ابھی تک باقاعدہ کہیں کوئی انتظام نہیں ہے۔ لے دے کر نظر ابتدائی اسکول کے استادوں کی طرف جاتی ہے۔ آیا ابتدائی اسکولوں کے ٹیچر جنھیں بچوں کو پڑھانے کی ٹریننگ ملی ہوتی ہے، بالغوں کو خواندگی کی تعلیم دینے میں کامیاب ہوں گے؟ پھر اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ چونکہ انھیں پڑھانے کی مشق ہوتی ہے اس لئے نسبتاً کام چل جائے گا، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ اس کام کے لئے تیار بھی ہوں گے اور کیا ان کے اوپر مزید بوجھ لادنا مناسب ہوگا جب کہ وہ پہلے ہی سے تھکے ہوئے ہیں اور گھر کے بھی دس جھگڑے چکانا ہوتے ہیں؟

یہ سوالات ابھی تک جوں کے توں بغیر کسی آخری حل کے پڑے ہوئے ہیں اور خواندگی کی تحریک کی راہ میں ان کی وجہ سے بھی خاصی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔

(مسلسل)

پنچایتی راج کا روپ

نیچے ہم جمہوری لامرکزیت کے مصنف شری بلونت رائے مہتا کی اس تقریر کے جستہ جستہ اقتباسات پیش کر رہے ہیں جو موصوف نے اُدے پور سیمینار کے موقعے پر کی تھی۔ یہ سیمینار کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی وزارت کے اہتمام میں پنچایتی راج کے افسروں اور کارکنوں کی ٹریننگ کے موضوع پر سنہ ۱۹۶۲ء میں منعقد ہوا تھا۔

شری مہتا کی تقریر کے دو پہلو ہیں۔ ایک میں انھوں نے گاندھی جی کے خیالات کی روشنی میں جمہوری لامرکزیت کی ضرورت اور اہمیت جتلائی ہے اور دوسرے حصے میں اس سوال سے بحث کی ہے کہ آیا پنچایتوں کو جو ہندوستان کی جمہوری ریاست کی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ درجہ اور مرتبہ حاصل ہے کہ اس کی بنا پر وہ اپنی اس حیثیت کا عملی ثبوت پیش کر سکیں ؟ ——— ایڈیٹر

گاندھی جی کے خیالات

پنچایتی راج کے بارے میں گاندھی جی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایک موقعے پر فرمایا تھا:

"بھارت میں سات لاکھ گاؤں ہیں۔ ہر گاؤں میں ان کے شہریوں کی مرضی کے مطابق یعنی سب کی رائے سے ایک تنظیم قائم ہوگی۔ ان تنظیموں کا مطلب یہ ہوگا کہ ہندوستان میں سات لاکھ ووٹ یا رائیں ہیں گویا ہر گاؤں کا ایک ایک ووٹ ہوگا۔ گاؤں کے لوگ ضلعے کی حکومت کا انتخاب کریں گے۔ ضلعوں کی حکومتیں ریاستی حکومتوں کا انتخاب کریں گی اور یہی بعد میں مرکز

انتخاب کریں گے جو ریاست کی منتظمہ کا صدر ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاندھی جی ریاست کی تنظیم کے بارے میں کیا سوچ رہے تھے۔ انھوں نے سوچا تھا کہ گاؤں کے لوگ ضلعے کی حکومت کو منتخب کریں گے اور ضلعے کی حکومت ریاستی سرکار کی بنیاد ہوگی۔ کسی دوسرے موقعے پر انھوں نے مزید فرمایا تھا: (اقتباس نامہ نگار کی اطلاع کی بنیاد پر ہے) ۔

"مجھے اعتراف ہے کہ میں دستور ساز اسمبلی کی کارروائی کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔ مستقبل کے دستور میں پنچایتوں کا ذکر یا ان کے بارے میں کسی ہدایت یا حکومت کی لامرکزیت کا ذکر نہ ہونا یقیناً بہت بڑی بھول ہے۔ اگر ہماری آزادی میں عوام کی آواز گونجتی ہے تو ہمیں اس کی طرف دھیان دینا چاہئے۔ پنچایتوں کو جتنا زیادہ اقتدار دیا جائے گا، جنتا کے لئے اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اقتدار کا مرکز اگر دلّی میں ہے یا کلکتے یا بمبئی میں تو میں چاہوں گا کہ اُسے سات لاکھ گاؤں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر لوگوں میں ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک و تعاون کا جذبہ پیدا ہوگا، اور یہ تعاون ان کی اپنی مرضی اور خوشی سے ہوگا، اس کے لئے نازی طریقہ اختیار نہیں کرنے پڑیں گے۔ اپنی مرضی سے جو تعاون پیدا ہوگا، اُس سے سچّی آزادی کی فضا پیدا ہوگی، اور یہ ایک ایسی تنظیم ہوگی جو سوویت روس کی تنظیم سے بہت اچھی ہوگی۔"

اسی زمانے میں جب دستور ساز اسمبلی میں کانسٹی ٹیوشن زیرِ ترتیب تھا، ایک ممبر شری اَنَن شَیَم رنگو یا نے ایک طاقت ور مرکز کی حمایت میں تقریر کی تھی۔ گاندھی جی نے ان کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے ایک اور موقعے پر کہا

"اب میں دستور ساز اسمبلی میں شری انن شیم رنگو یا نے جو تقریر کی تھی، اُس کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ میں مانتا ہوں کہ ہمیں ایک طاقت ور مرکز کی ضرورت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے اور اعضا کمزور ہوں، اگر دوسرے اعضاء کمزور رہیں گے تو ایک طاقت ور مرکز قائم ہی نہیں ہو سکے گا۔ ہم ریاست کا پورا ڈھانچہ گاؤں پنچایتوں کی بنیاد پر قائم کر سکتے ہیں۔ جس میں جنتا کی مرضی سے آپس میں تعاون ہوگا۔ پھر مرکز خود بخود طاقت ور ہو جائے گا۔ میں دستور ساز اسمبلی سے درخواست کروں گا کہ دستور میں کچھ دفعات ایسی شامل کی جائیں جن کی رو سے گاؤں پنچایتیں ملک کی مستقبل کی حکومت میں ایک مؤثر کردار ادا کر سکیں۔"

گاؤں کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے گاندھی جی نے ایک اور موقعے پر لکھا تھا:

"میرے ذہن میں دیہاتی سوراج کا نقشہ یہ ہے کہ ہر گاؤں ایک مکمل جمہوریہ ہو، اپنی ضرورتوں کے لئے وہ پڑوسی گاؤں کا محتاج نہ رہے لیکن جہاں محتاجی اور ایک دوسرے پر انحصار ضروری ہو جائے وہاں گاؤں آپس میں ایک دوسرے پر منحصر بھی رہیں۔ اس اعتبار سے گاؤں کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے خود غلہ پیدا کرے اور کپڑے کے لئے روئی پیدا کرے، مویشیوں کے لئے اس کی اپنی چراگاہ ہو، بچوں کے کھیلنے کودنے کے لئے اس کا اپنا میدان ہو۔ ان کاموں سے اگر زمین بچ رہے تو گاؤں نقد رقم حاصل کرنے والی فصلیں پیدا کرے لیکن گانجا، تمباکو اور افیم نہیں۔ گاؤں میں ایک ناٹک گھر ہو، اسکول ہو اور پنچایت کے اجلاسوں کے لئے ایک ہال ہو۔ اس کا اپنا ایک پانی گھر ہو جہاں سے سب کو پینے کے لئے صاف پانی ملے۔ بیسک ایجوکیشن کے نصاب کے ختم تک تعلیم سب بچوں کے لئے لازمی ہو۔ چھوت چھات کے عقیدے کی بنیاد پر کوئی طبقہ یا فرقہ نہ ہو، اور گاؤں کے سب کام کوآپریٹو طریقے پر انجام پائیں۔ گاؤں کے بچاؤ کے لئے خدمت انجام دینا سب کے لئے لازمی ہو جس کے لئے لوگوں کو باری باری چنا جائے۔ گاؤں کی حکومت کا کام پانچ پنچوں کی پنچایت کے سپرد ہو جنھیں گاؤں کے تمام بالغ لوگ منتخب کریں۔"

تاریخی پس منظر

یہ ہیں وہ بنیادی خیالات جو قوم کے بزرگ گاندھی جی نے ظاہر کئے تھے۔ ہمیں انھی خیالات کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ہم جو پنچایتی راج قائم کرنے چلے ہیں، اس کا کیا روپ ہوگا۔ پنچایتی راج کا خیال کوئی نیا خیال نہیں ہے بلکہ اس کی جڑیں قدیم تہذیب اور اصول زندگی میں سرایت کئے ہوئے ہیں؛ اور ہمارے گاؤوں میں ابتدا ہی سے پنچایتیں رہی ہیں جو جمہوری ادارے کی حیثیت سے قائم رہی ہیں خواہ ملک میں کسی خاندان کا راج رہا ہو۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس قدیم ملک میں ہمیشہ سے پنچایتیں ہماری زندگی کی تنظیم کی بنیاد رہی ہیں۔ اس کے علاوہ گاندھی جی نے آزادی کی جو تحریک چلائی تھی، اس کی بنیاد شہر نہیں، گاؤں تھے، چنانچہ انھوں نے گول میز کانفرنس میں اپنے خواب کے سوراج کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اس کی بنیاد گاؤوں کی ریپبلکوں کے اوپر ہوگی"۔ صوبائی آزادی کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی کچھ صوبوں نے پنچایتوں کے قیام کے لئے کچھ قانون بنائے تھے۔ اس زمانے میں، جو لوگ پنچایتوں کی حکومت کے خیال کو فروغ دینا چاہتے تھے ان کے ذہن میں بھی بنیادی خیال یہی تھا کہ گاؤوں کو خود مختار حکومت کی اکائیوں کے روپ میں کام کرنا چاہیئے۔

یہ خیال ہمارے دستور کا بھی جزو بن چکا ہے، اگرچہ کچھ اسباب ایسے تھے کہ ان کی بنا پر دستور بنانے والے ریاست کے سارے ڈھیر کو پنچایتوں کی بنیاد پر کھڑا نہیں کر سکے۔ پھر بھی، بعد ہی میں خیال آنے پر سہی، انھوں نے اس خیال کو ہدایتی اصولوں کی فہرست میں شامل ہی کر دیا ہے۔

ایک بنیادی سوال

آج کہا جا رہا ہے کہ ہمارے مستقبل کا تعین پنچایتیں کریں گی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے مستقبل کا تعین یہی آج کی گاؤں پنچایتیں، پنچایت سمتیاں اور ضلع پریشد کریں گے جن سے مل کر ہمارا آج کا پنچایتی راج بنا ہے؟ کیا یہ ادارے اس حیثیت سے کام کر سکتے ہیں؟ ملک کا مستقبل تو ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے جنھیں جنتا بہت کم جانتی ہے۔ اس کے بجائے اگر ہمارے مستقبل کے بنیادی ستون گاؤں، بلاک اور ضلع پنچایتیں ہو سکتیں تو ان کے لئے سوراج کے کچھ معنی ہوتے اور ریاست کے ڈھیر میں ان کی ضرورتوں اور تمناؤں کی کچھ اہمیت ہوتی۔

ہمارے ترقیاتی منصوبے اور پنچایتیں

پچھلے بارہ پندرہ سال میں ترقی کے جو منصوبے بنے ہیں، وہ اوپر ہی اوپر بنائے گئے ہیں۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ترقی کے منصوبے نیچے کی سطح پر بنتے۔ گاؤں کے لوگ بتاتے کہ وہ کیسی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، ان کی کیا ضرورتیں اور تمنائیں ہیں؟ اِس اصول پر اگر منصوبے بنتے تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچتا۔ لیکن یہ اُس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک آزاد ریاست کی خود مختار اکائیاں قائم نہیں ہوتیں۔ اگر گاؤں میں ایک خود مختار حکومت ہے تو وہ بتا سکتی ہے کہ گاؤں کی ضرورتیں کیا ہیں اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہیں، اور ان کے لئے کس طرح کے منصوبے کی ضرورت ہے۔ گاؤں پنچایتیں اسی حیثیت میں اُس عمل میں شرکت کر سکتی ہیں جو ملک کے مستقبل کا تعین کرے گا۔ اُس حالت میں گاؤں پنچایتیں محض کارندوں کی حیثیت سے کام نہیں کریں گی جن کا فرض صرف اُوپر کے افسروں کی فرماں برداری کرنا ہوتا ہے۔ پنچایتوں کی حیثیت گاندھی جی کے الفاظ کے مطابق گاؤں کی ری پبلک کی ہونی چاہیے اور ان کی تنظیم خود مختار حکومت کے اصول پر کی جانی چاہیے۔ اس کے پیچھے ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر گاؤں کو اقتدار نہیں سونپا جائے گا تو عوام یہ محسوس نہیں کر سکتے کہ یہ اُن کی ری پبلک ہے، اُن کا سوراج ہے۔

ملک کی آزادی پر عوام کا ایمان واعتقاد نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہ کیفیت اُس وقت تک نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ وہ ری پبلک یا سوراج کے کام کاج میں حصّہ نہیں لیں گے۔ ہم نے اب تک اس کام میں عوام کو شریک کرنے کی بات نہیں سوچی تھی، لیکن اب بہرحال اس سمت میں ہمارے قدم اٹھنے لگے ہیں مگر اس سلسلے میں یہ بات ہر وقت یاد رہنی چاہئے کہ اگر عوام میں اس بات کا یقین پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ملک کی پالیسیوں کے تعین میں عملاً حصّہ لے رہے ہیں، تو ہماری یہ کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔ اگر ہم عوام کو اس بات کا یقین نہیں دلائیں گے تو اُن سے کس بنیاد پر امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ری پبلک یا ملک کے بچاؤ اور تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیں گے؟ ہمیں ملک کی تعمیر کے کام میں عوام کو اس لئے بھی شریک کرنا ہے کہ اگر وہ ملک کے راج کاج میں حصّہ نہیں لیتے تو ان کے نزدیک سوراج کے کیا معنی رہ جاتے ہیں جب کہ ہم ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ سوراج عوام کے لئے ہوگا۔ جمہوریت جب تک اوپر کی سطح پر یعنی پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں تک محدود رہتی ہے، اُس وقت تک گاؤں کے لوگوں کو یہ یقین نہیں دلایا جاسکتا کہ یہ ان کا سوراج یا ان کی ری پبلک ہے اور اُن کے بھلے کے لئے ہے۔ اس اصول کے ماتحت ضروری ہے کہ ہم پنچایتی راج کا مطلب یہ قرار دیں کہ وہ گاؤں، بلاک اور ضلعے کی سطح پر حکومت کی خود مختار اور با اقتدار اکائیاں ہیں۔

ہم نے اپنے لئے آزاد اور خود مختار ری پبلک کا طرز اختیار کیا ہے تو ہمیں اس کی بقا و استحکام کے لئے اس کی حفاظت بھی کرنی ہوگی، اس لئے کہ آزادی حاصل کرلینا اور ریاست کا ایک جمہوری ڈھچر بنا دینا ہی کافی نہیں ہے۔ لیکن جمہوریت کی حفاظت اور بقا و استحکام کا ماحول اُسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب عوام کو اس جمہوری ریاست کے ڈھانچے کا جزوِ لازم تسلیم کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہی ہوگا کہ وہ اپنا کام دھندا کرتے رہیں گے، جمہوری اداروں کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو ہوا کرے، ان کی بلا سے، بادشاہتوں کے زمانے میں کیا ہوتا تھا؟ بادشاہتیں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی رہیں، انھیں پروا نہیں ہوئی۔ کسی بیرونی طاقت نے ملک پر قبضہ جمالیا، یا اندر ہی کوئی منچلا بادشاہ بن بیٹھا، وہ خاموشی سے تماشا دیکھتے رہے۔ لیکن اب وہ زمانہ نہیں ہے، ملک کی ریاست کے معاملے میں عوام کی بے رُخی اور دور سے تماشا دیکھنے کی ذہنیت کو ختم کرنا ہوگا اور اس کے بجائے ان کے دلوں میں قوم اور قومی ریاست کے لئے یگانگت کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ اس مصلحت کے پیش نظر بھی گاؤں کو ان کے مجموعے بلاک کو اور بلاکوں کے مجموعے ضلع کو خود مختار ریاست کی جاندار اور با اختیار اکائی تسلیم کرنا پڑے گا۔

کچھ لوگ اس سلسلے میں عجیب طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہے کہ پنچایتی راج ایک تجربہ ہے جو کامیاب بھی ہو سکتا ہے اور ناکام بھی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تجربہ نہیں ہے۔ جنتا مالک ہے اور قوت و اقتدار کا سرچشمہ ہے جس سے ہم اختیار حاصل کرتے ہیں۔ جو کچھ گاؤں کے کرنے کا کام نہیں ہوگا، وہ کام بلاک انجام دیں گے، اور جو کام بلاک نہیں کرسکیں گے، وہ ضلعے کریں گے۔ اسی طرح بہت سے کام ایسے ہوں گے جو نہ بلاک کرسکیں گے نہ ضلعے۔ ایسے کام ریاستی حکومت انجام دے گی اور جو کام ریاستی حکومت بھی نہ کرسکے گی، اُسے مرکز انجام دے گا۔ حکومت کے کام کا موجودہ طریقہ اس کا الٹا ہے اور اس لئے اسے بدلنا ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اصل اقتدار گاؤں کے ہاتھ میں ہے اور وہ اقتدار کا صرف اتنا حصّہ دوسری طرف منتقل کریں گے جسے وہ خود استعمال کرنے سے قاصر ہیں، اور ان کے لئے مرکزی اقتدار کی ضرورت ہے جسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ یہ ہے میرے نزدیک پنچایتی راج کا روپ۔

ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک میں جہاں کروڑوں انسان بستے ہیں، سب لوگوں کی ضرورتیں اور تمنّائیں اس وقت تک پوری نہیں کی جاسکتیں جب تک حکومت کے کام میں جنتا کو براہ راست شریک نہیں کیا جائے گا۔ دلّی یا بمبئی سے ان کے اوپر حکومت نہیں کی جاسکتی۔ آزادی کے ماحول میں جنتا کی تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرنا بہرحال ضروری ہے۔

غلط فیصلہ

جس وقت میری کمیٹی کی رپورٹ پر پلاننگ کمیشن، نیشنل ڈیولپمنٹ کاؤنسل اور ریاستی حکومتوں میں غور ہو رہا تھا اس وقت یہ طے پایا کہ اس معاملے میں ریاستیں اپنے اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں کام کریں۔ میرے خیال میں یہ فیصلہ غلط تھا اور اسی غلطی کا یہ نتیجہ ہے کہ جمہوری لامرکزیت کی اسکیم میں تیزی نہیں آسکی۔ ریاستوں میں پنچایتی راج کے بارے میں جو قانون بنے ہیں انھیں دیکھئے تو معلوم ہوگا ہر ریاست کی اسکیم ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ صورت حال ملک کے حق میں اچھی نہیں ہے۔ حکومتِ ہند کو چاہئے کہ اس سلسلے میں کوئی قانون ایسا بنائے جس کے مطابق کام کرنا سب کے لئے یکساں طور پر لازمی ہو۔

جہاں تک پنچایتی راج کے سرکاری اور غیر سرکاری کارکنوں کی ٹریننگ کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے ایک ایسا ادارہ ہونا چاہئے جو سب کے لئے قابلِ قبول ہو۔ ٹریننگ اپنے آپ کامیاب نہیں ہو جائے گی، بلکہ اسے کامیابی کی راہ پر لے چلنا ہوگا۔ مقصد اس کے پیچھے بہرحال یہ ہونا چاہئے کہ ہم پنچایتی راج کے اداروں کی تربیت اور پرورش کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی حیثیت کے حسبِ حال کام کرنے کے قابل ہو جائیں۔

بشکریہ: پنچایت سندیش
اپریل ۱۹۶۳ء

افریقہ میں اڈلٹ ایجوکیشن کی صورت حال

دنیا کے نیم ترقی یافتہ ملکوں کو جن نازک اور تشویشناک مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، ان میں ایک مسئلہ خواندگی کا بھی ہے۔ نائیجیریا میں آبادی کا ستر فی صدی حصہ ناخواندہ ہے، اور اگر پورے براعظم افریقہ کو مجموعی طور پر لیجئے تو ناخواندہ لوگوں کا اوسط اسّی۸۰ فی صدی آتا ہے۔ جن ملکوں نے حال ہی میں آزادی حاصل کر لی ہے یا جو اگلے دس بارہ سال میں آزاد ہوں گے، انھیں اگر ترقی یافتہ ملکوں کے دوش بدوش کھڑا ہونا ہے اور اپنے آپ کو مستعد اور مستحکم آزاد ریاست ثابت کرنا ہے، تو ان کے لئے خواندگی کے مسئلے کی بڑی زبردست اہمیت ہے۔

افریقہ میں ۱۹۵۰ء سے پہلے صرف چار ریاستیں آزاد تھیں۔ اس کے بعد آزاد ریاستوں کی تعداد ۲۸ ہو گئی اور انھوں نے آزادی حاصل کرنے کے بعد سے اپنے یہاں تعلیمی پروگراموں کو وسیع کرنے میں بڑی کوششیں کی ہیں۔ بعض ملکوں اور علاقوں میں تعلیم کی مد پر جو سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے، اس کا اوسط قومی اور علاقائی بجٹ کے ۳۰ سے ۴۰ فی صدی تک پہنچتا ہے۔ اور بڑے بڑے قصبوں اور شہروں میں ابتدائی تعلیم کی عمر کے بچّوں کی کل تعداد کا ۵۰ سے ۶۰ فی صدی تک اسکولوں میں زیر تعلیم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ممالک جو بنیادی طور پر غریب ممالک ہیں، ترقی کی راہ میں آگے بڑھنے کے لئے کتنی زبردست کوشش کر رہے ہیں، اور اس کے لئے کتنی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں۔

ایشبی رپورٹ

نائیجیریا میں تعلیم پر لگائے جانے والے سرمایہ کا اندازہ کرنے کے لئے مسٹر ایشبی کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس کمیٹی نے اپنی سنہ ۱۹۶۰ء کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "نائیجیریا میں جس سال ابتدائی تعلیم کے پہلے درجے میں

طلبا کی تعداد ۸۴۸، ۸۴ تھی، وہاں سکنڈری ایجوکیشن کے پہلے درجے میں زیرِ تعلیم طلبا کل ۱۲,۳۴۴ تھے اور صرف ۱۵۰۳ ایسے تھے جو سکنڈری اسکول کے چھٹے درجے یعنی کالج کے پری کلاس میں پڑھتے تھے۔ لیکن طلبا کی اس قلیل تعداد کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ تعلیم کی مد پر زیادہ سے زیادہ سرمایہ لگانے کا جتنا رجحان نائیجریا میں پایا جاتا ہے اتنا حال میں آزاد ہونے والے دوسرے ملکوں میں کسی کے یہاں نہیں نظر آتا۔ البتہ غانا ایک ایسا ملک ہے جہاں شائد نائیجریا ہی کی سی کیفیت ہے۔

لیڈرشپ کی ضرورت

ایشبی رپورٹ میں آگے بتایا گیا ہے کہ نائیجریا میں (اور عملاً دوسرے ملکوں میں بھی) پڑھے لکھے اور تربیت یافتہ ٹکنیکل کارکنوں، جانچ اور رہنمائی کرنے والے عملے، کاروباری اور سرکاری حلقوں میں اونچے مرتبے پر کام کرنے والے افسروں اور پیشوں میں کام کرنے والے اشخاص کی ٹریننگ کی بڑی شدید ضرورت ہے۔

سوال دراصل یہ ہے کہ خواندگی ضروری ہے یا پہلے سے تعلیم پائے ہوئے لوگوں کی تسلسلی تعلیم ضروری ہے۔ ضرورت دونوں چیزوں کی ہے اور بہت سخت ہے۔ اصل چیز جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے یہ ہے کہ ان ممالک کو صنعتوں، حکومتوں اور پیشوں میں خدمات انجام دینے کے لئے جس قسم کی لیڈرشپ کی ضرورت ہے، وہ ناخواندہ عوام کے جمِ غفیر کو صرف پڑھنے لکھنے کی ابتدائی تعلیم بہم پہنچا دینے سے پوری نہیں ہو سکتی۔

خواندگی کے میدان میں اگرچہ بہت بڑی حد تک کام ہوا ہے لیکن جتنا کچھ ہوا ہے اس کے مقابلے میں ابھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ افریقہ کے بیشتر ملکوں میں خواندگی کا کام سرکار کے فلاحی محکموں اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے اداروں کے توسط سے انجام پاتا ہے۔ اسکولوں کے اہتمام میں یہ کام نہیں ہوتا۔ خواندگی ہو یا تسلسلی تعلیم اس کے لئے نہ تو پرائمری اور سکنڈری اسکولوں کے استادوں سے کوئی کام لیا جاتا ہے نہ ان کی عمارتیں ہی استعمال میں آتی ہیں۔ اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ کے زیادہ تر سکنڈری اسکول اقامتی ہیں اور شہروں سے کسی قدر فاصلے پر واقع ہیں۔

مطالعے کا مواد

خواندگی کی تعلیم میں یہ بات بہت اہم ہے کہ صرف پڑھنا لکھنا ہی نہ سکھایا جائے بلکہ خواندگی کے نصاب میں

صحت و صفائی، گھر کی دیکھ بھال، بچّوں کی پرورش و پرداخت اور شہری معاملات میں حصہ لینے کے آداب — یہ سب مضامین بھی شامل کئے جائیں۔

دوسری بڑی ضرورت یہ ہے کہ جن لوگوں نے نیا نیا پڑھنا لکھنا سیکھا ہے، انھیں مطالعے کا مواد برابر پہنچایا رہے۔ افریقہ میں یہ بات عام ہے کہ بہت سے خواندگی کے پروگرام سے گذر کر پڑھنا لکھنا سیکھ گئے ہیں، وہ نہ تو مطالعہ جاری رکھتے ہیں اور نہ اپنی اس نئی صلاحیت سے کام لیتے ہیں اس لئے کہ ان کے لئے اس کا موقع نہیں ہے۔ خواندگی کے پروگرام کا یہ نہایت اہم جزو ہے کہ نوخواندہ بالغوں کے پاس اخبارات اور سادہ اور سہل زبان میں لکھی ہوئی کتابیں مسلسل پہنچتی رہیں۔

نیم تعلیم یافتہ لوگوں کا مسئلہ نہایت نازک اور گمبھیر مسئلہ ہے اور مسئلے کی اس نزاکت سے یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ تسلسلی تعلیم کی کتنی اہمیت ہے۔ چنانچہ ان لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے جو پرائمری یا سکنڈری اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ٹکنیکل ایجوکیشن یا اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں نہیں جاتے، تعلیم کے نشینہ پروگراموں کی سخت ضرورت ہے جہاں ان کے لئے پیشوں کی تربیت اور عام تعلیم کا بندوبست ہو۔

یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل[1] پروگرام

افریقی نظام تعلیم میں تازہ ترین واقعہ جو رونما ہوا ہے، وہ اعلیٰ تعلیم بالغان یا ایکسٹرا میورل پروگرام کا رواج ہے۔ افریقہ میں اعلیٰ تعلیم کی ضروریات کا مطالعہ کرنے کے لئے جنگ کے بعد جو دو برطانوی کمیشن مقرر ہوئے تھے، انھوں نے جہاں یہ سفارش کی کہ افریقہ میں نئی یونیورسٹیاں قائم ہونی چاہئے وہاں اسی کے ساتھ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ بالغوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایکسٹرا میورل پروگرام بہت ضروری ہیں۔ چنانچہ افریقہ کی یونیورسٹیاں اپنے ایکسٹرا میورل پروگرام کے مقصد اور نوعیت کے معاملے میں برطانوی یونیورسٹیوں ہی کی تقلید کرتی ہیں، اور بالغوں کے لئے لبرل ایجوکیشن کی ضرورت پر زور دیتی ہیں۔ بالغوں کی اعلیٰ تعلیم کے پروگرام میں ان کے یہاں کوئی ایسا نصاب نہیں ہے جسے پیشے کی تعلیم کا نصاب کہا جا سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افریقی یونیورسٹیاں اپنے ایکسٹرا میورل پروگرام میں

---

[1] "ایکسٹرا میورل" کے لفظی معنی ہیں "دیوار سے باہر، خارجی"۔ یعنی یونیورسٹی کے عام تعلیمی پروگرام سے الگ کوئی تعلیمی پروگرام جس میں طلبا کا یونیورسٹی میں آنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ خود یونیورسٹی اپنی چہار دیواری سے باہر نکل کر جماعت کے ان افراد کو اپنا فیض پہنچاتی ہے جو یونیورسٹی تک آنے سے کسی وجہ سے قاصر ہوں۔ یہ اصطلاح خاص طور پر "بالغوں کی اعلیٰ تعلیم" کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو یونیورسٹی کے ماتحت عمل میں آئے۔

تعلیم کے ایسے پروگراموں سے بچی ہیں جن کے ماتحت انھیں کسی پیشے یا روزگار سے براہ راست تعلق رکھنے والے سرٹیفکٹ یا ڈپلومے دینے پڑے ہیں، لیکن افریقہ کو اپنی ترقی و تعمیر کے سلسلے میں جو ضرورتیں درپیش ہیں، ان کو دیکھتے ہوئے افریقی یونیورسٹیوں کا یہ طرز عمل قابل اعتراض ہے۔ اس لئے کہ "لبرل" اور "پیشہ ورانہ" تعلیم کا تعلق ان کے موضوع کے معیار سے اتنا نہیں ہے جتنا اس بات سے ہے کہ وہ کس طرح پڑھائے جاتے ہیں اور ان کو پڑھنے سے طالب علم کا منشا کیا ہے۔ پیشے یا روزگار کے حصول اور ان میں ترقی کرنے کے اعتبار سے خود یونیورسٹی کی ڈگری کی بڑی اہمیت ہے اس لئے کہ کسی کے پاس یونیورسٹی کی ڈگری نہ ہو تو اس کے اوپر بہت سے پیشوں اور عہدوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

ان ممالک میں تعلیم یافتہ اور ٹریننگ پائے ہوئے اعلیٰ عملے کی جو کمی ہے، اس کے پیش نظر یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل محکمے بالغوں کی اعلیٰ تعلیم کے حسب ذیل پروگرام چلا سکتے ہیں۔

۱۔ ان بالغوں کو جو یونیورسٹی ایجوکیشن حاصل کرنے کی صلاحیت تو رکھتے ہیں مگر کسی وجہ سے یونیورسٹی میں داخل نہیں ہو سکتے تھے ایسے مواقع فراہم کریں کہ وہ یونیورسٹی میں جز وقتی مطالعہ کرکے یا خط و کتابت کے ذریعے نصاب کو پورا کرکے یا نجی طور پر پڑھ کر امتحان دے سکیں اور ڈگریاں حاصل کر سکیں۔

۲۔ تمام بالغوں کے لئے قطع نظر اس کے کہ ان کی باضابطہ تعلیم کس منزل تک ہوئی ہے، لبرل علوم میں اعلیٰ مطالعہ کرنے کے انتظامات کریں تاکہ وہ مطالعے اور تبادلۂ خیال کے ذریعے اپنے ذہنی معیار کو بلند کر سکیں اور اس طرح ریاست کے ذمے دار شہری بن سکیں۔

۳۔ جو بالغ ہائی اسکول پاس کر چکے ہوں، ان کے لئے نظم و نسق عامہ (پبلک ایڈمنسٹریشن)، صنعتی روابط و معاملات، معلّمی، علم کتب خانہ، سوشل سروس اور اسی قسم کے دوسرے پیشوں میں سرٹیفکٹ اور ڈپلوما کورس چلائیں ان سرٹیفکٹ اور ڈپلوما کورسوں کے ذریعے ٹریننگ پا کر لوگ سربراہ کاری اور نظم و نسق عامہ کی بہت سی اسامیوں کو پُر کر سکتے ہیں اور اس طرح پڑھے لکھے اور تربیت یافتہ افسروں اور رہنماؤں کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔

۴۔ پیشوں میں لگے ہوئے لوگوں یعنی ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینیروں وغیرہ کے لئے تسلسل تعلیم کا پروگرام ان پیشوں میں کام کرنے والے لوگ اپنے اپنے فن میں تربیت تو پا چکے ہوتے ہیں، لیکن انھیں ایسے موقعے نہیں ملتے یا بہت کم ملتے ہیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے پیشوں سے متعلق تازہ ترین رجحانات، تصورات اور طریقۂ کار سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

• پھر چونکہ افریقی ممالک کی کوشش عموماً یہ ہے کہ وہ اپنی ترقی اور بہبود کے منصوبوں کو کم سے کم وقت میں پورا کر لیں۔ اس لئے یونیورسٹیوں کو بالغوں کی تعلیم کو فروغ دینے کی غرض سے یہ بھی کرنا چاہئے کہ اپنے سے کمتر درجے کے اداروں اور انجمنوں کو جیسے مزدور سبھائیں ہیں، کاروباری تنظیمیں ہیں، اور رضاکار انجمنیں ہیں، اپنے اپنے دائرہ عمل میں اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام منظم کرنے کا حوصلہ اور جوش دلائیں۔

"اڈلٹ ایجوکیشن" (یو۔ ایس۔ اے)

بشکریہ نیشنل کلیرنگ ہاؤس آف سوشل ایجوکیشن) نمبر ۔

یو۔ پی میں دیہی رضاکار دستوں کی تنظیم

رضاکار دستے کی ضرورت

ملک کی آزادی کے بعد گاؤں کو ترقی کی راہ پر ڈالنے کی غرض سے جو منصوبے بنائے گئے ان میں سب سے اہم کام کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے پروگراموں نے انجام دیا ہے۔ اس کے اثر سے عوام کی زندگی میں نئی بیداری پیدا ہوئی ہے اور گاؤں کے لوگ ہوشیار ہو کر اپنی ذمے داری پر ترقی کے پروگراموں میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ ڈیولپمنٹ کے کاموں کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لوگ اپنے مستقبل کو بدل دینے پر جی جان سے تُل گئے ہیں اور جمہوریت کے اصولوں کی بنیاد پر ایک اشتراکی سماج کے قیام کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ گاؤں، بلاک اور ضلعے کی سطح پر عوام کے نمایندوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے جارہے ہیں، اور انھی اداروں کی بنیاد پر پنچایتی راج قائم کیا جارہا ہے جس کے ماتحت جنتا کے چنے ہوئے نمایندے دیہی ترقی و بہبود کے کام میں آگے بڑھ بڑھ کر حصّہ لے رہے ہیں۔

یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی اسکیم نے جو کردار امن کے زمانے میں ادا کیا تھا، وہی کردار اس نے قومی سنکٹ کے زمانے میں بھی ادا کیا ہے۔ جب ملک پر چینیوں کے حملے سے سنکٹ کی کیفیت پیدا ہوئی تو پورے ملک میں اس کا مقابلہ کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کی گئیں، اور ملک کے لئے قربانی دینے کا نہایت شدید جذبہ پیدا ہوا۔ ہمارے ملک نے ہمیشہ دنیا کو امن اور شانتی کا سبق پڑھایا ہے۔ گاندھی جی کی تعلیمات ہمیں وراثت میں ملی ہیں لیکن پھر بھی ملک کی آزادی کو قائم رکھنا ہمارا پہلا فرض ہے چنانچہ قومی تحفظ کی تدبیروں کو مستحکم اور پائیدار بنانا ہر شہری کے اوپر فرض ہو جاتا ہے۔ اسی ضرورت کے ماتحت گاؤں کی بے پناہ انسانی قوت سے قومی دفاع کا کام لینے کے ساتھ ساتھ اُسے پیداوار بڑھانے کے کام میں لگانے کی غرض سے گذشتہ سال "دیہی رضاکار دستوں" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ قومی دفاع کے لئے پیداوار بڑھانے کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب پر ظاہر ہے کہ آج کی جنگیں صرف محاذ پر نہیں لڑی جاتیں بلکہ ان کے مورچے کھیت اور کھلیان بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ

قومی سنکٹ کے دور میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا ہو اور طرح طرح کی صنعتیں قائم ہو جائیں تاکہ محاذ پر لڑنے والی فوجوں کو سامانِ رسد کی کمی شکایت نہ ہونے پائے۔ انہی مصلحتوں کے پیشِ نظر دیہی رضاکار دستے بنائے گئے ہیں جن میں ۱۸ سال سے ۴۵ سال تک کے گاؤں کے تمام مردوں کو شامل کرنے کا عزم ہے۔

تنظیم کا ڈھنگ

ابتدا میں ہر گاؤں کے اندر دس دس محافظوں کی ۵ ٹولیاں منظم کرنے کا منصوبہ ہے تنظیم کا ڈھنگ یہ ہے کہ ہر ٹولی کا ایک ٹولی نائک ہوتا ہے۔ پھر گاؤں پنچایت کی سطح پر ایک امیر دستہ (دل پتی) اور پنچایتی عدالت کے علاقے کے لئے ایک حلقہ سردار مقرر کیا جاتا ہے۔ دیہی رضاکار دستوں کی یہ تنظیم گاؤں پنچایت، چھیتر سمتی اور ضلع پریشد کی سرپرستی میں کام کرتی ہے۔ ہر گاؤں میں اگر ۵۰۔۱۵ افراد کی ایک ایک ٹولی تیار ہو جائے تو اس کی طاقت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تنظیم قومی تحفظ، عوامی تعلیم اور پیداوار بڑھانے والی اسکیموں میں جتنا مؤثر اور نتیجہ خیز کام انجام دے سکتی ہے وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

تین کام

دیہی رضاکار دستے کی تنظیم کی تین بنیادی خصوصیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے گاؤں کے لئے رضاکاروں کی ٹکڑیاں گاؤں پنچایت خود منظم کرتی ہے، دوسری یہ کہ ہر گاؤں کے رضاکار دستے کے سپرد تین کام ہوتے ہیں، ایک قومی تحفظ، دوسرے عوام کی تعلیم اور اطلاعات عامہ کا کام اور تیسرے پیداوار بڑھانے کی کوشش تیسری بات یہ ہے کہ انہی دستوں کی مدد سے ہر پنچایت اپنے گاؤں میں ایک دفاعی محنت بینک کھولتی ہے جس میں گاؤں کا ہر تندرست بالغ سال میں ۹۶ گھنٹے کی محنت جمع کرتا ہے اور جو شخص محنت نہیں کر سکتا اُس سے اُس کے بدلے نقد رقم حاصل کر لی جاتی ہے۔

ہر ریاست میں گذشتہ چند سال سے ریاستی دفاعی دستوں کی اسکیم پر عمل کیا جا رہا تھا۔ ان ریاستی دفاعی دستوں کو ڈسپلن قائم رکھنے، شہریوں کے تحفظ اور پیداوار بڑھانے کے کاموں میں کافی تجربہ حاصل ہے اس لئے ریاستی دفاعی دستے کے پروگراموں میں کچھ ادل بدل کر کے اسی کو دیہی رضاکار دستے کی شکل دے دی گئی ہے۔ اس وقت تک اس تنظیم میں ۵ ہزار سے اوپر ٹرینڈ حلقہ سردار، ۲۸ ہزار دل پتی، سوا لاکھ سے اوپر ٹولی نائک اور ۲ لاکھ کے قریب رضاکار بھرتی ہو چکے ہیں اور گاؤں کے لئے ایک روشن مستقبل کی تعمیر میں قابلِ قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔

زرعی پیداوار میں اضافہ

اس وقت ان دیہی رضاکار دستوں کے سامنے سب سے اہم کام زرعی پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔ آجکل ملک کی سرحدوں پر تو امن ہے اور اس کا کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ مستقبل قریب میں چینی ہماری سرزمین پر آگے بڑھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ضروری ہے کہ قومی تحفظ کی تدبیروں میں کمی یا سستی نہ آنے دی جائے۔ سرحدوں کی حفاظت کے لئے وہاں جوانوں کو تعینات کرنا ہی ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ انھیں ان کی ضرورت کی چیزیں برابر وافر مقدار میں پہنچتی رہیں۔ اس کام کے لئے محنت اور مستعدی کی ضرورت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر محاذ کے جوانوں کو کھانے پینے کے سامان کی کمی پڑ جائے تو ہماری فوجیں کمزور پڑ جائیں گی۔ کھانے پینے کے سامان کے علاوہ فوجوں کو اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ملوں اور کارخانوں میں تیار ہوتی ہیں۔ بظاہر ملوں اور کارخانوں میں تیار ہونے والے سامان سے گاؤں کا تعلق نہیں ہے لیکن بات کے اس پہلو پر غور کیجئے کہ کارخانے اور ملیں تو جب کچا مال ملے گا، اسی وقت کام کریں گی یہ کچا مال انھیں کہاں سے سپلائی ہوگا؟ سیدھا سا جواب ہے "گاؤں کی طرف سے"۔ اس اعتبار سے بھی گاؤں کو پیداوار بڑھانے کے لئے مستعدی سے کام کرنا ہے۔ چنانچہ دیہی رضاکار دستوں کے لئے سب سے اہم اور پہلا کام زرعی پیداوار میں اضافہ کرنا قرار پاتا ہے۔

دستے کے لئے زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کی کوشش اس لئے بھی مقدم ہے کہ قومی دفاع کی کامیابی کی سب سے ضروری اور اہم شرط یہی ہے۔ ہر گاؤں میں پیداوار بڑھانے کے منصوبے بنے ہوئے ہیں اور کوشش یہ ہے کہ پنچایت پلانوں کے نشانے کم سے کم وقت میں پورے کر لئے جائیں۔ چنانچہ پیداوار بڑھانے کے اس نیک کام میں لاکھوں کسان مستعدی سے شریک ہیں۔ اس سمت میں دیہی رضاکار دستوں کو بڑا اہم کام سونپا گیا ہے جسے پورا کرنے کے لئے وہ مستعدی سے کام بھی کر رہے ہیں۔ اس پروگرام میں پنچایتی زمین کو زرخیز بنانا، کمپوسٹ کھاد تیار کرنا، جوہڑوں تالابوں، باندھوں اور نالیوں کی تعمیر اور دیکھ بھال، کھیتوں کی منڈیر بندی، پھل اور سبزی کی کاشت، ایندھن حاصل کرنے کے لئے پیڑ لگانا، مچھلیاں، مرغیاں پالنا، اور شہد کی مکھیاں پالنا شامل ہیں۔ ضرورت ہے کہ دیہی رضاکار دستے کی ٹکڑیاں ترقی یافتہ کھیتی کے مختلف پہلوؤں پر دھیان دیں۔ ان سے واقفیت حاصل کریں اور اس واقفیت کو اپنے منصوبوں میں استعمال کریں تالابوں کی جل کمبھی کو نکال کر اس سے کمپوسٹ کھاد تیار کریں، ان میں مچھلیاں پالیں ربیع، خریف اور زائد فصلوں کے لئے مشینی کھاد (فرٹیلائزر) استعمال کریں ترکاریاں اور پھل زیادہ سے زیادہ مقدار میں پیدا کریں، اچھے

اور کھیتی کے ترقی یافتہ اوزاروں کو رواج دیں، کھیتوں کی منڈیریں اونچی کریں اور سینچائی کے لئے کنوئیں بنوا کر ان میں پمپ اور رہٹ لگوائیں۔

دیہی رضاکار دستوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ اگر وہ دیکھیں کہ گاؤں میں کچھ لوگ ڈھیلے ڈھالے اور اداسی کے ساتھ کام کرتے ہیں تو وہ ان کی اداسی کو دور کریں اور پورے گاؤں کو ترقی کی راہ میں تیز قدم اٹھانے کا حوصلہ دلائیں۔ اسی صورت میں گاؤں کی ترقی ہوگی اور وہ آگے بڑھیں گے۔ اس کام میں مناسب ہوگا کہ نوجوان دستے، مہیلا منڈل اور اسکول وغیرہ سبھی سنستھائیں شرکت کریں۔ دستے کے ممبروں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے طور پر گھر کے استعمال کے لئے ترکاریاں اور پھل پیدا کرنے میں پہل کریں۔ اس مقصد کے لئے وہ رسوئی باغ (کچن گارڈن) لگا سکتے ہیں۔ مرغی خانے قائم کر سکتے ہیں۔ ان ترکیبوں سے صرف یہی نہیں کہ زرعی پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ غذا بھی مفید اور مقوی حاصل ہو سکے گی۔

سوشل ورک اور عوام کی تعلیم

گاؤں کے لوگوں کو ڈسپلن کا عادی بنانا اور ان میں قومی تحفظ کے بارے میں جوش و خروش پیدا کرنا تو ان رضاکار دستوں کا کام ہے ہی، اس کے علاوہ اسی سلسلے میں انھیں اور بھی بہت سے فرائض ادا کرنے ہیں مثلاً گاؤں کی چوکیداری اور زرعی ذرائع کی حفاظت، آگ لگنے کی روک تھام اور آگ لگ جانے پر اس سے جان اور مال کا بچاؤ، ابتدائی طبی امداد (فرسٹ ایڈ) بہم پہنچانا اور پبلک سروس کے وسائل کی حفاظت کرنا، وغیرہ۔ طے بات ہے کہ جب ان وسائل کی نگرانی اور دیکھ بھال کا ذمہ دار پورا گاؤں ہوگا تو کون ہے جو چوری چھپے ان کے توڑ پھوڑ کی ہمت کر سکتا ہے۔ اسی طرح رضاکار ٹولیاں گاؤں میں رات کو پہرہ دینے کا کام بھی آپس میں بانٹ کر باری باری انجام دیں گی گاؤں میں کبھی کبھی چھوٹی بڑی چوریاں ہو جاتی ہیں جن سے لوگ گھبرائے گھبرائے اور پریشان رہتے ہیں دیہی رضاکار دستوں کی ٹولیاں مستعد اور ہوشیار رہ کر گاؤں کے لوگوں کو اس قسم کے حادثات سے نجات دلا سکتی ہیں۔

دیہی رضاکار دستے عوامی تعلیم اور اطلاعات عامہ کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ ان کے اس پروگرام میں خاص طور پر لوگوں تک خبریں اور معلومات بہم پہنچانا، بےبنیاد افواہوں کو پھیلنے سے روکنا، لوگوں کے حوصلے بلند رکھنا اور محاذ پر گئے ہوئے سپاہیوں کے خاندانوں کی ہمت افزائی اور دلجوئی کے کام شامل ہیں

ٹریننگ

ان کاموں کو اچھے ڈھنگ سے اسی وقت انجام دیا جا سکتا ہے جب دیہی رضا کار دستے کے ممبروں کو ان باتوں کی معقول معلومات ہو۔ اس غرض سے دستے کی ٹولیوں کو کھیتی، مویشی پالنے، مرغی خانے، مچھلیاں پالنے اور اسی طرح کے دوسرے زرعی دھندوں کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ حلقہ سرداروں اور دستوں کے امیروں (دل نیپوں) کے لئے سات سات دن کے۔ ٹولی نائکوں کے لئے پانچ پانچ دن کے اور رضا کاروں کے لئے تین تین دن کے ٹریننگ کیمپ منعقد کئے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے ان کیمپوں میں ابھی تک شرکت نہیں کی ہے، وہ آئندہ منعقد کئے جانے والے کیمپوں میں ضرور شریک ہو جائیں۔ اس مقصد کے لئے حلقے کے گرام سیوک، بلاک آرگنائزر، ریاستی حفاظتی دستے، یا بی۔ ڈی، او سے مل کر معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔

فوجی بھرتی کی افواہ غلط ہے

کبھی کبھی لوگ یہ افواہ اُڑا دیتے ہیں کہ دیہی رضا کار دستوں کے ممبروں کو فوج میں بھرتی کر کے مورچے پر بھیجا جائے گا۔ یہ بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ دیہی رضا کار دستے تو صرف گاؤں کی بھلائی اور بہبود کے لئے منظم کئے جا رہے ہیں جن کا کام، جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے، گاؤں کا تحفظ اور پیداوار بڑھانا ہے۔

دفاعی محنت بینک

دیہی رضا کار دستوں کی اسکیم کے ماتحت پیداوار میں اضافہ ہی کرنے کی غرض سے گاؤں میں "دفاعی محنت بینک" (ڈیفنس لیبر بینک) قائم کئے جا رہے ہیں۔ گاؤں میں انسانوں کی جو بے پناہ طاقت موجود ہے۔ اسے گاؤں کی فلاح و بہبود کے کام میں لگانے کی غرض سے یہ اسکیم نافذ کی گئی ہے چنانچہ متعدد پنچایتوں نے پنچایتی راج ایکٹ کی دفعہ ۱۹ (الف) کے ماتحت ۱۸ سے ۴۵ سال تک کی عمر کے مردوں سے سال میں ۹۶ گھنٹے گاؤں کے لئے محنت کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب تک ۵۸۲۲۲ گاؤں سبھاؤں نے اس طرح حاصل ہونے والی محنت کے استعمال کے منصوبے بنائے ہیں۔ ان کے رجسٹروں میں محنت کے ۱۲ کروڑ ۲۶ لاکھ دن درج ہو چکے ہیں اور اب تک تین کروڑ چھیانوے لاکھ دنوں کی محنت کو استعمال میں لایا جا چکا ہے۔ جن لوگوں نے محنت کے بدلے نقد رقم دی ہے وہ سب ملا کر ۲ لاکھ ۵۳ ہزار روپے ہوتی ہے جو بینکوں میں جمع کر دی گئی ہے۔ اس میں سے اب تک ۹ ہزار کی رقم پنچایتوں نے خرچ کی ہے۔

وشل ایجوکیشن کا رسالہ

ادارہ تعلیم وترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

مئی سنہ ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ۵

بانی:۔ شفیق الرحمن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر:۔
تعلیم و ترقی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر
نئی دہلی

قیمت

سالانہ چار روپے — فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے

فون :- ۷۴۴۴۶۴

ترتیب

ناشر پبلشر برکت علی فراق نے [illegible]

اشارات

خط کتابتی طریقۂ تعلیم کی ایک جدت

خط کتابتی طریقۂ تعلیم جسے انگریزی اصطلاح میں کریسپانڈنس کورس کہتے ہیں، یونیورسٹی اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک مشہور و معروف شعبہ ہے اور ہندوستان سے زیادہ بیرونی ملکوں کی یونیورسٹیوں میں رائج ہے۔ دہلی یونیورسٹی نے جہاں یونیورسٹی اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک عرصہ سے چرچا ہے، خط کتابتی کورسوں کا سلسلہ بھی کچھ دنوں سے شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ اس وقت اس کے یہاں اس شعبۂ تعلیم میں ۲۲۲۶ طلباء اور طالبات داخل ہیں۔

یونیورسٹی نے اس سال سے اس طریقۂ تعلیم میں ایک نئی اسکیم کی ابتداء کی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ طلباء کا چند دنوں تک ہی سہی، ان کے اساتذہ سے بالمشافہ رابطہ قائم ہو جائے۔ چنانچہ اس کا نام ہی "طلباء و اساتذہ کے بالمشافہ رابطے کی اسکیم" رکھا گیا ہے۔ خط کتابتی کورس کے شعبے کا یہ ارادہ بھی ہے کہ چند پروفیسروں اور لیکچراروں کی ایک ٹیم بھی مختلف سنٹروں میں بھیجی جائے تاکہ وہ وہاں پہنچ کر مقامی طور پر زیر تعلیم طلباء کے لئے لیکچروں اور کلاسوں کا انتظام کریں۔

اس اسکیم پر عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ پہلا گروپ جو آج کل یونیورسٹی میں مقیم ہے، ۵۰۰ طلباء اور طالبات پر مشتمل ہے اور اس میں فوج کے سابق سپاہی، ڈاکٹر، ریلوے کے ملازمین، سرکاری دفتروں کے کلرک، مکانوں کی آرائش کرنے والے اور چند گرہستنیں شامل ہیں۔ یہ لوگ ۲۱ دن تک یونیورسٹی میں قیام کریں گے۔ اور اس دوران میں ان کے لئے لیکچروں، سیمیناروں، اور ٹیوٹوریل کلاسوں کا بندوبست کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ انھیں تاریخی مقامات اور تعلیمی اور صنعتی مرکزوں کی سیریں بھی کرائی جائیں گی۔

خط کتابتی کورسوں کے طلباء اور ان کے اساتذہ کے درمیان اس بالمشافہ رابطے کی مثال بیرونی ممالک میں ملتی ہو تو ملتی ہو، لیکن ہندوستان میں غالباً یہ پہلا ہی تجربہ ہے اور نہایت مفید اور نتیجہ خیز تجربہ ہے اور ہم دہلی یونیورسٹی کو اس مفید جدت پسندی کی داد دیتے ہیں۔ زبان سے نکلی ہوئی اور کان سے سُنی ہوئی ایک بات بعض اوقات کتاب یا تحریر میں پڑھی ہوئی سو باتوں پر بھاری ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی اس کے اثر سے زندگی کا، خواہ وہ علمی

ہو یا عملی، رخ بدل جاتا ہے۔ یونیورسٹیوں میں بالعموم اور اب تعلیم کی ابتدائی اور ثانوی منزلوں میں طالب علم کی پوری مدت تک طلباء کے قیام پر جو زور دیا جاتا ہے، اس کا یہی راز ہے، اور اسی اصول کے ماتحت ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کے باوا آدم فادر گرونڈوگ نے فوک ہائی اسکولوں کی پانچ ماہ کی تعلیم کے لئے طلباء کے پوری مدت کے قیام کو شرط قرار دیا تھا۔

اس اسکیم کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ خط کتابتی طلباء چونکہ اپنے اساتذہ سے ملنے جلنے اور بالمشافہ اُن کے لیکچر سننے کے بھوکے ہوں گے اس لئے تین ہفتے کے اس قیام کے ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھیں گے اور لیکچروں اور کلاسوں میں جو بات اُن سے کہی جائے گی اُسے وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنیں گے جس کے اثر سے اُن کا آیندہ کا مطالعہ آسان اور نفع بخش ہو جائے گا۔

اسکیم پر عمل کرنے سے طلباء کے اوپر خرچ تو کچھ زیادہ ضرور پڑ جائے گا لیکن ایک اعتبار سے یہ اچھا بھی ہے اس لئے کہ داخلہ اس اسکیم سے مشروط ہوگا لہٰذا اس میں وہی طلباء داخلہ لیں گے جن کے پیش نظر خط کتابتی کورس سے مادّی فائدہ ہی اُٹھانا نہیں ہوگا بلکہ علم کے ذوق کی تسکین بھی ہوگی اور علمی ذوق ہی، سچ پوچھئے تو، یونیورسٹی ایجوکیشن کی اہلیت کا صحیح معیار ہے۔

ہم دہلی یونیورسٹی کی اس نئی اسکیم کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

یونیورسٹی ایکس ٹنشن پروگرام کا بدلتا ہوا روپ

یونیورسٹیاں اپنی چہار دیواری سے باہر عام جنتا کے درمیان علم کی روشنی پھیلانے کے سلسلے میں جو کام کر رہی ہیں وہ کوئی نیا کام نہیں ہے بلکہ ان کی روایات کافی پرانی ہیں۔ اس کے نشان ۱۳۴۱ء سے ہی نظر آنے لگتے ہیں جبکہ کلارے کالج کیمبرج کے حق میں وقف نامہ لکھا گیا تھا۔ اس وقف نامے میں یونیورسٹی سے کچھ توقعات وابستہ کی گئی ہیں اور صاف لفظوں میں لکھا گیا ہے کہ "اس کے ذریعہ نہ صرف طالب علموں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا بلکہ جو لوگ علم کے بیش بہا موتی اس یونیورسٹی میں رہ کر حاصل کریں گے وہ اس بات کا لحاظ رکھیں گے کہ یہ روشن موتی کسی جھاڑ جھنکاڑ میں پڑ کر یونہی ضائع نہ جائے بلکہ یونیورسٹی کی حدود سے باہر وہ اسے اس طرح پھیلائیں کہ جہالت کی راہوں میں بھٹکنے والے اس سے روشنی پا سکیں۔"

لیکن تعلیم کے ایک مستقل پروگرام اور اس کی ایک باقاعدہ شاخ کی حیثیت سے یونیورسٹی کے ایکسٹرا میورل پروگرام (یا یونیورسٹی ایکس ٹنشن) کا ارتقاء گذشتہ دو سو سال اور خصوصاً گذشتہ ایک سو سال کے اندر اندر ہی ہوا ہے۔ اس کی ابتدا آسانی کے ساتھ ۱۷۲۷ء سے شمار کی جا سکتی ہے جبکہ گلاسگو یونیورسٹی نے اپنے قواعد و ضوابط کے ماتحت یہ گنجائش رکھی تھی کہ طبعی علوم کے پروفیسر کلاس میں پڑھانے کے اپنے معمول کے کام کے علاوہ یونیورسٹی کی حدود سے باہر یعنی ایسے لوگوں کے لئے جو یونیورسٹیوں میں داخلہ لے کر نہیں پڑھ سکتے ہیں، تجرباتی سائنس کے ایک مخصوص نصاب کے سلسلے میں لیکچر بھی دیا کریں گے۔ لیکن اس قرارداد کو عملی شکل اختیار کرنے میں ابھی کچھ دن انتظار کرنا تھا۔ یہ وقت اٹھارویں صدی کے نصف آخر میں آیا جبکہ پروفیسر جان انڈرسن نے اسے عملی جامہ پہنانے کے سلسلے میں واقعتاً کچھ کام کئے۔ اس کے ایک صدی بعد کیمبرج، آکسفورڈ اور لندن یونیورسٹی نے اپنے اپنے یہاں ایکس ٹنشن کورس شروع کئے اور دراصل یہیں سے ہمیں یونیورسٹی ایکس ٹنشن یا یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل پروگرام کی باقاعدہ ابتداء ماننی چاہئے۔ اس کے بعد سے انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی دوسری یونیورسٹیوں نے بھی اس نمونے پر مختلف کورس جاری کرنے شروع کر دئیے۔

لیکن اسکاٹ لینڈ میں یہ تجربہ زیادہ عرصہ نہیں چلا۔ اس کی وجہ میرے خیال میں یہ تھی کہ اسکاٹ لینڈ کی یونیورسٹیوں کے دروازے حصول علم کا شوق رکھنے والے ہر طرح کے آدمی کے لئے ہر وقت کھلے ہوتے تھے۔

یہاں جس بات پر میں خاص طور سے بحث کرنا چاہتا ہوں وہ ہے یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل پروگرام (یا یونیورسٹی ایکس ٹنشن) کا بدلتا ہوا روپ، اور اس پروگرام کی مختلف سمتیں۔ یہ تعلیمی پروگرام جس کی تاریخ بہت پرانی نہیں ہے۔ اس نے بستی کی زندگی کے مختلف شعبوں میں نہایت اہم اور نمایاں کام انجام دیئے ہیں اور اب نئے حالات کے پیش نظر اس کے منصب میں مزید تبدیلیاں آرہی ہیں۔ اس پروگرام کے ماتحت اب ان میدانوں پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے جہاں عموماً یونیورسٹیاں اور اس کی خدمات سے مستفید ہونے والے افراد نے اب تک یا تو بالکل توجہ ہی نہیں دی ہے یا بہت ہی کم توجہ دی ہے۔

یونیورسٹی ایکس ٹنشن کا بدلتا ہوا روپ:۔

اٹھارویں صدی میں گلاسگو میں پروفیسر جان انڈرسن کی ایکسٹرا میورل ایجوکیشن کی نوعیت فنی یا ٹیکنیکل تعلیم کی تھی جس کا صنعتی انقلاب سے گہرا اور قریبی تعلق تھا اس وقت جن لوگوں کی تعلیم کا مسئلہ اس کے سامنے تھا وہ تھے کارخانوں کے کاریگر اور دوسرے مزدور پیشہ لوگ۔ پروفیسر جان انڈرسن کا مقصد ان لوگوں کو ان کے پیشوں سے متعلق سائینسی علوم کی عملی معلومات فراہم کرنا تھا۔ اس تعلیمی خدمات سے اس وقت جن لوگوں نے خاص طور سے فائدہ اٹھایا، ان کے بارے میں ہم تک جو معلومات پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مالی، پینٹر، دوکاندار، تیلی والے، ڈھیلئے، جلد ساز، حجام، درزی، کمہار، بندوقچی، سنگ تراش، چھاپہ ساز، چمڑہ کمانے والے شامل تھے۔ اس طرح اس کی تفصیلی تاریخ اور ترقی کی داستان کے پیچ و خم سے قطع نظر دیکھا جائے تو پروفیسر جان انڈرسن کے انہیں لیکچروں کے سلسلے کی ترقی یافتہ شکل آج کا گلاسگو رائل کالج آف سائینس اینڈ ٹکنالوجی ہے۔

برطانوی یونیورسٹیوں نے اس پروگرام کی ابتدا، اس سے ایک مختلف کام سے کی کیمبرج یونیورسٹی کا ایکسٹرا میورل پروگرام، جس نے کہ اس میدان میں پہل کی تھی، ۱۸۷۳ء میں شروع ہوا۔ اس پروگرام کا جیمس سٹورٹ کے ان تجربات سے براہ راست تعلق تھا جو اس نے اس سے چھ سال قبل ایک لیکچرار کی حیثیت سے شمالی اور وسطی علاقوں میں کام کر کے حاصل کئے تھے۔ اسٹورٹ نے یونیورسٹی سے باہر یونیورسٹی کی طرف سے دو طرح کی تعلیم کے انتظامات کی فوری طور پر مانگ کی تھی ایک تو مزدور طبقے کی تعلیم اور دوسرے متوسط طبقے کی عورتوں کی تعلیم۔

بد قسمتی سے مزدوروں کی تعلیم کا پروگرام اس وقت بڑے پیمانے پر شروع نہیں ہو سکا۔ لیکن اس کے باوجود کچھ علاقوں میں اس میں بھی خاطر خواہ کامیابی ملی۔ اس ضمن میں ڈرہم اور نارتھمبر لینڈ کے کھان کے علاقوں کی مثال خاص طور سے پیش کی جا سکتی ہے جہاں دیکھا گیا کہ لوگ سردی کے سخت موسم میں گاؤں کی بھیگی سڑکوں پر میلوں پیدل چل کر لیکچروں میں شرکت کرنے آتے تھے۔ بہر حال یونیورسٹی ایکس ٹنشن پروگرام کے ارتقاء کی اس منزل پر اس کا خاص کام اس خلا کو پُر کرنا تھا جو اس وقت عورتوں کی اعلیٰ تعلیم میں رہ جاتی تھی یعنی اس خلا کو پُر کرنا جو سکینڈری اسکولوں کے ناقص نصاب تعلیم اور یونیورسٹیوں تک عورتوں کی رسائی نہ ہو پانے کے سبب ان کی تعلیم میں رہ جاتی تھی۔

وقت کے ساتھ اس مخصوص پروگرام کی ضرورت اور اہمیت کم پڑتی گئی اور ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ یونیورسٹیوں نے کچھ نئی سمتوں میں بھی کام کرنا شروع کر دیا۔ انیسویں صدی کے آخری دس سال میں یونیورسٹیوں کے ایکس ٹنشن کے شعبوں نے ٹیکنیکل تعلیم کے ایک قومی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں ضلعوں اور تحصیلوں کی سطح پر قائم ہونے والی کونسلوں کو مدد دینا اپنا خاص شعار بنا لیا۔ ان شعبوں نے دیہاتوں میں کچھ نئے اور نامانوس مضامین پر مبنی مختلف نصابوں کی تعلیم کا کام بھی شروع کر دیا۔ خاص طور سے مویشیوں کی نگہداشت اور پرورش، کھاد اور فرٹیلائزر کی تیاری اور استعمال اور ڈیری فارمینگ سے متعلق نصاب۔ نئی صدی کے آغاز کے ساتھ ساتھ یونیورسٹیوں کے ایکس ٹنشن کے شعبوں نے کچھ نئے میدانوں میں بھی قدم رکھا اور استادوں کی تعلیم و تربیت کے پروگرام کی توسیع میں خاص طور سے مدد دی۔ ان دنوں یونیورسٹی کے ایکس ٹنشن کے شعبوں کی طرف سے منعقد کئے جانے والے کورسوں میں جو لوگ چند سال تک باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے ان کی لیاقت ابتدائی اسکولوں میں پڑھانے کی سند (کوئین اسکالر شپ) کے مساوی تصوّر کی جاتی تھی۔

نئی نئی راہیں

پیشوں کی فنی اور ٹیکنیکل تعلیم اور اساتذہ کے تربیتی پروگرام کی حیثیت تو ہنگامی کام جیسی تھی۔ اس صدی کی ابتدا سے ہی یونیورسٹیوں نے نئے نئے میدانوں میں پورے جوش و خروش سے توجہ دینی شروع کی۔ خاص طور سے اُس میدان میں انھیں اب خاصی کامیابی ملی جس میں کہ اب سے پہلے انھیں خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی تھی — یعنی محنت کش طبقے کے ہونہار اور اہلیت رکھنے والے نوجوانوں کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام۔ اس کام میں اب یونیورسٹیوں نے

مختلف رضاکار اداروں کا عملی تعاون حاصل کرنا بھی شروع کیا۔ خاص طور سے انھوں نے مزدوروں کی تعلیمی انجمن (WORKERS' EDUCATIONAL ASSOSIATION) کا تعاون حاصل کیا اور مالی امداد مقامی تعلیمی بورڈوں سے حاصل کی۔

یونیورسٹیوں اور مزدوروں کی تعلیمی انجمن (W.E.A) نے مل کر ٹیٹوریل تعلیم کا ایک سہ سالہ نصاب شروع کیا جو کم و بیش یونیورسٹیوں کی ٹیٹوریل ایجوکیشن کے نمونے کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔ ایک حد تک یہ نصاب مزدوروں میں ہونہار اور قابل لوگوں (اور بعد میں کارخانوں میں کام کرنے والی عورتوں) کی تعلیم کا ایک اہم وسیلہ بنا رہا اس کے تحت اب ان کلچرل مضامین کی تعلیم نہیں دی جاتی تھی جو یونیورسٹی ایکسٹنشن کے ابتدائی زمانے میں بہت مقبول تھے جیسے ادب، تاریخ، عام سائنس یا ان سب سے بڑھ کر معاشیات اور معاشیاتی تاریخ۔ اب یونیورسٹیاں اس سلسلے میں جو خاص کام کر رہی تھیں وہ تھا مزدور طبقے میں سے رہنماؤں کی تربیت کا کام، جس سے کہ اس طبقے کے لیڈر اپنی سیاسی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل بن سکیں۔

موجودہ حالت

سنہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے اور خاص طور سے دوسری جنگ عظیم کے بعد سے حالات ایک دم بدل گئے ہیں۔ اب نہ صرف یونیورسٹیوں کی دوسری سرگرمیوں کے مقابلے میں مزدوروں کی تعلیم کا کام بہت کم رہ گیا ہے بلکہ اس تعلیم کی نوعیت میں بھی کافی تبدیلی آگئی ہے۔ فلاحی ریاست کے تصور نے سماجی بہبود کے مطالبات کی شدت کو (اس میدان میں ریاست کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات کے سبب) بہت کم کر دیا ہے اور اب پھر سے فرد کی ذہنی اور تہذیبی نشوونما کی ضرورت کی طرف توجہ دی جانے لگی ہے۔ مزدور طبقے کے طالب علم اب بھی یونیورسٹیوں کی ایکسٹرا میورل کلاسوں میں داخلہ لیتے ہیں مگر معاشیات کے مقابلے میں اب ادب، سنگیت یا آرٹ کی تعلیم کی طرف رجحان بڑھنے لگا ہے۔

مگر اب تو یونیورسٹیوں کو بالکل ہی نئے نئے مسائل اور نئے نئے مطالبات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو سماج سے ان کی بڑھتی ہوئی وابستگی کی نشان دہی کے لیے کافی ہے۔

سب سے پہلے ان لوگوں کا مطالبہ ہے جو عام گرامر اسکولوں اور یہاں تک کہ یونیورسٹیوں میں رہ کر باقاعدہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی تہذیبی اور ذہنی نشوونما کی غرض سے تعلیم آگے جاری رکھنے کے خواہشمند ہیں لیورپول کا ہمارا تجربہ ہے --- اور دوسری یونیورسٹیوں کی حالت بھی شاید اس سے کچھ مختلف نہیں ہے --- کہ

وہاں اس طرح کے طالب علم اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے خاص طرح کے کورس چلانے پڑتے ہیں۔ مثال کے لئے ایسے بہت سے طالب علم ہیں جن کے لئے حالانکہ ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے ٹیوٹوریل کورسوں کی بنیاد پر ہی تعلیم شروع کی جاتی ہے لیکن اسکول پاس سند رکھنے والے طالب علموں کے بارے میں یہ بات مان لی جاتی ہے کہ انھیں ان میں سے بہت سے مضامین کی ابتدائی معلومات پہلے سے ہے اور وہ اس قابل ہیں کہ ان کی پڑھائی نسبتًا جلدی ختم کردی جائے اور انھیں ان کا نسبتًا زیادہ گہرائی سے مطالعہ کرایا ہے۔ ابھی کچھ دن ہوئے مانچسٹر یونیورسٹی نے دوسرے مضامین میں یونیورسٹی کے سند یافتہ لوگوں کے لئے عام مضامین کے کچھ مخصوص نصاب شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اس کے علاوہ تمام طرح کے پیشوں میں لگے ہوئے لوگوں کی طرف سے بھی یونیورسٹی سے مطالبات کئے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مخصوص پیشوں سے متعلق تسلسلی تعلیم کا انتظام کرنے کی برابر مانگ کر رہے ہیں۔ اب یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل پروگرام کے شعبوں میں عمومًا استادوں، نوجوانوں کے کام کے رہنماؤں، بچوں کے کام کے کارکنوں، پولیس کے افسروں، مجسٹریٹوں، نفسیاتی گتھیوں کا علاج کرنے والے ماہر نفسیات وغیرہ کے لئے مخصوص نصاب شامل ہوتے ہیں۔ یونیورسٹی ایکس ٹنشن پروگرام میں اس طرح کے کورسوں کی گنجائش کے نکلنے پر غور کیا جائے تو ان کا فلاحی ریاست کی بڑھتی ہوئی اور پیچیدہ ضرورتوں سے براہ راست تعلق مل جاتا ہے۔ یہ کورس پیشہ ورانہ تعلیم کے کورس نہیں ہیں۔ یہ لبرل علوم کی تعلیم دینے والے نصاب ہیں جو پیشہ ورانہ گروپ کو اپنے کام کا محض نقطۂ آغاز بناتے ہیں۔

علم کے مختلف شعبوں میں خاص طور سے سائنسی علوم میں آج تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اس نے پوسٹ گریجویٹ کی سطح پر مختلف مضامین کے اعادی کورس جاری کرنے کے مطالبے میں کافی شدت پیدا کردی ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ اس طرح کے کورسوں کا اہتمام بہت پابندی اور باقاعدگی سے ہوتا رہے۔ اسکول کے اساتذہ، صنعت گاہوں کے سائنس کے ماہرین اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کے لئے پوسٹ گریجویٹ سطح پر اس طرح کے مختلف کورس چلانا آج یونیورسٹیوں کے ایکسٹرا میورل ڈپارٹمنٹ کا ایک اہم کام ہوگیا ہے۔

پروفیسر ٹی کیلے

(سینٹ اینڈروس یونیورسٹی میں دیئے گئے ایک لیکچر کا خلاصہ)

(N . C . H . S . E)

اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل

(۳)

اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل کے زیرِ عنوان جناب برکت علی فراق کے لیکچر کی یہ تیسری قسط ہے۔ دوسری قسط میں جو اپریل ۱۹۶۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی مضمون نگار نے مسئلہ خواندگی پر بحث کی تھی اور یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ بالغوں کی ہمہ گیر ناخواندگی سے پہلو بچانے کی کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن جمہوری ہندوستان کی تعمیر میں بالغوں کی خواندگی کی ضرورت و اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے، چنانچہ خواندگی کے مسئلہ کی طرف سے ایک عرصہ تک بے اعتنائی برتنے کے بعد اب قومی تعمیر و ترقی کے معماروں اور ماہرین تعلیم بالغان نے پھر اس کی طرف توجہ کی ہے لیکن خواندگی کی ضرورت و اہمیت کے اعتراف کے باوجود یہ مسئلہ ابھی اپنی جگہ پر ہے کہ وہ کون سی راہ ہو سکتی ہے جس پر چل کر بالغوں کی ہمہ گیر خواندگی کی منزل جلد از جلد سامنے آجائے۔

زیر نظر قسط میں مضمون نگار نے اڈلٹ ایجوکیشن کے چند ذرائع تعلیم کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ آیا ان ذرائع سے اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک ہندوستانی عوام کو متاثر کرنے میں کس حد تک کامیاب رہی ہے۔

— ایڈیٹر

سوشل ایجوکیشن کے ذرائع تعلیم

حضرات، جیسا کہ سوشل ایجوکیشن کے تصور کے باب میں ظاہر ہوا ہوگا، چونکہ سوشل ایجوکیشن کی اپنی کچھ روایات نہیں تھیں اس لئے اُسے اپنے کام کی بسم اللہ نئے نئے تجربات سے کرنی پڑی۔ سوشل ایجوکیشن کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کن ذریعے کیا اختیار کئے جائیں، اس سوال کا اُس کے پاس کوئی تیار جواب نہیں تھا۔ میں شاید یہ بات یقین کے ساتھ کہہ

سکتا ہوں کہ اس اندھیرے میں روشنی دکھانے والے اُس وقت کم سے کم شمالی ہندوستان میں صرف دو ادارے تھے اور دونوں دلی کے۔ ایک جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دوسرا دہلی میونسپل کمیٹی کا سوشل ایجوکیشن بورڈ۔ ان اداروں نے سوشل ایجوکیشن کی تحریک شروع ہونے سے کچھ عرصہ پہلے انگلستان کے کمیونٹی سنٹروں کے نمونے پر کچھ تجربے شروع کئے تھے۔ انھی کے نقش قدم پر چل کر سوشل ایجوکیشن کی تحریک نے سب سے پہلے کمیونٹی سنٹر ہی کو تعلیم کا ذریعہ بنایا اور کام شروع ہو گیا۔

اس کے بعد جب کام کچھ چل پڑا اور کانفرنسوں اور سیمناروں کا سلسلہ بندھا تو یکے بعد دیگرے اس نے اور بھی چند ذریعے اختیار کئے اور اس کی مثال اُس بچے کی ہو گئی جو ہر چمکتی چیز کو جو رنگ۔ روپ کے اعتبار سے عجوبہ معلوم ہوتی ہے بہت بڑا خزانہ سمجھ کر اُٹھا لیتا ہے اور اس کی جیب لاتعداد چیزوں سے بھر جاتی ہے۔ پھر وہ جیب میں پڑی ہوئی ہر چیز سے ہر وقت نہیں کھیلتا بلکہ جس وقت جس چیز کی ترنگ آئی اُسے جیب میں سے نکالا اور اس سے دل بہلانا شروع کر دیا۔

آیئے ان ذرائع تعلیم کا مختصراً جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان میں سے کون سی چیز مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور اس نے سوشل ایجوکیشن کو عوامی تعلیم کے پیغامبر ہونے کی حیثیت سے کس حد تک مقبول بنایا۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں جن ذرائع تعلیم کا بہت زیادہ چرچا رہا ہے، وہ یہ تھے:-

۱۔ بالغوں کی خواندگی　　۲۔ کمیونٹی سنٹر　　۳۔ جنتا کالج　　۴۔ کمیونٹی آرگنائزیشن

۵۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ۔

خواندگی کے باب میں ہم اوپر تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں، اور یہ سمجھ چکے ہیں کہ بالغوں کو خواندہ بنانے کی غرض سے ایسی کوئی مہم منظم نہیں کی گئی جس کا نتیجہ بالغوں کی ہمہ گیر خواندگی کی شکل میں نکلتا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء تک دس سال کی مدت میں خواندگی کے اوسط میں جو ۶ فیصدی کا اوسط اضافہ نکالا گیا ہے وہ بھی خالصتہً سوشل ایجوکیشن کی تحریک کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ تر پھل ہے ابتدائی تعلیم کی توسیع کا۔

کمیونٹی سنٹر

کمیونٹی سنٹر غالباً پہلا وسیلہ ہے جو سوشل ایجوکیشن کی تحریک نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اختیار کیا۔ کمیونٹی سنٹر کا خیال انگلستان سے لیا گیا تھا اور جن دو اداروں (جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دہلی میونسپل کمیٹی کے سوشل ایجوکیشن بورڈ) نے سب سے پہلے اس خیال پر تجربے کئے، وہ بھی انگلستان ہی کے تجربات سے متاثر تھے۔ انگلستان میں کمیونٹی سنٹر اتنے مفید اور مقبول ثابت ہوئے ہیں کہ آج پورے ملک میں کمیونٹی سنٹروں کا جال بچھا ہوا

ہے اور یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ انگریزوں کی جمہوریت پسند قوم اپنی زندگی میں جمہوریت کا رنگ پیدا کرنے کی غرض سے اس کی عملی مشق انھی کمیونٹی سنٹروں میں کرتی ہے۔ کمیونٹی سنٹروں کے ایک انگریز ماہر ای سیوئل ہیرس کا بیان ہے کہ

"کمیونٹی سنٹر، جیسا کہ انگلستان میں ہم لوگ عام طور پر سمجھتے ہیں، ایک عمارت سے مراد ہے جہاں مختلف طریقوں سے بستی کی خدمت کا کام ہوتا ہے۔ وہ بستی کا کلب بھی ہے، سماجی خدمات کا مرکز بھی اور مختلف قسم کی جماعتوں کی جلسہ گاہ بھی۔ غرض وہ بستی کا دل ہے جہاں سے تعلیم کے چشمے پھوٹ کر پوری بستی میں پہنچتے ہیں۔ کسی بستی کو پہچاننا ہو تو اس کے کمیونٹی سنٹر کو دیکھ لیجیے۔ بستی کی نوعیت کا پورا پورا علم ہو جائے گا۔ اس کا انتظام و انصرام بستی کی ایک ایسوسی ایشن کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس عمارت کو گھر کی شکل دے دے ـــــ بستی کے تمام گھروں کا مشترک گھر، بستی کی زندگی کی جیتی جاگتی صورت۔"

مسٹر ہیرس کے اس بیان میں ایک بات یہ کہی گئی ہے ـــــ اور یہی اس سلسلے میں سب سے اہم بات ہے کہ "اس کا انتظام و انصرام بستی کی ایک ایسوسی ایشن کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔" دراصل یہی انجمن ہے جسے انگلستان میں "کمیونٹی ایسوسی ایشن" کہتے ہیں ـــــ جو برطانوی کمیونٹی سنٹروں کی جان ہے۔ یہ کمیونٹی ایسوسی ایشن بستی کے لوگوں کی اپنی انجمن ہوتی ہے جو وہ اپنی رضا و رغبت سے بناتے ہیں۔ یہی انجمن اپنی نجی کوششوں اور سرکاری امداد سے بستی کے لئے کمیونٹی سنٹر قائم کرتی ہے اور اس کے انتظام و انصرام اور بقا و استحکام کی سولہ آنے ذمہ دار ہوتی ہے۔ وہ نہ کسی خارجی اثر کی پابند ہوتی ہے نہ کسی بالادست یا اقتدار جماعت کی بالادستی کو قبول کرتی ہے۔

ہمارے یہاں صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے یہاں کمیونٹی سنٹر قائم ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں مگر وہ اوپر سے قائم ہوتے ہیں اور ان کے قیام میں بستی کے لوگوں کو سرے سے کوئی دخل نہیں ہوتا وہ بستی کی ملکیت میں نہیں ہوتے اور نہ ان میں کام کرنے والا عملہ بستی کا ملازم ہوتا ہے۔ یہ محض ایک سیوا ہے جو سرکار رفاہ عامہ کے لئے منظم کرتی ہے بالکل اسی طرح جیسے پبلک پارک کھیل کے میدان وغیرہ قائم کئے جاتے ہیں۔ پھر کمیونٹی سنٹروں کی تنظیم میں صرف سرکار ہی اس اصول پر عمل نہیں کرتی بلکہ بالغوں کی تعلیم کا کام کرنے والے رضاکار ادارے بھی یہی کرتے ہیں۔ ان کے قائم کئے ہوئے کمیونٹی سنٹروں میں بھی بستی والوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ان کے عملے کے اراکین حکومت کے ملازم ہونے کے بجائے اس سنستھا کے ملازم ہوتے ہیں جو کمیونٹی سنٹر قائم کرتی ہے۔

یہ ہے وہ بنیادی فرق جس کی بدولت کمیونٹی سنٹروں کی تحریک مقبول نہیں ہو سکی اور اب صورت حال یہ ہے کہ ان میں وہ رونق اور چہل پہل باقی نہیں رہی جو ابتدا میں تھی اور اس لئے تھی کہ تجربہ نیا نیا تھا اور شروع شروع میں لوگوں کو ہر نئی چیز سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا کمیونٹی سنٹر جب نیا نیا قائم ہوا تھا، اور تمام خدمات مفت تھیں اُس وقت اس میں روزانہ حاضری کا اوسط اسی نوے تھا، لیکن جس وقت داخلے پر ٹکٹ کے ذریعے پابندی لگائی گئی، اُس وقت سے سنٹر میں قریب قریب سناٹا رہنے لگا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ کمیونٹی سنٹر اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک وہ کمیونٹی کی اپنی مرضی اور پسند کے زیر اثر انھی کے اہتمام میں قائم نہ ہوں اور انھی کی اپنی ملکیت میں نہ ہوں۔

لیکن حیرت اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ منطقی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی اب تک اسی اصول پر عمل جاری ہے۔

جنتا کالج

سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے ماتحت بالغوں کی تعلیم کے لئے کمیونٹی سنٹر کے بعد دوسرے جس وسیلے کی آزمائش کی گئی وہ غالباً جنتا کالج کا تجربہ تھا۔ جنتا کالج کا خیال ڈنمارک کے فوک ہائی اسکول سے ماخوذ ہے۔ ڈنمارک میں اس میں شک نہیں، فوک ہائی اسکولوں کی تحریک نے جادو کا کام کیا تھا، اور بعض لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ اگر یہ تحریک وہاں کامیاب نہ ہوئی ہوتی تو ڈنمارک انیسویں صدی کے وسط میں جس معاشی سنکٹ میں مبتلا ہو گیا تھا، اس سے کبھی نہ نکل پاتا اور چونکہ یورپ کا شاید سب سے چھوٹا ملک ہے اس لئے یکدم بجھ کر رہ جاتا۔

اس تحریک کی اسی شاندار کامیابی نے عوامی تعلیم کے ہندوستانی لیڈروں کو متأثر کیا۔ کم و بیش اسی وقت جب سوشل ایجوکیشن کی تحریک کا جنم ہوا، ہندوستان میں ایک یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن اعلیٰ تعلیم کے مسائل پر سوچ بچار کر رہا تھا۔ اس کمیشن کی رپورٹ میں دیہی یونیورسٹیاں قائم کرنے کی سفارش کی گئی تھی اور اس سلسلے میں ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کے نمونے پر بالغوں کی تعلیم کے لئے ادارے کھولنے کی تجویز پر غور کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔

اسی زمانے میں ہندوستانی مفکروں کے غور و فکر کو ایک اور مسئلے نے اپنی طرف متوجہ کر رکھا تھا، اور وہ مسئلہ تھا گاؤں سے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے کی شہروں کی طرف ہجرت۔ سوال یہ تھا کہ اس ہجرت کو کس طرح روکا جائے تاکہ دیہات کا جوہر دیہات ہی میں رہے اور اس کے اثر سے گاؤں کی زندگی میں روشنی اور تابناکی پیدا ہو۔ اس سوال کا ایک ممکن حل یہ سمجھ میں آتا تھا کہ بجائے اس کے کہ شہر کے پڑھے لکھے نوجوان اعلیٰ تعلیم کے لئے شہروں میں

آئیں، خود اعلیٰ تعلیم کو گاؤں میں جانا چاہئے تاکہ اس ہجرت کا کم سے کم ایک سبب تو ختم ہو جائے۔

کچھ اسی طرح کے خیالات تھے جنھوں نے مل کر سوشل ایجوکیشن کی تحریک پر اثر ڈالا، اور چونکہ فوک ہائی اسکول براہِ راست اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق تھے، اس لئے سوشل ایجوکیشن نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اسے بھی ایک وسیلے کے طور پر قبول کرلیا اور جوان بالغوں کی تعلیم کے لئے "جنتا کالج" کے نام سے اقامتی (ریزیڈنشل) ادارے قائم کرنے شروع کئے۔

اس سلسلے میں ہندوستان میں غالباً پہلا جنتا کالج دہلی کے ایک گاؤں علی پور میں قائم کیا گیا اور اس کی پرنسپلی کے لئے بالغوں کے مشہور امریکی معلّم ڈاکٹر اسپنسر ہیچ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس تجربے کو قریب قریب اُسی زمانے میں بہار میں بھی کئی جگہ دہرایا گیا اور غالباً ۵۵-۱۹۵۴ء میں میسور میں بھی جنتا کالج قائم کئے گئے۔

اس تجربے کو اب قریب قریب بارہ سال ہوگئے۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے، اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ میسور کے جنتا کالجوں کے بارے میں تو ضرور سننے میں آیا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہو رہے ہیں لیکن دلّی اور دوسرے علاقوں میں یہ تجربہ نہ صرف یہ کہ ناکام رہا ہے بلکہ اس کے نتائج اُلٹے نکلے ہیں، مثلاً یہ کہ یہاں سے پڑھ کر نکلنے والے بیشتر طلبا شہروں میں جاکر پہلے سے زیادہ روزگار کی تلاش میں پھرنے لگے اور ان سے گاؤں میں رہ کر گاؤں والوں کے لئے اچھی زندگی کا نمونہ قائم کرنے کی جو امید وابستہ کی گئی تھی، وہ پوری نہ ہو سکی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یہ جنتا کالج گاؤوں کے جواں سال بالغوں کو متاثر کرنے کے بجائے مختلف قسم کے ٹریننگ سنٹروں اور کیمپوں کے لئے جگہ فراہم کرنے کا کام کرنے لگے ہیں اور اگر بہت ہوا تو کبھی کبھی کچھ لوگوں کو کسی مخصوص دستکاری یا ہنر کی ٹریننگ کا ایک کورس چلا دیا۔

اس ناکامی کا سبب کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے ابھی تک کوئی تحقیق یا تجزیہ نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اگر ہم اُس بنیادی فرق کو سمجھ لیں جو ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں اور ہندوستان کے جنتا کالجوں کے طرزِ تعلیم میں پایا جاتا ہے تو اس سوال کا جواب صاف نظر آجائے گا۔

ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کی داستان تو بہت طویل ہے۔ اس کا اس مختصر صحبت میں موقع نہیں ہے مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ فوک ہائی اسکولوں کی تحریک اول سے آخر تک خالصۃً سرکاری اثر سے پاک رہی ہے، یہاں تک کہ ایک زمانے میں جب حکومت نے ان اسکولوں کو خود امداد کی پیشکش کی تو ان اسکولوں نے اُسے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ سرکاری اثر سے آزاد رہنے کی روایت اس تحریک میں اس قدر رچ گئی ہے کہ آج بھی یہ اسکول کم سے کم

قانونی اعتبار سے غیر سرکاری ادارے ہیں۔

فوک ہائی اسکولوں کی ایک دوسری نمایاں اور اہم خصوصیت یہ رہی ہے کہ ان کے پرنسپل اور اساتذہ زیادہ تر وہ لوگ ہوتے تھے جو قوم کی خدمت کے نشے میں سرشار تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ خصوصاً اسکولوں کے بانی جو عموماً پرنسپل بھی ہوتے تھے، اونچے پائے کے تعلیم یافتہ لوگ تھے، اور ان میں سے بعض تو یونیورسٹی کے اساتذہ تھے، اور اس اعتبار سے اُن میں نوجوانوں کے قلب و دماغ کو متاثر کرنے کی پوری پوری صلاحیت ہوتی تھی۔ نوجوانوں کو گرمانے اور متاثر کرنے کی صلاحیت کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ فوک ہائی اسکولوں کے باوا آدم گرشٹن کولڈ کے اس قول سے ہو سکتا ہے جسے اس نے اپنے فوک ہائی اسکول کا بنیادی نظریہ قرار دیا تھا اور جو آگے چل کر فوک ہائی اسکولوں کی پوری تحریک کا نعرہ بن گیا تھا۔ وہ کہتا تھا

"پہلے ان کے اندر گرمی پیدا کرو اور پھر انھیں تعلیم دو۔"

ہمارے ہندوستانی جنتا کالج اتفاق سے ان تمام اوصاف کے برعکس قائم ہوتے اور چلتے ہیں۔ آج تک کوئی جنتا کالج غیر سرکاری حیثیت کا قائم نہیں ہوا۔ دلی ہو یا بہار یا میسور، ہر جگہ یہ ادارے براہ راست حکومت کے اہتمام میں قائم ہوتے ہیں۔ اور ان کے عملے کے اراکین سرکاری ملازم ہیں۔ اس بنیادی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے بعد دوسرے جو دو فرق ہیں، ان کے متعلق فیصلہ آپ خود کرلیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

سوشل ورک

سوشل ورک سے مراد ہمارے ملک میں ہر اس کام سے لی جاتی ہے جو رفاہ عامّہ کی کسی شاخ سے متعلق ہو لیکن سوشل ورک دراصل ایک مخصوص پیشہ ہے جس کی باقاعدہ ٹریننگ ہوتی ہے اور عام طور پر اس ٹریننگ میں داخلہ انھی لوگوں کو ملتا ہے جو بی۔ اے پاس کر چکے ہوتے ہیں۔ یہ خالصتہً امریکہ کی اصطلاح ہے جہاں اس کی ٹریننگ لینے کے بعد لوگ اُسی طرح کام کرتے ہیں جیسے وکیل، ڈاکٹر اور انجینئر اور دوسرے پیشہ ور۔

ملک کی آزادی کے بعد تقریباً اُسی زمانے میں سوشل ایجوکیشن کی تحریک شروع ہوئی، سوشل ورک کو بھی فروغ ہوا اور کئی یونیورسٹیوں میں سوشل ورک کی فیکلٹیاں قائم ہوئیں۔

سوشل ایجوکیشن کا پروگرام چونکہ براہ راست حکومت کے زیر اہتمام چلنے لگا تھا اس لئے اُسے اس پروگرام کی سربراہی کے لئے ایسے لوگوں کی تلاش ہوئی جو اونچے معیار کے تعلیم یافتہ بھی ہوں اور سماجی کاموں کا تجربہ بھی

بھی رکھتے ہوں۔ قدرتی بات تھی کہ حکومت کی نظر سوشل ورک کے گریجوائیٹوں پر جاتی اس لئے کہ سوشل ایجوکیشن یا اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والے ایسے لوگ بہت کم تھے جو افسری کی شرائط کو پورا کرتے اور جو تھے انہیں کام کا تجربہ تھوڑا بہت رہا ہو، مگر ان کے پاس پیشے کی کوئی اونچی سند نہیں تھی۔ اس طرح سوشل ایجوکیشن کے اوپر جو سوشل ورک سے بالکل مختلف ایک تحریک ہے۔ سوشل ورک کا سایہ پڑا اور اس کے پروگراموں میں سوشل ورک کے پیشے کی بہت سی شاخیں مثلاً کمیونٹی آرگنائزیشن، بچوں کی جرائم پیشگی (چائلڈ ڈیلنکوینسی) چھوڑی ہوئی اور بے سہارا عورتوں کا پھر بساؤ اور سوشل ویلفیر کی اور بہت سی شاخیں شامل ہوگئیں اور ان کاموں کے لئے سوشل ورک کے معروف و مقبول ٹکنیک مثلاً کیس ورک گروپ ورک، گروپ ڈسکشن، نفسیاتی علاج وغیرہ اختیار کئے جانے لگے، حالانکہ سوچنے کی بات تھی کہ ان میں سے سب کی سب ٹکنیک وہ ہیں جو امریکہ کے سماجی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی و تمدنی۔ ہر اعتبار سے قائم و مستحکم سماج میں ایجاد ہوئیں اور وہیں ان کو تجربے کی کسوٹی پر کسا گیا تھا اور وہ ہندوستان کے سماج میں جو ابھی ہر لحاظ سے تشکیل و تعمیر کی ابتدائی منزل میں ہے، صحیح نہیں اتر سکتیں۔

سوشل ورک کی ان ٹکنیکوں میں دو ٹکنیکیں ——— کمیونٹی آرگنائزیشن اور کمیونٹی ڈیویلپ منٹ خاص طور پر خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس لئے کہ کمیونٹی آرگنائزیشن کے موضوع پر انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کا سالانہ قومی سیمینار منعقد ہو چکا ہے اور کمیونٹی ڈیویلپ منٹ وہ ٹکنیک ہے جس سے میں اور آپ ہی نہیں پوری دنیا واقف ہے اس لئے ان کے باب میں تھوڑی سی گفتگو نامناسب نہیں ہوگی۔

کمیونٹی آرگنائزیشن - پروفیسر مرے۔ جی۔ راس نے جو سوشل ورک کے ایک بہت بڑے امریکی ماہر ہیں کمیونٹی آرگنائزیشن کی جو تعریف کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :- "یہ ایک طریقۂ کار ہے جس کے مطابق کچھ لوگ اپنی مشترک ضرورتوں کی کھوج لگاتے ہیں۔ . . . . ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے اندر کام کا عزم و اعتماد پیدا کرتے ہیں، وسائل کی تلاش کرتے ہیں اور اس مقصد کے لئے جو پروگرام بنتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں اور اس طرح اپنے معمولات زندگی میں اتحاد و یگانگت کی نو بنیاد کرتے ہیں۔"

دہلی اسکول آف سوشل ورک کے استاد پروفیسر گنگر اڑے اس تعریف کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں :- "کمیونٹی آرگنائزیشن کا مفہوم سمجھنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک سوال قائم کریں اور وہ یہ کہ جب ہم غیر منظم اور منتشر کمیونٹی کا لفظ بولتے ہیں اُس وقت "کمیونٹی" سے ہماری مراد کیا ہوتی ہے۔ جس وقت ہم غیر منظم "کمیونٹی" کا لفظ ادا کرتے ہیں اس وقت ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کمیونٹی میں کچھ سہولتوں، کچھ اداروں یا کچھ ایجنسیوں کی کمی ہے جو کمیونٹی کی ضرورتوں کو پورا

کرنے کے لئے عام طور پر ضروری ہوتی ہیں۔ منتشر کمیونٹی سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ اس میں ابتری کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جس کے اثر سے ایسی افراتفری راہ پاگئی ہے جس نے زندگی کو دشوار کر دیا ہے۔ اس حالت میں ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ صرف اداروں، جماعتوں اور بیش قیمت سرگرمیوں کے ہجوم سے کمیونٹی منظم ہو جائے گی، یہ اس لئے کہ بعض اوقات ایسا بھی ممکن ہے کہ ان اداروں اور سرگرمیوں کے بوجھ سے کمیونٹی کی گردن تو ٹوٹنے لگے مگر پھر بھی اس کے اندر تنظیم کی حالت پیدا نہ ہو۔ کمیونٹی کی تنظیم میں جو بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ کمیونٹی میں جو ایجنسیاں اور ادارے قائم ہیں اُن کے درمیان اتحاد و اشتراک پیدا کیا جائے اور ہر وقت کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے جن نئی ایجنسیوں اور اداروں کی ضرورت ہو انہیں جنم دیا جائے۔"

مذکورۂ بالا تعریف اور تشریح کو سامنے رکھئے تو یہ نتیجہ آسانی سے نکالا جا سکتا ہے کہ کمیونٹی آرگنائزیشن کی ٹکنیک اس سماج میں کامیاب ہو سکتی ہے جو ہر حیثیت سے مستحکم ہو اور جس کے اندر مسائل کبھی کبھار اُٹھتے ہوں۔ گویا سماج ایک سجا سجایا مکان ہے جس میں اگر کبھی کسی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو اسے درست کرنے کے لئے آرکیٹکٹ (معمار) کے مشورے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آرکیٹکٹ (کمیونٹی آرگنائزر) اس کی مرمت کا نقشہ بنا دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کمیونٹی آرگنائزیشن ایک منظم ٹکنیک ہے جس کا استعمال صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس نے اس کی باقاعدہ ٹریننگ پائی ہو۔ ہندوستانی سماج ایک ایسا مکان ہے جو ابھی زیر تعمیر ہے اور ابھی تک تعمیر کی شکل بھی نہیں اُبھری ہے۔ ظاہر ہے اس حالت میں اس میں خرابی پیدا ہونے اور اُسے درست کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔

سوشل ایجوکیشن میں کمیونٹی آرگنائزیشن کا جوڑ لگانے کی یہی بے سوچی سمجھی کوشش تھی کہ کمیونٹی آرگنائزیشن اپنی اصلیت کھو بیٹھا اور اُس سے مراد بستی میں مختلف مفاد کی ٹولیاں — نوجوان کلب اور مہلا منڈل وغیرہ — منظم کرنا قرار پایا اور ابھی تک یہ اصطلاح سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں اسی معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اول تو، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، ہندوستانی سماج میں اس ٹکنیک کی ضرورت ہی نہیں ہے، دوسرے سوشل ایجوکیشن سنٹر کی سطح پر کام کرنے والے کارکن اتنی منظم ٹکنیک سے واقف نہیں تھے، جس کی ٹریننگ یونیورسٹیوں میں ایم۔ اے۔ کے معیار پر ہوتی ہے۔

(مسلسل)

تعطیلات گرما میں شہر کے طلباء کا
سماجی تعلیم کی تحریک میں کام
(ایک تجربہ)

ہندوستان کے اسکولوں میں گرمی کے زمانے میں جو لمبی چھٹی ہوتی ہے وہ طلبار کے لئے جہاں خوشی ومسرت کا پیغام لاتی ہے وہاں وہ دردِ سر بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ان کو مصروف رکھنے کے لئے کوئی دلچسپ تعمیری اور کم خرچ تفریحی پروگرام موجود نہیں ہوتا۔ سالانہ امتحانات کے ختم ہونے کے بعد طلبار تعلیمی ذمہ داریوں سے کچھ عرصہ کے لئے آزاد ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنا یہ فرصت کا وقت بے فکری کے ماحول میں ہنس بول اور کھیل کود کر گذاریں۔ لیکن اگر ان اگر طلبار کے والدین یا سماج ان کے لئے موزوں اور مفید تفریحی مشاغل اور ان کے وسائل فراہم نہیں کر پاتے تو طلبا مجبوراً گھٹیا، نقصان دہ اور بازاری قسم کے پروگراموں اور دلچسپیوں میں کھو جاتے ہیں۔ اور اس کے اثر سے آگے چل کر ناشائستہ عادات اور سستی قسم کی دلچسپیوں کے خوگر ہو جاتے ہیں اور ان کی بے پناہ قوت سماج کی غفلت کی وجہ سے تخریبی سرگرمیوں میں ضائع ہونے لگتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ قوت کے اس اتھاہ سمندر سے مفید اور تعمیری کام لیا جائے۔

ویسے تو حکومت نے شہروں کے طلباء کے لئے گرمیوں میں کیمپنگ اور سکاؤٹنگ وغیرہ کے کچھ پروگرام جاری کر رکھے ہیں۔ مگر یہ پروگرام ناکافی ہیں اور طلباء کی جدت پسند فطرت کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہیں ان میں صبر اور ڈسپلن کا زور ہوتا ہے، اور زندگی کی گہما گہمی اور رنگینی کا پہلو کم ہوتا ہے چنانچہ ضرورت ہے کہ طلباء کے لئے تعطیلات گرما میں ایسے پروگرام یا سہولتیں بہم پہنچائی جائیں جن کے ذریعہ

- ان کی جدت پسند فطرت کی نشوونما ہو سکے
- ان کے اوپر واضح ہو جائے کہ وہ اپنے شہر اور سماج کی زندگی کا ایک ضروری اور مفید جزو ہیں۔
- انھیں اپنے گھر کے مانوس ماحول میں رہ کر خدمت خلق کا موقع ملے اور اس سلسلے میں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور کام کو پرکھنے کی عادت پیدا ہو۔

ان کی انتہائی قوت کو شہری سماج سے بے کیفی اور مردہ دلی کے خاتمہ کو لطف و مسرت اور زندہ دلی میں تبدیل کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ اور لوگوں کو نئے خیالات اور نظریات سے روشناس کرانے کا ذریعہ بنایا جا سکے۔

میونسپل کارپوریشن دہلی کے سوشل ایجوکیشن سینٹر بالمیکی باڑہ، سبزی منڈی میں انہی ضروریات کو مد نظر رکھ کر پچھلے دو سال سے گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون میں اسی تجربہ کا مختصراً ذکر کرنا مقصود ہے امید ہے تجربہ کار کارکن اور ماہر تعلیم اس سے متعلق اپنی رائے اور تعمیری نکتہ چینی سے راقم کو ممنون فرمائیں گے۔

تجربے کی نوعیت

۱۔ علاقہ :۔ یہ تجربہ شہر دہلی کے ایک نہایت گنجان خود آباد علاقہ (SLUM) میں کیا گیا ہے۔ علاقہ کی آبادی کارخانوں کے مزدوروں، دفتر کے بابوؤں اور چھوٹے چھوٹے دوکانداروں پر مشتمل ہے۔

پہلا قدم۔ تجربہ کو شروع کرنے کے لئے سب سے پہلے علاقہ کے سلجھے ہوئے سماج سیوکوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی نے پروگرام کا ایک خاکہ بنایا، محکمہ کے سرکاری افسروں سے مطلوبہ اجازت لینے کے بعد کام کے پہلے قدم کے طور پر طالب علم والنٹیروں کی بھرتی شروع کی گئی۔ اس کے لئے اسکولوں کے پرنسپل صاحبان کی مدد حاصل کی گئی اور چھٹی جماعت سے آگے تک کی جماعتوں کے طلباء کو والنٹیر فارم دئیے گئے اور ان سے فرمائش کی گئی کہ اگر وہ اس کام کے لئے تیار اور رضامند ہوں تو فارم بھر دیں جس دن اسکول بند ہونے والے تھے اس دن شام کو فارم پُر کرنے والے والنٹیر اور طلباء کو سنٹر میں آنے کی دعوت دی گئی تاکہ انہیں کام کرنے اور کام لینے کی ٹریننگ دی جا سکے۔ اس دوران میں صفائی۔ انجینرنگ۔ اور پبلک ریلیشنز کے افسروں سے تعاون حاصل کرنے کی بات چیت بھی کر لی گئی۔

ٹریننگ :۔ والنٹیر طلباء کو مندرجہ ذیل مضمونوں پر تین دن تک شام کے ایک ایک گھنٹہ لیکچر دیئے گئے۔ لیکچر دینے والے ماہرین بھی کم و بیش مقامی علاقے ہی سے منتخب کئے گئے۔

پہلا لکچر	"سماج سیوا اور نوجوان"
دوسرا لکچر	"اپنی بستی (گلی یا محلے) کو خوبصورت کیسے بنائیں"
تیسرا لکچر	"تفریحی پروگرام کی نوعیت"

والنٹیروں کی حلقہ بندی :۔ اس سہ روزہ ٹریننگ کے آخری دن ان کو پانچ گروپوں میں بانٹ دیا گیا اور ایک

ایک گروپ کو سینٹر کے علاقہ کے ایک ایک حصہ میں کام پر تعینات کر دیا گیا۔ اس تقسیم میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ ایک گروپ کے ممبر علاقے کے ایک ہی حصہ کے رہنے والے ہوں اور انھیں اپنے ہی گلی کوچوں میں کام کرنے کا موقع ملے۔ گروپ کے ممبروں نے اپنے اپنے گروپ لیڈر اور اسسٹنٹ لیڈر کا چناؤ کیا۔ اور اپنے حلقے میں کام بانٹ لئے۔ چناؤ کے بعد گروپ لیڈروں کو بھی اپنے گروپ کو ذمہ داری سے چلانے اور کام لینے کے فن کی ضروری ٹریننگ دی گئی۔

حاضری اور ڈسپلن

روزانہ شام کو تمام والنٹیر طلباء ایک جگہ جمع ہوتے تھے جہاں ان کی حاضری لی جاتی تھی۔ پھر جب وہ ڈیوٹی پر ہوتے تھے تو سپروائزر جگہ جگہ جا کر حاضری لیتے تھے۔ ایک والنٹیر طالب علم کا حاضری پر ایک نمبر ہوتا تھا۔

والنٹیر طلباء میں جوش وخروش قائم رکھنے کے لئے ہم نے کام اور ڈسپلن کے نمبر بھی رکھے تھے۔ اور گروپ کو والنٹیر کی کارکردگی کی بنا پر نمبر ملتے تھے۔ چونکہ ہم نے اول آنے والے گروپ اور اول آنے والے والنٹیر طالب علم کو انعام دینے کا اعلان کیا تھا۔ اس لئے طلباء میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی دھن سوار رہتی تھی۔ وہ سخت گرمی، گرد وغبار، طوفان اور بارش کے دوران میں بھی اپنی اپنی ڈیوٹی پر ڈٹے رہتے تھے۔ اپنے دوست احباب کے طعن و دل شکن باتوں، نکتہ چینیوں اور بدتمیزیوں کو بڑے حوصلہ سے برداشت کرتے تھے۔

طریقۂ کار

تحریک کے مندرجۂ ذیل مقصد تھے:۔

صحت وصفائی کے پروگرام چلانا جیسے بستی کو صاف رکھنا۔ کوڑے کے برتن رکھوانا۔ سڑے گلے اور کٹے ہوئے پھل اور سبزیوں کی فروخت کی روک تھام وغیرہ۔

شہریت کی تعلیم کے پروگرام جیسے اچھے پڑوسی کی ذمہ داریاں۔ محلہ کمیٹیوں کی تنظیم، سرکاری کاموں میں تعاون کرنے کا جذبہ پیدا کرنا وغیرہ۔

قومی بیداری کے پروگرام جیسے قومی یک جہتی اور ملک کے بچاؤ کے لئے عملی کام

مندرجہ بالا مقاصد کو جامہ پہنانے کے لئے والنٹیر طلباء اپنے بازوؤں پر "سیوک" کے بلّے لگا کر شام کے چھ بجے مرکز میں اپنے اپنے گروپ کے ساتھ اکٹھے ہو جاتے۔ حاضری لگوانے اور ضروری ہدایات لینے کے بعد کو رم

میں دیش بھگتی کا کوئی گیت گاتے اور "سماج سیوا زندہ باد" کے تین نعرے لگا کر اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاتے۔

والنیٹر طلباء نے تحریک کے ابتدائی چھ دن تک اپنے علاقے کے گھروں اور دکانوں پر جا کر کوڑے کے برتن رکھنے کی تلقین کرتے بستی کی صفائی کے لئے عملی کام انجام دیتے۔ لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر ٹھیک بات اور کام کرنے کی درخواست کرتے۔ اپنے فاضل وقت میں ردی کاغذ پر اچھے اچھے اقوال لکھ کر دیواروں پر چپیاں کرتے۔ جھنڈیاں لگاتے جلوس کی شکل اختیار کر کے گلیوں میں گشت لگاتے۔ خوبصورت تصویریں بنانے والے، تصویریں بنا بنا کر نیک خیالات کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کرتے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بستی کے والنیٹر طلباء اور عورتیں اور مرد اپنی اپنی گلیوں اور پڑوس کو صاف ستھرا رکھنے میں مدد دیتے رہے۔ اسی تحریک کے ماتحت جو کام انجام دیئے گئے وہ حسب ذیل ہیں:۔

۳۶۲ گھروں میں کوڑے کے برتن رکھوائے گئے

۱۱۷ دوکانوں " " " " "

۶۴۲ بچوں کو نالی پر بیٹھنے سے روکا گیا

۳۰۴ مرتبہ بالغوں کو گلیوں میں پیشاب کرنے سے روکا گیا

۴۴۳ مرتبہ لوگوں کو پٹری پر چلنے کے لئے کہا گیا

۲۵ " " لائن لگانے کے لئے کہا گیا

۱۳۷۶ کارٹون اور اقوال کے کارڈ بنائے گئے۔

۱۳۴۴ مرتبہ لوگوں کو پانی کم خرچ کرنے کی تحریک سے مطلع کیا گیا۔

سماج سیوکوں کی کل تعداد ۳۵ تھی اور روزانہ حاضری کا اوسط ۳۰ رہا۔

کام کا معائنہ

اس کام کو عوام میں مقبول کرنے اور والنیٹر طلباء کے اندر جوش و خروش اور حوصلہ پیدا کرنے کے لئے علاقے کے معززین، والنیٹروں کے والدین، اسکولوں کے پرنسپل صاحبان وغیرہ کو وقتاً فوقتاً مدعو کیا جاتا رہا۔

خرچ

یہ تحریک ۳۵ دن تک جاری رہی اور اس کے اوپر کل خرچ ۲ روپے آیا جس سے بازوؤں پر باندھنے کے لئے لفظ "سیوک" کے بلّے بنوائے گئے تھے۔ والنیٹر طلباء نے لگ بھگ ۲۰ روپے کی مالیت کے ردی کاغذ اپنے طور پر

حاصل کرکے ان کے اوپر اقوال لکھے اور دیواروں پر چسپاں کرے اور جھنڈیاں اور اقوال کے کارڈ بنائے۔

تحریک کے بعد کا کام

اس تحریک سے خدمت کا جو جذبہ پیدا ہوا اُسے والنیٹروں میں بحال رکھنے اور سماج سیوا اور تعمیری کاموں سے دلچسپی قائم رکھنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تحریک کے بعد والنیٹروں کے گروپوں کو ان کے علاقے کے یوتھ گروپ میں تبدیل کردیا جائے۔ اس یوتھ گروپ کو علاقہ کی محلہ کمیٹی کی طرف سے نوجوانوں کے لئے اچھے پروگرام چلانے کے لئے مالی امداد ملتی رہے اور سینٹر کی طرف سے ان کی جانچ اور رہنمائی ہوتی رہے مگر اس کام میں پوری کامیابی نہیں ہوسکی کیونکہ محلہ کمیٹیوں کی طرف سے مالی امداد ..... نہیں ملی چنانچہ طلباء اپنے اپنے اسکولوں کی ٹیموں میں شامل ہوگئے۔

تحریک کا جائزہ

تحریک کے ماتحت جو کام ہوئے ان سے تحریک کے مقاصد کہاں تک پورے ہوئے، اس کا اندازہ کرنے کی غرض سے بستی کے رہنے والوں، معائنہ کرنے والے مہمانوں اور ماہروں اور بستی کے معززین میں ایک سوالنامہ تقسیم کیا گیا۔ ہمیں جوابات موصول ہوئے، ان سے جو نتیجہ نکلا وہ مختصراً درج ذیل ہے:-

— طلباء اس قسم کی تحریک کو بہت پسند کرتے ہیں اور اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔
— شہر کے لوگ، دکاندار اور کارخانے دار اس تحریک کو مفید اور پُر اثر سمجھتے ہیں۔
— سرکاری افسر اور سوشل ورکر اس تحریک کو اپنے منصبی کاموں میں تعاون تصور کرتے ہیں۔

اُن سب کا خیال ہے کہ تحریک کو ہر سال چلایا جانا چاہئے۔ مگر اسے زیادہ کامیاب اور مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری مشینری کی طرف سے پورا پورا تعاون حاصل ہو۔ محلہ کمیٹیاں بنائی جائیں اور والنیٹر طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے انھیں انعام دیئے جائیں۔ اور اس پورے کام کا اخباروں اور رسالوں میں باقاعدہ اشتہار کیا جائے۔

حرفِ آخر

اس سال بھی یہ تجربہ ۱۵ر مئی سے شروع کیا جائے گا۔ امید ہے کہ ہم اپنے پچھلے تجربات کی روشنی میں اس سال کی تحریک کو پچھلے کے مقابلے میں بہتر طریقے پر چلا سکیں گے۔

روس میں
خاتمۂ ناخواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کی تنظیم

خاتمۂ ناخواندگی کی روسی تحریک اڈلٹ ایجوکیشن کی دنیا میں مشہور تاریخی واقعہ ہے۔ اس تحریک کا تعارف اڈلٹ ایجوکیشن کے لٹریچر میں اکثر و بیشتر آتا رہا ہے اور "تعلیم و ترقی" کے صفحات بھی اس سے خالی نہیں ہیں، لیکن نیچے ہم جو تعارف پیش کر رہے ہیں، اسے چونکہ روسی اڈلٹ ایجوکیشن کے ذمہ دار افسروں اور عہدہ داروں نے خود پیش کیا ہے، اس لئے وہ زیادہ مستند اور جامع ہے اور اس سے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو عموماً نظروں سے اوجھل تھیں۔

روسی تحریک کے ذمے دار افسروں اور عہدہ داروں سے ہماری مراد اُس روسی وفد کے اراکین سے ہے جو گذشتہ مہینے میں ہندوستان آیا تھا اور ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کو مفید مشورے دیئے تھے۔

یہ تعارف اچھا خاصا طویل ہے اس لئے ہم اسے تعلیم و ترقی کے صفحات میں بالاقساط شائع کریں گے۔

ایڈیٹر

الف۔ خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک

سوویٹ یونین میں بالغ آبادی کی ناخواندگی کو ختم کرنے کی غرض سے اکتوبر کے عظیم اشتراکی انقلاب کے بعد بہت

وسیع پیمانے پر کام منظم کیا گیا تھا اور اُسے اُسی شدومد کے ساتھ کئی سال تک جاری رکھا گیا تھا۔ اس کام کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی تھی کہ انقلاب سے پہلے کا روس تعلیمی و تمدنی اعتبار سے بہت پیچھے تھا اور اس کی حیثیت ایک خالصتہً ناخواندہ ملک کی تھی۔ ۱۸۹۷ء کی مردم شماری کے مطابق روس میں خواندگی کا کل اوسط ۲۶،۳ فی صدی تھا، خصوصاً غیر روسی (ایشیائی) تو قریب قریب بالکل ناخواندہ تھے۔ مثال کے طور پر تاجکستان میں خواندگی کا اوسط ۳،۹ فیصدی تھا، ازبکستان میں ۶،۱ فیصدی، ترکمانیہ اور یاقوتستان میں ۰،۷ فیصدی اور کرغیزیہ میں صرف ۰،۶ فیصدی اور ۱۸۹۷ء سے لے کر اشتراکی انقلاب (۱۹۱۷ء) تک بھی اس صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔

لیکن اکتوبر ۱۹۱۷ء کے عظیم اشتراکی انقلاب نے جس نے زمینداروں اور سرمایہ داروں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا محنت کش عوام کی ناخواندگی اور جہالت کی جڑیں بھی کھود پھینکیں اور ملک کے تمام عوام کو علم کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے جو شرطیں ضروری تھیں وہ سب فراہم کر دیں۔

اشتراکی روس کے پہلے صدر لینن نے ۱۹۱۹ء میں وہ تاریخی فرمان جاری کیا تھا جس کی رو سے بالغوں کی ناخواندگی کو جڑ بنیاد سے ختم کرنا حکومت کا فرض قرار پایا تھا۔ اس کے بعد ایک ہی سال یعنی سنہ ۱۹۲۰ء میں دس لاکھ ان پڑھ بالغوں کو تعلیم کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں خاتمہ ناخواندگی کے اسکولوں میں جو اسی مقصد کے لئے قائم کئے گئے تھے ایک کروڑ پانچ لاکھ بالغ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور ۱۹۴۲ء کے آتے آتے تحریک اس منزل پر پہنچ گئی تھی کہ اس کے ماتحت ۵ کروڑ کے قریب نپٹ ان پڑھ اور تین کروڑ نیم ناخواندہ بالغ بالغوں کے اسکولوں میں زیر تعلیم تھے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک اپنے مقصد میں ۱۹۴۰ء میں پوری پوری کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا کہ سوویٹ یونین میں خواندگی کا اوسط ۹۸،۵ فیصدی ہے گویا اب سوویٹ روس مکمل طور پر ایک خواندہ ملک ہے اور اس لحاظ سے بالغ آبادی سے ناخواندگی کو ختم کرنے کا اب کوئی مسئلہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ خاتمہ ناخواندگی کی اس تحریک سے متعلق جو جو کام کئے گئے تھے، انہیں مختصراً ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک کا منظم کام سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کی تنظیموں نے مل کر کیا

(الف) سرکاری اہتمام میں جو کام انجام پایا وہ مرکزی وزارت تعلیم اور اس کی مقامی شاخوں یعنی صوبوں اور ضلعوں

کے تعلیم عامہ کے محکمونے انجام دیئے۔ جو تنظیمیں درسی کتابیں، اسٹیشنری اور دوسرے تعلیمی سامان تیار کرتی تھیں انھیں بھی اس کام میں شامل کیا گیا تھا۔ اس تمام کام میں باہمی اشتراک تعاون اور تال میل پیدا کرنے کی غرض سے قومی پیمانے پر ایک کمیشن قائم کر لیا گیا تھا جس کا نام تھا ALL RUSSIA COMMISSION ON ELIMINATION OF ILLITERACY (خاتمہ ناخواندگی کا کل روسی کمیشن)۔

صوبہ جاتی محکموں نے اپنے اپنے علاقوں کے لئے خاتمۂ ناخواندگی کی مہم کے منصوبے بنائے، اور اس کی کامیابی کے لئے جن حالات اور شرائط کی ضرورت تھی، وہ پیدا کئے۔ مثال کے طور پر مہم کے لئے جگہوں اور عمارتوں کی ضرورت تھی، ان صوبہ جاتی محکموں نے عمارتیں منتخب کیں اور کام کے قابل بنانے کے لئے ان کی مرمت کرائی۔ درسی کتابوں کی ضرورت تھی، انھوں نے درسی کتابیں تیار کرنے کے پروگرام مرتب کئے، بالغ طالب علموں کو پڑھانے کے لئے ٹیچروں کو ٹریننگ دینے کی ضرورت تھی، انھوں نے اس ٹریننگ کا بندوبست کیا

(ب) ناخواندگی کے خاتمے کی اس ملک گیر تحریک میں غیر سرکاری شرکت بھی بہت بڑے پیمانے پر حاصل تھی اور اس غیر سرکاری اشتراک کو باہم مربوط کرنے کی غرض سے ۱۹۲۳ء میں "ناخواندگی مردہ باد سوسائٹی" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی تھی۔ اس سوسائٹی میں ٹیچر، طالب علم اور وہ سب لوگ جو خاتمۂ ناخواندگی کی اس قومی تحریک میں شریک ہوکر مدد دینے کو تیار تھے، شامل تھے۔ اس سوسائٹی کا نعرہ یہ تھا کہ "ہر خواندہ شخص ایک ناخواندہ کو پڑھاوے"

یہ سوسائٹی عوام میں سے اپنے ممبر منتخب کرتی تھی جو ناخواندگی کے خاتمے کی اس تحریک میں عملاً حصہ لینے کے لئے تیار ہوں؛ ناخواندہ بالغوں کو پڑھانے والے اُستادوں کی مدد کرتی تھی اور انھیں بالغوں کو پڑھانے کے گُر بتانے کے لئے ٹریننگ کا انتظام کرتی تھی۔ سوسائٹی اپنی طرف سے دو رسالے "کلیو خودی" (تعلیمی و تمدنی سیاحت)، اور "پودی سیم گراموٹ توسٹ" (خواندگی کو فروغ دو) اور سنٹرل کاؤنسل کا خبر نامہ شائع کرتی تھی۔ یہ سوسائٹی ۱۳ سال تک قائم رہی اور اپنے اس دوران قیام میں اس نے تنہا ڈیڑھ کروڑ کے قریب ناخواندہ اور نیم ناخواندہ بالغوں کو تعلیم دی۔

رضاکار افراد کی اس سوسائٹی کے علاوہ اس مہم میں تمدنی اور تعلیمی اداروں اور دوسری عوامی تنظیموں نے بھی شرکت کی تھی۔ مثال کے طور پر کوسوموں اور ٹریڈ یونینوں کی تنظیمیں اپنے ممبروں کو ان پڑھ بالغوں کو پڑھانے کے لئے مقرر کرتی تھیں، اور اسکولوں اور تعلیمی مرکزوں کی مرمت اور تنظیم کا کام کرتی تھیں۔

۲۔ ناخواندہ بالغوں کو پڑھانے کا کام ملک کے مختلف علاقوں میں ان کی قومی خصوصیتوں اور ان کی

شہراتی اور دیہاتی روایات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مختلف طریقوں پر انجام دیا جاتا تھا

جو لوگ پڑھنا لکھنا چاہتے تھے، انھیں ان کے حسب حال آسانیاں فراہم کی جاتی تھیں بشلاً جو لوگ مزدوری کرتے تھے ان کے کام کے اوقات میں دو گھنٹے کی کمی کردی گئی تھی اور انھیں پڑھانے کے لئے اسکول یا خواندگی کے سنٹر ان کے گھروں یا کام کے مرکزوں کے قریب قائم کئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ خاص حالات میں خصوصاً کثیر الاولاد ماؤں کے لئے انفرادی طور پر یا چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر پڑھانے کا بندوبست تھا۔ جن عورتوں کے بچے بہت چھوٹے تھے، ان کے بچوں کے لئے .... بچوں کے کمرے قائم کردیئے گئے تھے تاکہ ان کی مائیں ان کی دیکھ بھال کی طرف سے بے فکر ہو کر اپنی پڑھائی کا کام پورا کرلیا کریں۔ بچوں کے لئے الگ کمروں کا یہ نظام گنجان آباد علاقوں میں پابندی سے مسلسل جاری رہا۔ اس کے علاوہ ایسی عورتوں کے لئے جن کے رہن سہن کے طریقے اور مذہبی رسوم کسی قدر مختلف تھے، مخصوص اسکول یا سنٹر کھولے گئے تھے۔ جو ان کے ان مخصوص حالات سے مطابقت رکھتے تھے خانہ بدوش قبائل کے لئے تعلیم کے سنٹر خیموں میں کھولے جاتے تھے۔

۳۔ بالغ آبادی کے تعلیمی پروگرام اور درسیات کو ملک کی عام تعلیمی ترقی کے منصوبے اور سوویٹ سماج کی عام سماجی اور اقتصادی ترقی کے پروگرام کا لازمی جزو بنا دیا گیا تھا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء کو روس کی اشتراکی جمہوریت کی وفاقی سوویٹ (آر۔ ایس۔ ایف۔ ایس۔ آر) کی وزارت تعلیم کی طرف سے جمہوریہ سے ناخواندگی کی بیخ کنی کرنے کے لئے جو فرمان جاری ہوا تھا اس میں بیان کیا گیا تھا کہ۔

"ان بالغوں کی ہمہ گیر تعلیم کا بندوبست اس لئے کیا جارہا ہے کہ جمہوریت کی تمام کی تمام آبادی کو ملک کی سیاسی زندگی میں سمجھداری کے ساتھ حصہ لینے کا موقع ملے"

اس مقصد کو سامنے رکھ کر خاتمۂ ناخواندگی کی جو مہم چلائی گئی اس میں پریس، ریڈیو اور اطلاعات عامہ کے دوسرے تمام وسائل سے وسیع پیمانے پر کام لیا گیا تھا۔

ناخواندگی کے خلاف مورچہ لینے میں یہ تمام کارروائیاں سوویٹ یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی نگرانی اور رہنمائی میں کی گئی تھیں۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کے فرمان کی وقتاً فوقتاً تجدید بھی ہوتی رہی چنانچہ مئی ۱۹۲۹ء میں پارٹی کی سنٹرل کمیٹی نے "خاتمۂ ناخواندگی" کے زیر عنوان ایک خصوصی تجویز منظور کی۔ پھر ۱۹۳۲ء میں پارٹی کی سنٹرل کمیٹی اور دوسری پارٹیوں نے

(ریپبلکس آف دی یو ایس ایس آر) نے ایک اور قرار داد "ناخواندہ اور نیم ناخواندہ بالغوں کی تعلیم کے انتظامات" کے عنوان سے منظور کی جس کا منشا یہ تھا کہ ۵۰ سال کی عمر تک کے تمام محنت کش عوام سے ناخواندگی کی لعنت کو یک لخت ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ خاتمۂ ناخواندگی کے اس پروگرام کو کامیاب کرنے میں کمیونسٹ پارٹی، سوویٹ گورنمنٹ اور مقامی کمیونسٹ پارٹیوں اور سوویٹوں نے مل کر کام کیا۔

۴۔ سوویٹ یونین چونکہ بہت سی قومیتوں پر مشتمل ہے اس لئے خاتمۂ ناخواندگی کے فرمان میں بیان کیا گیا تھا کہ ان پڑھ بالغ کو روسی زبان یا اس کی اپنی مادری زبان میں جیسی اسکی مرضی ہوگی تعلیم دی جائے گی۔ چنانچہ بالغوں کی تعلیم کے لئے درسی کتابیں اور دوسرے تمام تعلیمی سامان ۱۰۴ زبانوں میں تیار کرائے گئے تھے جس میں الف، ب، ت کے قاعدے، درسی کتابیں، حساب کی کتابیں امدادی کتابیں، دیواری نقشے اور چارٹ، دیواری اسباق، نعرے اور اقوال۔ غرض سبھی چیزیں شامل تھیں اور سب کی سب ۱۰۴ زبانوں میں تیار کرائی گئی تھیں۔

خاتمۂ ناخواندگی کے اس پروگرام میں تعلیم کا جو دستور العمل مرتب کیا گیا تھا اس میں تعلیم کے لئے کل ۳۳۰ گھنٹوں کا حساب لگایا گیا تھا جس میں ۲۰۰ گھنٹے پڑھائی کے لئے تھے اور ۱۳۰ گھنٹے حساب کی تعلیم کے لئے شہروں کے لئے تعلیمی سال ۱۰ مہینے کا قرار دیا گیا تھا جس کے دوران میں ہر ماہ روزانہ تین تین گھنٹے کے گیارہ سیشن مقرر کئے گئے تھے۔ دیہاتی علاقوں کے لئے تعلیمی سال کی مدت تو ۷ ماہ کی تھی لیکن تعلیمی سال ۱۰ کے بجائے ۱۲ ماہوار سیشنوں پر مشتمل تھا اور ہر سیشن کی مدت بجائے تین گھنٹے کے چار گھنٹے رکھی گئی تھی۔ اس تعلیمی سال کے دوران میں رخصت یا تعطیل کی کوئی مدت نہیں تھی۔ پڑھائی کا ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ کا ہوتا تھا۔ جو لوگ ناخواندگی پر فتح پا لیتے تھے ان کے لئے آگے کی تعلیم کے لئے الگ اسکول اور سنٹر قائم کئے گئے تھے۔ اس طرح اس مہم کے دو مقصد قرار دیئے گئے تھے۔ ایک یہ کہ لوگ خواندہ ہونے کے بعد پھر سے ناخواندہ نہ ہونے پائیں اور دوسرے یہ کہ وہ جو صلاحیت حاصل کریں اسے پختہ کر دیا جائے اور انھیں مزید علم حاصل کرنے میں مدد بہم پہنچائی جائے۔

تاکہ وہ ان اسکولوں میں جو بالغوں کی عام تعلیم کے لئے قائم کئے گئے تھے، داخلہ لینے کے قابل ہو جائیں۔ ایسے بالغوں کے لئے جو صرف پڑھنا لکھنا سیکھ لیتے تھے، کتابوں کا ایک خصوصی سلسلہ مرتب کیا گیا تھا اور جسے موٹے حروف میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا گیا تھا۔ یہ سلسلہ کتب معاشیات، تہذیب و تمدن، اچھی زندگی کے آداب و اطوار وغیرہ مختلف موضوعات پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ ان کے لئے "نوسکھ بالغوں کا اخبار" کے نام سے ایک خصوصی اخبار بھی شائع ہوتا تھا۔ مطالعہ کے لئے جو کتابیں شائع کرائی گئی تھیں ان میں سے چند کے عنوانات یہ تھے:-
"پڑھے لکھے بنو"، "گاؤں جو آپ اپنی محنت سے تعلیم یافتہ بن گیا"، "اپنے آپ لکھنا کیسے سیکھیں"۔ "اپنے آپ حساب کیسے سیکھیں" وغیرہ

۵۔ خاتمۂ ناخواندگی کی اس مہم میں درسی کتابوں کی اشاعت، اسکولوں کے لئے ساز و سامان کی فراہمی اور اُستادوں کی تنخواہوں پر جو خرچ آتا تھا، اس کا بڑا حصہ مرکزی اور مقامی حکومتوں کے بجٹ سے ادا کیا جاتا تھا البتہ ایک حصہ کاروباری تنظیموں کے اوپر ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اَن پڑھ بالغوں کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جسے سماجی کارکنوں نے خواندہ بنایا تھا اور اس کے لئے انھوں نے کوئی معاوضہ نہیں لیا تھا۔

یو۔ ایس۔ ایس آر میں ناخواندگی کے خاتمہ کی مہم کے ساتھ ساتھ اور خصوصاً اس کی کامیابی کے بعد کے زمانے میں بالغوں کی باضابطہ اسکولی تعلیم کے اوپر خاص توجہ دی گئی تھی اور در اصل تعلیم کا یہی پہلو ہے جس کی بدولت روس میں بالغ آبادی کا تعلیمی معیار اونچا ہو گیا ہے۔ ۶۳-۱۹۶۲ء کے تعلیمی سال کے اعداد و شمار کے مطابق یو۔ ایس۔ ایس۔ آر کے اندر اسکولوں میں اڑتالیس لاکھ بالغ اشخاص زیر تعلیم ہیں۔

(مسلسل)

اڈلٹ ایجوکیشن کے روسی ماہرین سے

دہلی کے کارکنوں کی ملاقات

۳۱ مارچ ۱۹۶۴ء کو انڈو سوویٹ کلچرل ایکسچینج پروگرام کے ماتحت اڈلٹ لٹریسی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے تین روسی ماہرین ہندوستان کے دورے پر تین ہفتے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس وفد کے رہنما تھے شری این۔ این بالوف جو روسی وزارت تعلیم کے ماتحت شبینہ اسکولوں کے محکمے کے صدر ہیں۔ وفد کے دوسرے ممبر تھے شری ایس۔ ایس۔ بیلوسوف، جو ماسکو کے ایک اڈلٹ اسکول (۱۹۳ء) کے ڈائرکٹر ہیں۔ وفد کے تیسرے ممبر اور وفد کے ترجمان تھے شری جی۔ دی۔ میکابریج، جو ماسکو کی فن معلمی کی اکادمی میں اصول تعلیم، تعلیمی تاریخ کے شعبے میں سینئر کارکن ہیں۔

اس سے پہلے ۱۹۶۳ء میں ہندوستانی ماہرین کا ایک وفد روس کے دورے پر گیا تھا، جس کے رہنما شری اے۔ آر۔ ڈلیش پانڈے تھے۔

روسی وفد جب ہندوستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد دہلی واپس آیا تو ان سے ملاقات کے لئے ۱۶ اور ۱۷ اپریل کو نئی دلی کے وگیان بھون میں مقامی کارکنوں کا ایک جلسہ بلایا گیا تھا۔

دونوں دن نہایت بے تکلفی کے ماحول میں دہلی کے کارکنوں کے ساتھ وفد کے لوگوں نے تعلیم بالغان اور خواندگی کے موضوع پر بہت کھل کر بات چیت کی۔ اس کانفرنس میں جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ بہت سیدھا سادہ اور آسان طریقہ تھا یعنی دہلی کے کارکن وفد کے ممبروں سے سوالات کرتے جن کے وہ جوابات دیتے تھے۔ اس سوال و جواب سے لوگوں کو خاص طور سے روس کی خاتمۂ خواندگی کی تحریک کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ کانفرنس سے پہلے وفد نے روس میں تعلیم بالغان کے پروگرام سے متعلق ایک نوٹ سائیکلو اسٹائل کرا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ سوال و جواب کا طریقہ کار اختیار کرنے سے ایسی بہت سی باتوں کی وضاحت ہو گئی جو نوٹ میں

واضح نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ اس طریقہ سے بہت سی ایسی نئی باتیں معلوم ہوئیں جو صرف نوٹ کے مطالعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔

اس شمارے میں روسی ماہرین کے نوٹ کا ایک حصہ شریک اشاعت کیا جا رہا ہے۔ یہاں ہم صرف اس بات چیت کا ایک خلاصہ دے رہے ہیں جو مختلف سوالوں اور ان کے جوابوں کی روشنی میں تیار کر لیا گیا تھا۔

۱۔ روس میں ۱۹۱۹ء میں خاتمہ ناخواندگی کی جو تحریک چلائی گئی تھی اس میں تمام بالغوں کی شرکت لازمی تھی۔

۲۔ روس میں اس وقت تمام لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے ۸ سال کی اسکولی تعلیم لازمی ہے۔ بچہ ۶ سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوتا ہے اور اس طرح ۱۵ سال کی عمر تک تعلیم لازمی ہے۔

۳۔ اس وقت ہمارے سامنے ۱۷ سال کی عمر تک تعلیم لازمی کر دینے کا مقصد ہے یعنی یہ کہ سیکنڈری ایجوکیشن کی سطح تک ہر لڑکی اور لڑکے کے لئے تعلیم لازمی ہو جائے۔

۴۔ روس میں تعمیری منصوبے جب تک تالیف کے مرحلے میں رہتے ہیں اس وقت تک ان پر مختلف جگہوں پر گرما گرم بحث رہتی ہے اور حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ ان پر مختلف پہلوؤں سے اچھی طرح غور و بحث ہو جائے مگر جب وہ آخری شکل اختیار کر چکتے ہیں، تو خواہ وہ مقامی حکومتوں کے منصوبے ہوں یا ریاستی حکومتوں کے ...... یا مرکزی حکومت کے منصوبے ان پر عمل درآمد کرنے نہ کرنے کا فیصلہ ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہو جاتا ہے اور اس کی پابندی لازمی ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی ادارہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوتا تو اس سے سختی سے جواب طلبی ہوتی ہے۔

۵۔ منصوبوں کے کاموں کی پڑتال کے لئے پلاننگ کمیشن میں باقاعدہ کوئی محکمہ نہیں ہے یعنی خود پلاننگ کمیشن یہ پڑتال نہیں کرتا بلکہ حکومت خود یہ کام مختلف عوامی انجمنوں جیسے ٹریڈ یونینیں ہیں ان کے تعاون سے کرتی ہے۔

(نامہ نگار)

دہلی یونیورسٹی میں مراسلاتی نصاب تعلیم

دہلی یونیورسٹی کے کریسپانڈنس کورس ڈپارٹمنٹ کے ماتحت اس وقت ۲۲۲۶ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ ان طلباء کا یونیورسٹی کے اساتذہ سے بالمشافہ رابطہ قائم کرنے کی غرض سے دہلی یونیورسٹی نے ایک نئی اسکیم شروع کی ہے، جس کے ماتحت اس سال ۵۰۰ مراسلاتی طلباء دہلی یونیورسٹی میں مقیم ہیں۔ طلباء کا یہ گروپ جس میں ہندستان

کی تقریباً ہر ریاست کے لوگ شامل ہیں اور مختلف پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں ۲۱ دن تک دہلی یونیورسٹی میں رہ کر اساتذہ کی رہنمائی میں لیکچر، مباحثے اور ٹیٹوریل کلاسوں میں شرکت کر رہے ہیں۔ اساتذہ سے بالمشافہ رابطے کی اسکیم ان کی تعلیمی زندگی سے اس اجنبیت کے احساس کو دور کر دے گی جو ملک کے دور دراز کے گوشوں میں رہ کر اساتذہ سے کسی قسم کا بالمشافہ رابطہ قائم کئے بغیر اپنے طور پر تعلیم حاصل کرنے کی صورت میں ان کی زندگی میں رہ جاتا۔

دہلی یونیورسٹی کی یہ بھی اسکیم ہے کہ چند پروفیسروں اور لیکچراروں کی ایک ٹیم بھی مختلف سینٹروں میں بھیجی جائے تاکہ وہ وہاں پہونچکر مقامی طور پر طلباء کے لئے لیکچروں اور کلاسوں کا انتظام کرے۔ فی الحال صرف بی۔ اے کے لئے ہی مراسلاتی نصاب کا اہتمام ہے۔

چوتھے پنج سالہ منصوبے میں خاتمۂ ناخواندگی کا پروگرام

۱۸ مئی کو پٹیالہ اسٹیٹ کالج آف ایجوکیشن کے ایک جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے شری شریمن نارائن ممبر پلاننگ کمیشن نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ چوتھے پلان میں بالغوں سے ناخواندگی کو دور کرنے کا ایک ملک گیر منصوبہ بھی شامل ہے۔

انھوں نے بتایا کہ پلاننگ کمیشن نے ابھی حال میں جاپان، روس اور کچھ دوسرے ملکوں میں تعلیم بالغان کے مختلف تجربوں کا خصوصی مطالعہ کیا ہے اور کمیشن کا یہ ارادہ ہے کہ تیسرے پلان کی باقی مدت میں چند تجرباتی منصوبے چلائے جائیں جن کے نتائج کی روشنی میں چوتھے پلان میں ملک گیر پیمانے پر "ناخواندگی کے خاتمہ کی تحریک" کے لئے تفصیلی پروگرام مرتب کئے جاسکیں۔

Registered No. D. 1126

THE MONTHLY TALIM-O-TARAQQI.

May 1964.

Printer and Publisher : BARKAT ALI Firaq
Printed at Rama Krishna Printing Press, DELHI.

تعلیم و ترقی

ادارۂ تعلیم وترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم وترقی

جون ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ٦

بانی: شفیق الرحمن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر

پروفیسر محمد مجیب

برکت علی فراق

رفیق محمد شاستری

دفتر

تعلیم وترقی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ جامعہ نگر

نئی دہلی

قیمت

سالانہ چار روپے ۔ فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے

فون ۷۲۴۶۴

قوم کا معلم: پنڈت نہرو

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونیو پریس اردو بازار دہلی ۶ میں چھپوا کر دفتر تعلیم وترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

قوم کا معلّم: پنڈت نہرو

اپنی موت سے چند روز پہلے پنڈت نہرو نے بہت بھروسے کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ "میں ابھی جلدی مرنے والا نہیں ہوں"۔ یہ بات اخباری نمائندوں سے ایک بات چیت کے دوران کہی گئی تھی کہ وہ دنیا کے کونے کونے میں اس کا اعلان کردیں۔ یہ آواز پنڈت نہرو کے ضمیر کی آواز تھی۔ یہ آواز سارے ہندوستان کی آواز تھی جس کی گونج رہتی دنیا تک سنائی دیتی رہے گی۔ یہ ایک زمانے کی آواز تھی۔ پنڈت جی نے تو محض دنیا کی آواز میں آواز ملاکر یہ بات کہہ دی تھی کہ "میں ابھی جلدی مرنے والا نہیں ہوں"۔ یہ اس لئے کہ انہیں احساس تھا کہ ان کے اصول زندہ رہیں گے۔ ان کے تصور کا ہندوستان زندہ رہے گا۔ ان کا پیغام زندہ رہیگا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی یاد اور ان کی محبت زندہ رہے گی۔

مگر ۲۷ مئی کو وہ ان ہونی بات بھی ہو گذری۔ پنڈت نہرو اس دنیا سے چل بسے۔ جس نے سنا سناٹے میں آگیا ہماری سیاسی، سماجی، ذہنی اور جذباتی زندگی میں جو سب سے کٹھن لمحہ تھا وہ اب گذر چکا ہے اور ہم نے اب جبکہ نہرو کے بغیر ہندوستان کو دیکھنے کے لئے اپنے دل و دماغ کو آمادہ کرلیا ہے، ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ پنڈت نہرو زندہ ہیں۔ وہ مر بھی کیسے سکتے ہیں اس لئے کہ پنڈت نہرو صرف اس شخصیت کا نام نہیں تھا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی ان کی شخصیت اپنی ذات سے بلند اور بالاتر زندگی کے کچھ اعلیٰ اصولوں سے وابستہ تھی۔ وہ اصول اور آدرش آج بھی زندہ ہیں۔ وہ آدرش جلدی مرنے والے نہیں ہیں۔ اسی لئے پنڈت جی نے کہدیا تھا کہ "میں جلدی مرنے والا نہیں ہوں"۔

جمہوری نظامِ زندگی کا سیکولر تصور اور امن عالم کے آدرشوں کی تلقین کرنے والا یہ شخص دنیا سے اٹھ گیا وہ اٹھ گیا جس نے جمہوری نظام اور اشتراکی سماج کی تشکیل اور امنِ عالم کے قیام کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ وہ اٹھ گیا جس کی زندگی سیکولر زندگی کا بہترین نمونہ تھی۔ وہ اٹھ گیا جو ہندوستان کے کونے کونے میں لاکھوں کے مجمعے کے سامنے ان اعلیٰ اصولوں کی باتیں ان کی سیدھی سادی زبان میں کرتا تھا۔ وہ دنیا کی

باتیں انھیں سمجھاتا تھا اور لوگ ہمہ تن گوش ہو کر اس کی باتوں پر توجہ دیتے تھے۔ وہ اس ملک کا رہبر اور حکمراں ہی نہیں اس قوم کا معلّم بھی تھا۔ اُس نے اس ملک کے لوگوں کی عقلی تربیت کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔
پنڈت جی کی زندگی کے اس پہلو کے بارے میں نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے ۲۹ مئی کو رام لیلا میدان کے تعزیتی جلسے میں مرحوم وزیر اعظم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے بڑے پتے کی باتیں کہی تھیں۔

"آپ کو یاد ہوگا، آپ یہاں ہزاروں کی تعداد میں ان جلسوں میں آتے تھے، جس میں ایک آدمی یہاں اونچی منبر پر بیٹھ کر آپ سے گھنٹوں باتیں کرتا تھا۔ آپ کو بتاتا تھا کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ آپ سے کہتا تھا کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ کچھ سمجھتے تھے کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کو دیکھ کر آپ کو تقویت ملتی تھی۔ اس کو دیکھ لینے سے آپ یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ کرنا ہے، وہ یہ کرے گا اور جو کچھ یہ کہتا ہے اس پر چلنا چاہئے۔

"آج آپ کی آنکھیں اس کو یہاں ڈھونڈھتی ہوں گی وہ تو چلا گیا۔ آپ یہاں کبھی اُسے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

دلی کا رام لیلا میدان ہی کیا ہندوستان کے کونے کونے کا میدان اُسے ڈھونڈ رہا ہے، جہاں وہ بیٹھ کر لوگوں سے گھنٹوں باتیں کیا کرتا تھا اور اُنھیں آج کی زندگی کی باتیں بتایا کرتا تھا۔
پنڈت نہرو کی زندگی کا سب سے قیمتی وقت وہ ہوتا تھا جب وہ اپنے آپ کو عام جنتا کے درمیان پاتے تھے۔ لاکھوں کے مجمعے کو جب وہ خطاب کرتے تھے اس وقت ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ پنڈت جی کسی مجمع کو خطاب نہیں کر رہے ہیں بلکہ نجی طور پر اس سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس طرح اُس نے کروڑوں آدمیوں سے باتیں کیں۔ انھیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ اُنھیں جمہوریت، سیکولرازم اور امنِ عالم کا پیغام سنایا۔ لوگوں نے توجہ سے سنا اور اس کی باتوں کو دل میں جگہ دی۔ اب کون ہے جو قوم کو اس طرح جگائے اور اس کی تربیت کرے۔
قوم کے اس معلّم کو ہم خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

روس میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی تنظیم

(۲)

بالغوں کی اسکولی تعلیم

الف : ابتدائی تعلیم :-

ہمارے ملک میں ایسے مزدور بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں جو ابھی تعلیم کے ابتدائی مرحلے سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں یعنی وہ لوگ جو پڑھنا اور لکھنا تو سیکھ گئے ہیں لیکن ثانوی اسکول کی چار سالہ تعلیم ابھی مکمل نہیں کی ہے۔

لیکن ثانوی اسکولوں میں جن بالغوں نے تعلیم حاصل کی ہے ان کی مجموعی تعداد کے مقابلے میں دیکھا جائے تو محض ابتدائی مرحلے پر تعلیم ختم کر دینے والے بالغوں کی تعداد بہت کم ہے ان کا تناسب ۱۰۰ میں ۲ یا ۳ سے زائد نہیں ہے۔ مثال کے طور پر سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء کے تعلیمی سال کو لیا جاسکتا ہے۔ اس سال تمام روس میں ۳۰۰ ، ۵ طالب علم ابتدائی مرحلے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے جبکہ اسکولوں کی عام تعلیم .... حاصل کرنے والوں کی تعداد ۲۰ لاکھ ، ہزار ۲ سو تھی۔

یہ بات اس حقیقت کے پیش نظر آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ روس میں تمام بچوں کے لئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے۔ یعنی ، سال (۱۹۵۹ء سے ۸ سال) کی عمر سے ہر ایک کے لئے اسکول میں داخل ہو جانا لازمی ہو گیا ہے۔ اسی لئے ایسے ان پڑھ لوگوں کی تعداد دن بہ دن کم ہوتی جا رہی ہے جنھوں نے عام اسکولوں میں چار سال کی تعلیم مکمل نہیں کی ہے۔

۲ - روس میں اسکولی تعلیم کے بنیادی اصول حکومت متعین کرتی ہے، اس میں بالغوں کی ابتدائی مرحلے کی تعلیم بھی شامل ہے۔ بالغوں کی ابتدائی مرحلے کی تعلیم کے لئے یہاں ایک قانون بن چکا ہے۔ "زندگی اور آئندہ کی ترقی سے اسکول کا تعلق قائم کرنے والے روسی نظام تعلیم کا قانون" روس کی مرکزی سوویٹ سے ۱۹۵۸ء میں پاس ہو چکا ہے۔

اس قانون کے مطابق تیسری اور چوتھی جماعتیں شام کے سکنڈری اسکولوں میں قائم کی گئی ہیں اور کہیں کہیں عام سکنڈری اسکولوں (یعنی بچوں کے سیکنڈری اسکولوں) میں بھی اس طرح کی کلاسوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان تیسری اور چوتھی جماعتوں میں بالغ طالب علم جو تربیت حاصل کرتے ہیں اُس سے انھیں عام اسکولوں کے پہلے چار سال کے نصاب کو مکمل کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اس قابل بن جاتے ہیں کہ اپنے طور پر تسلسلی تعلیم جاری رکھ سکیں۔

۳۔ شبینہ اسکولوں کی یہ تیسری اور چوتھی جماعتیں جنھیں آسانی سے تعلیم بالغاں کی ابتدائی کلاسوں کا نام دیا جا سکتا ہے، دن کے عام اسکولوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ وہ بالغ طالب علم جو پڑھنا لکھنا جانتے ہیں ان کے لئے اس بات کا امکان رہتا ہے کہ وہ دو سال کے بجائے ایک سال کے اندر ہی دونوں جماعتیں پاس کرلیں۔ تیسری اور چوتھی جماعتوں میں بالغ طالب علم جن مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں وہ ہیں علاقائی زبان، ارتھمیٹک اور ابتدائی سیاسی معلومات۔ دن کے اسکولوں ... کی انھیں جماعتوں میں بچوں کو علاقائی زبان اور ارتھمیٹک کو چھوڑ کر روسی تاریخ کا ابتدائی کورس، پینٹنگ، طبعی تاریخ، موسیقی یا نغمہ، جسمانی تربیت اور محنت کے بارے میں مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔ ابتدائی سیاسی معلومات والا مضمون بچوں کے اسکولوں میں نہیں پڑھایا جاتا ہے۔ بالغ طالب علم علاقائی زبان اور ارتھمیٹک کا مطالعہ متعینہ پروگرام اور درسی کتابوں کی بنیاد پر کرتے ہیں جو بچوں کے اسکولوں سے بالکل مختلف ہیں۔ بالغوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے، وہ انھیں اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنی نئی حاصل کی ہوئی معلومات کو اپنے روزانہ کے معمولات میں برت سکیں۔

۴۔ ہمارے ملک میں بالغوں کی ابتدائی تعلیم کا کام ایسے استادوں کے سپرد ہے جو بچوں کے اسکولوں میں کام نہیں کرتے ہیں۔ مثال کے لئے ۶۳-۱۹۶۲ء کا تعلیمی سال لیا جا سکتا ہے۔ اس تعلیمی سال میں روس کے گاؤں اور شہروں میں چلنے والے شام کے اسکولوں میں ابتدائی تعلیم کے کل اساتذہ میں ½ ۷۷ فیصدی ایسے تھے جو صرف بالغوں کی تعلیم کا کام کرتے تھے

۵۔ بالغوں کے لئے ابتدائی تعلیم کا انتظام عموماً شام کی کلاسوں میں ہوتا ہے کہیں کہیں ضرورت اور حالات کے پیش نظر شام کی کلاسوں کے ساتھ ساتھ دن کے وقت بھی کلاسیں لگتی ہیں۔ شہروں میں ہفتے میں ۱۵ تعلیمی گھنٹے پڑھائی ہوتی ہے اور دیہاتوں میں ۱۲ تعلیمی گھنٹے۔ اس کے علاوہ ہر کلاس کے لئے شہروں میں ہفتے میں ۵ گھنٹے اور دیہاتوں میں ۴ گھنٹے کمزور طالب علموں کے مشورے اور رہنمائی کے لئے ہوتے ہیں۔ ان تعلیمی گھنٹوں میں پڑھائی کا پروگرام اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ہفتے میں ۳ یا ۴ بار کلاسیں لگا کریں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بالغوں کو کام کے اوقات میں کسی طرح کی چھوٹ نہیں ملتی ہے۔

۶۔ روس میں خط و کتابت کے ذریعہ ابتدائی تعلیم دینے والے اسکول قائم نہیں ہیں۔

۷۔ جو لوگ ابتدائی جماعتوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں انھیں کوئی امتحان نہیں پاس کرنا ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ سں میں بہت کمزور ہوتے ہیں، انھیں گرمی کی تعطیلات میں گھر پر پڑھنے کے لئے کچھ مشقی اسباق دے دیئے جاتے ہیں اور سرما میں ان مضامین میں ان کی جانچ لے لی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ان طالب علموں کو سندیں دیدی جاتی ہیں جس کی بنیاد پر وہ اپنی تعلیم آگے جاری رکھنے کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

مڈل اور سیکنڈری اسکول کی تعلیم

۸۔ روس میں تعلیم بالغان کی مڈل اسکول کی تعلیم کو عوامی تعلیم کے نظام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس مرحلے میں ۸ سال تک کی تعلیم شامل ہے (۵ ویں سے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم) اور اس کے بعد دوسری ثانوی یا سیکنڈری تعلیم (یعنی ۹ سے ۱۱ویں جماعت تک کی تعلیم) کا نمبر آتا ہے۔ ۱۹۶۲-۶۳ء کے تعلیمی سال میں کل روسی وفاق میں ۱۱ لاکھ ۷۰ ہزار بالغ طالب علم مڈل (آٹھویں جماعت تک کے) اسکولوں میں زیر تعلیم تھے اور ۸ لاکھ بالغ طالب علم گیارہ سالہ (سیکنڈری) اسکولوں میں زیر تعلیم تھے۔ نویں اور گیارھویں جماعت میں ایسے لڑکوں کی کچھ فیصدی تعداد منفرد ہے جو آٹھویں جماعت کے اسکولوں سے سند حاصل کرنے کے بعد فیکٹریوں، دفتروں اور دوسرے اداروں میں روزگار سے لگ جاتے ہیں۔

۹۔ روس میں بالغوں کی آٹھ سالہ اور گیارہ سالہ تعلیم قانون کے مطابق شام کے سیکنڈری اسکولوں میں ہوتی ہے۔ ۱۹۶۲-۶۳ء کے تعلیمی سال میں سوویت روس میں اس طرح کے ۳۰ ہزار اسکول قائم تھے۔ شہروں اور دیہاتوں میں شام کے سیکنڈری اسکولوں کی تعلیم خود مختار ریپبلکوں کی مجلس وزارت اور سوویتوں کے علاقائی نمایندوں کی مجلس انتظامیہ کے مشورے اور فیصلے سے کی جاتی ہے۔ بیشتر یہ اسکول کسی بڑے صنعتی ادارے۔ ریاستی فارم یا سہکاری کھیتوں یا کھیتوں یا صنعت گاہوں کے کسی گروپ سے وابستہ ہوتے ہیں۔

۱۰۔ روس میں بالغوں کی سیکنڈری اسکولوں کی تعلیم کی تنظیم کے اصول اور طریق کار ریاست متعین کرتی ہے اور وہی اس کا پورا خرچ بھی برداشت کرتی ہے۔ مرکزی حکومت کی وزارت تعلیم بالغوں کی تعلیم کے سلسلے میں عام رہنمائی کرتی ہے۔ یہ وزارت تعلیم بالغان کا پروگرام مرتب کرتی ہے، درسی کتابیں شائع کرتی ہے اور اصول اور طریقہ تعلیم کے سلسلے میں مختلف کتابیں اور دوسرے لٹریچر تیار کرتی ہے اور اسکولوں کو تعلیمی سامان تیار کر کے فراہم کرتی ہے۔ صوبوں میں تعلیم بالغان کے روزانہ کے معمولات پر کاربند ہونے کی ذمہ داری عوامی تعلیم کے محکموں

کے سپرد ہے، جو شہروں اور علاقائی سوویت کے نمایندوں کی مجلس انتظامیہ سے وابستہ ہوتے ہیں جن کا تعلق خود مختار ضلعوں کی جمہوریتوں کی وزارت تعلیم سے ہوتا ہے۔ یہ محکمے بالغوں کے اسکولوں کو تعلیمی اور دوسرے سامان فراہم کرتے ہیں، پڑھانے کے عملے کا بندوبست کرتے ہیں تعلیمی کاموں کی نگرانی اور رہنمائی کرتے ہیں اور اس طرح اس میں نت نئے سدھار کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

تعلیم بالغان کے کام میں حکومت کی شرکت کے علاوہ عوامی انجمنیں اور اقتصادی ادارے بھی بڑے پیمانے پر مدد دیتے ہیں۔ اقتصادی ادارے خاص طور سے اس میں بہت مدد دے رہے ہیں اور وہ اس کوشش میں خاص طور سے مصروف ہیں کہ محنت کش طبقے کے تعلیم کے اوقات کام کے اوقات سے ٹکرا نہ کھائیں

۱۱- آٹھ سالہ اور ۱۱ سالہ اسکولوں میں تعلیم بالغان کی تنظیم جس طرح کی جاتی ہے اور انھیں جو سہولتیں حاصل ہیں ان میں اور بچوں کے سیکنڈری اسکولوں میں کافی فرق ہے۔

یہ فرق مندرجہ ذیل ہے:۔

(الف) ایک بالغ جو ۸ سالہ یا ۱۱ سالہ سیکنڈری اسکول میں تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنی تعلیم پانچویں سے گیارھویں جماعت کے درمیان کہیں سے بھی شروع کر سکتا ہے۔ بس اس میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اس کی عام معلومات کس معیار کی ہے اور اُسے اُسی جماعت میں داخلہ مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیکنڈری اسکولوں کی تعلیم حاصل کرنے میں ہر بالغ کو یکساں مدت نہیں لگانی ہوتی ہے۔

آٹھویں جماعت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ۴ سال کی مدت درکار ہوتی ہے۔ یہ اُن بالغوں کے لئے ہے جو پانچویں جماعت میں داخل ہوتے ہیں اور کم سے کم ایک سال میں ایسے طالب علموں کے لئے جو براہ راست آٹھویں جماعت میں داخلہ لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۴ سالہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بالغوں کو یہ بھی حق ہوتا ہے کہ وہ آٹھویں جماعت تک کی تعلیم ۴ کی بجائے ڈھائی سال میں مکمل کریں۔

اسی طرح گیارھویں جماعت تک کی تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ تین سال کی مدت درکار ہوتی ہے (ان لوگوں کے لئے جو نویں جماعت سے پڑھائی شروع کرتے ہیں) اور کم سے کم ایک سال ان لوگوں کے لئے جو براہ راست گیارھویں جماعت میں داخلہ لیتے ہیں۔

(ب) بالغوں کی تعلیم میں کچھ ایسے پروگرام بنائے جاتے ہیں اور کچھ ایسے طریقۂ کار اختیار کئے جاتے ہیں کہ ان سے طالب علموں کو اپنے مطالعے اور کام میں ربط قائم کرنے میں زیادہ سے زیادہ سہولت ملے۔ اس کے لئے جو تدبیریں کی

کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں (i) مطالعے اور کام کے اوقات میں مطابقت پیدا کی جاتی ہے (ii) کلاس کے اندر بٹھا کر رسمی اور نصابی تعلیم پر کم سے کم وقت دیا جاتا ہے (iii) ایسے طالب علموں پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دی جاتی ہے جو کمزور ہوتے ہیں۔ ایسے اسکول جن کے پاس اپنی عمارتیں ہیں وہاں دن رات میں کئی بار کلاسیں لگتی ہیں۔ دیہاتوں کے اسکولوں میں بیشتر کلاسیں اکتوبر سے اپریل تک لگتی ہیں جبکہ طالب علموں کے لئے کھیتوں پر بہت زیادہ مصروفیت نہیں ہوتی۔ شہروں کے شبینہ اسکولوں میں لازمی، سباق کے لئے ہفتہ میں زیادہ سے زیادہ ۱۸ گھنٹے اور دیہات کے شبینہ اسکولوں میں ۲۲ گھنٹے پڑھائی کا وقت مقرر ہے۔

(ج) اٹھویں جماعت تک کے نصاب تعلیم اور درسی کتب پر مشتمل ایڈلٹ ایجوکیشن کی کلاسوں کی تنظیم اس نہج پر نہیں ہوتی جس نہج پر کہ عام سیکنڈری اسکولوں کی تعلیم ہوتی ہے۔ نصاب تعلیم اور درسی کتب کی معلومات کا معیار عام سکنڈری اسکولوں کی اس جماعت کے معیار کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ مگر اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ یہ درسی کتب اور نصاب تعلیم ان لوگوں کو پیش نظر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے جنھیں زندگی اور کام کا کافی تجربہ پہلے سے ہوتا ہے۔ ایسے نصاب تعلیم اور درسی کتابوں سے اساتذہ کو اس بات میں بڑی مدد ملتی ہے کہ وہ ان لوگوں کے روزگار کے کاموں سے ان مضامین کا عملی تعلق قائم کر دے۔ خاص طور سے فزکس، کیمسٹری، بائیلاجی، میتھمیٹکس اور نقشہ نویسی کے مضامین میں اس سے انھیں اس بات کا موقع ملتا ہے کہ وہ اس سائنسی معلومات کو اپنے کام کے طریقوں کو سدھارنے اور پیداوار کو بڑھانے میں عملی طور پر استعمال کرا سکیں۔ شبینہ اسکولوں کا نویں سے گیارھویں جماعت تک معلومات کا نصاب، عام سیکنڈری اسکولوں کے نصاب اور درسی کتابوں کے مطابق ہوتا ہے۔

(د) بچوں کے تمام سیکنڈری اسکولوں کے برخلاف ڈرائینگ، موسیقی اور نغمہ اور جسمانی تربیت کے اسباق قسم کے مضامین بالغوں کے شبینہ اسکولوں میں نہیں شامل کئے جاتے ہیں۔

(مسلسل)

وینیزویلا میں خاتمۂ ناخواندگی کی مہم

وینیزویلا لاطینی امریکہ کے شمال میں واقع ہے جس کا پتہ سب سے پہلے ۱۴۹۸ء میں کولمبس نے لگایا تھا۔ یہ ملک جو رقبے میں فرانس کا ڈیوڑھا ہے' نوجوانوں کا ملک کہلاتا ہے' یہاں کی ۸۰ لاکھ آبادی میں سے نصف تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو ۲۰ سال سے کم عمر کے ہیں

لاطینی امریکہ کے دوسرے تمام ملکوں کی طرح وینیزویلا کے سامنے ناخواندگی کا زبردست مسئلہ رہا ہے۔ ۱۹۵۸ء سے یہاں کی حکومت نے ناخواندگی کے خلاف جو زبردست مہم شروع کر رکھی ہے اس کے امید افزا نتائج اب سامنے آ رہے ہیں۔ ۵ سال کی مدت میں ۱۲½ لاکھ آدمیوں نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہے۔ لاطینی امریکہ کے دوسرے ملکوں پر اس کامیابی کا بہت اچھا اثر پڑا ہے اور اب بہت سے ملکوں نے خواندگی کے کام کو زیادہ شدت سے شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے پنامہ' بولیویا اور ہنڈوراس نے خواندگی کی مہم کے سلسلے میں وینیزویلا کے لوگوں کی خدمات مانگی ہیں۔

خواندگی کی مہم کس طرح کامیاب ہوئی اور آئندہ اس سے کس طرح کے نتائج کی امید کی جا سکتی ہے' اس سلسلے میں وینیزویلا کے اڈلٹ ایجوکیشن کے ڈائرکٹر مسٹر فیلکس ایڈم کا زیرِ نظر مقالہ کافی روشنی ڈالتا ہے۔

وینیزویلا میں مفت اور لازمی تعلیم کا قانون ۱۸۷۰ء ہی میں پاس ہو گیا تھا جس میں پریسیڈنٹ گزمان بلانکو نے بہت دلچسپی لی تھی اور جن کی کوششوں سے اس وقت تین ہزار اسکول کھولے گئے تھے' لیکن اس کے نوے سال بعد ہمارے ملک میں ناخواندگی کے خلاف اصل مورچہ جمایا گیا۔

گزمان بلانکو کے وقت میں ۸۰ فیصدی آبادی ناخواندہ تھی۔ اور کم و بیش یہی اوسط ۱۹۳۶ء تک بنا رہا۔ ۱۹۵۰ء

تک وینیز ویلا میں ۴۸،۴ فیصدی آبادی ناخواندہ تھی یعنی تقریباً ۲۰ لاکھ آدمیوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا مسئلہ درپیش تھا۔
یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء کا دن ہماری تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دن بالغوں کی خواندگی کے ۲ ہزار مراکز نے وینیز ویلا کے ۳ لاکھ ناخواندہ لوگوں کے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ اس کے علاوہ رضا کار اساتذہ نے اپنے طور پر مزید دو لاکھ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کی ذمہ داری لی۔

بے نظیر کارنامہ

ان کوششوں سے جو نتائج نکلے وہ امید سے کہیں زیادہ تھے۔ ۵ سال کی مدت میں ناخواندگی کا اوسط کم ہو کر ۱۳½ فی صدی رہ گیا یعنی اس مدت میں تقریباً ۱۳½ لاکھ لوگوں نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا۔
آج وینیز ویلا کے شہروں سے ناخواندگی تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ مگر دور دراز کے دیہاتوں میں یہ سلسلہ اب بھی نازک شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔
آبادی کے ہر طبقے نے خواندگی کی تحریک کو پورا پورا سہارا دیا ہے لیکن اس کی کامیابی کا بنیادی سبب وینیز ویلا میں جمہوری حکومت کا قیام تھا جس نے اصلاح آراضی اور سماجی بہبود و ترقی کے سلسلے میں بہت اقدامات کئے۔ اور تعلیم کا بہت حوصلہ مند پروگرام جاری کیا۔
ہم نے اس مسئلہ پر دو مورچوں سے حملہ شروع کیا۔ ان بچوں کے لئے جو اب تک اسکولوں میں داخل نہیں تھے نئے اسکول کھولے گئے اور بالغوں کے لئے خواندگی کے مرکز قائم کئے گئے جہاں انہیں صرف پڑھنا لکھنا نہیں سکھایا گیا بلکہ ایسی معلومات بھی دی گئیں جس سے وہ اپنی زندگی اور اس کے حالات کو بہتر بنانے کے قابل بن سکیں۔
جہاں کہیں بالغوں کے لئے خواندگی کا کوئی مرکز کھولا گیا وہاں ایک پرائمری اسکول بھی ضرور قائم کیا گیا۔ اس پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۰ لاکھ بچوں نے اسکولوں میں داخلہ لیا۔
بالغوں کی تعلیم میں ہمیشہ یہی مقصد پیش نظر رہا کہ انھیں ایسی معلومات بہم پہونچائی جائے جس سے کہ وہ اپنی زندگی زیادہ سے زیادہ بہتر طریقہ پر گزار سکیں۔ بالغوں کو خواندگی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی کام سیکھنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔ کام سکھانے کی یہ ٹریننگ خواندگی کے مرکزوں، عورتوں کی فنی تربیت گاہوں اور زرعی اسکولوں میں دی جاتی ہے۔ وہاں بالغوں اور نوجوان کسانوں کو ابتدائی تعلیم بھی ملتی ہے اور اسی کے ساتھ زراعت اور مویشیوں کی نگہداشت کے تربیتی کورس میں شامل ہونے کا موقع بھی۔

زرعی اسکول

زرعی اسکول جنہیں "فارم اسکول" کہا جاتا ہے خود مختار ادارے ہیں جو اپنے پروگراموں کے لئے زرعی پیداوار کو فروخت کر کے خود ہی روپیہ فراہم کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کنواںوں کے فارم اسکول کو چوزے نکال کر بیچنے سے تین سال کے اندر ۳ لاکھ ڈالر کی آمدنی ہوئی۔ دوسرے اسکولوں میں شہد کی مکھیوں کے پالنے، مویشیوں کی نگہداشت یا پھلوں اور سبزیوں کی کاشت کے کام خاص طور سے کئے جاتے ہیں۔

زرعی اسکولوں کے طلبا کو ۱۲ سو ڈالر قرض تین سال کے لئے دیا جاتا ہے جس پر کوئی سود نہیں لیا جاتا ہے تاکہ اس رقم سے وہ اپنے گھر کے چھوٹے چھوٹے فارموں پر اسکول کے فنی ماہرین کی نگرانی میں کھیتی کا کام کر سکیں۔

قومی پیمانے پر ناخواندگی کے خلاف وینیزویلا میں جو مہم شروع کی گئی اس کے لئے بہت سے ذرائع سے وسائل حاصل کئے گئے ہیں تین ہزار قومی رضاکاروں کے علاوہ فوجی جوانوں اور افسروں نے خاص طور سے سرحدی علاقوں میں جہاں بہت کم اسکول تھے، خواندگی کی مہم میں بہت سرگرمی سے حصہ لیا۔

دنیا کی سب سے کم عمر معلمہ

خواندگی کے رضاکار استادوں میں جن کی تعداد ایک لاکھ تھی، اسکول کے بہت سے بچے بھی شامل تھے یہ بچے ۱۰ سے ۱۴ سال کی عمر کے تھے۔ ان بچوں نے خواندگی کی تحریک میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے سب سے نمایاں مثال میرنا اسکانو پیریلا کی ہے۔ یہ نو سال کی بچی کم عمری کی وجہ سے جو رضاکار دستے میں نہیں شامل ہو سکتی تھی۔ لیکن اُسے اسکی پرواہ کب تھی کہ وہ رضاکار دستے میں شامل ہے یا نہیں اُس نے اپنے طور پر پڑھنا لکھنا سکھانے کا کام شروع کیا۔ اس نے سات آدمیوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیا، جن میں سے ایک اس کا باپ بھی تھا۔ اس نے نہ صرف ان لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھایا بلکہ انہیں امتحان میں کامیاب بھی کرا دیا۔ اخباروں میں "دنیا کی سب سے کم عمر معلمہ" کے کارنامے کی داستانیں شائع ہوئیں اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے وزارت تعلیم نے اُسے وظیفہ دینا بھی منظور کیا۔

اطلاعات عامہ کے تمام ذرائع، اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن سب نے اس مہم میں دل کھول کر تعاون کیا ہر طرح کی خبریں اور اطلاعات، نوخواندہ بالغوں کے اسباق اور ایڈلٹ ایجوکیشن کے محکمے کی خبروں کی پابندی سے نشر و اشاعت ہوتی رہی۔ "ریڈیو سننے والوں کے حلقے" یا "ریڈیو اسکول" دیہاتوں میں جگہ جگہ قائم کئے گئے۔ اس کے علاوہ "خواندگی

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

سوشل ایجوکیشن میں اقتصادی بہتری کے پروگرام

(شہری علاقوں کے لئے ایک تجویز)

"ایڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل" کے زیرِ عنوان جناب برکت علی فراقؔ صاحب کا جو مقالہ قسط وار تعلیم و ترقی میں شائع ہو رہا ہے اُسے میں بہت دلچسپی سے پڑھ رہا ہوں۔ اس مقالے کی تیسری قسط جو مئی ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی تھی اسمیں سوشل ایجوکیشن کے ذرائع تعلیم یعنی کمیونٹی سینٹر، جنتا کالج وغیرہ کی ناکامی کا جو تجزیہ پیش کیا گیا ہے میں اس سے حرف بہ حرف متفق ہوں۔ اس مضمون سے متاثر ہو کر میں قارئین تعلیم و ترقی اور سوشل ایجوکیشن کے ماہرین اور کارکنوں کے سامنے ایک تجویز کی شکل میں اپنے خیالات پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ ان سطور میں میں نے شہروں کے کمیونٹی سینٹروں کی ناکامی اور سوشل ایجوکیشن کی تحریک کی ایک بڑی خامی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اُس کے حل کی ایک صورت بھی تجویز کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے ماہرین اور فیلڈ میں کام کرنے والے ہمارے ساتھی اس پر ضرور دھیان دیں گے اور اپنی قیمتی رائے بھی ضرور دیں گے۔

شہروں کی زندگی میں اقتصادی پہلو کی اہمیت

ہندوستان ایک پسماندہ، دقیانوسی زرعی اور صنعتی نظام کو خیرباد کہہ کر اقتصادی اور سماجی زندگی کی راہ میں ایک ترقی پسند اشتراکی نظریہ اختیار کرنے کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے سائنٹفک نظریہ حیات اور منصوبہ بندی کے طریقوں کو تیزی کے ساتھ اختیار کیا جا رہا ہے۔ اب انسان اور اس کی زندگی کو اقتصادی خوش حالی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہمارے اخلاقی اور سماجی نظریات اور زندگی کی قدریں بھی اقتصادی خوش حالی کا معیار اپناتی جا رہی ہیں۔ ہماری سماجی اور تمدنی زندگی کے ہر شعبے پر اقتصادی پہلو اپنی اَمِٹ چھاپ لگا رہا ہے اور وہ زندگی پر بہت فیصلہ کن طریقے پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

شہری زندگی میں اقتصادی پہلو کی اہمیت اور بھی زیادہ فیصلہ کن ثابت ہو رہی ہے۔ شہروں میں زندگی دن بدن مہنگی ہوتی جارہی ہے۔ عام شہری کی آمدنی اس کے خرچ کے مقابلے میں دن بدن گھٹتی جارہی ہے۔ قوت خرید گر رہی ہے اس کے نتیجے کے طور پر عام شہریوں کا ایک بہت بڑا حصہ بیکاری اور نیم بیکاری کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اقتصادی بدحالی سماج اور فرد کی زندگی میں مختلف برائیوں اور بیماریوں کی شکل میں نمودار ہو رہی ہے شہروں کی زندگی میں سکون اور خوشی ایک خواب بن کر رہ گئی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم ان حالات کو بدلنے کے لئے اور سماج میں پیدا ہونے والی نئی برائیوں اور بیماریوں (جیسے رشوت ستانی، کنبہ پروری، چور بازاری، بیکاری یا نیم بیکاری، منافع خوری، ملاوٹ اور مصنوعی گرانی وغیرہ) کو دور کرنے کے لئے مناسب تدبیریں اختیار کریں۔ چونکہ ہمارے ایسے پچھڑے ہوئے مگر ترقی کی راہ پر گامزن اقتصادی نظام میں قومی آمدنی میں جلدی سے جلدی اضافہ کرنے کے لئے حکومت کے پاس پورے اور کافی وسائل موجود نہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس قوم کا ایک ایک فرد کسی سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق حکومت کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر سماج کی حالت کو بتدریج بہتر بنانے میں تعاون دے۔ اگر سوشل ایجوکیشن اس سلسلے میں کوئی ٹھوس اور عملی پروگرام پیش کرے تو یہ تحریک صحیح معنوں میں عوام کے دل میں اتر جائے گی اور سماج میں مقبولیت حاصل کرے گی۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں اقتصادی پروگراموں کی اہمیت

لوگوں کو اپنے فاضل وقت کے مناسب استعمال کے لئے انھیں تعلیمی، کلچرل، تفریحی اور اقتصادی ترقی کے پروگرام اور سہولتیں بہم پہنچانا ہندوستانی سوشل ایجوکیشن کی تحریک کا ایک اہم مقصد ہے جس سے کہ فرد کے اندر پوشیدہ صلاحیتوں اور جوہروں کو ابھرنے اور چمکنے کا پورا پورا موقع ملے اور لوگوں کی شخصیت پوری طرح نشو و نما پا کر سماج کے لئے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو سکے۔

اس مقصد کے پیش نظر سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں تعلیمی، کلچرل اور تفریحی پروگراموں کو کافی اہمیت دی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ اقتصادی پہلو کی طرف سے کوتاہی برتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوشل ایجوکیشن کے پروگرام جو بیشتر تعلیمی اور تفریحی سرگرمیوں تک محدود رہتے ہیں، عوام کے لئے محض عارضی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں اور جلد پھیکے پڑ جاتے ہیں یہ پروگرام لوگوں کی زندگی کو دلکش، خوش کن، پر لطف بنانے کا مژدہ سنا کر خاموش ہو جاتے ہیں اور جب لوگ زندگی کو دلکش اور پر لطف بنانے کے لئے اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی بات سوچتے ہیں تو سوشل ایجوکیشن کو خاموش پا کر عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس کمی کو دیکھ کر وہ سوشل ایجوکیشن کی تحریک سے بھی نالاں ہو جاتے ہیں۔ یہ اسی بات

کا تعجب ہے کہ ہم کمیونٹی سینٹروں، جنتا کالجوں اور سوشل ایجوکیشن کے دوسرے اداروں کو عوام سے بے تعلق اور خالی پاتے ہیں سوشل ایجوکیشن کی تحریک کو اگر عوام کی زندگی میں موثر انداز سے کام کرنا ہے تو اسے زندگی میں رونما ہونے والی اقتصادی کشمکشوں سے اپنا دامن بچانے کی پالیسی ترک کرنی ہوگی اسے اقتصادی خوش حالی کے ذرائع تلاش کرنے ہوں گے اور انھیں اپنے پروگرام کا لازمی جزو بنانا ہوگا اور اقتصادی میدان میں نمایاں کام انجام دینا ہوگا۔ آج سے پہلے سوشل ایجوکیشن کے مفکرین اور ماہرین اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی اس طرف سے چشم پوشی کرتے رہے ہیں مگر اب وہ وقت آگیا ہے جب اس طرف مزید کوتاہی برتنا خود سوشل ایجوکیشن کی تحریک کا اپنے ہاتھوں گلا گھونٹنا ہے اس لئے فیلڈ میں کام کرنے والے کارکنوں اور حقیقت پسند مفکروں کے لئے اب اس طرف توجہ دینا اور اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کرنا نہایت ضروری ہوگیا ہے۔

سوشل ایجوکیشن میں اقتصادی پروگرام

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اقتصادی بہتری و بہبود کے پروگراموں کے بغیر سماجی بہبود و بہتری کا کام مؤثر ثابت نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک اقتصادی ترقی کے پروگرام ہی سماجی بہبود کا واحد ذریعہ ہیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ہم اقتصادی بہبود و ترقی کو دوسرے پروگراموں پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں یعنی سوشل ایجوکیشن کے نزدیک اقتصادی بہبود کے پروگرام چلانا بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ وہ ایک وسیلہ ہے سوشل ایجوکیشن کے پروگراموں میں لوگوں کو دلچسپی دلانے کا اور سوشل ایجوکیشن کی راہ میں آنے والی دشواریوں کو دور کرنے کا۔

ہمارے شہروں کے کمیونٹی سینٹروں میں کہیں کہیں آج بھی معمولی قسم کے اقتصادی پروگرام چلتے ہیں، جیسے مختلف پیشے کے کاموں کو اچھے ڈھنگ پر انجام دینے کے متعلق ماہرین کے لیکچر منعقد کرنا، گھر گرہستی سے متعلق دستکاریوں جیسے سلائی کتائی، رنگائی، کھانا پکانے وغیرہ کے تربیتی کورس منعقد کرنا جن مرکزوں میں اس طرح کے پروگرام چلتے ہیں وہاں بڑی گہما گہمی رہتی ہے اور وہ مرکز بستی کی زندگی میں کافی مقبول بھی ہو جاتا ہے لیکن یہ سارے پروگرام اگر بہت منظم طریقہ پر کسی سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اور ایک معقول سماجی فضا میں شروع کئے جائیں تو مرکز بستی کی زندگی میں زیادہ مفید کام انجام دیں اور اس سے ہمارے دوسرے پروگراموں کی کامیابی بھی یقینی ہو جائے۔

ایک سجھاؤ

تجویز یہ ہے کہ ہم شہر کے لوگوں کو ان کے فاضل وقت میں آسان، کم خرچ اور مفید دستکاریاں سکھائیں جس سے کہ

وہ اپنے فاضل اوقات میں ان دستکاریوں کی بدولت کچھ اوپری آمدنی کر سکیں۔ اس پروگرام کو سماجی نقطۂ نظر سے
مؤثر اور باعزت بنانے کے لئے یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ دستکاریاں کواپریٹو سوسائٹیوں کے زیر اہتمام شروع کی ج
اس سوسائٹی کے قیام اور اس کی تنظیم میں کمیونٹی سینٹر مدد دیں اور یہ سوسائٹی کمیونٹی سینٹر کی عام نگرانی میں اپنا کام کر
کواپریٹو محکمے گھریلو صنعتوں کے محکمے اور دوسرے تجارتی اور صنعتی اداروں کے ماہرین مل کر اقتصادی بہبود و ترقی کے
پروگرام کی رہنمائی کریں اور مناسب انداز میں ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

چند پروگرام

سوشل ایجوکیشن کے اقتصادی بہتری کے پروگرام میں کون کونسی دستکاریاں اور دوسرے کام شامل کرنا مناسب
ہوگا' اس سلسلہ میں میری تجویز مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) روزمرہ کی گھریلو ضروریات میں کام آنے والی چیزوں کی تیاری۔ اچار' مربہ تیار کرنا شربت بنانا صابن
سازی' ردی کی چیزوں کا استعمال سلائی' کٹائی وغیرہ۔

(۲) مرمت اور دستری گری کے کام جیسے سائیکل کی مرمت اور بجلی کا کام وغیرہ۔

(۳) دستکاریاں :۔ نائیلون اور بید کی بنائی کا کام۔ کھلونے بنانا' فرنیچر پہ وارنش کرنا پینٹ کرنا اور پ
کرنا وغیرہ۔

صاف ظاہر ہے کہ ان کاموں اور دستکاریوں کو سیکھ کر مرکزوں میں آنے والے لوگ کافی روپیہ پیسہ بچا لیں گے
اور کواپریٹو سوسائٹی کے ذریعہ کچھ روپیہ پیسہ کما بھی سکیں گے۔ گھر کو خوبصورت اور بہتر بنا سکیں گے

پروگرام چلانے کے لئے ضروری ہدائتیں

پروگرام چلانے کے لئے شروع شروع میں ایسے دس سے پندرہ لوگوں کو لیا جائے جن میں اس کام کو سیکھنے کا شو
ہو ان کے سامنے اپنے پروگرام کو پورے طریقہ سے رکھا جائے۔

(۱) پروگرام اور تربیت کے کورس تعلیم کی مدت فیس اور جگہ وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرنا بھی ضروری ہے سامان
کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اس کام کے لئے اچھے استادوں کا چناؤ بھی ضروری ہے۔

(۱۱) شروع میں بس کوئی ایک پروگرام لیا جائے جو سب سے کم خرچ' آسان و مفید ہو۔ آہستہ آہستہ دوسرے

پروگرام چلائے جائیں۔ مگر دستکاری وہ سکھائی　　　　کی بازار میں خوب کھپت ہو۔ چیزوں کی خرید و فروخت کو
سوسائٹی کے توسط سے کی جائے
(vi) کوآپریٹو سوسائٹی کی تنظیم و تشکیل، پروگراموں کے بارے میں اطلاع و تربیت، صلاح و مشورہ اور نگرانی
تعلیم کے مرکز کو بھی دیا جاسکتا ہے یا مرکز کے اسٹاف کو تربیت دینے کے بعد ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے۔
(vii) اچھے اساتذہ کے چناؤ کے لئے کاٹیج انڈسٹری کے محکمہ کی مدد اور سفارش مفید ثابت ہوگی۔ یہ استا
وہ تین چار دستکاریاں جانتے ہوں۔ ان کا تقرر جز وقتی کارکن کی حیثیت سے کیا جائے۔
(viii) جب یہ پروگرام آہستہ آہستہ مقبول ہونے شروع ہو جائیں اور کوآپریٹو سوسائٹی بھی اپنے قدموں
تو اقتصادی پروگراموں کو چلانے اور چیزوں کی تیاری کے سلسلے میں جاپانی طریقہ اپنانا مفید ثابت ہوگا۔ اس کی
کاٹیج انڈسٹری کے محکمے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔
(ix) اقتصادی پروگرام کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنانے کے لئے لوکل سیلف گورنمنٹ تجار
کوآپریٹو اسٹور، گاندھی گرام ادیوگ وغیرہ سے آرڈر حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

خرچ

ان پروگراموں کو چلانے کے لئے بہت لمبے چوڑے خرچ کی ضرورت نہیں ہے۔ شروع شروع میں اس
کرنے کے لئے اور کام سکھانے کے لئے اوزار خریدنے کے لئے کچھ رقم کی ضرورت ہوگی۔ اگر شہروں میں رہنے والے جو
اور اداروں سے یہ معمولی خرچ اٹھا لینے کے لئے کہا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ اس کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس کے
کا ایک بڑا حصہ اس پروگرام میں شامل ہونے والے لوگ بخوبی اٹھا سکتے ہیں۔

اس پروگرام کے فوائد

اس پروگرام سے سوشل ایجوکیشن کی تحریک کو جو فائدے پہونچیں گے ان کا ذکر کرنا یہاں ضروری سمجھتا
اس پروگرام سے سوشل ایجوکیشن تحریک میں جان آجائے گی۔ وہ عوامی شکل اختیار کرلے گی۔ لوگوں
ہونے لگے گی اور اس کے دوسرے پروگرام بھی چل پڑیں گے۔
(ii) لوگ اپنے فالتو وقت میں اپنی اقتصادی کش مکش کو دور کرنے کے عملی پروگرام پا کر خوشی محسوس

سکا ہر ممبر اپنے کنبہ کی مدد کرتے ہوئے فخر محسوس کرے گا۔ اپنے آپ کو ذمہ دار محسوس کرے گا۔

(iii) ضائع اور فضول جانے والی چیزوں کا مفید استعمال ہوگا۔

(iv) مجبور، بیکس، بے سہارا اور بوڑھے مرد و زن کو عزت سے روٹی کمانے کا ذریعہ مل سکے گا۔

(v) جوان اپنے فالتو وقت کا ٹھیک استعمال کریں گے۔ سماجی برائیوں اور خرابیوں سے بچے رہیں گے۔

(vi) کوآپریٹو سوسائٹی کے زیر اثر کام کرنے سے شخصی و سماجی کردار پر اچھا اثر پڑے گا۔ بھائی چارہ بڑھے گا۔ شہری سماج کو مل جل کر رہنے اور برادری بنا کر زندگی گزارنے کا اچھا وسیلہ مل جائے گا۔

(vii) محنت اور مزدوری کی قدر بڑھے گی۔ لوگوں میں محنت کرنے کی عادت پڑے گی۔

حرف آخر

مجھے امید ہے کہ اگر اس تجویز کو مناسب فضا میں جوش و لگن اور سمجھداری کے ساتھ چلایا جائے تو سوشل ایجوکیشن تحریک لوگوں کی سماجی، اقتصادی اور تہذیبی ترقی میں نمایاں حصہ ادا کرنے کی وجہ سے بہت مؤثر بن جائے گی اور وہ قومی زندگی میں اپنا صحیح مقام اور مرتبہ حاصل کرے گی۔

صفحہ ۱۱ کا بقیہ

کے دریائی دستے" بنائے گئے جو ندیوں اور دریاؤں کی ساحلی بستیوں میں گشت کر کے لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھاتے تھے۔ آج وینیزویلا میں مراسلاتی تعلیم اور ایڈلٹ ایجوکیشن کے ۱۰۹۹ مرکز کام کر رہے ہیں اور گذشتہ ۴ سال کے اندر ۳ لاکھ ۴۷ ہزار ۴ سو ۳۹ آدمیوں نے ان مرکزوں سے ابتدائی تعلیم اور پیشوں کی ٹریننگ حاصل کی ہے۔

۱۹۵۸ء میں "زنجیر توڑو" کے عنوان سے خواندگی کی ۲۵ لاکھ پرائمر شائع کی گئیں۔ اور دوسری کتاب "آؤ دوستو پڑھیں" کا ۵ لاکھ کاپیوں کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا تھا۔

وینیزویلا نے ناخواندگی کے خلاف جنگ اور ایڈلٹ ایجوکیشن کی توسیع و اشاعت میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے اس لئے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ کسی قوم کی اقتصادی اور سماجی ترقی کے میدان میں یہ دو چیزیں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

(یونیسکو فیچرس)

ملک میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی رفتار کو تیز کیا جائے

سین صاحب کی

ہرین کا ایک وفد

وزیر تعلیم سے ملے اور انہیں ملک میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کی صورت حال اور اس کے مسائل پر توجہ دلائی۔

یہ وفد ڈاکٹر موہن سنگھ مہتا کی قیادت میں ۲۴ مارچ ۱۹۶۴ء کو وزیر تعلیم سے ملا۔ وفد نے ملک میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کی دشواریوں اور مسائل پر وزیر موصوف سے گفتگو کی اور ملک کی ہمہ گیر ترقی کے لئے ایڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کو مناسب انداز میں ترقی دینے کے سلسلے میں ضروری باتوں پر توجہ دلائی۔ کچھ دیر تبادلۂ خیال کے بعد طے پایا کہ انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن ایک میمورینڈم تیار کر کے وزیر تعلیم کے پاس بھیج دے جس پر غور کر کے ایسے اقدامات تجویز کئے جا سکیں جو آج کے تغیر پذیر سماج کی ضرورتوں کے پیش نظر سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

سلور جوبلی کانفرنس نے اپنے اعلان نامے میں یہ بات خاص طور سے کہی ہے کہ "آج دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے تعلیم کا زندگی بھر جاری رہنا شرط کا حکم رکھتی ہے" ...... اس لئے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ایڈلٹ ایجوکیشن کی منظم سرگرمیوں کو عوام کی تعلیم کا لازمی جزو بنا دیا جائے۔

اس لئے حکومت سے درخواست ہے کہ وہ ایڈلٹ ایجوکیشن کے سلسلے میں اپنی قطعی پالیسی کا جلد سے جلد اعلان کر دے۔ اور چوتھے پلان میں اس پالیسی کے مطابق گنجائش رکھے۔ انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی یہ قطعی رائے ہے کہ ایڈلٹ ایجوکیشن کو ہندوستان کے عام نظام تعلیم اور اقتصادی اور سماجی بہبود کے منصوبوں کا لازمی جز بن جانا چاہئے جس سے تمام عورتوں اور مردوں کو مفید علوم و فنون سیکھنے کا موقع حاصل رہے اور وہ تہذیبی اور تمدنی زندگی میں زیادہ بہتر طریقے سے حصہ لے سکیں اور ملک کو سماجی اور اقتصادی اعتبار سے اونچا اٹھانے میں مدد دے سکیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابتدائی تعلیم پر جو اتنی لمبی چوڑی رقم خرچ کی جارہی ہے، اس کا ایک خاصہ بڑا حصہ اس وقت تک یوں ہی برباد جاتا رہے گا جب تک کہ اُسی کے ساتھ ایڈلٹ ایجوکیشن کا بھی کوئی مناسب انتظام نہیں کرلیا جاتا ہے جہاں بالغوں کی ایک خاصی بڑی تعداد اَن پڑھ ہو، وہاں بچوں کی ابتدائی تعلیم سے بہت زیادہ کامیابی کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ان پڑھ والدین بچوں کی تعلیم کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے ہیں۔

پھر گیارہ سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کر کے اسکول چھوڑنے والوں کی ایک خاصی بڑی تعداد کا "تسلسلِ تعلیم کا اہتمام نہ ہونے کی صورت میں دوبارہ ناخواندگی کی طرف لوٹ آنے کا اندیشہ بھی ہے۔ اس لئے بچوں کی ابتدائی تعلیم کی کامیابی کا گہرا اور قریبی تعلق ایڈلٹ ایجوکیشن کے مختلف النوع پروگراموں سے بھی ہے۔

جمہوریہ ہند کے نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین نے سلور جوبلی کانفرنس کے موقع پر اپنے صدارتی خطبے میں یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ چوتھے پلان میں ۵ کروڑ بالغوں کو خواندہ بنانے کا نشانہ مقرر کرنا چاہئے اسی طرح پانچویں پلان میں ۱۰ کروڑ بالغوں کو اور چھٹے پلان میں باقی تمام لوگوں کو خواندہ بنانے کا نشانہ مقرر کیا جائے۔ صرف اسی صورت میں ہم ۱۹۸۰ء تک ناخواندگی کی لعنت سے اس ملک کو پاک کرسکیں گے۔ ایسوسی ایشن بہت پرزور طریقے سے یہ چاہتی ہے کہ حکومت ان نشانوں کو تسلیم کرلے۔ ۱۸ سے ۳۵ سال کے لوگوں کے درمیان سب سے پہلے بڑے پیمانے پر کام شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ گیارہ سے ۱۷ سال کی عمر والوں کے لئے بالغوں کے اسکول کھولے جائیں جہاں ہفتے میں ۹ گھنٹے پڑھائی ہو۔ یہ اسکول ۱۲ سے ۱۸ مہینے کی مدت میں لوگوں کو پرائمری اسکول کے نصاب کی تیاری کرادیں۔ بالغوں کے اسکولوں کی ان اسکیموں کے ساتھ ساتھ نو خواندوں کے لئے کتابوں کی تیاری اور گاؤوں اور شہروں میں کتب خانوں کے قیام کے لئے گنجائش رکھنی چاہئے۔ عورتوں کو تعلیم دینے کے سلسلے میں خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں عوامی مہم چلانے میں رضاکار انجمنوں سے بھی مدد لینی ہوگی۔ انڈین ایڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن جو اس ملک کی سب سے بڑی اور پرانی اور سب سے نمائندہ مرکزی انجمن ہے اس سلسلے میں اپنے تجربات اور اپنی اور اپنے ممبروں کی خدمات ملک کے لئے وقف کرنے پر خوشی سے تیار ہے۔

خواندگی بہر حال بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے اور نہ اُسے ایسا سمجھنا ہی چاہئے۔ محض خواندگی آج کے شہری کو اس قابل نہیں بناتی ہے کہ وہ ایک طرف سائنس اور مشین اور صنعتیت کی وجہ سے اُس کے ذہن اور زندگی پر جو اثرات مترتب ہو رہے ہیں اُسے . . . .

. . . . . اور دوسری طرف جمہوری سماج اُس سے جن تمدنی فرائض کا مطالبہ کرتا ہے، اُسے سمجھ سکے۔ آج زمانہ

زی سے بدل رہا ہے۔ یہ تیزگام تبدیلیوں کا زمانہ ہے، جبکہ زندگی بھر سیکھتے رہنا زندہ رہنے کی سب سے بڑی شرط
ن گیا ہے۔ اس لئے "تسلسلی تعلیم" کا انتظام کرنے کے لئے بہت زور شور سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ لبرل اور عام
علوم کی تعلیم لیڈرشپ کی تربیت اور بالغوں کے لئے ایسے کورسوں اور اسکولوں کے کھولنے کی ضرورت ہے جہاں انہیں
زینہ بزینہ آگے تعلیم حاصل کرنے کی سہولت حاصل ہو۔ اور جہاں وہ اپنی فنی اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بڑھا سکیں اور
شہری زندگی کے فرائض کو زیادہ بہتر طریقے سے انجام دینے کے قابل بن سکیں۔ ان پروگراموں کو زیادہ ٹھوس بنیادوں پر
چوتھے پنج سالہ پلان میں شامل ہونا چاہئے۔

شہری علاقوں کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط نہیں ہوگا کہ یہاں سوشل ایجوکیشن کو تقریباً نظرانداز کیا گیا ہے
بمبئی کی سٹی سوشل ایجوکیشن کمیٹی نے شہروں میں سوشل ایجوکیشن کے کا ایک نمونہ قائم کیا ہے۔ یہ پروگرام مقامی فرق
کو پیش نظر رکھ کر ایک لاکھ سے زیادہ آبادی والے صنعتی علاقوں اور شہروں کے لئے آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے ملکوں میں ایڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں یونیورسٹیوں نے نمایاں کام انجام دیا ہے اور آج بھی وہ
اس کے مختلف پہلوؤں کو بڑھاوا دینے کے سلسلے میں نمایاں کام انجام دے رہی ہیں۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان میں
یہ میدان بالکل خالی پڑا ہوا ہے۔ شام کی کلاسیں، مراسلاتی تعلیم کے مختلف کورس، یونیورسٹی کی چہار دیواری سے باہر کی تعلیم
ایکس ٹنشن لیکچر، مختصر مدت کے پیشہ ورانہ کورس اور ان سب سے بڑھ کر ایڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل کے بارے میں ریسرچ
وغیرہ کچھ ایسے پروگرام ہیں جہاں یونیورسٹیوں کے لئے موقع ہے کہ وہ سماج کے لئے بیش بہا خدمت انجام دے
سکیں۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کو اس طرف توجہ دلائی جانی چاہئے۔

اس میمورینڈم نے وزارت تعلیم کو محض سوشل ایجوکیشن پروگرام کی ان اہم ضرورتوں کی طرف توجہ دلائی ہے
جن کی ابھی حال میں ضرورت پڑے گی۔ اس پس منظر میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ
جب تک رضاکار اداروں کا پوری طرح اور بہت فراخ دلی کے ساتھ تعاون حاصل کر کے کام نہیں کیا جاتا ہے
اس وقت تک اطمینان بخش نتائج نہیں نکل سکتے ہیں۔ سوشل ایجوکیشن کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ترقیاتی
پروگراموں میں غیر سرکاری اداروں کو زیادہ سے زیادہ شریک کیا جائے۔ اس سلسلے میں نہ صرف یہ کہ ان اداروں
کی حوصلہ افزائی کرنا ہی کافی ہے بلکہ روپئے پیسوں سے ان کی مدد کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس بات کا
خطرہ یقینی ہے کہ ہمارے کام کے نتائج ہماری امیدوں سے بہت کم نکلیں۔

الیسوسی ایشن کا یہ مستحکم خیال ہے کہ وسیع معنی میں سماج کو ترقی دینے کے لئے ایڈلٹ ایجوکیشن کا ہمہ گیر

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

دہلی میں خاتمہ ناخواندگی کی مہم

گاؤں کے پردھانوں کے نام شری نیکی رام گپتا کا خط

جناب پردھان جی،

ہمارے مرحوم وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جی سے کسی نے ایک بار پوچھا "آپ کے سامنے کتنے مسائل ہیں اور اس میں سب سے اہم کون سا مسئلہ ہے؟" پنڈت جی مرحوم نے جواب دیا "میرے مسائل ۳۶ کروڑ ہیں۔ ہندوستان میں ۳۶ کروڑ انسان بستے ہیں (اب یہ ۶۴ کروڑ ہو گئے ہیں)

پنڈت جی مرحوم کا یہ جواب صرف دلچسپ ہی نہیں بلکہ ایک سنجیدہ حقیقت بھی ہے۔ ملک میں رہنے والے ہر آدمی کا مسئلہ اس ملک کا مسئلہ ہے۔ ملک کے ہر شہری کی امیری غریبی اس ملک کا مسئلہ ہے جب تک ہندوستان کا ہر شہری صحت مند پڑھا لکھا دولت مند اور طاقت ور نہ ہوگا جب تک ہر ایک کو رہنے کو مکان، کھانے کو اناج، پہننے کو کپڑا اور روزگار میسر نہ ہوگا، آرام و تحفظ اور تفریح کے مواقع نصیب نہ ہوں گے خوشحالی ہم سے کوسوں دور رہے گی۔

وزیر اعظم مرحوم نے یہ بھی کہا تھا کہ "میں آپ لوگوں سے کام چاہتا ہوں۔ کام اور لگاتار کام۔ کام میں کامیابی کام میں ترقی چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ سچے مجاہدوں کی طرح بڑے بڑے کام کریں۔ آپ کو ایک عظیم الشان ہندوستان کی تعمیر کرنا ہے۔ اس اہم اور عظیم الشان کام سے بڑا اور کوئی کام نہیں ہو سکتا کہ آپ اس عظیم الشان ہندوستان کی بنیادوں کو مضبوط بنائیں۔

پردھان جی آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کی بنیاد تو یہی گاؤں ہیں۔ ملک کی ستر فیصدی آبادی انھی گاؤوں میں بستی ہے۔ ہمیں گاؤوں کو مضبوط بنانا ہے۔ خوش حال بنانا ہے۔ یہ بڑا کام اب ہمیں کرنا ہے۔ یہ سب کیسے ہوگا۔ گاؤوں میں غریبی ہے۔ گاؤوں میں بیماری ہے۔ گاؤوں میں بے روزگاری ہے۔ گاؤوں میں جہالت کی تاریکی ہے۔ آپسی جھگڑے اور من مٹاؤ ہیں۔ گٹ بندی اور مقدمے بازی ہے۔ سارے ہی مسائل ہیں۔ انھیں دور کرنا

ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو دھیان میں رکھ کر اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اب کاشتکاری سے کارخانے داری کے نظام کا نقشہ تیزی سے اُبھر رہا ہے، گاؤں والوں کی ضروریات کو سمجھنا ہے۔ جن ضرورتوں کو سمجھیں ان پر غور کریں۔ سوچ وچار کے بغیر کوئی مسئلہ نہیں حل کیا جا سکتا ہے ؎

بنا بچارے جو کرے، سو پاچھے پچھتائے
کام بگاڑے آپ نو، جگ میں ہوت ہنسائے

اسی بات کو مدنظر رکھ کر گاؤں گاؤں میں پنچایتیں بنائی گئی ہیں۔ گاؤں پنچایت کا کام گاؤں کے لوگوں کی مشکلات کو سمجھنا اور ان کا حل ڈھونڈ نکالنا ہے لیکن مثل مشہور ہے کہ "آپ کاج سو مہا کاج" (یعنی اپنا کام ہی سب سے بڑا کام ہوتا ہے) کام جب ہی بنے گا جب ہر گاؤں کا ہر آدمی اپنی اپنی تکلیف کو خود سمجھے گا اور اس کو حل کرنے کے لئے کام کرے گا۔ پنچایت رہنمائی کرے گی، مدد کرے گی اور دُکھ سکھ کی ساتھی بنے گی۔

تو سب سے پہلی اور بنیادی بات ہوئی مسائل کا سمجھنا، اس کے حل کے بارے میں سوچنا اور اس کے لئے کام کرنا لوگوں میں یہ سمجھ کیسے پیدا ہو۔ جہالت کے اندھیرے میں سوجھ بوجھ کیسے آئے گی اس کے لئے تو علم کی روشنی چاہیئے۔ پڑھنے لکھنے اور سمجھنے کی قابلیت۔ اس کے بغیر نہ کھیتی میں ترقی ہوگی نہ کارخانوں میں اچھا کام ہوگا اور نہ ہماری غریبی دور ہوگی۔

دہلی میں پچھلے سولہ سال سے لوگوں میں اس طرح کے علم کی روشنی پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے ہمیں اس کام میں بہت تعاون ملا ہے اور بہت کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ دہلی میں ۵۲ فیصدی لوگ پڑھنا لکھنا جانتے ہیں اور خواندگی کے اعتبار سے دہلی سارے ملک میں اوّل نمبر پر ہے۔ مگر دہلی کا نقشہ تو تیزی سے بدل رہا ہے۔ گاؤں شہر میں ملتے جا رہے ہیں اور کھیتوں پر بڑے بڑے کارخانے کھلتے جا رہے ہیں۔ آبادی کا پھیلاؤ اور پیشے میں بڑی تیزی سے تبدیلی آ رہی ہے۔ پڑھائی لکھائی کی رفتار بھی اگر اس تیزی سے نہیں بڑھی تو مصیبتیں اور بڑھ جائیں گی اب وقت آگیا ہے کہ پڑھنا لکھنا سیکھے بغیر گذارا دشوار ہو جائے گا۔ ان پڑھ مزدور تو مزدوری بھی نہیں کر پائیں گے۔ اب پڑھے لکھے اور سمجھدار مزدوروں کی ضرورت ہے۔ ایسے وقت میں اگر ہمارے گاؤوں میں ستر ہزار انگوٹھا لگانے والے لوگ موجود ہوں تو یہ بڑے شرم کی بات ہے۔

یہی تمام باتیں سوچ کر دہلی کے محکمۂ تعلیم نے فیصلہ کیا ہے کہ گاؤں میں رہنے والے ۳۰ ہزار ان پڑھ لوگوں کو پچھلے چھ مہینے میں لکھنا پڑھنا سکھا دیا جائے اور باقی ۴۰ ہزار کو اگلے سال میں تاکہ تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے ماتحت دہلی

کے گاؤوں میں کوئی بھی شخص ان پڑھ نہ رہ جائے اور انگوٹھا لگانے کا بدنما داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دھل جائے۔

یہ بہت بڑا کام ہے۔ مگر بہت ضروری بھی ہے۔ یہ گاؤں کی خوش حالی کی بنیاد ہے۔ یہ پنچایتی راج کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ یہ ہر گاؤں والے کے مسائل کے حل کی بنیاد ہے۔ اس بڑے کام میں مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ کا تعاون چاہئے۔ آپ کی اور آپ کے ساتھی گاؤں پنچوں کی مدد سے اس بڑے کام کو اور بڑھا اور پھیلا سکیں گے اس بڑے ہندوستان کی بنیادوں کو مضبوط بنا سکیں گے۔ اور مرحوم پنڈت جی کے پیام کو عملی شکل دے سکیں گے۔

ہمارے اساتذہ نے آپ کے گاؤں میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ پڑھے لکھے گاؤں والوں کی فہرست تیار ہو گئی ہے اس کام میں ہماری مدد کرنے والے اساتذہ کی فہرست بھی تیار ہے۔ یہ سب آپ ہی کے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ان سب کو ضروری تربیت دی جا رہی ہے۔ آپ سے ہمارے سوشل ایجوکیشن آفیسر مل چکے ہیں۔ آپ کے مشوروں سے وہ کلاس کے اوقات اور جگہ وغیرہ مقرر کر دیں گے۔ سب لوگوں کو جن سامانوں کی کتابوں اور سلیٹ وغیرہ کی ضرورت ہوگی وہ سب مہیا کی جا رہی ہیں۔ جلدی ہی آپ کے گاؤں میں یہ کام شروع ہو جائے گا اور کلاس میں ۲۰ کے حساب سے بھائی بہنوں کی الگ الگ جتنی بھی جماعتیں بنیں گی۔ ان سب میں ایک دم کام چل پڑے گا اور تین مہینے کی مدت میں ہی آپ کے گاؤں کا ہر ان پڑھ آدمی پڑھنا لکھنا سیکھ جائے گا۔ بعد میں ان کی قابلیت کو بنائے رکھنے کے لئے کتابوں اور کتب خانوں کا اہتمام آپ کی مرضی اور فیصلے کے مطابق کیا جائے گا۔

اس سارے کام کے لئے پڑھانے والے اُستاد اور پڑھائی کے سامان تو ریاست مہیا کر دے گی۔ مگر اصل چیز تو ان سہولتوں سے صحیح معنوں میں فائدہ اُٹھانے والے لوگ ہیں۔ جو محنت، دلچسپی اور حوصلہ سے پڑھیں اور کلاس میں باقاعدہ پابندی سے شرکت کریں۔ جو کام انہیں کرنے کے لئے دیا جائے وہ اُسے باقاعدگی کے ساتھ پورا کریں۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ اسی کے لئے میں آپ کا اور آپ کے ساتھی گاؤں پنچوں کا تعاون چاہتا ہوں آپ گاؤں کے سب بھائی بہنوں میں پڑھنا لکھنا سیکھنے کا حوصلہ پیدا کریں اور انہیں پڑھنا لکھنا سیکھ جانے کے فائدے سمجھائیں۔ اس بڑے کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ ہم سب مل کر کام کریں تو کامیابی یقینی ہے۔

آپ کے بلاک کے میرے مددگار سوشل ایجوکیشن افیسر آپ کے پاس آئیں گے۔ محکمۂ تعلیم کے نائب ڈائرکٹر شری دیاس جی بھی آپ سے ملیں گے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ خوشی سے ان کی پوری پوری مدد کریں گے۔ میں بھی جلد ہی آپ سے ملوں گا یہ کام ایک ساتھ پچاس گاؤوں میں شروع کر دیا گیا ہے اس لئے باری باری سے آپ سبھی ساتھیوں سے ملتا رہوں گا اور اس خدمت میں آپ کا تعاون حاصل کروں گا۔ میں آپ کے خلوص اور کارکردگی اور گاؤں کے لوگوں پر آپ کا جو

اثر ہے اس پر پورا بھروسہ ہے۔ ہم یقیناً کامیاب ہوں گے

آپ کا مددگار
نیکی رام گپتا
ڈپٹی ڈائرکٹر محکمۂ تعلیم دلّی
۱۵ر جون ۱۹۶۴ء

صفحہ ۲۰ کا بقیہ

منصوبہ سب سے زیادہ مددگار اور ناگزیر ہوگا۔ خواہ وہ اقتصادی ترقی کے منصوبے ہوں یا آبادی پر قابو پانے کی اسکیمیں سماج کو جدید اور منصوبہ بند طریقے پر منظم کرنے کا کام ہو یا سماجی اور اقتصادی فرق کو کم کرنے کا پروگرام خواہ وہ عوام کی سماجی حالت کو سدھارنے کی عام اسکیمیں ہوں، یا عوام کی صحت و بہبود کا کوئی منصوبہ۔ یا سماج کے گروہوں میں صحت مند رشتوں کی تشکیل۔ غرض ایک خوش حال اور ترقی پذیر سماج کی تعمیر کے منصوبے میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی بہت اہمیت ہے۔ اور ایسوسی ایشن کے سامنے ایڈلٹ ایجوکیشن کے کاموں کا جو نقشہ ہے اس میں اس کا یہی ہمہ گیر مقصد نظر آتا ہے۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے ہماری سچے دل سے درخواست ہے کہ وہ اس عظیم الشان مقصد کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں دلیری سے قدم اُٹھائیں اور اس سلسلے میں ان افراد اور اداروں کا سرگرم تعاون حاصل کریں جو اس بڑے مقصد میں یقین رکھتے ہیں۔

بھوڑ اور ریت کے میدان سے ہمت نہ ہارنے والے ایک گاؤں پردھان کا کارنامہ

بھوڑ کے اس علاقے میں جہاں ریت اور بالو کا لق ودق میدان سڑک کے کنارے سے لے کر گاؤں میں ڈیڑھ میل تک دکھائی دیتا ہے، گرمی کے دنوں میں یہاں بھیانک اندھڑ اُٹھتے رہتے ہیں اور گاؤں کے آنے جانے والوں کا گرد و غبار کے تھپیڑوں سے سواگت کرتے ہیں۔ ایسے گاؤں میں بیساکھ کی چلچلاتی دوپہر میں پیدل چل کر لوگوں کو زراعت کی کوئی مہم چلانے کی اطلاع دینا کس قدر مشکل کام ہے۔ یہ کام ڈیولپ منٹ اور ایکس ٹینشن کا کام کرنے والے جس تن دہی سے انجام دیتے ہیں، وہ دیہات سدھار کے کاموں میں ان کی سچی دلچسپی کا زندہ ثبوت ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بھوڑ کا یہ لمبا چوڑا میدان راجستھان کے ریگستانی علاقے کے قریب واقع نہیں ہے بلکہ وہاں سے بہت دور اتر پردیش کے مغربی علاقے میں مراد آباد ضلع میں ہے۔ اس گاؤں میں ترقیاتی کاموں میں دل و جان سے لگے ہوئے ہیں، گاؤں کے پردھان ڈاکٹر شفیق احمد۔ شفیق صاحب نے گاؤں کو ہر حیثیت سے اونچا اُٹھانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی ہے۔ ہر طرح کی دشواریوں کا سامنا کرتے ہوئے یہ گاؤں کو برابر آگے کی طرف لئے جا رہے ہیں۔

حسن پور ڈیولپ منٹ بلاک کے دفتر سے جیپ گاڑی سات میل تک سڑک کے راستے چلی گئی مگر جیسے ہی سڑک کا راستہ ختم ہوا ہم لوگ ریتلے راستے کو پیدل ناپتے ہوئے ڈھکا گاؤں پہونچے جہاں گاؤں والوں کی کوشش سے انجام پانے والے کچھ بہت نمایاں قسم کے ترقیاتی کاموں کی جھلک ہمیں دیکھنے کو ملی۔

"ڈاکٹر صاحب آپ نے اس ریتیلی زمین پر یہ پلیا بہت اچھے ڈھنگ سے بنوائی ہے،" راستے میں ذرا اونچائی پر بنی ہوئی ایک پلیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے ڈاکٹر شفیق احمد کو مخاطب کیا۔

پینتیس سال کے اس پُر خلوص اور سنجیدہ طبیعت والے گاؤں پردھان نے ذرا خوشی میں آکر جواب دیا:۔

"دو سال پہلے شرم دان اور بلاک کی امداد سے یہ پلیا گاؤں بھانے بنوائی ہے۔ اس سے پہلے برسات میں یہاں پانی ہی پانی ہوتا تھا اور گاؤں تک آنے جانے میں بڑی دشواری ہوتی تھی ہم لوگ کافی چکر کاٹ کر گاؤں میں پہونچتے تھے۔ اس پلیا کے بن جانے سے گاؤں میں پہونچنا کافی آسان ہوگیا ہے۔

یہ جواب میرے اطمینان کے لئے کافی تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب نے ان کاموں کے لئے جوان تھک کوششیں کی تھیں اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ تو اس وقت ہوا جب ہم لوگ گاؤں کے اندر پہنچے۔ گاؤں پہونچ کر ہم نے دیکھا کہ ڈاکٹر شفیق احمد کا مطلب دیسی اور ولایتی ہر طرح کی دواؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانے میں مجھے ذرا بھی وقت نہیں لگا کہ ڈاکٹر شفیق احمد نہ صرف اس گاؤں میں بلکہ پاس پڑوس کے گاؤوں میں بھی کافی مقبول ہیں اور دُور دُور کے لوگ ان کے پاس علاج کی غرض سے آتے ہیں۔ غریبوں کا مفت علاج کرنا آپ کا شیوہ ہے۔ لیکن جب ہم اس گاؤں میں پہونچے تو گاؤں کے بہت سے لوگوں نے محبت بھری شکایت کے لہجے میں کہا کہ ڈاکٹر صاحب پچھلے تین سال سے یعنی جب سے وہ گاؤں پردھان چنے گئے ہیں گاؤں کی ترقی کے کاموں میں اتنے دھن سے لگے ہوئے ہیں کہ انھیں اپنی پریکٹس تک کی پرواہ نہیں رہ گئی ہے اور یہی نہیں اب تو انھیں کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا۔

ڈاکٹر شفیق احمد سامنے ہی کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں وہ چمک دیکھی جو اپنی دھن کے پکے کارکن کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ گاؤں کی ترقی کا کام آج کے جمہوری دور میں سب سے قابل تعریف کام کہا جاسکتا ہے جس میں ڈاکٹر شفیق جیسے کتنے ہی لوگ رضاکارانہ طور پر لگے ہوئے ہیں۔

اور پھر یہ ڈھکا گاؤں کوئی چھوٹا گاؤں نہیں اچھا خاصا بڑا گاؤں ہے، جس کی آبادی ۳۰۰۰ ہے اور قابل کاشت زمین کا رقبہ ۲۱۹۲ ایکڑ ہے۔ گاؤں کے ۹۰ فیصدی چودھری کہلانے والے مسلمان ہیں جنھوں نے اپنی زمینداریاں اور جاگیریں گنوا دی ہیں۔ یہ لوگ زمینداریاں اور جاگیریں گنوا کر فدا دیہ میں جاگے مگر پچھلے تین سال میں ان کے اندر اپنی ترقی اور گاؤں کی خوش حالی کی جو لگن پیدا ہوئی اس کا سہرہ بہت کچھ گاؤں کے پردھان شری شفیق احمد کے سر ہے۔ انھوں نے سارے گاؤں کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ گاؤں میں بجلی آگئی ہے۔ گلیوں اور راستوں میں کھڑنجے بچھے ہوئے ہیں۔ گاؤں میں ۱۱۰ رہٹ لگے ہوئے ہیں۔ ۳ پرائمری اسکول ہیں جہاں لڑکیوں اور لڑکوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ۲۱ پکے کنوئیں ہیں۔ ۳۶ ہینڈ پمپ لگے ہوئے ہیں۔ پبلک پیشاب خانے ۸ ہیں اور غسل خانے ۱۔ دو کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں جن کے ممبروں کی تعداد ۲۵۰ ہے۔

"کھیتی باڑی کی حالت آپ کے گاؤں میں کیسی ہے؟" میں نے یہ سوال ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔

"یہ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ یہ بھوڑ کا ریتیلا علاقہ ہے۔ گاؤں کی خاص پیداوار مونگ پھلی اور گنا ہے۔ ویسے اتر پردیش والے خاص ڈھنگ سے گیہوں کی فصل بھی پچھلے سال بہت اچھی رہی اور ہمارا گاؤں ربیع میں سارے منڈل میں اوّل آیا۔"

یہ تو مجھے معلوم ہی تھا کہ ڈھکّا گاؤں بھا کافی سے آگے بڑھ رہی ہے اور دو تین سال کی کوشش میں ہی اس نے منڈل میں اول درجہ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن میری دلچسپی تو یہاں کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کرنے میں تھی اس لئے میں نے کچھ اور باتیں بھی دریافت کیں۔

"تو آپ کا گاؤں اوّل کیسے آیا؟ پاس کے کرن پوری گاؤں میں بھی تو کسانوں نے کافی بڑھ چڑھ کر کام کیا ہے اور جی توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے واقعی ان سے بازی مار لی۔"

"بات یہ ہے کہ اس معاملے میں مجھے ڈیولپمنٹ بلاک والوں سے کافی مدد ملی اور اس علاقے کے پرانے بی۔ ڈی۔ او۔ شری آر۔ پی۔ دوبے صاحب جو اب یہاں سے ترقی کر کے چلے گئے ہیں اس گاؤں پر خاص نظر رکھتے تھے اور بیچ بیچ میں پوچھتے تو گاؤں کو آگے بڑھانے میں ہم لوگوں نے انھی سے حوصلہ پایا ہے۔ اسی حوصلے کی بدولت یہ گاؤں ترقی پر ہے۔ نئے طریقے سے کھیتی باڑی کر کے پیداوار بڑھانے میں ہم لوگ کافی آگے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۲ء میں ہمارے کسانوں نے ۲۰۰ ہنڈرڈ ویٹ نائٹروجن اور ۷۰ ہنڈرڈ ویٹ سپر فاسفوٹ کا استعمال کیا اور پچھلے سال ربیع میں ۵۰۰ ہنڈرڈ ویٹ مکسچر ۱/۲ اور ۶۲۷ ہنڈرڈ ویٹ امونیم سلفیٹ کا استعمال کیا۔"

زراعت کی ترقی کے لئے اگرچہ مندرجہ بالا تدبیریں بہت کثرت سے اختیار کی جا رہی ہیں اور ڈھکّا گاؤں بھا نے اس سمت میں کوئی اچھوتا کام نہیں کیا ہے مگر جس گاؤں نے ابھی دو سال پہلے ہی زراعت کے ترقی یافتہ اور سدھرے ہوئے طریقے اختیار کئے ہوں اور زراعت کی پیداوار میں دوگنا اور تین گنا اضافہ کر لیا ہو۔ اس کی کوشش کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ گاؤں کے لوگوں نے اپنے کام میں سدھار اور ترقی لانے کے لئے منصوبہ بنا کر کام کرنے کا ڈھنگ اپنے پردھان کی لیڈرشپ میں بہت تیزی سے اختیار کیا ہے اور ڈیولپمنٹ بلاک کے ماتحت ملنے والی سہولتوں کے سہارے ہمہ گیر ترقی کے لئے نیک نیتی سے کوشش کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ گاؤں کی خاص پیداوار مونگ پھلی اور گنا ہے اس لئے میں نے ان فصلوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی معلوم ہوا کہ ۶۰ ایکڑ میں مونگ پھلی کی کاشت ہوتی ہے جس سے تقریباً ۸ ہزار روپے حاصل ہو جاتے ہیں گنے کے لئے گاؤں میں کانٹا بھی لگ گیا ہے جس سے گنے کی نکاسی میں کافی آسانی ہو گئی ہے۔"

گاؤں کے پردھان نے گاؤں سبھا کے لئے ایک مقررہ آمدنی کا بندوبست کرنے کی غرض سے ۱۴ پکی دوکانیں بنوائی ہیں، جن سے ۴۸۰۰ روپے سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ گاؤں کے بیچوں بیچ یہ چاروں دوکانیں بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں اور ان پر ہر وقت چہل پہل رہتی ہے۔ ٹیکس کی وصولی اور کچھ دوسرے ذرائع سے گاؤں سبھا کو ۱۱۰۰ روپے سالانہ کی آمدنی ہو جاتی ہے۔ گاؤں سبھا کے پاس شادی بیاہ اور دوسری تقریبوں کے لئے دریاں، جاجم، دیگیں، گیس، بالٹی، ہنڈا، پیالے اور تشتریاں وغیرہ کافی تعداد میں موجود ہیں جو برائے نام ۵ روپے چندہ لے کر ضرورت مندوں کو دی جاتی ہیں۔

ڈھکا گاؤں کی اس ترقی اور بیداری سے پاس پڑوس کی گاؤں سبھاؤں کو بھی کافی حوصلہ ملا ہے اور اب کرن پور، اجھاری وغیرہ کی گاؤں سبھائیں بڑی لگن سے کام کرنے لگی ہیں۔ ترقیاتی کاموں میں دل و جان سے لگا ہوا یہ گاؤں آئندہ اپنے منڈل کا سب سے اچھا گاؤں ضرور ثابت ہوگا، اس میں مجھے ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ جس گاؤں میں ڈاکٹر شفیق جیسے بے لوث، مخلص اور دھن کے پکے گاؤں پردھان موجود ہوں وہاں روشن مستقبل کی آسانی سے اُمید کی جا سکتی ہے۔

صفحہ ۳۲ کا بقیہ

سال میں کام کرتا ہے۔ یہ طریقہ خاص طور سے سائنس اور انجینئری کی تعلیم میں بہت مقبول ہوا ہے۔

جو طالب علم واقعتاً کالج کی تعلیم مکمل کرنا چاہتے ہیں، وہ کام کر کے قرض یا وظیفہ حاصل کر کے یا باہمی امداد کے پروگراموں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند تمام تر طالب علموں کو ان پروگراموں سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود ان پروگراموں سے فائدہ اُٹھانے والے طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد ہے۔

ایک انگریز معلم نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے گذشتہ سال یہ اندازہ لگایا تھا کہ ۱۹۶۳ء میں پیدا ہونے والے امریکی بچوں میں سے ایک تہائی تعداد اعلیٰ تعلیم کی درسگاہوں میں پورے وقت کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

امریکہ میں اعلیٰ تعلیم کے طالب علموں کے لئے آسانیاں

اوکلاہوما ریاست کے نارمن شہر کی سڑکوں پر صبح ۱۰ بجے سے شام ۶ بجے تک گشت لگانے والا مضبوط اور سڈول نوجوان وردی پوش پولیس اوکلاہوما یونیورسٹی کا ایک ہمہ وقتی طالب علم ہے۔

میری لینڈ یونیورسٹی میں ڈاکٹری پڑھنے والا ایک طالب علم اپنے دو بھائیوں کے ساتھ مل کر سمندری کیکڑے اور گھونگھے پکڑنے کے لئے ایک شکارگاہ چلاتا ہے اور ہفتے کے آخری دن مکانوں کی رنگائی کا کام کرتا ہے۔

مینے سوٹا یونیورسٹی میں فن معلمی کی تعلیم حاصل کرنے والی ایک نوجوان طالبہ برف پر پھسل کر تصویر بنانے کے کھیل (فیگر اسکیٹنگ) کی تعلیم دیتی ہے۔

مارکیٹ یونیورسٹی میں فلسفے کا ایک طالب علم، جس کی عمر ۲۰ سال ہے "ملواکی سینٹنل" نامی اخبار میں خبر نویسی کرتا ہے۔ طلباء کو فولاد کے کارخانوں کی نگرانی کرنے کا، پیڑوں کی تراش خراش کا، آگ بجھانے یا بھٹی میں کوئلہ جھونکنے کا، ہوٹلوں میں کھانا چُننے کا، باغبانی کا، سنگیت کے ساز بجانے، ٹیکسی چلانے کا اور دوکانوں میں سودا بیچنے وغیرہ سبھی طرح کا کام سونپا جاتا ہے۔ دراصل طلباء ایسی کسی بھی جگہ کام پر مقرر کئے جا سکتے ہیں جہاں کالج کی ڈگری کی ضرورت نہ ہو۔ یہ طالب علم اپنی کالج کی زندگی کا پورا خرچ یا اس کا کچھ حصہ نکالنے کے لئے اس طرح کے کام دھندے کرتے ہیں۔ امریکہ میں کالج کی تعلیم بہت مہنگی ہے اور بہت سے والدین اپنے بچّوں کی تعلیم کا سارا بار نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لئے طلباء کو کوئی روزگار تلاش کر کے اپنا تعلیمی خرچ نکالنے میں ان کی مدد کرنی پڑتی ہے۔

دو ہزار کالج اور یونیورسٹیاں

امریکہ میں اس وقت تسلیم شدہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد دو ہزار ہے ان میں سے تقریباً ۱۳۰۰ اداروں کا خرچ غیر سرکاری فنڈوں یا چندوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ یہ ادارے اپنے ایک کورس کے لئے (جو تقریباً ۹ ماہ کی مدت پر پھیلا ہوتا ہے) ۳۰۰ ڈالر سے لیکر ۵۰۰ ڈالر تک فیس لیتے ہیں۔ بقیہ ۷۰۰ تعلیمی اداروں کا خرچ ریاستی حکومتیں

میونسپل بورڈ پورا کرتے ہیں۔ ان میں ریاست کے باشندوں سے بہت کم فیس لی جاتی ہے اور کہیں کہیں تو ان سے بالکل فیس نہیں لی جاتی ہے۔ ریاست سے باہر کے لوگوں سے بھی بس نام نہادہی فیس لی جاتی ہے۔ بہرحال ہر طالب علم کو ایک سال کے اندر درسی کتابوں، طعام و قیام اور کپڑوں لتوں وغیرہ کا ذاتی خرچ پورا کرنا ہی پڑتا ہے جو اندازاً ۔۔ (ڈالر) ہوتا ہے۔

۶۰ فیصدی طلباء کام کرتے ہیں

امریکہ میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے ۱۴ لاکھ طلباء میں سے اندازاً ۶۰ فیصدی طالب علم اپنے تعلیمی اخراجات کا کم سے کم دو تہائی حصہ اپنی تعلیم گاہوں میں یا اس کے باہر کوئی کام کرکے خود نکال لیتے ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی طالب علم گرمی کی تعطیلوں میں بھی کام کرتے ہیں۔

امریکی ماہرین کا یہ عام عقیدہ ہے کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ کام کرکے کمانے کا طریقہ نوخیز لڑکیوں اور لڑکوں کی شخصیت کی ہمہ گیر نشو و نما اور تعلیم میں بیش بہا مدد دے سکتا ہے اور یہ طریقہ بالعموم حصول علم کے نقطۂ نظر سے نقصان دہ نہیں ہوتا۔

کالج کے ایک عہدہ دار نے تو یہاں تک کہا کہ "کالج کی تعلیم کا خرچ چلانے کے لئے کوئی کام کرکے روپیہ کمانا سماجی اور نفسیاتی دونوں نقطۂ نظر سے ایک پسندیدہ عمل ہے۔" مگر کام کرنے والے طالب علموں نے ابھی حال میں یہ محسوس کیا ہے کہ تھوڑا بہت کمانے کے باوجود ان پر مالی بوجھ اسی طرح بنا ہوا ہے۔ اس کا سبب بہت کچھ یہی ہے کہ کالج کے تعلیمی اخراجات برابر بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ماہرین تعلیم نے اپنے تجربوں کی بنیاد پر یہ خیال بھی پیش کیا ہے کہ اس کے مقابلے میں یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے کہ طالب علم کہیں سے قرض لے کر اپنے اخراجات پورے کر لیا کریں، جسے وہ طالب علمی کی زندگی کے بعد کسی روزگار میں لگنے کے بعد ادا کر دیا کریں۔ اس سے انھیں اپنی پڑھائی پر یکسوئی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت دینے کا موقع ملے گا جو ان کی تعلیم کے لئے ضروری ہے۔ اس نظریئے کے نتیجے کے طور پر "پڑھنے کے بعد میں قرض ادا کرو" کی وہ اسکیم سامنے آئی ہے جس کے مطابق طلباء کو سود کی مناسب شرح پر لمبی مدت کے لئے قرض دیئے جاتے ہیں۔

طلباء کو قرض دینے کی اسکیم

امریکی کانگریس نے ۱۹۵۸ء میں اس سلسلے میں مشعل راہ کا کام کیا۔ سب سے پہلے "قومی دفاع تعلیمی قانون" کے ماتحت

With the Founder Director of the
Idara Talim-O-Taraqqi.
The late Shafiq Sahib.

Inaugurating the 3rd National Seminar on Literature for Neo-literates.

At Jamia Millia Islamia, Delhi. 1952.

فوجی طالب علموں کے لئے قرض کی اسکیم شروع کی گئی۔ اس پروگرام کے ماتحت کالجوں کو مرکزی حکومت سے ایک رقم دی جاتی ہے جس سے کہ وہ طلباء کو قرض دے سکیں۔ جب تک طلباء کالج میں زیرِ تعلیم رہتے ہیں اس وقت تک ان سے اصل رقم پر سود نہیں لگایا جاتا۔ تعلیم مکمل کر کے سند حاصل کرنے کے بعد طلباء کو ۱۱ سال کے اندر قرض کی ادائیگی کردینی پڑتی ہے اور اس پر ۳ فیصدی سالانہ سود لیا جاتا ہے۔

بیشتر یہ قرض طلباء کو براہ راست دیئے جاتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ اس قرض نامے پر اُن کے والدین یا سرپرست کے دستخط بھی کرلئے جاتے ہیں، مگر کسی ضامن کی ضرورت بہرحال نہیں ہوتی ہے۔ آگے چل کر جو لوگ معلمی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں یا پادری بن جاتے ہیں ان کے لئے اہتمام یہ ہوتا ہے کہ جتنے سال وہ ان پیشوں میں رہ کر کام کریں اُسی مناسبت سے ان کے قرض کی رقم میں کمی کردی جاتی ہے۔ یہ قرض خالصتاً تعلیمی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے ہی دیئے جاتے ہیں اور یہ کالج کے کسی بھی ایسے طالب علم کو مل سکتا ہے جو پڑھائی میں اپنی لیاقت کو قائم رکھنے کا ثبوت دے سکے۔

اس پروگرام کے ماتحت ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۳ء کے اخیر تک کل ملا کر ۲۶ کروڑ ڈالروں سے ۸ لاکھ طالب علموں کو قرض دئیے گئے۔

گارنٹی قرض کی اسکیم

طلباء کو قرض دینے کے سلسلے میں ایک نیا طریقہ حکومت کی طرف سے گارنٹی کئے جانے والے قرض کی اسکیم ہے۔ یہ اسکیم جلدی ہی تقریباً تمام ریاستوں میں رائج ہو جائے گی۔ ان کے ماتحت حکومت یا کسی غیر سرکاری ادارہ کی طرف سے ایک فنڈ قائم کیا جاتا ہے جس سے کہ کالج میں زیرِ تعلیم طلباء کو لمبے عرصے کے لئے سود کی کم شرح پر قرض ملنے کی گارنٹی کی جاسکے۔ حالانکہ یہ قرض عام طور سے بینکوں کے توسط سے دیئے جاتے ہیں، مگر اس پروگرام کا مقصد قرض کے ذریعہ منافع کمانا نہیں ہے۔ طلباء سے جو بیاج لیا جاتا ہے اس کی شرح ۳ سے ۶ فیصدی تک ہوتی ہے یہ شرح بینک وغیرہ کاروباری اداروں سے لی جانے والی سود کی شرح سے بہت کم ہے۔ کچھ ریاستوں میں طلباء سے اس مدت کے لئے کوئی سود نہیں وصول کیا جاتا ہے، جب تک وہ کالج میں زیرِ تعلیم ہوتے ہیں۔ رقم کی ادائیگی کا سلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے کچھ ماہ بعد شروع ہوتا ہے اور ساری رقم تین سے چھ سال کی مدت میں ادا کردینی پڑتی ہے۔

قرض کی تیسری اسکیم "یونائٹڈ اسٹوڈنٹ ایڈ فنڈس" (U.S.A. Funds) کے اہتمام میں چلائی

گئی ہے۔ یہ اسکیم جو اس وقت سارے ملک میں پھیل چکی ہے، ۱۹۶۱ء میں شروع کی گئی تھی یو۔ ایس۔ اے فنڈس ایک غیر تجارتی ادارہ ہے جس کا مقصد منافع کمانا نہیں ہے۔ وہ طلبا کو دیئے جانے والے قرضوں کا بیمہ کرنے کے لئے محفوظ فنڈ کا اہتمام کرتا ہے۔ ایک پروگرام کے ذریعہ یہ ادارہ ریاست کے اندر گارنٹی والے قرض کی رقم حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس ریاست کے لوگ بینک سے جو قرض حاصل کرتے ہیں ان کی تصدیق وضمانت کرتا ہے۔ ایک دوسرے پروگرام کے ذریعہ محفوظ فنڈ کا جو اہتمام کالجوں کی طرف سے کیا جاتا ہے اور یہ ادارہ اُن کالجوں کو دیئے جانے والے قرضوں کی ضمانت کرتا ہے۔ اس پروگرام میں اس بات کا لحاظ نہیں کیا جاتا کہ قرض لینے والا طالب علم کس ریاست کا مستقل باشندہ ہے۔ طالب علم ۱۰۰۰ ڈالر سے ۲۰۰۰ ڈالر تک قرض لے سکتا ہے اور اس کی ادائیگی تعلیم مکمل ہونے کے پانچ ماہ بعد سے تین سال کے اندر کرسکتا ہے۔ سود کی شرح زیادہ سے زیادہ ۶ فیصدی ہوتی ہے۔

ان مختلف اسکیموں کے علاوہ، کالجوں، بینکوں، روپیوں کے لین دین کے غیر سرکاری اداروں اور رفاہ عام میں دلچسپی رکھنے والی مذہبی، کاروباری اور مزدور انجمنوں کی طرف سے بھی قرض دیئے جاتے ہیں۔

امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن ان طلبا کے لئے قرض دینے کا خصوصی پروگرام چلاتی ہے جو ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قرض کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ طالب علم ۱۵۰۰ ڈالر سالانہ تک قرض لے سکتا ہے اور ٹریننگ کی سات سال کی مجموعی مدت میں ۱۰ ہزار ڈالر تک کی رقم حاصل کرسکتا ہے۔ اس قرض کی سود کی شرح بہت کم ہے اور قرض کی ادائیگی دس سال میں کی جاسکتی ہے۔

وظیفے اور باہمی امداد کے پروگرام

کالج میں تعلیم حاصل کرکے سند حاصل کرنے کے دو اور طریقے بھی ہیں ایک تو وظیفے اور دوسرے باہمی امداد کے پروگرام امریکہ میں عموماً ضرورت مند طالب علموں کو پڑھائی میں ان کی کامیابی یا مقابلے کے امتحانوں کی بنیاد پر ہر سال ۴ لاکھ وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ یہ وظیفے یونیورسٹیوں، دوسرے تعلیمی اداروں، بورڈوں، قوم پرست غیر فوجی اداروں، قدیم طلبا کی انجمنوں، گرجا گھروں اور دوسرے صاحب حیثیت لوگوں کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ ان وظیفوں کے ذریعہ طالب علموں کے جزوی اخراجات اور اکثر سارے اخراجات پورے ہوجاتے ہیں۔ گریجویٹ سطح سے اوپر کے طلبا کو بھی ہر سال ۶۰ ہزار امدادی وظیفے دیئے جاتے ہیں۔

باہمی امداد کا پروگرام۔ کام اور تعلیم کا ایک ملا جلا پروگرام ہے۔ اس کے ماتحت طالب علم ایک تعلیمی سال میں پڑھتا ہے اور دوسرے تعلیمی

Registered No. D. 1126

THE MONTHLY TALIM-O-TARAQQI,

June 1964.

"I can very well see the future of a nation in the eyes and looks of its children."

Printer and Publisher : BARKAT ALI Firaq
Printed at Rama Krishna Printing Press, DELHI.

ادارۂ تعلیم و ترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ ——— شمارہ ۷

بانی :- شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر

تعلیم و ترقی - جامعہ ملیہ اسلامیہ
جامعہ نگر، نئی دہلی

قیمت

سالانہ چار روپے — فی پرچہ ۳۷ پیسے

فون: ۷۳۳۶۴

ترتیب

صحیح راستہ

معلوم ہوا ہے کہ پلاننگ کمیشن نے خواندگی کا ایک پائلٹ پروجیکٹ منظور کیا ہے جس کا مقصد چوتھے پنج سالہ پلان کی خواندگی کی قومی مہم کے لئے تجربے کی روشنی حاصل کرنا ہے، ملک سے ناخواندگی دور کرنا ہے۔ یہ پروجیکٹ جو تیسرے پنج سالہ پلان کے باقی ماندہ دو سال کے لئے ترتیب دیا گیا ہے، ہندوستان کے چند ضلعوں کے کچھ منتخب علاقوں میں شروع کیا جائے گا۔ پروجیکٹ کے دوران میں مہم کے طریقۂ کار، رفتار، کامیابی کی مقدار اور اس کے بارے میں عوام کے ردِ عمل وغیرہ، ہر چیز پر نظر رکھی جائے گی اور جو اعداد و شمار اور واقعات و حقائق سامنے آئیں گے۔ ان کا سائنٹفک طریقے پر تجزیہ کیا جائے گا۔ پھر اس تجزیے اور اخذ نتائج کی روشنی میں چوتھے پلان کے لئے خاتمۂ ناخواندگی کی مہم کا منصوبہ ترتیب دیا جائے گا۔

موٹے حساب سے خاتمۂ ناخواندگی کی اس قومی مہم کے لئے جو نشانے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق اگلے پندرہ سال کے عرصے میں ملک سے ناخواندگی کی لعنت کو یک لخت ختم کر دیا جائے گا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ملک میں ان پڑھ بالغوں کی کل تعداد موجودہ یعنی تیسرے پلان کے آخر تک کم و بیش بیس کروڑ ہوگی، جس میں سے چوتھے ہی پلان کے آخر تک پانچ کروڑ ان پڑھوں کو خواندہ بنا دیا جائے گا۔

خاتمۂ ناخواندگی کی اس مجوزہ قومی مہم میں ایک پتے کی بات، جو خواندگی کی مہموں میں اب تک برابر نظرانداز کی جاتی رہی ہے، یہ رکھی گئی ہے کہ بالغوں کی ناخواندگی کو دور کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ بچوں کی ابتدائی تعلیم میں بھی اسی اہتمام اور تیاری کے ساتھ توسیع کی جائے گی تاکہ یہ بچے بڑے ہوکر ان پڑھ بالغوں کی تعداد کو پھر جوں کا توں نہ بنا دیں۔ اسی طرح اس مہم میں یہ بات بھی ملحوظ رکھی جائے گی کہ بالغوں میں ابتدائی خواندگی کی صلاحیت پیدا کرکے ان کو اسی مقام پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ اس صلاحیت میں پختگی اور استحکام پیدا کرنے کی غرض سے ان کی تعلیم میں تسلسل بھی قائم رکھا جائے گا۔

ملک کی ترقی کا منصوبہ بنانے والوں کے اس رجحانِ فکر سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ یہ تو خیر منصوبے کی

تفصیلات کی باتیں ہیں جو ہمیں اطمینان ہے صحیح راستے پر ہیں۔ منصوبہ ساز اگر ملک سے ناخواندگی کی لعنت کو ختم کرنے کا صرف ارادہ ہی ظاہر کر دیتے تب بھی ہماری اس خوشی میں کمی نہ ہوتی، اس لئے کہ قومی ترقی کی منصوبہ بندی کا ایک دور وہ بھی تھا جب یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ملک کی ترقی کے لئے خواندگی ضروری شرط نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس انداز فکر میں ناخواندگی کی لعنت کو ختم کرنے کا عزم اور اس شد و مد کے ساتھ منصوبہ بند معیشت کے دور میں ایک تاریخی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صورت میں جس قدر بھی خوشی ہو کم ہے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ مہم کی کامیابی کے لئے جو ضروری اور اہم شرطیں ہیں، انھیں بھی منصوبے میں برابر کا درجہ دیا گیا ہو۔

ہمیں پوری امید ہے کہ ہمارے منصوبہ ساز اس مہم کی منصوبہ بندی میں اس حقیقت کو نہیں بھولے ہوں گے کہ منصوبہ اور اس کی تفصیلات مرتب کر لینا ایک بات ہے اور اس کا پورا ہو جانا بالکل دوسری بات۔ ہمیں یاد ہے کہ جل پور نیشنل سیمینار کے بعد جس میں خاتمۂ ناخواندگی کے موضوع پر صرف پالیسی ہی کا اعلان نہیں کیا گیا تھا بلکہ مہم کی تفصیلات بھی بڑی حد تک طے کر دی گئی تھیں، حکومت دہلی نے دلّی سے ناخواندگی کو ختم کرنے کی ایک مہم چلانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لئے خاصے بڑے پیمانے پر اہتمام کیا تھا۔ لیکن مہم کے آغاز کے کچھ ہی عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ اُسے بند کر دیا گیا۔ یہ مہم کیوں بند کی گئی، اس کا سبب تو ہمیں نہیں معلوم لیکن ہم نے یہ ضرور دیکھا کہ مہم کے نقشۂ اوقات (ٹائم ٹیبل) کے مطابق جس ساز و سامان (پڑھانے والے اُستاد، سامانِ تعلیم وغیرہ) کی جہاں جس وقت ضرورت ہوتی تھی، وہ وہاں اسی وقت موجود نہیں ہو پاتا تھا۔

کاموں کا یہ افسوسناک انجام انعام ہے ضابطہ پرستانہ طرزِ انتظام (Buraucratic Administration) کا جو ملک کی آزاد جمہوری حکومت کے پندرہ سال گذر جانے کے باوجود آج بھی پہلے ہی کی طرح غالب ہے۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں اور ہمارے منصوبہ سازوں سے بھی یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ مہمیں اور تحریکیں ضابطے اور قانون کی پابند رہ کر کامیاب نہیں ہوتیں، یا پھر ایسا ہو کہ قانون اور ضابطے کو اتنا سخت کر دیا جائے کہ اس کی خلاف ورزی کسی حالت میں بھی قابل معافی نہ رہے جیسا کہ کسی حد تک روس کی خاتمۂ ناخواندگی کی مہم کے زمانے میں ہوا۔ ظاہر ہے ہندوستان کے حالات کے پیشِ نظر روسی نمونے پر تو عمل ممکن نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اس کا بھی یقین کی حد تک اندیشہ ہے کہ اگر اس مہم کو کلیتہً سرکاری اہتمام میں چلا گیا تو وہ موجودہ ضابطہ پرست (بیوریو کریٹک)

طرز انتظام کے پیش نظر قانون اور ضابطے کی قید سے آزاد نہیں رہ سکتی، اور جس حد تک وہ مقید رہے گی، اسی حد تک اس کی کامیابی مشکوک رہے گی۔

ان حالات میں ہماری رائے ہے کہ موجودہ پلان کے باقی ماندہ دو سال میں خاتمۂ ناخواندگی کا جو پائلٹ پروجیکٹ چلایا جانے والا ہے۔ اس میں تجربے کے طور پر یہ اہتمام بھی کیا جانا چاہئے کہ دو چار علاقے چند خالصتہً رضاکار تعلیمی اداروں کو سپرد کر دیئے جائیں اور سرمائے اور ماہرانہ مشورے سے ان کی ہر قدم پر مدد کی جائے۔ اس تجربے سے یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ ناخواندگی کے خاتمے کی مہم کو کامیابی کی کس حد تک حکومت براہ راست اپنے اہتمام میں چلا سکتی ہے اور دوسری طرف وہ کس حد تک قانون اور ضابطے کی قید سے آزاد رضاکار تعلیمی اداروں کے اہتمام میں کامیاب ہو سکتی ہے اور پھر چوتھے پلان میں جب مہم قومی پیمانے پر منظم کی جانے والی ہو، اس وقت اس تجربے کی روشنی میں اس کی تفصیلات طے کی جائیں۔

ہندوستان میں اڈلٹ ایجوکیشن کی کیفیت

(ایک انگریز معلّم کی نظر میں)

زیرِ نظر مضمون ہل یونیورسٹی (انگلینڈ) کے ڈائرکٹر، اڈلٹ ایجوکیشن پروفیسر ڈبلیو۔ ای اسٹائلر نے انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے اپنے تاثرات کی بنیاد پر لکھا تھا۔ پروفیسر اسٹائلر انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی سلور جوبلی میں انگلینڈ کی ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے نمائندے کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔

پروفیسر موصوف نے دہلی کے قیام کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں کا بھی اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کا مطالعہ کرنے کی غرض سے دورہ کیا تھا اور یہ مضمون انھوں نے اپنے انہی مشاہدات کی بنیاد پر لکھا ہے۔

ہم ناظرینِ تعلیم و ترقی کی دلچسپی کے لئے انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن کے شکریے کے ساتھ اس مضمون کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔

——— ایڈیٹر

پیش لفظ

میں نے ہندوستان میں وسط فروری سے وسط اپریل تک قیام کیا اور اس دو مہینے کے عرصہ میں دہلی، پٹنہ، کلکتہ، جے پور، بمبئی، بنگلور، میسور اور پونا کی سیر کی۔ میرے اس سفر کا مقصد ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے لئے جس نے میری اس سیاحت کا انتظام کیا تھا، ہندوستان میں اڈلٹ ایجوکیشن کی کیفیت کا جائزہ لینا تھا۔ چنانچہ ہماری ایسوسی ایشن نے امید ظاہر کی ہے کہ اس جائزے کے نتیجے کے طور پر اڈلٹ ایجوکیشن کی ہندوستانی تحریک سے بالخصوص انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے ساتھ اشتراک و تعاون کے نسبتاً زیادہ گہرے تعلقات پیدا ہو جائیں گے

واقعہ یہ ہے کہ انگلینڈ میں ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں لوگوں کو بہت کم واقفیت ہے۔ اتنی بھی نہیں جتنی افریقی اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں ہے، افریقہ میں تو برطانیہ کی اڈلٹ ایجوکیشن کی مختلف سنستھائیں چونکہ مستعدی سے کام کر رہی ہیں اس لئے انگریزوں کو افریقہ کی صورت حال سے زیادہ وابستگی ہے۔

برطانوی نقطۂ نظر کے مطابق اڈلٹ ایجوکیشن سے مراد وہ تمام تعلیمی سرگرمیاں ہیں جو منظم طور پر بالغین کے لئے فراہم کی جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے اڈلٹ ایجوکیشن کے احاطے میں سوشل ایجوکیشن، مزدوروں کی تعلیم اور یونیورسٹی ایکسٹنشن غرض سب تعلیمی سرگرمیاں آجاتی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کی سیاحت کے دوران میں میں نے قریب قریب ان سب لوگوں کے جو تعلیم کی ان شاخوں میں کام کرتے ہیں خیالات معلوم کئے ان کے کاموں کے بارے میں ان سے تبادلۂ خیال کیا اور جہاں جہاں ممکن ہوا کام کرتے ہوئے بھی دیکھے۔ ہندوستان کی انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے اس سال اپنی سلور جوبلی کانفرنس منعقد کی تھی۔ میں نے اس دلچسپ تقریب میں بھی شرکت کی ان مشاہدات اور تبادلۂ خیالات کی بنیاد پر میں نے ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں موٹے طور پر کچھ نتائج اخذ کئے ہیں۔ مجھے اگرچہ پورا احساس ہے کہ ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک کی سیاحت کے لئے دو مہینے کی مدت بہت تھوڑی ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ جو کچھ نہیں دیکھ سکا اس کے مقابلے میں بہت کم ہے، پھر بھی یہ خیالات جو میں پیش کر رہا ہوں ان سے مجھے امید ہے ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں سوچ بچار اور بحث مباحثے کی تحریک ملے گی اور اگر اس سلسلہ میں مجھ سے غلطی بھی ہوئی ہوگی تو وہ مجھے یقین ہے اس سوچ بچار اور بحث و مباحثے کے راستے میں حائل نہیں ہوگی۔

ناخواندگی کا مسئلہ

مجھے یقین ہے کہ پہلا نتیجہ جو میں نے اخذ کیا ہے اور نیچے بیان کرنے والا ہوں وہ اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والے اور اس کام سے دلچسپی رکھنے والے ہندوستانی احباب کو ناگوار نہیں گذرے گا اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان میں اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں جتنی سرگرمی پائی جاتی ہے اور وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی عام طور پر لوگ کہتے ہیں برطانیہ میں نظر آتی ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اڈلٹ ایجوکیشن کو ملک کی سیاست اور نظم و نسق کے اعلیٰ ترین حلقوں میں جو اہمیت حاصل ہے وہ اسے برطانیہ میں حاصل نہیں ہے یہ ایک حد تک نتیجہ ہے ہندوستان کے مخصوص حالات کا جن کے پیش نظر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن سے ملک کے عام تعلیمی ڈیولپمنٹ میں بہت مدد ملے گی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں کچھ لوگ اڈلٹ ایجوکیشن سے بہت زیادہ امیدیں لگائے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کا

خیال ہے کہ اس سے ناخواندگی کے مسئلہ کو حل کرنے میں بڑی مدد ملے گی ۔ غالباً عالمگیر ناخواندگی کی منزل پر پہنچنے کا واحد اور یقینی راستہ یہ ہے کہ ملک کے تمام بچوں کو اہتمام کرکے پڑھنے کے لئے بھیجا جائے مگر یہ سوچنا کہ بالغوں کے لئے وسیع پیمانے پر خواندگی کی کلاسیں کھول کر منزل مقصود پر جلدی سے پہنچا جا سکتا ہے محض دماغ کی ایک اختراع ہے برطانیہ میں سوچنے کا طریقہ اس کے بالکل برعکس ہے اور اس میں بڑی شدت سے کام لیا جاتا ہے ۔ وہاں لوگ یہ کہتے ہیں کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے اوپر کوئی بڑا سرمایہ لگانے سے پہلے بچوں کی تعلیم پر معقول مقدار میں سرمایہ لگانے کی بات سوچنی چاہئے لیکن اس نقطۂ نظر میں یہ قباحت ہے کہ بچوں کی تعلیم پر "معقول مقدار میں سرمایہ لگانے" کا تصور ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور اس تبدیلی کا رخ زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور "اچھی سے اچھی تعلیم" کی طرف ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بڑے پیمانہ پر اڈلٹ ایجوکیشن کی توسیع کی کبھی نوبت ہی نہیں آتی ۔

دوسرا نتیجہ جو میں اخذ کر سکا ہوں یہ ہے کہ ہندوستان کا دماغ ناخواندگی کے مسئلہ کو حل کرنے میں ضرورت سے زیادہ الجھا ہوا ہے ۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالغوں کے لئے خواندگی کی کلاسیں قائم کرکے جس حد تک خواندگی کو کم کیا جا سکتا ہے وہ نہیں ہونا چاہئے لیکن ڈاکٹر وی ۔ کے ۔ آر ۔ وی ۔ راؤ کے ان الفاظ کے مطابق جو انھوں نے سلور جوبلی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہے تھے عام رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ " اڈلٹ ایجوکیشن کی ابتدا صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب ناخواندگی کا مسئلہ حل ہو جائے " اعداد و شمار کی شہادت یہ ہے کہ ہندوستان میں جو تیئیس فیصدی لوگ خواندہ ہیں ان کی تعداد دس کروڑ سے کچھ اوپر ہے ان دس کروڑ خواندہ اشخاص میں سے اگر ان لوگوں کو الگ بھی کر دیا جائے جن کی خواندگی کی صلاحیت اتنی کم ہے کہ کسی کام نہیں آ سکتی تب بھی کئی کروڑ آدمی ایسے بچ رہیں گے جو اڈلٹ ایجوکیشن کی تہذیبی ، سماجی اور سیاسی شاخوں سے جنھیں مغربی یورپ کے ملکوں شمالی افریقہ ، ویسٹ انڈیز ، آسٹریلیا ، نیوزی لینڈ اور بعض افریقی ملکوں میں بہت فروغ ہوا ہے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں اور صرف یہی ممالک نہیں ہیں جو اس طرح کی اڈلٹ ایجوکیشن سے فیض یاب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں بلکہ غانا نائجریا ، یوگینڈا ، کینیا اور ویسٹ انڈیز میں کافی لمبے عرصے سے یہ تعلیم ان کے تعلیمی نظام کا ایک اہم جزو بنی رہی ہے اور انھیں جو آزادی ملی ہے اس کی بنیاد رکھنے میں اس نے بڑا کام کیا تھا ۔ ہندوستان میں "تعلیم یافتہ طبقے کی اڈلٹ ایجوکیشن" یونیورسٹی ایکسٹنشن کی شکل میں کچھ نظر آتی ہے اور "بمبئی اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن" اور میسور کے ودیا پیٹھ جیسے رضاکار ادارے ہیں جو اس کا انتظام کرتے ہیں ۔ ان اداروں کی سرگرمیاں کامیاب ہیں اور ان کے متعلق جو سب سے بڑا اعتراض بھی کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ انھیں پورے ملک میں منظم طور پر نہیں پھیلایا جا رہا ہے ۔ پونا یونیورسٹی کا ایکسٹرا میورل بورڈ اور میسور یونیورسٹی کا مطبوعات اور توسیعی لیکچروں کا ڈیپارٹمنٹ جو کام کر رہا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر یونیورسٹی سنجیدگی اور تندہی کے ساتھ اڈلٹ

ایجوکیشن کا کام اپنے ہاتھ میں لے اور اسے فروغ دینے کے لئے اپنے یہاں الگ سے ڈپارٹمنٹ قائم کرے تو وہ اس فیلڈ میں کیا کچھ کام انجام دے سکتی ہے۔ اگر پورے ملک میں اس طرح کے کام کو پورے اہتمام کے ساتھ پھیلایا جائے تو اس کی ذہنی زندگی پر اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ میسور اور پونا کی یونیورسٹیوں نے جو مطبوعات شائع کی ہیں اور جوان کے اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کے نتائج کے طور پر شائع ہوئی ہیں وہ بجائے خود بہت مفید اور کارآمد ہیں اور تمام دنیا کی یونیورسٹیاں ان کی نقل کر سکتی ہیں۔ میسور کی ودیا پیٹھ جو ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں اور گروکل آشرموں کی قدیم ہندوستانی روایات کے ایک ملے جلے نمونے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بڑے نمایاں اور کامیاب ادارے ہیں لیکن ان اداروں کے کام لے دے کر دو ریاستوں تک محدود ہیں، اور ہندوستان میں کہیں اور نظر نہیں آتے۔ بیشتر یونیورسٹیاں جنھوں نے یہ کام ہاتھ میں لیا ہے بس ایک حد تک ہی اس میدان میں آگے بڑھی ہیں۔ راجستھان یونیورسٹی میں جس نے اب اپنے یہاں باقاعدہ طور پر اڈلٹ ایجوکیشن کا ڈیپارٹمنٹ قائم کر دیا ہے بہت نمایاں کامیابی کی امید ہے مگر دوسری یونیورسٹیوں میں اس سلسلے میں اگر کچھ کام ہوتا بھی ہے تو اس کی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ ان کے لیکچرر نجی طور پر کچھ لیکچر دے دیتے ہیں اور ان کے عملے کے ممبران نجی طور پر انتظامی کام انجام دے دیتے ہیں۔

جب میں پٹنہ اور دوسرے مقامات کی سیاحت میں مصروف تھا، اس وقت مجھے لوگوں کے سامنے اڈلٹ ایجوکیشن کی افادیت واضح کرنے کے موقعے بھی ملے تھے۔ میں نے ان کو جب بتایا کہ اس سے تمام بالغوں کو قطع نظر اس کے کہ انھوں نے اپنے بچپن میں کس معیار کی تعلیم پائی تھی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو اس بات سے لوگوں میں بڑا جوش پیدا ہوا چنانچہ ایک صاحب نے جو ریاستی اسمبلی کے ممبر تھے یہ سن کر فرمایا "اڈلٹ ایجوکیشن کا یہ مطلب اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سمجھا تھا بس یہ جانتا تھا کہ ناخواندہ یا تعلیمی اعتبار سے پسماندہ لوگوں کو پڑھانے کا نام اڈلٹ ایجوکیشن ہے۔" اس وقت میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ میں ایک غیر ملکی اجنبی ہوں پھر بھی میں یہاں اڈلٹ ایجوکیشن کی چند کلاسیں آسانی سے برطانوی نمونے پر منظم کر سکتا ہوں۔

یونیورسٹیوں کے حق میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام ایک دو طرفہ سودا ہے وہ صرف فیض "پہنچاتی" ہی نہیں ہیں، بلکہ فیض "حاصل" بھی کرتی ہیں اس لئے کہ اڈلٹ ایجوکیشن میں طریقۂ تعلیم کی نئی نئی صورت حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جن کے پیش نظر یونیورسٹی کے استاد اپنے اپنے مضامین پر مختلف ڈھنگ سے نظر ڈالنے پر مجبور ہوتے ہیں، جیسے برطانیہ میں معاشی تاریخ کے ارتقا پر ورکرز ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے مایۂ ناز ٹیوٹر پروفیسر آر۔ ایچ ٹانی کے تجربات کا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اسی طرح خود میری یونیورسٹی میں چند مضامین جیسے آرٹ اور لاطینی امریکہ کی تاریخ جوان دونوں یونیورسٹی کے سلسلہ

درسیات میں شامل ہیں، پہلے پہل اڈلٹ ایجوکیشن کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے طلبار کو پڑھائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ انسانیات (Human Sciences) کے چند علوم جیسے معاشیات، سماجیات اور صنعتی روابط ایسے ہیں کہ اگر ان کا صحیح طریقہ سے مطالعہ کرنا مقصود ہو تو استاد اور طالب علم دونوں کو مختلف سماجی گروہوں سے براہ راست تعلق قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کا امکان سب سے زیادہ اڈلٹ ایجوکیشن میں ہے۔

مزدوروں کی تعلیم

تیسری بات جو میں نے اخذ کی ہے یہ ہے کہ مزدوروں کی تعلیم جو پانچ سال ہوئے، شروع کی گئی تھی، ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک نمایاں کارنامہ ہے اس کے چلانے والے جو افسر ہیں وہ اڈلٹ ایجوکیشن کے پیشے کے ایسے آزمودہ کار لوگ ہیں جنھیں دوسرے ملکوں کے کارکنوں کی صف میں برابر کا مقام مل سکتا ہے یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بھی دیکھا اور سمجھا ہے۔ یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ یہ لوگ اپنی ٹریننگ میں مزدوروں کی تعلیم کی تاریخ اور طریقۂ کار کے مطالعہ پر بہت وقت صرف کرتے ہیں۔ اس اسکیم میں کام کرنے والے مزدور ٹیچروں کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنا کام بڑی ہوشیاری اور جوش کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ یہ اسکیم چونکہ ایک سرکاری تخلیق ہے اس لئے میں اس کی خامیوں کو بھی سمجھتا ہوں کہ کس طرح اس کے اوپر مختلف مزدور سبھاؤں کی باہمی رقابتوں کا اثر پڑ رہا ہے اور اس کے نصاب تعلیم پر کیا کیا پابندیاں عاید ہیں لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ اگر اس کام میں غیر سرکاری ایجنسیاں مزید دلچسپی لینے لگیں تو اس سرکاری اسکیم میں جو کمیاں رہ گئی ہیں، وہ پوری ہو جائیں گی اور ہندوستان کی آبادی کے ایک اہم حصہ کے اوپر اس کا بڑا النفع بخش اثر مرتب ہو گا

شہراتی علاقوں کی ضرورتیں

چوتھا نتیجہ جو میں نے اپنی سیروں اور مشاہدات کی روشنی میں اخذ کیا ہے، یہ ہے کہ ہندوستان کو گاؤوں کے ساتھ ایسی وابستگی ہے کہ اس سے ایک غیر متوازن طرز عمل پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ ہندوستانی معیشت میں زراعت کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور ہندوستانی گاؤں کتنے تشویشناک سماجی مسائل سے دوچار ہیں لیکن اس کے باوجود شہروں اور قصبوں کی آبادیوں کو سیاسی نقطۂ نظر سے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سچ پوچھئے تو یہ مرتبہ بڑے بڑے شہراتی علاقوں ہی کو حاصل ہے کہ وہاں عوام کا ہجوم کا ہجوم بستا ہے۔ خیالات اور تحریکیں جنم لیتی ہیں، اور خواندہ اور تعلیم یافتہ لوگوں کا جمگھٹ رہتا ہے۔ کسی جمہوری ریاست کو اگر کامیابی اور موثر طریقہ سے کام کرنا ہو تو اسے ہمیشہ شہراتی علاقوں کی ضرورتوں

پر نظر رکھنی چاہئے اس لئے کہ اگر شہروں کے رہنے والے خواندہ اور تعلیم یافتہ لوگوں میں بے چینی اور بددلی پیدا ہو جائے تو اس سے ریاست کے استحکام کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

بعض ملکوں میں انقلاب شہراتی علاقوں کے حالات کے سبب رونما ہوتے ہیں۔ حالانکہ گاؤوں کی زندگی بلا کسی خلل کے احساس کے اپنے روایاتی ڈھنگ پر خاموشی کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے شہراتی باشندوں کو اڈلٹ ایجوکیشن کے لحاظ سے بہت سی سماجی، سیاسی اور تہذیبی ضرورتیں لاحق ہیں جنھیں پورا کرنے کی اس وقت کوئی کوشش نہیں کی جارہی ہے۔ جس طرح کی اڈلٹ ایجوکیشن کا اب تک میں ذکر کرتا رہا ہوں اسے بہترین طریقے پر شہروں اور قصبوں ہی میں قائم کیا جا سکتا ہے اور معاشیات، تاریخ، جغرافیہ، سماجیات، سائنسی علوم، آرٹ اور ادبیات کی کلاسیں، منعقد کرنے کے پروگرام جتنی کامیابی سے ان شہراتی علاقوں میں چل سکتے ہیں اتنی کامیابی سے اور کہیں نہیں چل سکتے۔ ان کلاسوں سے ذہن کی تربیت تو خیر ہوتی ہی ہے، اسی کے ساتھ ان سے شہروں کے اوقات فرصت کے مسئلے کو بھی حل کرنے میں مدد ملے گی اور یہ وہ مسئلہ ہے جس نے ایشیا کے بڑے بڑے شہروں میں بھی وہی تشویشناک صورت اختیار کرلی ہے جو مغربی ملکوں کے شہروں میں دیکھنے میں آتی ہے اور جہاں یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ اس کی آڑ میں کاروباری اور تاجر لوگ خوب خوب لوٹ کھسوٹ مچائیں گے۔ ایشیا کے دوسرے شہروں کی طرح ہندوستان کے شہروں میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کے گھروں میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ خاندان کے لوگ اپنا فرصت کا وقت گھروں ہی پر گزار سکیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن کی کلاسیں فرصت کے وقت کے لئے جو تخلیقی مواقع فراہم کرسکتی ہیں وہ اور کہیں میسر نہیں آسکتے۔ اگر ملک کی تنظیمی قوت اور وسائل سے کام لے کر شہراتی اڈلٹ ایجوکیشن وسیع اور بڑے پیمانہ پر فراہم کی جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس کے فوری اور حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوں گے۔

رسل و رسائل کی کمی

آخری بات جو میں نے اخذ کی ہے یہ ہے کہ ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کی راہ میں رسل و رسائل کی کمی بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے۔ میں نے اکثر موقعوں پر دیکھا کہ بہت سی باتیں جو مجھے اپنی سیاحت کے دوران میں معلوم ہوئی تھیں ہندوستانیوں کو میں نے بتائیں، خود انھیں ان کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا اور اگر تھا بھی تو بہت معمولی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، اڈلٹ ایجوکیشن کے بارے میں قومی پیمانے پر اگر کوئی جماعت اطلاعات بہم پہنچا سکتی ہے تو وہ انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن ہے۔ جب سے یہ ایسوسی ایشن قائم ہوئی ہے، اس وقت سے اب تک یہ جو قائم رہی اور جو

کام انجام دیئے وہ ایک بڑا کارنامہ ہے۔ گو یہ بہت چھوٹی جماعت ہے اور ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک کو دیکھتے ہوئے اس کے وسائل بہت کم اور محدود ہیں۔ میں بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کو جتنا فروغ اس ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں اور اس کے اور اس کے اثر و رسوخ کی بدولت ہو سکا ہے اتنا کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں ہے۔ اڈلٹ ایجوکیشن کی فیلڈ میں کام کرنے والے جتنے ادارے ہیں، یہاں تک کہ یونیورسٹیاں بھی۔ انھیں اس تنظیم سے رشتہ قائم کرکے فخر محسوس کرنا چاہیئے۔

میرا خیال ہے کہ ایسوسی ایشن کو اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک جامع تصور وضع کرنا چاہیئے جس سے کہ وہ بالغوں کی تعلیم کی ایک "ہمہ گیر سروس" کا درجہ حاصل کرلے، اس طرح سوشل ایجوکیشن ہو یا مزدوروں کی تعلیم، یونیورسٹی ایکسٹنشن ہو یا غیر سرکاری اداروں کے تعلیمی کام، مرکزی حکومت کے پروگرام ہوں یا ریاستی حکومتوں کی اسکیمیں، سب اس کے احاطہ تعریف میں آجاتی ہیں۔ بہ حالت موجودہ ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن الگ الگ کمروں میں بند پڑی ہے۔ یہاں تک کہ ایک کمرے کی خبریں اس کی حدود سے باہر جاتی ہی نہیں یا جاتی بھی ہیں تو یوں ہی برائے نام۔ اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق اطلاعات جو آج ریاستوں اور شہروں میں محدود ہوکر رہ گئی ہیں جیسے میسور اور بمبئی کی مثال ہے، اگر عام ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیلتی رہیں تو اس کے بڑے اچھے نتیجے نکل سکتے ہیں اور ترقی دراصل اسی صورت میں ممکن ہے۔

اخباری مراسلہ

ضلع دیوریا کے ایک
ڈیولپمنٹ بلاک سے

گزشتہ مہینے میں ضلع دیوریا کے ایک ڈیولپمنٹ بلاک کے ایک گاؤں میں بلاک کے بی۔ڈی۔او جو تبادلہ ہوکر ایک دوسرے بلاک میں جانے والے تھے، آخری مرتبہ دورہ کرنے تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ان کی جگہ لینے والے نئے بی۔ڈی۔او۔ صاحب بھی تھے۔ گاؤں کے لوگوں نے جو بیشتر کسی زمانے میں بڑے زمیندار تھے، بی۔ڈی۔او صاحب کو الوداع کہنے کے لئے ایک چھوٹی سی تقریب بھی منعقد کی تھی۔

اتفاق سے اس موقعے پر ماہنامہ تعلیم وترقی کے ایڈیٹر بھی اس گاؤں میں موجود تھے۔ گاؤں کے لوگوں نے انھیں بھی مدعو کیا تھا اور ان سے اس موقعے پر تقریر کرنے کی فرمائش کی تھی۔

مہمانوں کی خاطر ومدارات کے بعد ایک صاحب نے گاؤں والوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بی۔ڈی۔او صاحب کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ یہ بی۔ڈی۔او صاحب کے حُسنِ اخلاق اور جذبۂ خدمت کا نتیجہ تھا کہ گاؤں میں ترقی اور بیداری کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ انھوں نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیں اُمید ہے کہ نئے بی۔ڈی۔او۔ صاحب بھی انھی کے نقشِ قدم پر چل کر خدمات انجام دیں گے اور ان کی کوشش سے ترقی اور بیداری کی جو تحریک چل پڑی ہے اس میں اور زیادہ تیزی اور مستعدی پیدا ہوجائے گی"

گاؤں کی نمایندگی کرنے والے ان صاحب کی فرمائش پر ماہنامہ تعلیم وترقی کے ایڈیٹر صاحب کی تقریر ہوئی جس میں موصوف نے گاؤں کے لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا: "جناب بی۔ڈی۔او۔ صاحبان اور حضرات، میری اس گاؤں میں ایک مسافر کی حیثیت ہے۔ اس لئے میں اس باب میں یقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ڈیولپمنٹ بلاک بننے سے یہاں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں، لیکن گاؤں کے ذمّہ دار بزرگوں اور احباب سے وقتاً فوقتاً جو کچھ سنتا رہا ہوں اُس کی بنیاد پر یقین ہوگیا ہے کہ بی۔ڈی۔او صاحب نے

دل سے اپنے بلاک کے گاؤوں کی خدمت کی ہے۔ ملک کو آج ایسے ہی کارکنوں کی ضرورت ہے جو وابستگی اور جذبۂ خدمت کے زیر اثر قومی ترقی کی تحریک میں کام کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ ورنہ بے روزگاری کے موجودہ تشویشناک مسئلے کے بپیش نظر تنخواہ پر کام کرنے والے بھاڑے کے ٹٹو تو بہت مل جائیں گے۔

"یوں تو ملک کے پنج سالہ ترقیاتی پلان کے ماتحت جتنے کام ہو رہے ہیں ان سب میں کام کرنے والے کارکنوں کو اسی معیار پر پورا اترنا چاہیئے، لیکن کمیونٹی ڈیولپمنٹ پلان کے ماتحت جو کارکن بالخصوص ڈیولپمنٹ بلاکوں کے بی۔ ڈی او اور ان کی ٹیم کے دوسرے ممبر کام پر لگے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں میرا ایمان ہے کہ ان میں ان اوصاف کا ہونا جن کا میں نے ابھی ذکر کیا تھا، شرط کا درجہ رکھتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ محض اسی بات پر مبنی نہیں ہے کہ سوشل ایجوکیشن کے ایک کارکن ہونے کے رشتے سے میرا تعلق بھی بہت بڑی حد تک اسی فیلڈ سے ہے میرے اس عقیدے کی پشت پر اس سے اہم اور بہت زیادہ اہم یہ بات ہے کہ ان کارکنوں کا تعلق پلان بنانے والوں کے ایرکنڈیشنڈ محلات سے نہیں بلکہ گاؤوں کی دھول مٹی، آندھی اور طوفان، بارش اور سیلاب، برفانی سردی اور آتش بار لو اور ان سے زیادہ دیہات کے کھرے اور سپاٹ تمدن کے صبر آزما ماحول سے ہوتا ہے۔ انھیں منصوبہ سازوں کے میز کرسی پر بیٹھ کر بنائے ہوئے نقشہ کو جسے شہر کے حدود سے باہر کھلے میدان میں نکلنے کا شاید کبھی موقع نہیں ملتا، عملی جامہ پہنانا پڑتا ہے اور اس عمل میں عموماً دوہری مار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یعنی ایک طرف نظریات کی بنیاد پر بنے ہوئے نقشے کے عمل کے براہ راست تقاضوں سے بے میل ہونے کا دل شکن احساس اور دوسری طرف اسی انمل بے جوڑ نقشے کے مطابق کارگذاری دکھانے کی ذمے داری۔ انھیں کروں تو مشکل نہ کروں تو مشکل، کی جان کو گھلا دینے والی کیفیت کا شکار بننے کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ اس صورتِ حال میں انھیں صرف اُسی وقت کامیابی ہو سکتی ہے جب وہ انتھک محنت اور بے لوث خدمت کا سہارا لے کر اپنی شخصی سوجھ بوجھ سے اس طرح کام کریں کہ دیہات کے عوام بھی اُن کا گُن گائیں اور افسران بالا کی نظریں بھی ٹیڑھی نہ ہونے پائیں۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے پروگرام کی کامیابی کا انحصار وزیروں اور وزارتوں کے افسران بالا کے اوپر اتنا نہیں ہے جتنا بی۔ ڈی۔ او حضرات اور ان کی ٹیموں کے فیلڈ ورکروں کے اوپر ہے۔ اس بلاک کے بی۔ ڈی او صاحب جو تبدیل ہو کر اب دوسرے بلاک کا کام سنبھالنے والے ہیں، ان کی خدمات کے جو چرچے میں نے سُنے ہیں، ان کی بنیاد پر مجھے یقین ہے کہ موصوف ایک آدرش افسر ہیں اور وہ جہاں کہیں بھی جائیں گے وہاں کے عوام ان

کی خدمات سے یقیناً فائدہ اُٹھائیں گے۔

"جناب بی۔ڈی۔او صاحب اور حضرات، مجھے اجازت دیجئے کہ اس موقعے سے فائدہ اُٹھا کر وہ بات بھی کہہ ڈالوں جو میرے دل میں اس گاؤں سے متعلق اُس وقت سے برابر کھٹک رہی ہے جب سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ گاؤں ایک ڈیولپمنٹ بلاک میں شامل ہے۔

"میں اس گاؤں میں پہلی مرتبہ ۱۹۴۱ء میں آیا تھا، گویا اب سے ۲۳ سال پہلے۔ اس لئے آس پاس اور خود اسی گاؤں سے متعلق چند بستیاں ایسی ہیں جو آج بھی بالکل اُسی حالت میں ہیں جس حالت میں وہ ۲۳ سال پہلے تھیں۔ ان کی زندگی میں مجھے بال برابر بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر ان بستیوں کے باشندوں کے پاس اُس وقت مکان کے نام سے پھونس کے جھونپڑے تھے، تو آج بھی پھونس کے جھونپڑے ہی ہیں۔ ان کے بچے سردی گرمی اور برسات میں اگر اُس وقت ننگ دھڑنگ یا پھٹے ہوئے چیتھڑے لپیٹے پھرتے تھے، تو آج بھی ان کی وہی کیفیت ہے۔ کھیتی باڑی کرنے والے پانی کے لئے جیسے اُس زمانے میں ترستے تھے تو آج بھی اسی طرح ترستے ہیں۔ اپنے مریضوں کے لئے سائنٹفک علاج کے بجائے اگر جادو ٹونے کے وہ اس زمانے میں عادی تھے تو اب بھی اسی طرح ٹونے ٹوٹکے کے عادی ہیں۔ ان کے بڑے اور بچے جیسے اُس وقت تعلیم سے محروم اور جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے تو اُن کی وہی حالت آج بھی میں دیکھتا ہوں اور یہ کیفیت اُس وقت ہے جب ملک آزاد ہو چکا ہے اور اس سے بھی تعجب خیز بات یہ کہ گاؤں تقریباً چھ سال سے ڈیولپمنٹ بلاک میں شامل ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہے؟ غالباً یہ لوگ آپ لوگوں کی بات نہیں سنتے، مگر کیوں؟ جبکہ دوسرے لوگ مثلاً جن کے یہاں اس وقت آپ تشریف فرما ہیں آپ لوگوں کی باتیں صرف سنتے ہی نہیں ان پر عمل بھی خوب خوب کرتے ہیں۔ غالباً یہ لوگ اپنے بچوں کو مدرسے میں جو تین چار سال سے قائم ہے، پڑھنے کو نہیں بھیجتے، مگر ایسا کیوں ہے جبکہ تعلیم بھی آپ کی ذمّے داریوں میں شامل ہے۔

"میرے دوستو، میں اپنی تلخ باتوں سے اب اور آگے آپ کی دلشکنی نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اگر کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے فیض سے اتنا ہی ہوا کہ پہلے سے پھولے پھلے اور آباد چمنوں میں پھولوں اور پھلوں کی کچھ کیاریاں اور بن گئیں جن کی بدولت ان کے حسن میں اضافہ ہو جائے تو یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہوگی۔ آپ کا اصل کام ویرانوں کو آباد کرنا ہے جہاں پھول تو پھول کانٹے دار پودوں کی جھاڑیاں بھی نہیں ہوتیں۔ مجھے امید ہے کہ موجودہ بی۔ڈی۔او۔ صاحب جو اب دوسرے کسی بلاک کو اپنی خدمات سے فیض یاب کریں گے، اپنے نئے فیلڈ میں اور نئے بی۔ ڈی۔ او۔ صاحب

اس بلاک میں اپنی توجہ، محنت، اور خدمت کا بڑا حصہ سماج کے ان طبقات کی بھلائی اور بہبود کے کام پر صرف کریں گے۔ جے ہند"

اڈیٹر صاحب کی تقریر کے بعد بلاک کے بی۔ڈی۔او۔ صاحب نے جن کے اعزاز میں یہ تقریب منعقد کی گئی تھی، اپنی جوابی تقریر میں گاؤں کے لوگوں کا ان کی محبت، یگانگت اور کام سے لگاؤ کے لئے شکریہ ادا کیا اور فرمایا " مجھے فخر ہے کہ اس گاؤں نے بلاک کے دوسرے گاؤوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ کام کیا اور انھیں میں نے جو بھی مشورہ دیا، اس پر وہ پورے طور پر عمل پیرا رہے۔ بعض کاموں میں ہمارا بلاک دوسرے بلاکوں کے مقابلے میں اول رہا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ بلاک کے اوّل آنے کا سہرا بعض دوسرے گاؤوں کے ساتھ ساتھ اس گاؤں کے سر بھی ہے"

آخر میں بی۔ڈی۔او۔ صاحب نے ایڈیٹر صاحب کی تقریر کے آخری حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا " ایڈیٹر صاحب صحیح فرماتے ہیں کہ سماج کے کمزور طبقے ڈیویلپ منٹ بلاکوں کی خدمات سے اکثر و بیشتر محروم رہتے ہیں۔ اس موضوع پر شری جے پرکاش نرائن کی صدارت میں کچھ سوچ بچار بھی ہوا تھا اور امید ہے کہ اس مسئلے کا بھی حل جلد نکل آئے گا"

اس تقریر کے بعد تقریباً دو گھنٹے کی یہ دلچسپ صحبت ختم ہوئی۔

(نامہ نگار خصوصی)

روس میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی تنظیم

(۳)

بالغوں کی اسکولی تعلیم اور مراسلاتی تعلیم

زیر نظر مضمون "روس میں ایڈلٹ ایجوکیشن کی تنظیم" کی تیسری اور آخری قسط ہے۔ مضمون کی پہلی قسط میں "روس کی خاتمہ ناخواندگی کی تحریک" کا مختصر تعارف پیش کیا گیا تھا اور دوسری قسط میں "بالغوں کی اسکولی تعلیم" کے سلسلہ میں "ابتدائی تعلیم" کی صورت حال پیش کی گئی تھی اور بالغوں کے سکینڈری اسکولوں کے کاموں سے متعارف کیا گیا تھا۔ اس تیسری قسط میں "بالغوں کے سکنڈری اسکولوں" کا باقی حصہ دیا جا رہا ہے اور اس کے بعد روس میں بالغوں کی مراسلاتی تعلیم کا پروگرام پیش کیا گیا ہے۔

ایڈیٹر

۱۲۔ شہروں اور قصبوں میں ۸ ویں اور ۱۱ ویں جماعت کے شام کے سکینڈری اسکولوں میں تعلیم بالغان کا کام کرنے والے کل وقتی اساتذہ کام کرتے ہیں جنھیں تعلیم بالغان کے میدان میں کام کرنے کا تجربہ ہوتا ہے۔ یہاں شہروں کے اسکولوں میں ۴۰ فی صدی اساتذہ ایسے ہیں جو صرف تعلیم بالغان کے میدان میں کام کرتے ہیں جبکہ گاؤں کے شام کے اسکولوں میں ان کا تناسب ۸ فی صدی ہے ان دونوں علاقوں کے درمیان یہ جو فرق ہے وہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اس لئے کہ گاؤں کے اسکول عام طور سے اتنے بڑے نہیں ہوتے کہ ان میں تعلیم بالغان کے کل وقتی اساتذہ کی ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ گاؤں میں اسکول صرف اس زمانے میں چلتے ہیں جبکہ کھیتی کے کاموں سے لوگوں کو کچھ فرصت ہوتی ہے۔ ان اسکولوں میں اساتذہ کو محض ۹ مہینے تنخواہ دی جاتی ہے (اس میں سالانہ تعطیلات کی تنخواہ بھی شامل ہے) ان حالات میں نہ تو یہ مناسب ہے اور نہ ممکن کہ گاؤں کے بالغوں کے اسکول (شام کے اسکولوں) میں ایسے اساتذہ رکھے جائیں جو بچوں کے عام سکنڈری اسکولوں میں نہ پڑھاتے ہوں۔

۱۳۔ بالغوں کے زیادہ تر اسکولوں میں بالخصوص گاؤں کے اسکولوں میں کلاسیں شام کے وقت لگتی ہیں۔ یہ بات اس

ے پہلے بتا چکا ہوں کہ ایسے اسکول جن کی اپنی عمارتیں ہیں۔ وہاں باری باری دن اور رات دونوں وقت کلاسیں لگتی ہیں۔ ملوں اور کارخانوں میں کچھ لوگ دن کی باری میں کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ رات کی باری میں، اس طرح کے اسکولوں سے دونوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔ رات کی باری میں کام کرنے والے دن کے اسکولوں میں داخلہ لیتے ہیں اور دن کی باری میں کام کرنے والے شام کے اسکولوں میں۔ سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء میں دن اور شام دونوں وقت لگنے والے اسکولوں کی تعداد ۲۵۰۰ سے بھی زائد تھی یعنی شام کے اسکولوں کی کل تعداد کا ۶/۴ فیصدی۔ ان اسکولوں میں ۱۰ لاکھ سے زائد طلبار زیر تعلیم ہیں۔ پانچویں سے آٹھویں اور نویں سے گیارھویں جماعت تک کے شام کے سکنڈری اسکولوں میں پڑھائی اس اسکول کے حالات کے پیش نظر ہفتے میں ۳ یا ۴ بار ۵ یا ۶ گھنٹے روزکے حساب سے ہوتی ہے۔ حکومت روس کے ایک فیصلے کے مطابق ہر وہ شخص جو ان کلاسوں میں شریک ہوتا ہے اسے ہفتے میں ایک دن آدھی تنخواہ پر چھٹی دی جاتی ہے یا اس کے بقدر روزانہ کام کے گھنٹوں میں کمی کر دی جاتی ہے اس کے علاوہ صنعت گاہوں کے ڈائرکٹروں، عمارتی اور دوسرے تعمیراتی کاموں کے نگرانوں، دفتروں اور دوسری انجمنوں اور تنظیموں کے سربراہوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کلاسوں میں شریک ہونے والوں کو اس رعائت کے علاوہ ہفتے میں ایک یا دو دن رخصت بلا تنخواہ دے سکیں۔

۱۴۔ شام کے سکینڈری اسکولوں کا نصاب تعلیم مرکزی وزارت تعلیم تیار کرتی ہے اور وہی اس کے نفاذ کی ذمہ دار ہے اس نصاب تعلیم میں مختلف عوامی جمہوریہ کی علاقائی خصوصیتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ شام کے اسکولوں کی تعلیم کے خاص خاص اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

اساتذہ پڑھائے جانے والے مضمون کا خلاصہ لیکچر، کہانی یا بات چیت کے انداز میں پیش کر دیتے ہیں اس میں تعلیم کے دوسرے امدادی وسائل سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اساتذہ کی رہنمائی میں مطالعہ گاہوں اور تجربہ گاہوں میں طلبار کام کرتے ہیں زیادہ طالب علموں کی مزید رہنمائی پر اساتذہ خاص توجہ دیتے ہیں، زبانی، تحریری اور عملی جانچ اور سیر سپاٹوں کا اہتمام اور پڑھائی کو زیادہ دلکش بنانے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ طلبار میں خاص طرح کی عادات و اطوار پیدا کرنے میں لوگوں کی زندگی اور ان کے پیشے کے کاموں کے تجربات سے مدد لی جاتی ہے۔ غرض ان کلاسوں میں ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں جہاں سارے کام بغیر کسی خارجی مدد کے انجام پائیں اور لوگ اپنی زندگی کے تجربوں سے تعلیم میں پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں

خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم

۱۵۔ کلاسوں میں باقاعدہ داخلہ لے کر پڑھنے کے ساتھ ساتھ روس کے محنت کش عوام کو خط و کتابت کے ذریعہ

اپنی سکنڈری تعلیم مکمل کرنے کے بھی مواقع حاصل ہیں۔ اس سے لوگوں کو اپنے کام میں کسی طرح کا ہرج ہوئے بغیر تعلیم جاری رکھنے کا موقع ملتا ہے۔ یہ کام یا تو خاص اس مقصد کے لئے قائم "مراسلاتی اسکول" انجام دیتے ہیں یا شام کے سکنڈری اسکولوں میں اس کے لئے مراسلاتی تعلیم کے شعبے قائم کئے گئے ہیں جو یہ کام انجام دیتے ہیں۔ یہ مراسلاتی اسکول یا مراسلاتی تعلیم کے شعبے ریاستوں کی وزارت تعلیم کے فیصلوں یا سوویت نمائندوں کی علاقائی مجلس کی انتظامیہ کمیٹی کے فیصلوں کے ماتحت قائم ہوئے ہیں۔ مراسلاتی اسکول وہاں قائم کئے جاتے ہیں جہاں ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کم سے کم ایک ہزار ہو۔ کم سے کم .. اکی تعداد ہونے پر شام کے سکنڈری اسکول اپنے یہاں "مراسلاتی تعلیم کے شعبے" قائم کرتے ہیں۔

اسکول سے باہر اپنے گھروں پر رہ کر خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے والے طلبا میں تعلیم کا شوق بنائے رکھنے کے لئے مراسلاتی اسکول یا مراسلاتی تعلیم کے شعبے اپنے اہتمام میں جگہ جگہ تعلیمی مرکز قائم کرتے ہیں۔

خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور مدد کے لئے جو تعلیمی مرکز قائم کئے جاتے ہیں وہ کسی شام کے اسکول سے وابستہ ہوتے ہیں اور ان کی تنظیم اسی وقت کی جاتی ہے جبکہ اس مرکز کی خدمات سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں کی تعداد کم سے کم ۱۶۰ ہو۔

جن علاقوں میں اس طرح کے مرکز نہیں کھولے جا سکتے ہیں وہاں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ طالب علموں کو ان کی رہائش گاہ کے قریب کے کسی اسکول سے انفرادی طور پر وابستہ کر دیا جائے۔

مراسلاتی اسکولوں اور مراسلاتی تعلیم کے شعبوں کا خرچ حکومت کے بجٹ میں شامل ہوتا ہے۔ مراسلاتی تعلیم کے شعبے صرف ان لوگوں کو داخلہ دیتے ہیں جن کی عمر ۱۶ سال یا اس سے اوپر ہو اور کم سے کم ابتدائی تعلیم مکمل کر چکے ہوں۔ ہر سوویت ریپبلک میں مراسلاتی اسکول اور مراسلاتی تعلیم کے شعبے وزارت تعلیم کے مقررہ نصاب تعلیم کو اختیار کرتے ہیں۔

تمام ریاستوں میں مراسلاتی تعلیم کے بنیادی اصول یکساں ہیں جو مختصراً یوں بیان کئے جا سکتے ہیں۔

- مراسلاتی تعلیم کی بنیاد ہے کسی طرح کی مدد حاصل کئے بغیر طلبا کا اپنے طور پر درسی کتابوں اور دوسرے تربیتی وسائل کے سہارے تعلیم جاری رکھنا۔
- مراسلاتی تعلیم کے کاموں میں طلبا کو مدد دینے کے لئے جگہ جگہ تعلیمی مرکز قائم کرنا اور جہاں ایسے مرکز قائم نہ ہوئے ہوں وہاں طلبا کو گروپ بنا کر یا انفرادی طور پر صلاح و مشورہ دینا اور لوگوں کی پڑھائی کی جانچ کرتے رہنا۔

خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کرنے والے طلبا کے گروپ کی رہنمائی کے لئے صلاح و مشورے میں مندرجہ ذیل

باتیں شامل ہوتی ہیں

(الف) اہم مضامین پر لیکچر اور مشکل باتوں کی وضاحت ۔

(ب) گھروں پر اپنے طور پر تعلیمی کام جاری رکھنے کے سلسلہ میں ضروری باتیں ۔

(ج) تجربہ گاہوں کے عملی سبق ۔

(د) درسی کتابوں، تعلیم کے امدادی سامانوں، لغت اور حوالے کی کتابوں کا مناسب استعمال

ایک گروپ میں کسی ایک جماعت کے طلبار شامل ہوتے ہیں ۔

طلبار کو انفرادی طور پر صلاح و مشورہ دینے کے سلسلے میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وہ کسی بھی مضمون کی تیاری میں اپنی سہولت کے وقت میں اسکول کے اساتذہ سے مدد لے سکیں ۔ یہ مشورے بیشتر طلبار اور اساتذہ کے سوال و جواب کی شکل میں ہوتے ہیں ۔ طلبار اپنے مشکل سوال اساتذہ کے سامنے رکھتے ہیں اور اساتذہ ان کا تسلی بخش جواب فراہم کرتے ہیں اور مشکل مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کر دیتے ہیں جس سے کہ طلبار کو اپنے مطالعے میں کوئی خاص دشواری نہ پیش آئے

★ نصاب تعلیم کی بنیاد پر طالب علم کی معلومات کی جانچ کرنا ۔

شام کے سکینڈری اسکولوں اور مراسلاتی تعلیم کی کلاسوں میں معیار کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے ۔ دونوں جگہ ایک ہی نصاب تعلیم رائج ہوتا ہے اور درسی کتابیں بھی ایک جیسی ہوتی ہیں ۔ صلاح و مشورے کے لئے طالب علموں کے جو گروپ بنائے جاتے ہیں ان کو اسکولوں کی تجربہ گاہوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ ان گروپوں کو اسکولو کے آڈیو ویژول کے سامانوں سے بھی فائدہ اٹھانے کا موقع رہتا ہے ۔

جہاں تک ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا تعلق ہے مراسلاتی تعلیم میں ان سے ابھی تک بہت کام نہیں لیا جاسکا ہے، وہ لوگ جو اپنے روزگار سے لگے ہوئے ہیں اور خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ لوگ جو شام کے اسکولوں میں داخلے کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ تعلیمی سال کے دوران ایک "تعلیمی ہفتہ" مناتے ہیں ۔ اس ہفتہ میں کام کے گھنٹوں میں کچھ کمی کر دی جاتی ہے یا ایک دن کی با تنخواہ چھٹی دی جاتی ہے ۔ یہ رعایت ہفتہ میں ایک دن آدھی تنخواہ پر چھٹی ملنے کے حق کے علاوہ ہے ۔

وہ تمام لوگ جو کلاسوں میں باقاعدہ داخلہ لے کر یا خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ انھیں سکینڈری اسکول کی مختلف جماعتوں میں مندرجہ ذیل مضامین پڑھنے ہوتے ہیں ۔

۱۔ علاقائی زبان ۔ ۲۔ ادب ۔ ۳۔ ریاضی ۔ ۴۔ دنیا کی تاریخ ۔ ۵۔ روس کی تاریخ ۔ ۶۔ سماجی علوم ۔ ۷۔ جغرافیہ ۸۔ سائنسی علوم (فزکس کیمسٹری وغیرہ) ۹۔ ٹیکنکل ڈرائنگ اور ۔ ۱۰۔ ایک بدیسی زبان ۔

ان اسکولوں میں آٹھویں اور گیارھویں جماعت کا امتحان فائنل امتحان ہوتا ہے۔ اس لئے پانچویں، چھٹی، ساتویں اور نویں اور دسویں جماعت میں طلبا کو آگے کی جماعت میں ان کے کام اور پڑھائی کے ریکارڈ کی بنیاد پر ترقی دے دی جاتی ہے ان جماعتوں میں کوئی خاص جانچ نہیں لی جاتی ہے۔ بہرحال ایسے طالب علم جو کسی خاص مضمون میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں ان کو گھر پر پورا کرنے کے لئے کچھ کام دے دیئے جاتے ہیں اور چھٹیوں کے بعد ان کی جانچ کر لی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنی تعلیمی کمی کو پورا کر لیا یا نہیں۔ وہ لوگ جو اس جانچ میں پورے نہیں اترتے ان کی ترقی روک لی جاتی ہے وہ دوبارہ اسی کلاس میں پڑھتے ہیں۔

آٹھویں اور گیارھویں جماعت کے تمام طلبا خواہ انھوں نے شام کے سکنڈری اسکولوں میں تعلیم حاصل کی ہو یا خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم مکمل کی ہو، ان سب کو سکنڈری کے فائنل امتحان میں بیٹھنا ہوتا ہے۔ یہ امتحان بچوں کے عام سکنڈری اسکول کے امتحان کے معیار کا ہوتا ہے۔

امتحان دینے کے لئے طلبا کو اپنے کارخانوں سے مزید چھٹیاں مل جاتی ہیں۔ آٹھویں جماعت کے امتحان کے لئے ۸ دن کی چھٹی اور گیارہویں جماعت کے امتحان کے لئے ۲۰ دن کی چھٹی ملتی ہے۔

سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے تعلیمی سال میں شام کی کلاسوں اور مراسلاتی تعلیم کے ذریعہ آٹھویں جماعت کا فائنل امتحان ۳ لاکھ طالب علموں نے پاس کیا اور گیارھویں جماعت کا فائنل امتحان ۲ لاکھ ۶۰ ہزار طالب علموں نے۔

۱۶۔ شام کی کلاسوں اور خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم حاصل کر کے امتحان دینے کے علاوہ کچھ لوگ اپنے طور پر پڑھ کر نجی امیدوار کی حیثیت سے بھی امتحان میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ امتحان عام اسکولوں کے نصاب تعلیم اور عام درسی کتابوں کی بنیاد پر لیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو نہ تو کہیں داخلہ لینا پڑتا ہے اور نہ کسی لیکچر وغیرہ میں شرکت کی ضرورت ہوتی ہے۔ نجی امیدواروں کو امتحان میں بیٹھنے کے لئے با تنخواہ چھٹیاں مل جاتی ہیں۔ آٹھویں جماعت کے فائنل امتحان کے لئے ۱۵ دن اور گیارہویں کے فائنل امتحان کے لئے ۲۰ دن کی چھٹی ملتی ہے۔ سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے تعلیمی سال میں نجی امیدوار کی حیثیت سے امتحان پاس کرنے والوں کی تعداد ۲۰۰، ۷ تھی۔

۱۷۔ کل روسی تعلیمی اکاڈمی (اکاڈمی آف پیڈاگاجیکل سائنسز) نے شام کے اسکولوں اور مراسلاتی اسکولوں کی تعلیم کے سلسلے میں باقاعدہ تحقیق کا ایک شعبہ اپنے اہتمام میں قائم کیا ہے۔ اس کا مقصد بالغوں کو پڑھانے کے طریق کار اور مواد تعلیم کے بنیادی اصول متعین کرنا اور تعلیم کے اس میدان میں کام کرنے والے اداروں کو ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع فراہم کرنا ہے۔

مرکزی وزارت تعلیم "شام کے سکینڈری اسکول" (Evening Secondary School) کے نام سے ایک رسالہ شائع کرتی ہے۔ اس رسالے کے توسط سے ان اسکولوں کے اساتذہ آپس میں اپنے تجربات اور تعلیم بالغان کے اہم مسائل سے متعلق تبادلہ خیال کرتے ہیں جس سے کہ بالغوں کی تعلیم کی تنظیم، طریق کار اور مواد تعلیم کو بہتر بنانے میں مدد مل سکے۔

۱۸۔ بالغوں کی اسکولی تعلیم کو فروغ دینے کے سلسلے میں صنعت گاہیں بھی بہت نمایاں خدمات انجام دے رہی ہیں اکثر صنعت گاہوں نے شام کے سکینڈری اسکولوں کے لئے عمارتیں خود بنوائی ہیں اور اس کی مرمت وغیرہ اور دوسرے ساز وسامان اسکول میں فراہم کرنے کے لئے وسائل بھی مہیا کئے ہیں۔

۱۹۔ روس میں تعلیم بالغان کے نظام کو زیادہ ہمہ گیر اور جامع شکل دینے کے سلسلے میں خاص توجہ ان نوجوان مزدوروں اور سہکاری کھیتوں پر کام کرنے والے کاشتکاروں کی تعلیم پر دی جا رہی ہے، جن کی سکینڈری اسکولوں کی تعلیم نامکمل رہ گئی ہے مقامی ریاستیں، اقتصادی انجمنیں، ٹریڈ یونینیں اور نوجوانوں کی انجمنیں روسی کمیونسٹ پارٹی کے اس فیصلے کو عملی جامہ پہنانے میں دل وجان سے لگی ہوئی ہیں کہ

"۱۹۷۰ تک ان تمام لوگوں کو آٹھویں جماعت تک کی تعلیم مکمل کرنے کا موقع دیا جائے جو ملک کی اقتصادی ترقی کے کاموں میں لگ جانے کی وجہ سے اس معیار کی تعلیم مکمل نہیں کر سکے ہیں۔"

(ختم)

{"روس میں اڈلٹ ایجوکیشن کی تنظیم" کا یہ تعارف انڈلٹ ایجوکیشن کے روسی وفد نے پیش کیا تھا۔ یہ وفد اپریل ۱۹۶۴ء میں ہندوستان کے دورے پر تین ہفتے کے لئے ہندوستان آیا تھا۔ وفد کے ممبر تھے مسٹر این این بالوف (صدر) مسٹر ایس ایس بیلوسوف اور مسٹر جی وی میکا بریز۔}

تعارف

مزدوروں کی تعلیم کا ایک ادارہ
ورکرز ایجوکیشن سوسائٹی کلکتہ

کیا ہے؟ کیا کرتی ہے؟

آزاد مزدور سبھاؤں کی بین الاقوامی انجمن International Confederation of Free Trade unions نے کلکتہ میں مزدوروں کی تعلیم کا ایک ایشیائی کالج (Asian Trade Union College) قائم کر رکھا ہے۔ یہ کالج مختلف ملکوں کے مزدور انجمنوں کے نمائندوں کی تعلیم کا انتظام کرتا ہے۔ اس کالج کا خاص مقصد ہے مزدوروں میں مزدور سبھاؤں کے رکن کی حیثیت سے تعلیم کا شوق پیدا کرنا۔ کلکتہ کی ورکرز ایجوکیشن سوسائٹی، کلکتہ کے مزدوروں کے اس شوق کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایشین ٹریڈ یونین کالج سے ٹریننگ پائے ہوئے وہ مزدور لیڈر جو کلکتہ اور اس کے گردونواح میں رہتے تھے انھوں نے اپنے ایک جلسہ میں اس سوسائٹی کے قیام کی تجویز پاس کی تھی۔ اس طرح ۲۲ فروری ۱۹۵۹ء کو اس سوسائٹی کے قیام کا دن مانا جا سکتا ہے۔ اس سوسائٹی کا مقصد ہے مزدوروں میں بیداری پیدا کرنا کہ وہ آزاد اور جمہوری مزدور انجمنوں کی تحریک کی ضرورت اور اپنی زندگی اور رہن سہن کے معیار کو اونچا اٹھانے میں اس تحریک کی افادیت کو سمجھ سکیں اور اس طرح وہ ایک ایسے سماج کی تعمیر میں ہاتھ بٹا سکیں جو صحیح معنی میں جمہوری سماج ہو جہاں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا خون نچوڑتا نہ ہو اور ہر فرد کو یہ آزادی ہو کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق ترقی کے اونچے سے اونچے زینے تک پہنچ سکے۔

اس کی تنظیم کی ضرورت کیوں سمجھی گئی؟

ایشین ٹریڈ یونین کالج کے مختلف کورسوں میں تعلیم حاصل کر کے نکلنے والے مزدور رہنما بہت دنوں سے مزدور

سبھاؤں میں کام کرنے والوں کی ایک سوسائٹی کے قیام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ ان کورسوں میں شرکت کے دوران ان لوگوں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی کہ آزاد اور جمہوری انداز پر مزدور انجمنوں کی تحریک مزدوروں کے حق میں بہت مفید ثابت ہوگی اور وہ لوگ یہ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس طرح کی تحریک میں شامل کئے جائیں۔ ان کورسوں کو پورا کرکے اپنی اپنی مزدور انجمنوں کے کام میں واپس آنے کے بعد ہر ایک نے یہ کوشش کی کہ آزاد اور جمہوری مزدور انجمنوں کی تحریک کے سلسلے میں کوئی تعلیمی کام شروع کیا جائے جس سے کہ ان کے ساتھیوں کو اس سلسلے میں ضروری معلومات فراہم کی جا سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل کام تھا جس میں قدم قدم پر خطرہ تھا ایک تو ساتھی مزدوروں میں اس طرح کے کاموں کی طرف سے کوئی شوق نہیں تھا۔ دوسرے وسائل کی کمی۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود کچھ لوگوں نے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ اس سے کچھ دوسرے لوگوں میں بھی کام کا شوق پیدا ہوا سب کے سامنے ایک جیسی دشواریاں تھیں اور ان دشواریوں نے ان لوگوں کو اس بات پر سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنی ایک انجمن قائم کریں تاکہ انھیں ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ کلکتہ کی ورکرز ایجوکیشن سوسائٹی کے قیام کے پیچھے یہی تحریک کارفرما تھی۔

ابتدائی کوششیں

تمام کلکتے کے مزدوروں کے لئے کوئی تعلیمی منصوبہ بنانا اور اس کے مطابق کام شروع کرنا کافی مشکل کام تھا سوسائٹی کے قیام کے بعد شروع کے چند ہفتے میں سوسائٹی کے ممبر بسا اوقات اس مسئلے پر سوچ بچار کے لئے مل بیٹھتے تھے مگر کسی نتیجہ پر پہنچنے کا سوال ہی نہیں تھا کہ یہ کام شروع کس طرح کیا جائے۔ سوسائٹی کے پاس نہ تو کوئی جگہ تھی اور نہ وسائل تھے۔ ان حالات میں یہ سوچا گیا کہ صرف اتوار کے دن الشین ٹریڈ یونین کالج کے ہال میں کلاس لگائی جائے اس فیصلے کے مطابق پہلے اتوار کی اسکول کا افتتاح ۲۹ مارچ ۱۹۵۹ء کو شری آر۔ سی۔ پردھان سکریٹری ہند مزدور سبھا نے کیا۔

اتوار کے دن لگنے والی ان کلاسوں میں مزدور طالب علموں کے پابندی سے آنے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہمارے ہمارے سامنے تھا۔ ہمارے مزدوروں کو اس طرح کے کسی تعلیمی پروگرام میں اس سے پہلے شریک ہونے کا کبھی موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے انھیں اس کورس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ دوسری طرف مزدور سبھاؤں کے بعض بعض لیڈروں کو اس تعلیمی پروگرام کی افادیت کا پوری طرح احساس نہیں تھا کہ وہ اپنی یونین کے ممبروں کو ان کورسوں

میں شرکت کا شوق دلا سکیں ۔ کچھ مزدور رہنما نہ صرف یہ کہ اس پروگرام میں بہت دلچسپی نہیں دکھاتے تھے بلکہ اس کے کٹر دشمن بھی تھے ۔ اس لئے مزدوروں کی تعلیم کی اس سوسائٹی کا یہ کام کافی مشکل تھا کہ وہ مزدوروں کو ان ہفتہ واری کورسوں میں پابندی سے شامل ہونے کے لئے تیار کرسکے ۔ سوسائٹی کے ممبر اکثر اتوار کی صبح ہی اپنے مزدور ساتھیوں کے گھر جاتے اور انھیں اپنے ساتھ ان کلاسوں میں لاتے ۔ کام بہرحال شروع ہوگیا تھا اور آہستہ آہستہ دشواریاں کم ہونا شروع ہوئیں مگر ان ساری کوششوں کے باوجود حاضری تیس فی صدی سے زیادہ نہ ہوسکی جو شروع میں ۱۲ اور ۱۵ فیصدی کے درمیان تھی ۔

ظاہر ہے کہ ان کورسوں میں شریک ہونے والوں کی اتنی بڑی تعداد میں غیر حاضری ان کا اہتمام کرنے والی سوسائٹی کے لوگوں کی حوصلہ شکنی کے لئے کافی تھی ۔ اکثر سوسائٹی کے جلسے ممبروں کی بڑی تعداد میں عدم موجودگی کے سبب ملتوی کر دینے پڑتے تھے مگر اتواری کورس جیوں جیوں مقبول ہوتے گئے ۔ حاضری کا مسئلہ بھی سلجھتا گیا اور سوسائٹی کے ممبروں کا حوصلہ بھی بڑھتا گیا ۔ اب نئی نئی سرگرمیاں بھی شروع کی گئیں ۔

سوسائٹی کے کام

ٹریڈ یونین کا ممبر ہونے کی حیثیت سے مزدوروں کی تعلیم کا کام کرنے کے لئے یہ سوسائٹی دو طرح سے کام کرتی ہے ایک تو براہ راست اپنے اہتمام میں اور دوسرے اپنے ممبروں کے توسط سے ۔ سوسائٹی براہ راست اپنے اہتمام میں جو کام کرتی ہے وہ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :۔

ہفتہ واری کورس

ٹریڈ یونین سے متعلق مختلف موضوع پر ہفتے میں ایک دن (اتوار کے دن) کے حساب سے چھ ہفتے کا کورس منعقد کرنا ا۔ مزدور سبھائیں کیا ہیں ؟ ۲۔ مزدور سبھائیں اور جمہوریت ۔ ۳۔ یونین کے دستور ۔ ۴۔ یونینوں کا وفاق ۔ ۵۔ ہندوستان اور دنیا کی مزدور سبھا تحریک کی تاریخ ۔

ایک ہفتے کا مختصر کورس

اس طرح کا کورس کسی خاص صنعت سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کے لئے چلایا جاتا ہے ۔ یہ کورس پورے

وقت کا ہوتا ہے۔ صبح سے شام تک کلاسیں چلتی ہیں۔ انھی ہفتہ واری کورس کے سلسلے میں جن موضوعات کا ذکر آ چکا ہے۔ ان کے علاوہ اس کورس میں اس بات پر بھی توجہ دی جاتی ہے کہ یہ مزدور جس کسی خاص صنعت سے تعلق رکھتے ہیں اس سے متعلق قوانین و ضوابط کا بھی انھیں علم کرا دیا جائے۔

سمینار

مزدوروں کی دلچسپی کے کسی ایسے موضوع پر خاص طرح کے سمینار منعقد کرنا، جس کے بارے میں وہ اپنے طور پر مطالعہ کے خواہش مند ہوں۔ اس طرح کا سمینار تین سے چھ گھنٹے تک چلتا ہے۔ موضوع بحث سے متعلق ایک خاکہ پہلے سے تیار کر لیا جاتا ہے۔ یہ خاکہ اس میں شرکت کرنے والے مزدوروں میں پہلے سے تقسیم کرا دیا جاتا ہے اور اسی خاکے کی بنیاد پر بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔

فورم

اس طرح کے سمینار کے بعد ایک فورم کیا جاتا ہے، جس میں مزدوروں کو سمینار کے مجوزہ موضوع پر ماہرین کی رائے معلوم ہو جاتی ہے۔ اس طرح کے فورم میں خاص طور سے ان نکتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جن پر مزدوروں کی بحث و مباحثے کی نشستوں میں اختلاف رائے رہتا ہے۔

استادوں کے تربیتی کورس

سوسائٹی ایسے ممبروں کے لئے تربیتی کورس منعقد کرتی ہے جو مزدور سبھاؤں سے متعلق مختلف کورسوں کی تنظیم میں مدد دیتے ہیں۔ اس طرح کا کورس عموماً ایک دن کا ہوتا ہے۔ اس میں شرکت کرنے والوں کے کئی گروپ بنا دیئے جاتے ہیں اور ہر گروپ میں ایشین ٹریڈ یونین کالج کے ترتیب دیئے ہوئے نوٹ پڑھے جاتے ہیں اور پھر ان پر غور و خوض ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ "بحث و مباحثے" کے حلقے منعقد کرنے کے سلسلے میں کچھ عملی تربیت بھی دی جاتی ہے

ان سرگرمیوں کے علاوہ　　　مزدوروں کی تعلیم اور مزدور سبھاؤں کے سلسلے کی خاص طرح کی کتابیں اور دوسرے تعلیمی سامان تیار کرنے کی کوشش بھی کی گئی مگر چونکہ اس میں کافی سرمائے کی ضرورت ہے اس لئے سر دست یہ کام ملتوی کر دیا گیا ہے۔ ہندی اور بنگلہ میں سوسائٹی نے بحث و مباحثہ کی رپوٹیں شائع کی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

رفتار کارواں (خبریں)

خواندگی کے لئے پلاننگ کمیشن کا
پائلٹ پروجیکٹ

تیسرے پنج سالہ پلان کے باقیماندہ دو سال میں بالغوں کی خواندگی کا ایک پائلٹ پروجیکٹ ترتیب دینے کے لئے ایک منصوبہ ساز حلقہ (ورکنگ گروپ) قائم کیا گیا ہے۔ یہ پائلٹ پروجیکٹ چند اضلاع کے کچھ منتخب علاقوں میں شروع کیا جائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے اس پائلٹ پروجیکٹ سے چوتھے پلان کے لئے خاتمۂ ناخواندگی کی بڑی مہم کی منصوبہ بندی کرنے میں مدد لی جائے گی جس کے لئے ایک معقول رقم کی گنجائش رکھی جانے والی ہے۔

اس منصوبہ ساز حلقے کی پہلی بیٹھک کچھ دن ہوئے، دلی میں ہو چکی ہے۔ جن حضرات کو اس مقصد کے لئے مدعو کیا گیا تھا، وہ یہ ہیں؛ شری اے۔ آر۔ دیشپانڈے، شری سوہن سنگھ، ڈاکٹر ٹی۔ اے۔ کوشی، شری شالگ رام پتھک، شری ایم۔ سی۔ نانا وٹی اور شری ایس۔ سی۔ دتا۔

معلوم ہوا ہے کہ پلاننگ کمیشن کے ممبر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ ان پروجیکٹوں پر کام شروع کرنے کے لئے بے چینی سے مشتاق ہیں چنانچہ موصوف اس سلسلے میں وزیر تعلیم اور وزارت کے سینئر افسروں سے ملاقاتیں کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس سلسلے میں ۲۲ پائلٹ پروجیکٹ شروع کئے جائیں گے۔

(آئی۔ جے۔ اے۔ ای)

پندرہ سال میں مکمل خواندگی

پی۔ ٹی۔ آئی کی اطلاع ہے کہ جنرل ایجوکیشن کے لئے پلاننگ کمیشن کے منصوبہ ساز حلقے (ورکنگ گروپ) نے مشورہ دیا ہے کہ ہر پلان کے لئے خواندگی کے تدریجی نشانے مقرر کئے جائیں تاکہ چھٹے پنج سالہ پلان کے اختتام تک ملک

کے تمام ان پڑھ بالغ خواندہ ہوجائیں اور ایک شخصِ واحد بھی ناخواندہ نہ رہ جائے۔ گروپ نے تجویز پیش کی ہے کہ چوتھے پلان کے ختم ہوتے ہوتے ۵ کروڑ ناخواندہ بالغوں کو خواندہ بنا دیا جائے جس کے اوپر اندازاً ۹۰ کروڑ روپے کا خرچ آئے گا۔

ملک میں ناخواندگی کی صورت حال کے بارے میں تازہ ترین تحقیقیں ہوئی ہیں، ان کے مطابق پوری آبادی میں جو کم و بیش ۴۹۲ ملین (کچھ اوپر ۴۹ کروڑ) ہے موجودہ پلان کے ختم تک ۱۴ سے ۴۵ سال کی عمر کے تقریباً ۲۰ کروڑ اشخاص ان پڑھ ہوں گے۔

مہم کے دوران میں ناخواندگی کے مقابلے کے لئے دو طرف سے حملہ کیا جائے گا۔ جس وقت ان پڑھ بالغوں کو ابتدائی پڑھنا لکھنا اور حساب پڑھایا جا رہا ہوگا اُسی وقت سے بچوں کی ابتدائی تعلیم میں بھی اُسی قدر توسیع کی جائے گی تاکہ اس سے ناخواندگی کو اور آگے ہاتھ پاؤں پھیلانے سے روکا جا سکے۔ بالغوں کو ابتدائی خواندگی ہی کی منزل پر چھوڑ نہیں دیا جائے گا بلکہ اس میں پختگی پیدا کرنے کے لئے مزید تعلیم کا انتظام بھی کیا جائے گا۔

معلوم ہوا ہے کہ گروپ نے مالیات کے سلسلے میں یہ رائے دی ہے کہ اس مہم کے دوران میں ریاستوں کو سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کے لئے جس میں خواندگی کی مہم کو مقدم رکھا گیا ہو، مرکز کی طرف سے سو فیصدی گرانٹ دی جائے اس طرح مرکز چوتھے پلان میں اس مہم پر آنے والا پورا خرچ یعنی ۹۰ کروڑ روپیہ دے اور ریاستیں اور مرکزی حکومت کے علاقے اس مہم کو مدد پہنچانے والی خدمات فراہم کر کے ——— یعنی تنظیمی اور انتظامی عملہ بہم پہنچا کر، کتب خانے قائم کر کے نوسکھ بالغوں کا ادب مہیا کر کے اور جنتا کالجوں اور ودیا پیٹھوں کو فروغ دے کر ——— اپنا حصہ پورا کریں۔ آخر الذکر خدمات کو فراہم کرنے پر تخمیناً ۲۰ کروڑ روپیہ خرچ آئے گا اور اس طرح کل مہم پر چوتھے پلان میں ایک سو کروڑ روپے فراہم کرنے ہوں گے۔ تب کہیں جا کر اگلے پنج سالہ پلان میں خاتمہ ناخواندگی کی مہم موثر طور پر چل سکے گی۔

(پی۔ ٹی۔ آئی)

یونیسکو نے ناخواندگی کے خلاف
اپنی عالمگیر مہم کی تفصیلات طے کر لیں

متحدہ اقوام کے ترقیاتی دس برسے (ڈیکیڈ) کی اطلاعات وقتاً فوقتاً "تعلیم و ترقی" کے صفحات میں

دی جاتی رہی ہیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ متحدہ اقوام نے اپنے اس دہ سالہ ترقیاتی پروگرام کے تعلیمی پہلو کو یونیسکو کے سپرد کیا تھا۔ یونیسکو نے تعلیمی ترقی کے دس برسے میں عالمگیر خواندگی پر خاص طور پر زور دیا اور اب یہ پروگرام غور و بحث اور منصوبہ بندی کی منزلوں سے گذر کر عمل کے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے۔ کام کی تفصیلات کے بارے میں ڈائرکٹر جنرل کو مشورہ دینے کی غرض سے یونیسکو نے ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی تھی جس نے اپنی تجاویز اس کے سامنے پیش کر دی ہیں۔ اس کمیٹی کے صدر ہندوستان کے نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ٹی۔ اے کوشی تھے۔
اس کمیٹی نے یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل مسٹر رین ماہیو کو حسب ذیل تجاویز پیش کی ہیں:۔

۱۔ اس مہم کی تین منزلیں ہونی چاہئیں جن میں سے پہلی منزل میں جو تین سال یعنی ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۸ء تک کی ہوگی، چھ سے آٹھ منتخب ملکوں اور ان کے منتخب علاقوں میں خاتمۂ ناخواندگی کے تجرباتی پروگرام چلائے جائیں گے۔ ملکوں اور علاقوں کے انتخاب میں اس بات کو پیش نظر رکھا جائے گا کہ وہاں لوگوں میں پڑھنے لکھنے کا شوق پہلے سے موجود ہو اور مہم کو ہاتھ میں لینے کے لئے ادارے اور تنظیمیں میسّر ہوں۔ یہ ادارے اور تنظیمیں تین طرح کی ہو سکتی ہیں مثلاً اس فیلڈ میں کام کرنے والے سرکاری یا پرائیویٹ محکمے، امداد باہمی کی سوسائیٹیاں اور ٹریڈ یونینیں اور دیہی علاقوں میں کام کرنے والی سنستھائیں جیسے گاؤں کی کونسلیں یا کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے پروجیکٹ۔

۲۔ دوسری منزل دو سال یعنی ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۰ء کی ہوگی۔ اس منزل میں پہلی منزل کے کاموں کا سائنٹفک تجزیہ کیا جائے گا اور نتیجے اخذ کئے جائیں گے تاکہ ان کی روشنی میں آئندہ کے باقی ماندہ پانچ سال کی مہم کے لئے یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل کو مفصل تجاویز پیش کی جاسکیں۔

۳۔ ناخواندگی کے خلاف مہم چلانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خواندگی کو فی نفسہٖ مقصد سمجھ لیا جائے، بلکہ یہ ایک اعلیٰ تر مقصد ــــ بالغوں کی مکمل تعلیم ــــ کا ایک ذریعہ ہے چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ خواندگی کی اس بین الاقوامی مہم کو بالغوں کی تسلسلی تعلیم بالخصوص ٹکنیکل اور پیشہ ورانہ تعلیم سے مربوط کیا جائے۔ صرف اسی حالت میں یہ ممکن ہوگا کہ ملکوں کی سماجی بیداری اور معاشی ترقی کی تحریک میں خواندگی اپنا موثر کردار ادا کر سکے۔

۴۔ اس بین الاقوامی مہم کی مالیات کے بارے میں کمیٹی نے مشورہ دیا ہے کہ اگرچہ اس مہم کے اخراجات کا بڑا حصہ منتخب ملکوں کے قومی بجٹ سے پورا کیا جائے گا لیکن ان کے اس بوجھ کو علاقائی امداد باہمی بین الاقوامی

امداد اور دوسرے ذرائع سے ہلکا کرنے کی کوشش بھی کی جائے گی۔

یونیسکو کے بجٹ کی کیفیت بہرحال کچھ اس طرح کی ہوگی:-

یونیسکو مہم کی اس سہ سالہ پہلی منزل میں اپنے طور پر ۳۳ ملین ڈالر (تقریباً ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر) خرچ کرے گا گویا ہر سال ایک کروڑ دس لاکھ ڈالر۔ اس رقم کی تفصیل یہ ہے کہ ۶۰ لاکھ ڈالر چھ یا آٹھ پروجیکٹوں پر صرف ہوں گے، ۴۰ لاکھ ڈالر نئے اور موجودہ علاقائی پروجیکٹوں پر اور دس لاکھ ڈالر یونیسکو کی مرکزی خدمات پر۔

یہ خرچ، کمیٹی کی تجویز کے مطابق، یونیسکو کے معمول کے بجٹ کے علاوہ ہونا چاہیئے اور اس کی فراہمی کے لئے ممبر ملکوں اور دوسری بین الاقوامی تنظیموں سے امداد کی اپیل کی جانی چاہیئے (ایک ڈالر تقریباً پونے پانچ روپے کے برابر ہوتا ہے)

(یونیسکو فیچرز)

مزدوروں کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن کا پائلٹ پرجیکٹ

دلّی اور بمبئی میں ۱۵ اگست سے شروع ہوگا

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کی طرف سے صنعتی مزدوروں میں اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک پائلٹ پروجیکٹ چلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو رسمی طور پر ۱۵ اگست کو دلّی اور بمبئی میں شروع ہوگا۔ اس پروجیکٹ کا مقصد صنعتی مزدوروں کے ایک ایک منتخب گروپ کو تعلیم اور ٹریننگ کی سہولتیں بہم پہنچانا ہے تاکہ اس کے فیض سے وہ عام مزدوروں کے بیدار مغز اور واقف کار رہنما بندے بن سکیں۔

اس پروجیکٹ کے ماتحت تعلیم کا جو خاکہ ترتیب دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ زیر تعلیم گروپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ:

پارلیمنٹری جمہوریت کا طریقۂ کار کیا ہوتا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہندوستان میں منصوبہ بندی کے اثر سے جس طرح کا سماج ابھر رہا ہے اس میں جو جمہوری سنستھائیں اور انجمنیں بنیں اُن کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو۔ اس نصابِ تعلیم سے گروپ کے ممبروں پر وہ حقائق اور واقعات روشن ہو جائیں گے جو آج کے سماج میں مزدور پیشہ طبقے کے مفادات پر اثر انداز ہو رہے ہیں اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ مزدور

سبھائیں (ٹریڈ یونینیں) جمہوری سماج کو فروغ دینے میں کیا کردار ادا کرسکتی ہیں۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی منصوبہ بنایا گیا ہے کہ دورانِ تعلیم میں گروپ کو رُسل و رسائل کی جدید تکنیکوں کی ٹریننگ بھی دی جائے۔

اس ٹریننگ کا رُخ خاص طور پر اس بات کی طرف ہوگا کہ گروپ کے ممبروں میں تنظیمی صلاحیت اور سرداری کے اوصاف پیدا ہوں اور وہ اُن مسائل پر جو اس وقت مزدور پیشہ طبقے کو درپیش ہیں، عالمانہ انداز میں غور کرنے کے قابل ہو جائیں۔

یہ پروجیکٹ ابھی پائلٹ پروجیکٹ کے طور پر شروع کیا جائے گا اور اگر اس میں کامیابی ہوئی تو اسے دوسرے صنعتی علاقوں میں بھی پھیلایا جائے گا

(آئی۔ جے۔ اے۔ ای)

صفحہ ۲۵ کا بقیہ

مزدوروں کی تعلیم کے مراکز

اس سوسائٹی نے اپنے ممبروں کی مدد سے کلکتہ کے مختلف علاقوں میں مزدوروں کی تعلیم کے ۶ مراکز بھی قائم کیے ہیں۔ یہ مرکز اس علاقے میں رہنے والے سوسائٹی کے ممبروں کی کمیٹی کی زیرِ نگرانی کام کر رہے ہیں۔ یہ کمیٹیاں اپنے تعلیمی مرکز کے پروگرام وغیرہ بنانے میں بالکل آزاد ہیں

(ان مرکزوں کی سرگرمیاں اگلے شمارے میں پیش کی جائیں گی۔)
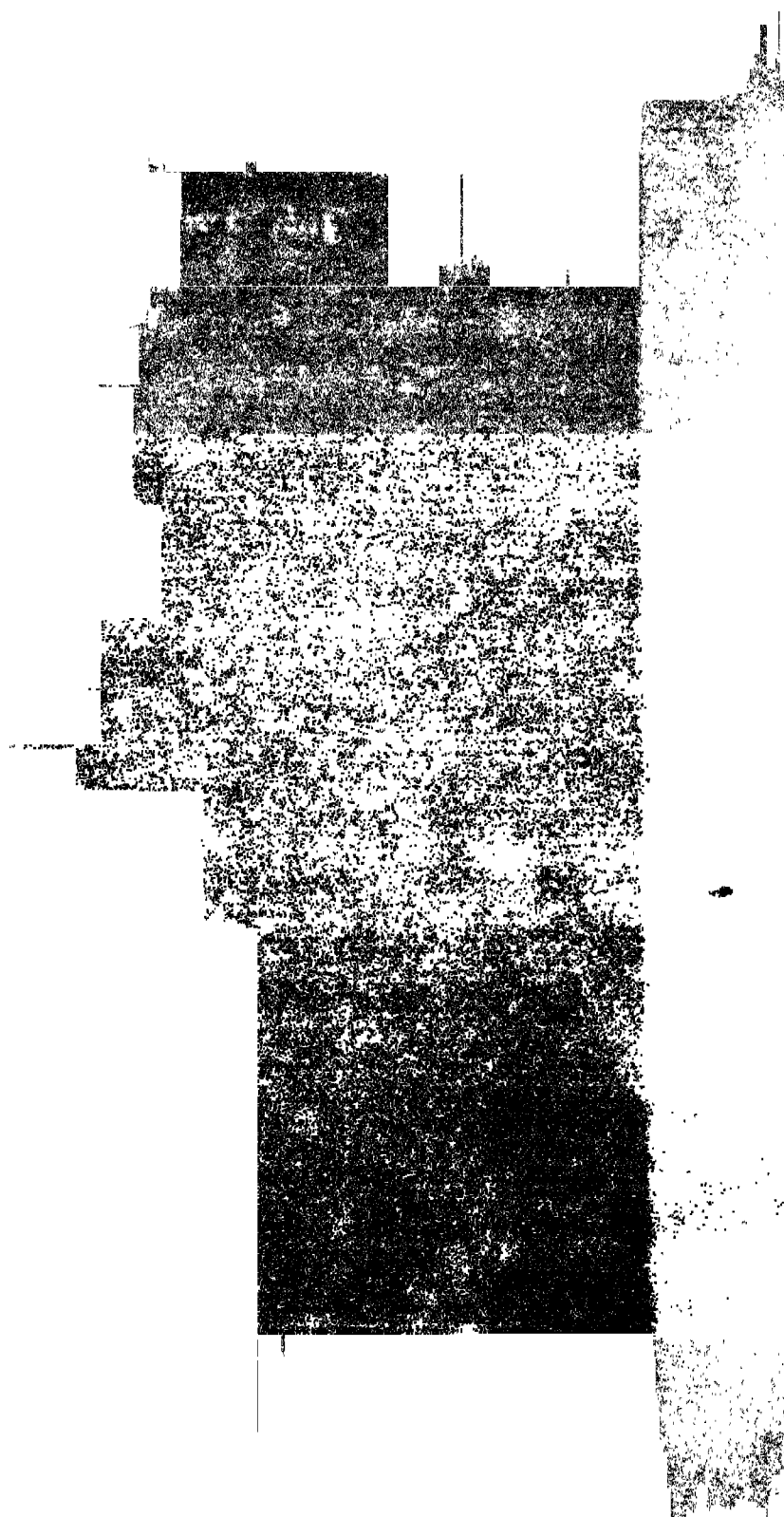
Registered No. D.

THE MONTHLY TALIM-O-TARAQQI,

July 1964.

Printer and Publisher : BARKAT ALI Firaq
Printed at Rama Krishna Printing Press, DELHI.

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

اگست ۱۹۶۴ء
جلد ۱۵ ——— شمارہ ۸

بانی :- شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر :-
پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر :- تعلیم و ترقی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر

قیمت
سالانہ چار روپے   فی پرچہ ۳۷ نئے پیسے

فون ۴۴۴۶۴۷

ترتیب

اشارات

مضامین

رفتار کارواں

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے نوزین پریس جامع مسجد دہلی میں چھپوا کر دفتر تعلیم و ترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

ایک فیصلے پر جم جائیے

اس سال کے آخر تک کسی وقت یونیسکو کے زیر اہتمام نئی دہلی میں ناخواندگی کے خاتمے کے موضوع پر ہندوستان اور پاکستان کے نمایندوں کا ایک ورکشاپ (سیمینار) منعقد ہونے والا ہے۔ اس سے پہلے ہندوستان کے ماہرین کا ایک اسٹڈی گروپ منعقد ہوگا جو ۱۲ سے ۲۶ ستمبر تک وگیان بھون نئی دہلی میں اس موضوع پر غور و بحث کرے گا۔

اس اسٹڈی گروپ (حلقۂ مطالعہ) کے لئے جو عنوانات بحث قائم کئے گئے ہیں وہ علمی نقطۂ نظر سے نہایت صحیح اور صائب ہیں لیکن ان میں سے کوئی عنوان ایسا نہیں ہے جس پر اس سے پہلے کبھی سوچ بچار نہ ہوا ہو۔ ان عنوانات پر سوچ بچار کرنے سے یہ تو ضرور ہوگا کہ جب یہ ماہرین یونیسکو کے سیمنار میں حصہ لیں گے تو وہ خالی الذہن ہو کر کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ تماشائی کی حیثیت سے خاموش بیٹھے سیمنار کی کارروائی دیکھتے رہیں گے۔ وہ ہر معاملے میں ماہرانہ مشورہ دیں گے اور سیمنار کی رپورٹ ان کے عالمانہ خیالات سے پُر ہوگی۔ لیکن سیمنار میں جو کچھ فیصلہ ہوگا ــــ اور یونیسکو کے زیر اہتمام خاتمۂ ناخواندگی کی بین الاقوامی مہم کے فیصلے کی بنیاد پر یہاں بھی فیصلہ یہی ہوگا کہ ۱۹۷۵ء کے آتے آتے ملک سے ناخواندگی کی لعنت کا قلع قمع ہو جانا چاہئے ــــ اس فیصلے کے مطابق عمل بھی ہو سکے گا یا نہیں اس باب میں ہمیں شبہہ ہے۔ ناخواندگی کے خلاف تحریک چلانے کے فیصلے غیر سرکاری ہی نہیں، خالصتہً سرکاری اداروں کے اہتمام میں بھی ہو چکے ہیں لیکن ان فیصلوں نے عمل کا منہ اب تک کبھی نہیں دیکھا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ناخواندگی کے خلاف بین الاقوامی سطح پر تحریک چلانے کے سلسلے میں یونیسکو کے فیصلے سے اثر لے کر حکومت ہند اپنے یہاں یہ تحریک چلانے کا فیصلہ کر لے اور اس کے لئے اسکیم اور سرمائے کی منظوری دے دے لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ منظور شدہ اسکیم ملتوی ہو جائے اور منظور شدہ سرمایہ کفایت شعاری کی قومی تحریک کی بھینٹ چڑھ جائے۔ یونیسکو کی تحریک تو سب جانتے ہیں، قومی حکومتوں کے بجٹ کے اوپر منحصر ہے، وہ تھوڑی سی امداد تو دے سکتا ہے مگر پوری قومی تحریک کو کامیابی سے چلانے کا خرچ تو نہیں اٹھا سکتا! پھر ہندوستان کوئی چھوٹا سا ملک بھی نہیں ہے کہ اُسے دنیا کے دوسرے ملکوں کے ساتھ لے چلنے کی خاطر یونیسکو یہ بھی کر لے گا۔

ان احساسات و خیالات کی بنا پر جہاں ہمیں اس مجوزہ ورکشاپ کے انعقاد کی خوشی ہے اور کسی حد تک اطمینان بھی وہاں ہمارا

ایک مطالبہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اس ورکشاپ میں یہ فیصلہ بھی ہونا چاہئے کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک کو قومی پالیسی کی حیثیت دیں، اور یونیسکو اور یونیسکو کے توسط سے یو۔این۔ (متحدہ اقوام) سے فرمائش کی جائے کہ وہ اپنے اثرات کو کام میں لاکر حکومتوں کو اس کے لئے آمادہ کریں۔ ہمارا خیال ہے کہ جب تک ناخواندگی کے انسداد کو ریاست کی بنیادی پالیسی نہیں بنایا جائے گا، اس وقت تک کوئی اسکیم بھی کارگر نہیں ہوگی خواہ وہ کتنی ہی عالمانہ اور پرکھی پرکھائی کیوں نہ ہو۔

ریاست کی بنیادی پالیسی کی بہت بڑی حیثیت ہوتی ہے۔ حکومت ہند کی یہ بنیادی پالیسی ہے کہ ملک میں ہر قیمت پر امن و امان قائم رکھا جائے گا۔ کسی جگہ بھی فرقہ وارانہ فسادات کو برپا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ کسی جگہ لوگوں کو بھوکوں نہیں مرنے دیا جائے گا چاہے کوئی دوسری اسکیم ملتوی ہو جائے، سرمایہ خواہ کتنا ہی لگ جائے، لیکن ان میں سے ایک بات کی بھی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی اور اگر کہیں اتفاق سے ایسا ہو بھی جاتا ہے تو حکومت کی پوری مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور یہاں تک ہوتا ہے کہ اس حادثے کے بارے میں اگر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں سوال اٹھایا جاتا ہے تو حکومت کو بعض اوقات اُس کی تفصیلات کو چھپانا پڑتا ہے اور یہ جواب دے دیا جاتا ہے کہ اس کا اظہار پبلک کے مفاد کے خلاف ہے۔ بعینہٖ یہی کیفیت خاتمۂ ناخواندگی کی ملک گیر تحریک کی ہونی چاہئے تب کہیں جاکر ملک کے ہر فرد بشر کے خواندہ ہونے کا خواب پورا ہو سکتا ہے روس میں بیس پچیس سال کے اندر اندر ناخواندگی کا مضبوط و مستحکم قلعہ جو ٹوٹ گیا تو وہ اس کے جہاں دیدہ رہنما لینن کے اسی دانش مندانہ اقدام کا نتیجہ تھا۔ اس نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ جب تک ناخواندگی کے خلاف تحریک چلانے کی اسکیم کو ریاست کی بنیادی پالیسی نہ بنایا جائے گا اس وقت تک شاہی اور سرمایہ دارانہ نظام کے ماتحت اندھی ہو جانے والی روسی قوم علم کے دیوتا کے انعامات سے محروم رہنے ہی کو عقل مندی سمجھتی رہے گی، اور جب تک علم کا چشمہ پھوٹ کر پوری قوم کو سیراب نہ کرے گا اُس وقت تک اشتراکی انقلاب کامیابی کا مُنہ نہ دیکھ سکے گا۔

ہندوستان میں ناخواندگی کا قلعہ تو روس کے قلعے سے بھی مضبوط و مستحکم ہے اور یہاں کی قوم کو سامراج والوں نے اندھا بنا دیا ہے۔ ورنہ آزادی کے پندرہ سولہ سال گذر جانے پر بھی اس طرح کی باتیں نہ سُننے میں آتیں کہ "تعلیم سے زیادہ ملک کی انسانی قوت (MAN POWER) کو صحیح راستے پر لگانے کی ضرورت ہے"۔

ہمیں امید ہے کہ اگر ملک سے ۱۹۷۵ء تک ناخواندگی کی لعنت کو سرے سے ختم کر دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اس فیصلے پر اس وقت تک قائم رہا جائے گا جب تک یہ منزل آ نہیں جاتی ہے، اور یہ اُسی وقت اور صرف اسی وقت ممکن ہوگا جب اس فیصلے کو ریاست کی بنیادی پالیسی قرار دیا جائے گا۔

افکار و مسائل

بالغوں کی خواندگی

کیا؟ کیوں؟ کیسے؟

زیرِ نظر مضمون خواندگی کے ایک دیرینہ استاد شری وینکٹ راؤ راسیم نے ماہنامہ تعلیم و ترقی کے لئے بطورِ خاص تحریر فرمایا ہے۔ اگرچہ ایڈیٹر کا مضمون نگار کے جملہ خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے تاہم اس میں بڑے پتے کی باتیں کہی گئی ہیں جو موصوف کے عملی تجربات پر مبنی ہیں۔

وینکٹ راؤ صاحب آندھرا پردیش کے رہنے والے ہیں، مگر ان کے تجربات کی لیباریٹری زیادہ تر شمالی ہندوستان رہا ہے۔ ادھر چند سال سے موصوف ہماچل پردیش اور دہلی کی حکومتوں کی فرمائش پر بالغوں کی خواندگی کا کام کر رہے ہیں، اور دہلی میں یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ مضمون جو بیشتر خطابت کا رنگ لئے ہوئے ہے، قارئین تعلیم و ترقی کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

— ایڈیٹر

ہندوستان کا نام تو بہت بڑا ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے، مگر ساتھ ہی یہ شوشہ بھی لگا ہوا ہے کہ یہاں سب سے زیادہ ان پڑھ بستے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ عوام کی وہ حکومت ہی کیا جس میں ۸۰ فی صدی آبادی ان پڑھ ہو۔ ان پڑھ لوگ اپنی حکومت کیا بنائیں گے اور اگر حکومت بن بھی جائے جیسی کہ بن گئی ہے تو اس سے وہ فائدہ کیسے اٹھائیں گے۔ یا کوئی ناگہانی مصیبت قوم پر آپڑے تو وہ اس کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ عوامی حکومت کے صحیح معنی ہیں روشن دماغ اور تعلیم یافتہ عوام کی حکومت۔ چنانچہ اگر عوام اس معیار پر نہ اتریں تو حکومت کا اولین فرض ہے کہ عوام کو

تعلیم یافتہ بنائے۔ کیونکہ تعلیم ہی تمام ترقیوں کی بنیاد ہے۔ یہ وہ "ماسٹر کی" MASTER KEY ہے جس سے ترقی کے تمام تالے کھل جاتے ہیں۔

اصولاً تو اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرے گا، مگر یہ ضرور کہے گا کہ یہ فوراً ممکن نہیں ہے اور اس کے لئے پندرہ بیس پچاس سال کی مدت چاہیئے چنانچہ اسی اصول پر پندرہ سالہ، بیس سالہ، اور پچاس سالہ پروگرام تیار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے ہزاروں لاکھوں روپئے منظور کر دیئے جاتے ہیں۔ پندرہ بیس یا پچاس سال، کچھ زیادہ مدت نہیں ہے، بشرطیکہ اس مدت میں ہمارے ملک میں کوئی ان پڑھ نہ رہ جائے اور اس کی بدولت ہر شخص، عورت اور مرد اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہو سکے۔

مگر یہ کہنے میں مجھے جھجھک نہیں ہوتی کہ ایسا ہو نہیں سکے گا اس لئے کہ محض پیسہ خرچ کر دینے سے کوئی کام جیسا ہونا چاہیئے ویسا نہیں ہو جاتا۔ ثبوت کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ پچھلے تین پنج سالہ پروگراموں کی سرکاری رپورٹیں میرے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

سرکار جب کوئی پلان بناتی ہے تو وہ ظاہر ہے عوام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کو مکمل اور کامیاب بنانے کے لئے اُسے عملی جامہ پہنانے والے ہونے چاہئیں اور اس پر جو خرچ پڑتا ہے اس کے لئے سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ناگزیر ہیں ان میں سے ایک کی بھی کمی رہے تو وہ پلان اصل معنی میں کامیاب نہیں ہوگا۔ آیئے ان دونوں پہلوؤں پر الگ الگ غور کر لیا جائے۔

پہلی چیز ہمارے عوام ہیں۔ کیا ہمارے دیس کے لوگ چاہے مرد ہوں یا عورتیں، تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہیں؟ کیا اُن میں اتنی قابلیت ہے کہ اس بڑی عمر میں بھی پڑھ لکھ سکیں؟ اگر ہے تو کیا ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اپنے سب کام جاری رکھتے ہوئے پڑھنا لکھنا سیکھ سکیں؟ اگر یہ بھی ہے تو کیا اُن میں اتنا صبر ہے کہ آج کل کے طریقۂ تعلیم کے مطابق معمولی پڑھنا لکھنا سیکھنے کے لئے دو تین سال کا وقت لگاتار دے سکیں؟ عوام سے جو رات دن محنت کر کے جو کی ایک روٹی پکاتے ہیں ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اسکول کے بچوں کی طرح دو چار سال پڑھتے رہیں۔ اس لئے کم سے کم مدت میں کام چلاؤ خواندگی کی اسکیم درکار ہے۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اپنی اسکیم اسی اساس پر بنائے۔

اب یہاں ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس مختصر مدت کی اسکیم کو سارے ملک میں ایک ساتھ لاگو کرنا چاہیئے یا چھوٹی چھوٹی قسطوں میں جس سے پندرہ، بیس، پچاس سال صرف ہوں گے؟ میرا خیال ہے کہ جتنا لمبا عرصہ اس کام کے لئے لیا جائے گا اتنا ہی کم یہ اسکیم کامیاب ہوگی اور اتنا ہی سرمایہ اس میں برباد ہوگا۔ بیس یا

پچاس سال کی مدت صرف کرکے سب کو پڑھنا لکھنا بنا دینے کی اسکیم تیار کرنے سے تو اچھا یہ ہے کہ اس کو اٹھایا ہی نہ جائے۔ ابتدائی تعلیم لازمی کردینے سے ملک کے سب بچے پڑھ لکھ جائیں گے' اور بیس سال میں کوئی نوجوان ان پڑھ رہے گا ہی نہیں۔ صرف بوڑھے یا ادھیڑ ان پڑھ رہیں گے جو آج اپنی نوجوانی میں ان پڑھ ہیں۔ تو ان کے اوپر جو تھے پلان میں بالغوں کی خواندگی کے نام پر کروڑوں روپئے کیوں لگائے جائیں لیکن چونکہ دنیا یہ مانتی ہے کہ بالغوں کو ان پڑھ نہیں رکھنا چاہیے، اس لئے سرکار اسکیم ضرور بنائے گی اور سرمایہ بھی یقیناً لگائے گی۔

جہاں پیسہ خرچ کیا جاتا ہے وہاں منافع کا ہمیشہ خیال رکھا جاتا ہے۔ جس کام میں منافع نہ ملے اس میں پیسہ لگانا اقتصادیات کے اصول کے خلاف ہے۔ تعلیم بالغان پر پیسہ لگانا کتنا نفع بخش ہوتا ہے، اس کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے۔ ہندوستان میں جتنے پراجکٹ چلے ہیں اُن میں سوُرت گڑھ کا زراعتی پراجکٹ سب سے زیادہ کامیاب مانا جاتا ہے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق اس پراجکٹ پر سوا چھ فی صدی منافع حاصل ہوا تھا۔ یقیناً یہ قابل تعریف بات ہے۔ مگر واضح ہو کہ تعلیم بالغان پر جو سرمایہ خرچ کیا جائے گا اس میں سوُرت گڑھ پراجکٹ سے کئی گنا زیادہ منافع قوم کو ملے گا۔ حساب لگا کر دیکھ لیجئے۔ ہمارے ملک میں اس وقت قریب ۲۵ کروڑ بالغ ان پڑھ ہیں۔ پلاننگ کمیشن کے تصدیق شدہ حساب سے فی کس اٹھارہ روپئے یعنی ۴۵۰ کروڑ روپئے اس پر صرف کرنا ہوں گے۔ اگر منافع سوا چھ فی صدی ہی رہے تو اس حساب سے بھی قوم کو سالانہ تقریباً ۲۸ کروڑ روپیہ ملنا چاہیے۔ اسی حالت میں ہماری یہ اسکیم اقتصادی طور پر کامیاب مانی جائے گی۔ اگر ہماری تعلیم سے ایک ان پڑھ عورت یا مرد پڑھا لکھا بن کر صرف سوا روپیہ سال بھر میں زیادہ کمانے کے لائق بن گیا تو ہمیں گویا امید سے بڑھ کر منافع ملا۔ مگر اتنے ہی پر بس کیوں کیجئے، میرا تو کہنا ہے کہ پڑھنا لکھنا سیکھ جانے کے بعد تو سکھ بالغ اس سے دس گنا زیادہ کما سکیں گے۔ گویا ۶۰ فی صدی فائدہ ہوا۔

کہا جا سکتا ہے کہ ان پڑھ نے جہاں پڑھنا لکھنا سیکھا، وہیں سے اُس کے خرچ میں اضافہ شروع ہو جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے یہ بات بھی یاد رکھیے کہ وہ کمائے گا بھی زیادہ' اور پھر خرچ کرنا بھی تو دراصل کمانا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ کمانے میں صرف ایک کو فائدہ ہوتا ہے اور خرچ کرنے میں وہ پیسہ اور بھی بہت سے آدمیوں میں بٹ جاتا ہے اور وہ گھوم گھوم کر اور پیسہ کماتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے معیار کا بلند ہونا قوم کی خوشحالی کا ثبوت ہوتا ہے۔

غرضکہ سرکار کو تعلیم بالغان پر بڑی مقدار میں سرمایہ لگاتے وقت قسطیں نہیں باندھنی چاہئیں بلکہ جو کچھ لگانا ہو بیک وقت لگا دینا چاہیے۔ تعلیم بالغان کا جو روپیہ قوم پر لگتا ہے اس میں بدیسی سکہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے

دوسے سبب سرکاری پلانوں پر اس کا بے جا بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔

اب پڑھانے والوں کے مسئلے کو لیجئے۔ ۲۵ کروڑ انسانوں کو پڑھانے کے لئے بہ یک وقت کم سے کم دو کروڑ ٹیچروں کی ضرورت پڑے گی۔ کیا اتنے ٹرینڈ ٹیچر مل سکیں گے؟ سیدھا جواب ہے "نہیں"! اس "نہیں" کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ کام ایک وقت میں شروع نہیں کرنا چاہیے۔ مگر یہ دس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ سوال کو بہر حال حل کرنا پڑے گا۔ اتنے ٹیچر پڑھانے کے لئے مل سکتے ہو، اس طرح کہ سبھی پڑھے لکھے لوگ اور اسکولوں کے طلبا اس کام پر لگا دیئے جائیں تو ... سے والے ضرورت سے زیادہ ہو جائیں گے۔ صرف انھیں پڑھانے کا ڈھنگ سکھانا ہوگا۔ اور وہ ڈھنگ ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ دو چار گھنٹوں میں پکے ٹیچر بن جائیں یہ بات ہمیں طریقۂ تعلیم کے مسئلے کی طرف لے جائے گی جس پر ہم آخر میں غور کریں گے۔

اس وقت آیئے اصل پہلو پر غور کریں۔ فرض کیجئے سرکار اتنا روپیہ بھی خرچ کرنے پر تیار ہو جائے اور پڑھے لکھے لوگ مطلوبہ تعداد میں پڑھانے کے لئے بھی تیار ہو جائیں تو کیا ہمارے گنوار کسان بھائی پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں گے؟

پڑھنے لکھنے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے: سمجھ بوجھ کی صلاحیت جسے دماغ کہہ لیجئے۔ اس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ ہمارے گاؤں والوں کے اندر معمولی کام چلاؤ سمجھ بوجھ کی کمی نہیں ہے۔ بلکہ اکثر بڑے سمجھدار اور عقل مند ہوتے ہیں۔

پڑھنا لکھنا اور معمولی حساب کتاب یہی تو کام چلاؤ تعلیم ہے۔ جو ان پڑھ بالغوں کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے پڑھنا کیا ہے۔ کسی چیز کو دیکھنا اور اسے منہ سے کہنا، یہی تو پڑھنا ہے! جو لوگ اندھے اور گونگے نہیں ہیں ان سب میں پڑھنے کی اہلیت قدرتاً موجود ہے۔ دنیا بھر کی چیزیں ان پڑھ بھی روز پڑھتے ہی ہیں۔ نہ پڑھیں تو ایک دن بھی گذر نہ ہو، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، محنت مزدوری زندگی کے ہر شعبے میں انھیں اپنے سامنے کی چیزوں کو پڑھ کر ہی اگلا قدم اٹھانا پڑتا ہے۔ اگر وہ پڑھ نہیں سکتے تو صرف ایک چیز اور وہ ہے لکھی ہوئی عبارت۔ اب لکھنا آ گیا۔ لکھنا کیا ہے؟ ٹیڑھی سیدھی لکیریں بنانا ہی تو لکھنا ہے۔ ایسی لکیریں سبھی ان پڑھ کھینچ سکتے ہیں۔ اور روزانہ کھینچتے ہی رہتے ہیں۔ ہل چلاتے، نالی کھودتے، برتن مانجھتے۔ روٹی بناتے، سب میں ٹیڑھی سیدھی اور گول شکلوں سے کام لیا جاتا ہے اور وہ بڑی آسانی سے یہ شکلیں بنا لیتے ہیں۔ گویا وہ پڑھنے اور لکھنے کے دونوں ہنروں سے واقف ہیں۔ مگر پھر بھی ان پڑھ کہلاتے ہیں، صرف اس لئے کہ انھیں یہ پتہ نہیں کہ کس وقت کون سی لکیر کھینچنی چاہیئے یعنی کس آواز کے لئے کون سی شکل۔

یہ نانا بنا دیجئے تو وہ اُسے اسی طرح یاد رکھیں گے جیسے ہزاروں چیزوں کو یاد رکھے ہوئے ہیں. کوئی بھی زبان ہو، اس میں چالیس پچاس سے زیادہ آوازیں نہیں ہیں نہ ان سے زیادہ شکلیں ۔ اس لئے ڈیڑھ دو مہینے میں سبھی ان پڑھ آسانی سے پڑھے لکھے بنائے جا سکتے ہیں. یہ کوئی ہوائی گولی نہیں ہے کہ بندوق داغ دی اور دھماکہ بھی ہو گیا مگر کوئی نشکار ہاتھ نہیں لگا ۔ یہ رام بان ہے جو کمان سے نکلا تو خالی نہیں جائے گا ۔ ہماچل پردیش میں ضلع سرمور کے میدانی علاقوں سے لے کر سرحد کے کنور ضلع تک ہزاروں ان پڑھوں پر اس کا تجربہ کیا گیا ہے. اور شملہ سے چالیس میل آگے تبتی رفیوجیوں پر بھی اس رام بان سے نکلا ہوا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا ہے ۔ وہ تبتی جو اپنی بھاشا میں بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے انھوں نے سوا مہینے کے اندر تین کتابیں ختم کرلیں اور عام اسکولوں میں ہمارے ہندوستانی بچے جتنا سیکھتے ہیں اس سے بڑھ کر ان تبتیوں نے ایک غیر زبان "ہندی" سیکھ لی ۔

حال ہی میں دہلی اسٹیٹ میں محکمہ تعلیم کی طرف سے پہلے مہرولی بلاک کے چار گاؤں میں تقریباً چھ سو عورتوں اور مردوں کو ڈیڑھ مہینے کے اندر اندر پڑھنا لکھنا سکھا دیا گیا اور اس کی کامیابی کو دیکھ کر دہلی اسٹیٹ اسی اصول پر اب ایک سا ٹھ پچاس گاؤں میں ان پڑھ مردوں اور عورتوں کو خواندہ بنانے کا پروگرام چلا رہی ہے. ہاں بارش کے موسم کی وجہ سے کام میں کچھ دشواریاں ضرور آئی ہیں مگر اسکیم پھر بھی جاری ہے ۔

یہ طریقہ بہت ہی سادہ اور آسان ہے ہر عورت یا مرد جو معمولی طور پر بھی تعلیم یافتہ ہے دو چار گھنٹوں میں اس طریقۂ تعلیم کا ماہر بن سکتا ہے اور کامیابی کے ساتھ ان پڑھوں کو پڑھا سکتا ہے. بشرطیکہ تھوڑی سی نگرانی رہے. کیونکہ ہم لوگ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر پرانے طریقۂ تعلیم کی طرف چلے جاتے ہیں اور طالب علموں کو سبق دے کر یاد کرنے کو کہتے ہیں اور خود حقہ پینے یا اخبار پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں اس طریقہ میں استاد کو طالب علموں کے ساتھ ڈیڑھ دو گھنٹے برابر کام کرتے رہنا پڑتا ہے ۔ اس میں پڑھنے پڑھانے کی بہ نسبت "کچھ کرنا کرانا" زیادہ اہم ہے ۔ چونکہ شروع سے آخر تک استاد اور شاگرد دونوں کام کرتے رہتے ہیں اور ہر منٹ میں کام کی نوعیت کو بدلتے رہتے ہیں اس لئے کسی کو بھی تکان محسوس نہیں ہوتی بلکہ دن بھر کی تھکاوٹ کو یکسر بھول جاتے ہیں اور چونکہ سبھی کام میں مشغول رہتے ہیں اس لئے بدنظمی کی صورت میں نظم و ضبط قائم رکھنے کا سوال اُٹھتا ہی نہیں. جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، پڑھنے لکھنے میں آواز اور شکل میں امتیاز کرنا اور موافقت قائم کرنا ہوتا ہے ۔

استاد ایک طرح کی آواز کے الفاظ کو خود زبان سے ادا کرتا اور اس سے زیادہ طالب علموں سے ادا کراتا ہے. اور لکھنے کے لئے آسانی سے بن جانے والے اور ان سے ملتے جلتے حروف کو پہلے بنواتا ہے ۔ اس کام کے لئے استاد اور

طالب علم دونوں کے پاس رسّی کے تقریباً ایک ایک فٹ کے چار ٹکڑے ہوتے ہیں جو نہ بہت موٹی ہوتی ہیں نہ بہت پتلی اور اسی طرح نہ بہت سخت ہو اور نہ بہت ملائم۔ ان ہی ٹکڑوں کی مدد سے مختلف شکلوں کو پہلے زمین پر بنانا اور پھر اسی کو سلیٹ پر بنانا ہوتا ہے۔ اس آرٹ کی مشق استاد اور طالب علم سب ساتھ ساتھ باقاعدہ کرتے جاتے ہیں اس قاعدہ کو را　　طریقۂ تعلیم میں جو کتاب کی شکل میں چھپ چکی ہے تفصیل سے سمجھا دیا گیا ہے۔ چونکہ طالب علم اپنے ہی ہاتھ سے زمین پر رسی سے شکلیں بناتے ہیں اور بغیر استاد کی مدد کے سلیٹ پر اپنے آپ لکھ لیتے ہیں اس لئے اوسطاً چار منٹ میں ایک حرف وہ بہت اچھی طرح یعنی پوری خوب صورتی اور صفائی سے لکھنا سیکھ جاتے ہیں۔ اور ایک ماہ کے اندر روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ کی کلاس سے سبھی طرح کے آسان الفاظ اور جملے لکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ہفتہ میں ایک ایک کتاب کے حساب سے ابتدائی قاعدوں کے علاوہ کہانی وغیرہ کی دو تین کتابیں پڑھ لیتے ہیں ساتھ ہی روزانہ شروع میں زبانی اور عملی اور بعد میں لکھائی کے ساتھ گنتی پہاڑے اور حساب کے علاوہ عام معلومات پر سبق ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ نئے نئے خواندہ بالغ اپنی خواندگی کو کہیں کھو نہ بیٹھیں، تو اس کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے مگر یہ بتا دینا چاہیئے کہ اس طریقہ کے ماتحت پڑھا ہوا کوئی فرد کبھی امتحان میں فیل نہیں ہو سکتا اور نہ جلد اپنا پڑھا ہوا بھول سکتا ہے اور جہاں تک بھولنے کا تعلق ہے تو ہم سبھی لوگ بھولتے ہیں اور جتنا کچھ ہم لوگ بھولتے ہیں اس سے بہت کم یہ لوگ بھولیں گے۔ مگر ہونا یہ بھی نہیں چاہیئے۔ اس کے لئے یہ کیا گیا ہے کہ ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں چار کتابیں پڑھانے کے بعد نو سکھ بالغوں سے ایک کاپی کے اوپر روزانہ اپنی اپنی ڈائری لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے اور انھیں اس کے فائدے جتلا کر ہمیشہ ڈائری لکھتے رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ڈائری میں صرف دو باتیں لکھائی جاتی ہیں۔

(۱) روز کتنا کمایا اور کتنا خرچ کیا۔

(۲) کون کون سا اچھا کام کیا اور کون کون سا بُرا۔

اس سے لوگوں کے اخلاق کی اصلاح و تعمیر ہونے لگتی ہے۔

اس پورے پروگرام پر فی کس دس روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں پڑتا۔ حالانکہ پلاننگ کمیشن نے اٹھارہ روپئے فی کس کا حساب لگایا ہے۔ گویا کمیشن کے تخمینے سے اس کے آدھے میں بجائے ۵۰۴ کروڑ کے ڈھائی سو کروڑ میں پورا ملک ایک سال کے اندر پڑھا لکھا بن سکتا ہے۔ اس وقت پوری آبادی کے صرف ۲۰ فی صدی پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ اُس وقت شاید صرف ۲۰ فی صدی ان پڑھ باقی رہ جائیں۔

نئی تعلیم میں سماجی اور کلچرل پروگرام کی ضرورت

"ملک کے مادّی نظریئے کو ذہنی سوجھ بوجھ سے ہم آہنگ کرکے اس میں اور اخلاقی اصولوں کے درمیان رابطہ قائم کرنا آج کی اہم ضرورت ہے۔ یعنی ایک ایسے نظام تعلیم کی تشکیل کرنا جو نہ صرف زندگی گذارنے کے طور طریقوں سے لوگوں کو واقف کرائے بلکہ زندگی کے اعلیٰ نصب العین سے بھی انھیں متعارف کرائے۔ اسی لئے ہم بنیادی تعلیم کو تعلیم برائے زندگی کا نام دیتے ہیں۔ اس کے ذریعہ طلبا کو ان کی زندگی کے ابتدائی زمانے سے ہی اجتماعی زندگی گذارنے پر زور دیتے ہوئے تربیت دی جائے تاکہ آیندہ وہ ملک کے بہتر شہری بن سکیں"

——— دی۔ پٹّابھی سیتا رمیّا

جمہوری زندگی کے بنیادی اصول

موجودہ دور میں ہر آدمی کو پوری پوری آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ یہاں تک جدید فیشن کے مطابق جس طرح وہ چاہے رہن سہن اختیار کرے وہ اپنے آپ کو پرانی غیر مہذب طرز زندگی کا پابند نہ سمجھے۔ اس کا دماغ کھلا ہوا ہو جس میں کسی قسم کا تعصب نہ ہو اور نہ قدیم روایات کا پابند ہو۔ وہ صرف اس انداز سے زندگی نہ گذارے جس انداز سے اس کے پرکھے گذارتے آئے ہیں بلکہ خود آنکھ کھول کر سوچ سمجھ کر اپنا کام کرے۔ اُسے لوگوں کی زندگی اور ان کی زندگی کے مسائل کو سمجھنے اور ان کا حل ڈھونڈ نکالنے کے لئے غور و فکر اور اظہار خیال کی آزادی ہونی چاہیئے۔

بنیادی مدرسے اور جمہوری زندگی

جمہوری سماج کے مندرجہ بالا اصول بنیادی مدرسوں میں ہی عملاً برتے جا سکتے ہیں۔ یہیں مطالعہ کرتے ہوئے

طالب علم ان موقعوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جن سے جماعتی زندگی گذارنے اور باہم اشتراک و تعاون سے کام کرنے کا جذبہ پرورش پاتا ہے۔ اس طرح جمہوری زندگی کا پہلا سبق بنیادی مدرسوں میں پڑھایا جا سکتا ہے۔ بنیادی اسکولوں میں بچے سماج کے لوگوں سے مل جل کر اور سماجی کاموں میں مستعدی اور سرگرمی سے حصہ لے کر شہری زندگی کے آداب و اطوار سیکھ سکتے ہیں اور ان کا عملی تجربہ کر سکتے ہیں۔ تعلیم برائے زندگی ہی دراصل بنیادی تعلیم ہے۔ یعنی یہ زندگی کی تعلیم ہے جو زندگی کے توسط سے بچوں کو دی جاتی ہے۔ یہ بامقصد اور زندگی میں کام آنے والی سرگرمیوں کے سہارے بچوں کو تعلیم دیتی ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں کی سرگرمیوں میں باہم ربط و اشتراک پیدا کرتی ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ معلومات جو عملی زندگی کے تجربوں سے حاصل ہوا اسکول کے بند کمروں کی پڑھائی سے کم اہمیت نہیں رکھتی ہے۔ پوری زندگی کو مدّنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سماجی زندگی میں عملی طور پر شریک ہو کر زندگی کے معاملات میں حصہ لے کر غیر رسمی طور پر جو تعلیم بچوں کو ملتی ہے وہ نصاب کی رسمی تعلیم کے مقابلے میں زیادہ بامقصد ہوتی ہے۔ سچ پوچھا جائے تو بنیادی مدرسے ہی وہ مقام ہیں جہاں رسمی اور غیر رسمی تعلیم کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ ایک جمہوری سماج کا اچھا شہری بننے کے لئے زندگی کے عملی تجربات حاصل کرنے میں بنیادی مدرسے بہت زیادہ مددگار ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے وہ طرح طرح کے پروگرام چلا سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل کچھ پروگرام بچوں کی دلچسپی کے نقطۂ نظر سے کافی مقبول ہو سکتے ہیں۔

(۱) **مجلس طلبا** :۔ مدرسے میں ووٹ کے ذریعہ مجلس طلبا کا چناؤ ہونا چاہیئے۔ یہی مجلس مدرسے میں کلچرل پروگرام منعقد کرے اور طلبا، اساتذہ اور والدین کے درمیان ربط ضبط بڑھائے۔ اس کا سارا خرچ خود طلبا برداشت کریں۔ اسکول کا کوئی ذمہ دار استاد ایک سچے رہنما کی حیثیت سے ضرورت پڑنے پر انھیں صلاح و مشورہ دیتا رہے اور ان کے کاموں میں دخل انداز نہ ہو۔ دیہی علاقوں میں یہ مجلس کبھی کبھار پاس کے گاؤں میں جاکر عوام کے درمیان کام کر کے ان سے ربط ضبط بڑھا سکتی ہے اور ان میں بیداری پیدا کر سکتی ہے۔ یہ مجلس طلبا اسکول کے لڑکوں میں انتظامی صلاحیت پیدا کرنے میں بھی مدد دے سکے گی۔

(۲) مدرسے کا رسالہ اور اخبار

(۲) مدرسے کا رسالہ اور اخبار:۔ مدرسے کے بچے اپنی بستی، ضلعے، صوبے اور ملک اور باہر کی دنیا کی باتوں کی واقفیت حاصل کریں اس سلسلے میں ضروری ہے کہ وہ روزانہ یا ہفتہ وار اخبار پڑھیں۔ جو اخبارات اور رسالے آج کل چھپتے اور بازار میں بکتے ہیں وہ چونکہ سب طالب علموں کو نہیں مل سکتے اور دوسرے یہ کہ وہ اخبار اور رسالے

اسکول کے بچوں کی ضرورت اور دلچسپی کو پورا نہیں کرتے ہیں اس لئے مدرسے کو چاہئے کہ وہ طلبار کی مدد سے خود اپنا اخبار نکالے۔ اس میں مقامی، قومی اور بین الاقوامی معاملات کی خاص خاص خبروں کا خلاصہ اور تبصرہ شامل ہو۔ اسکول کے روزانہ کے اجتماع کے موقع پر کوئی لڑکا انھیں پڑھ کر سنائے۔ سال کے آخر میں مدرسے کا ایک رسالہ بھی شائع کیا جائے جس میں اسکول کے اساتذہ، اور بچوں کے والدین کی زندگی اور کام کے مسائل پر روشنی ڈالی جائے۔ طالب علموں کے لکھے ہوئے مضامین نظمیں اور کہانیاں وغیرہ شامل کی جائیں اور سال بھر کی دلچسپیوں اور پروگراموں کا خلاصہ اور آیندہ کے منصوبوں کی اطلاعات شائع کی جائیں۔ یہ رسالہ قلمی بھی ہو سکتا ہے اور چھپا ہوا بھی۔ یہ وسائل کی فراہمی پر منحصر ہے۔ بہرحال اس سے رسالے کی افادیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس طرح مدرسے کا رسالہ طالب علموں میں تخلیقی قوتوں کو ابھارنے کا موقع دے گا۔ انھیں زندگی کے کچھ نئے تجربات حاصل ہوں گے۔

۳۔ بستی اور اسکول کی صفائی

صفائی حفظان صحت کا بنیادی اصول ہے۔ اسکول کی زندگی سے ہی بچوں میں اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔ بنیادی اسکولوں میں صفائی روزمرہ کے کاموں کا ایک اہم جزو ہونا چاہیے۔ یہاں طالب علموں کو نہ صرف اپنے جسم، کپڑے اور دوسرے سامان، اسکول کے کمروں اور اسکول کے آس پاس کی جگہوں کی صفائی کے لئے ترغیب دلائی جائے بلکہ کبھی کبھار صفائی کا اجتماعی پروگرام بھی رکھا جائے جس میں سب بچے مل کر محلے ٹولے کی صفائی ستھرائی کا کام کریں اس سے صفائی ستھرائی بچوں کے کردار کا ایک اہم جزو بن جائے گی۔ وہ حفظان صحت اور صفائی کے بنیادی اصولوں کو اختیار کریں گے اور ہر طرح کی گندگی سے نہ صرف دور رہیں گے بلکہ دوسروں کو بھی ان سے دور رکھنے کا خیال رکھیں گے۔ بستی کی صفائی ستھرائی کے پروگراموں میں شرکت سے بچوں کے دلوں میں محنت کی عظمت کا احساس پیدا ہوگا اور ان میں سماجی خدمت کا جذبہ پرورش پائے گا۔

۴۔ مل جل کر کھانا کھانا

طالب علموں کو دوپہر کا کھانا ایک ساتھ کھانا چاہیے۔ وہ .... دوپہر کا کھانا اپنے اپنے ساتھ گھر سے لے کر آئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدرسے میں سب کے لئے ایک ساتھ دوپہر کا کھانا تیار کیا جائے اور سب بچے مل کر ایک ساتھ کھائیں۔ ایک جگہ مل بیٹھ کر کھانا کھانے سے طالب علموں میں ایک دوسرے سے میل محبت بڑھے گی۔ مجلسی آداب و اطوار سیکھنے کا

موقع ملے گا اور بھائی چارے کا جذبہ پرورش پائے گا۔

۵۔ باغبانی

بنیادی اسکولوں میں دوسری دست کاریوں کے ساتھ ساتھ باغبانی کا کام بھی لازمی طور سے سب بچّوں سے کرایا جائے۔ پڑھائی کے گھنٹوں کے بعد یا درمیان کے کسی خالی گھنٹے میں اسکول کے بچّے اسکول کے آس پاس کی کھلی جگہوں میں پھول پودے لگائیں۔ اس سے ان میں محنت کی عظمت کا احساس تو پیدا ہوگا ہی دوسرے ان میں جمالیاتی ذوق بھی پرورش پائے گا۔ اس سے مدرسہ زیادہ دل کش اور خوشنما ہو جائے گا۔ بچّوں کا دل وہاں لگا رہے گا۔ اگر مدرسے کے پاس کچھ زیادہ زمین موجود ہو اور پانی وغیرہ کی بھی سہولت ہو تو کچھ ساگ سبزی بھی اُگائی جا سکتی ہے، جس کا فائدہ تمام مدرسے کو پہنچے گا۔

۶۔ قومی تہواروں اور دوسرے موقعوں پر کلچرل پروگرام

بنیادی مدرسوں میں کبھی کبھار اور خاص طور سے قومی تہواروں کے موقعوں پر کلچرل پروگرام منعقد کئے جانے چاہئیں۔ ان موقعوں پر ناٹک اور رقص و موسیقی وغیرہ کے پروگرام رکھے جا سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ ادبی مقابلے نمائش اور کھیل کود کا اہتمام بھی کیا جا سکتا ہے۔ قومی تہواروں کے موقع پر سماج کے رہنماؤں اور عالموں کی تقریریں رکھی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح مہاپرشوں کی جینتی منا کر بچّوں کو ان کی زندگی اور کردار کی بلندی سے واقف کرایا جا سکتا ہے۔ ان پروگراموں میں بچّوں اور ان کے والدین کے علاوہ بستی اور آس پاس کے معزز لوگوں کو بھی بلانا چاہیئے۔ مندرجہ بالا سبھی پروگراموں میں اسکول کے بچّوں کو اپنی شخصیت کے اظہار کا موقع ملے گا اور ان کے دلوں میں اپنے ملک اور اس کی رنگا رنگ تہذیب سے محبت کا جذبہ پرورش پائے گا۔ اسی کے ساتھ اشتراک و تعاون اور اتحادِ عمل کے نئے مواقع بھی ان کے سامنے آئیں گے جس سے سماجی زندگی زیادہ خوشگوار بنے گی۔

۷۔ رضاکار دستوں کی تشکیل

دست کاری اور کلچرل پروگراموں کے علاوہ بنیادی اسکولوں کے طلبا کو ملک کی دفاع کے سلسلے میں عام قواعد و ضوابط سے بھی باخبر رکھنا چاہیئے تاکہ اگر ملک پر کوئی بُرا وقت آن پڑنے پر وہ اپنے طور پر خود دفاعی تدابیر

کر سکیں ۔ دفاعی دستوں کی تشکیل کسی ایسے استاد کی نگرانی میں کی جا سکتی ہے جسے فوجی تربیت مل چکی ہو۔ اس دستے کے طلبا کو جسمانی کثرت، پریڈ، فرسٹ ایڈ اور دوسری دفاعی تدبیروں کی معلومات کرائی جانی چاہیئے۔ ملک کے اندرونی اور باہری خطرے کے وقت یہ دستہ ملک کے دفاعی کاموں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ اس پروگرام کے ذریعہ طلبا میں نظم و ضبط پیدا ہوگا اور وہ زیادہ طاقت ور بن سکیں گے۔

اسی طرح بنیادی مدرسے اپنے بینک، دکان اور اسکول ڈسپنسریاں کھول سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ طالب علم اپنی روزمرہ کی ضروریات پوری کرتے ہوئے سماجی زندگی کی اعلیٰ تربیت پا سکیں گے۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ ان سبھی کاموں میں طالب علم عملی طور سے خود شریک ہوں اور استاد کی حیثیت صرف مشیر کی رہے۔ اس سے بچوں میں جمہوری جذبات کی پرورش ہوگی۔

اس طرح بنیادی مدرسے گاؤں اور شہروں کی نئی تعمیر میں حصہ لیتے ہوئے ریاست کے فلاحی کاموں کو انجام دینے میں کامیاب ہوں گے۔ ایک ماہر تعلیم کے الفاظ میں "بنیادی تعلیم ملک کی صنعتی اور تعلیمی زندگی کی تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ یہ گاؤں کو شہری زندگی کی سہولتیں دینے میں اور شہروں میں گاؤں کی زندگی کا رنگ روپ بھرنے میں مدد دے گی۔ ہمیں شہروں اور گاؤں دونوں کی ضرورت ہے اور اگر ہماری پنج سالہ یوجنائیں کامیابی سے پوری ہوتی رہیں تو دونوں کے درمیان کوئی فرق پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک اچھے اور متوازن سماج میں شہر اور دیہات کی زندگی ایک دوسرے کی معاون اور مددگار بن سکتی ہیں۔

— شری شمس الدین
رائے پور

زلزلے کے تباہ شدہ علاقے کی نئی تعمیر کرنے والے رضاکار

خواندگی کے محاذ پر

ادھر کچھ سال سے چائل کی مختلف یونیورسٹیوں کے طلبا اور ان کے رہنما یہ بات بہت شدّت کے ساتھ محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہاں کے اعلیٰ تعلیم کے اداروں اور ملک کی عام زندگی کے درمیان بہت بڑی خلا حائل ہے ان کا کہنا ہے کہ یہاں کی یونیورسٹیاں قومی زندگی کے دھارے سے الگ تھلگ رہ کر گوشۂ عافیت میں پناہ گزین ہیں۔ ان کا کام لے دے کر بس اس حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے کہ وہ اپنے یہاں ڈاکٹروں، قانون دانوں، معلموں اور سائنس دانوں کی تعلیم و تربیت کر دیں۔ طالب علموں کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ اس صورت حال کا یہ تقاضا ہے کہ طالب علموں کو ایسی تعلیم ملے کہ وہ اپنے فنّی کاموں کے علاوہ سماجی مقاصد اور ذمہ داریوں کی تکمیل میں بھی پوری مستعدی دکھا سکیں۔

۱۹۵۰ء سے طالب علموں میں یہ تحریک برابر مضبوط ہوتی جارہی ہے کہ وہ اپنی گرمیوں کی چھٹیوں کا کچھ حصّہ کھانوں، کارخانوں اور کھیتوں پر جا کر وہاں کی عملی سرگرمیوں میں حصّہ لے کر گذاریں۔ جب یہ طلبا شروع شروع میں ملوں اور کھانوں میں مزدوروں کے درمیان کام کرنے گئے تو مزدوروں اور رضاکار طالب علموں کے درمیان ایک غلط فہمی پیدا ہونے لگی: تانبے کی کھانوں میں کام کرنے والے مزدوروں نے جب دیکھا کہ سست اور جلد تھک جانے والا قانون کا طالب علم چند ہفتے کے لئے ان کے شانہ بہ شانہ کام کرنے آیا ہے تو انھوں نے اس بات کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی کہ ایک قانون کا طالب علم بغیر کسی غرض کے ان کے ساتھ کام کرنے آسکتا ہے مگر اس میں کیا غرض چھپی تھی یہ بات ان کے ذہن میں صاف نہ تھی۔ مگر انھیں اس بات بڑی حیرت ہوئی کہ یہ طالب علم مزدوروں کے درمیان کسی قسم کا سیاسی یا مذہبی پروپیگنڈا کئے بغیر جس کا

انھیں اندیشہ تھا) چند ہفتے ان کے درمیان کام کرکے چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک بڑے شہر سے ذرا دور کی ایک گندی بستی کے تنگ وتاریک جھونپڑے میں دس بچوں کے ساتھ رہنے والی ماں جب سخت گرمی میں روز صبح اپنے دروازے پر ایک پڑھی لکھی لڑکی کی دستک پاتی تو حیران و پریشان رہ جاتی۔ وہ سوچتی کہ شہر کی اس پڑھی لکھی امیرزادی سے اپنی غربت کو کس طرح چھپائے مگر وہ تو سیدھے گھر کے اندر چلی آتی۔ بچوں کی خیریت معلوم کرتی۔ ان کی زندگی اور رہن سہن کے بارے میں بات چیت کرتی۔ وہ دریافت کرتی کہ ان بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم وتربیت میں وہ اس کی کیا مدد کرسکتی ہے۔ ضرورت تو وہ محسوس کرتی تھی۔ مگر اس طرح نہیں کہ کوئی ان کے بچوں کی حالت پر ترس کھا کر ان کی مدد کرے۔ اسی لئے وہ عورتیں ان لڑکیوں سے اپنی ضرورتوں کے بارے میں بات چیت کرتے ہوئے جھجکتی تھیں۔ یہ صورت حال تو طالبات کے سامنے تھیں، طالب علموں کے سامنے بھی کچھ اسی طرح کی دشواریاں تھیں۔ انھیں سماجی کام کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا اور نہ انھیں اس کی کوئی ٹریننگ ہی ملی تھی۔ سماجی خدمت کے کاموں میں بنیادی بات یہ ہوتی ہے کہ خدمت اس طرح کی جائے کہ جس کی خدمت کی جائے اسے یہ احساس نہ ہونے پائے کہ کوئی ان کی خدمت کر رہا ہے۔ سماجی کام کا کوئی تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے قدم قدم پر ان کے سامنے اس طرح کی دشواریاں درپیش تھیں۔

ایک دوسری رکاوٹ بھی ان طالب علموں کے سامنے تھی۔ معدودے چند طلبا ہی اس میں حصّہ لے رہے تھے۔ نہ تو ان کے دوستوں اور ساتھیوں کو اس طرح کے کاموں سے دلچسپی تھی اور نہ ان کے والدین کو۔ ان کے بہت سے ساتھی اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ طالب علم پڑھنے لکھنے کے علاوہ اور کوئی کام کریں — ان کا خیال تھا کہ طالب علموں کو کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے لوگوں سے کوئی ربط ضبط نہیں رکھنا چاہئے۔ یہی رائے یونیورسٹی کے کچھ ذمّہ دار لوگوں اور طلبا کے والدین کی بھی تھی۔

ایک غیر متوقع صورت حال

اس حوصلہ شکن ماحول میں جہاں ہر طرف مخالفت اور لعن طعن کا دور دورہ ہو، طالب علموں کی ہمت کا ٹوٹ جانا یقینی بات تھی۔ مگر یہ تحریک ابھی سست نہ پڑی تھی کہ سارے ملک کو ایک بہت ...... ہیبت ناک تباہی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ قوم کی یہ ہیبت ناک تباہی ان کی ایک کڑی آزمائش تھی۔

نومبر ۱۹۶۰ء میں چائل میں زلزلوں کے زبردست جھونکوں نے ملک کو تباہ و برباد کرڈالا۔ زلزلوں کے تھم

سمندروں کے بھیانک تھپیڑے بھی اٹھ اٹھ کر ملک کو روندر ہے تھے۔ ایک طرف زلزلے کی گھڑ گھڑاہٹ دوسری طرف سمندری تھپیڑوں کی آفت فصلیں برباد ہوگئیں کنسپشن کا شہر تہہ وبالا ہوگیا۔ اور اس کے آس پاس کے گاؤں نیست و نابود ہو گئے۔ ملک کی اس مکمل تباہی نے سارے ملک میں جیسے ایک برقی لہر دوڑا دی۔ سارا ملک حرکت میں آگیا مصیبت زدوں کی امداد کا کام بڑے پیمانے پر شروع ہوا۔ طلبا نے فلاح و بہبود کی اس ملک گیر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مصیبت زدوں کے لئے کھانے کپڑے نقدی اور دوسرے سامان جمع کئے جانے لگے۔

اس نازک اور ہنگامی صورت حال کے فوری طور پر گذر جانے کے بعد طالب علموں نے تباہ شدہ علاقوں کی نئی تعمیر کا مصمم ارادہ کر لیا ان علاقوں میں دوبارہ زندگی کی چہل پہل پیدا کرنے کے لیے یہ طالب علم رضا کار دستوں میں شامل ہو گئے۔ پچھلے سین تیاگو کی کیتھولک یونیورسٹی نے مختلف کیمپوں میں کام کرنے کے لئے ۳۰۰ رضا کار طالب علموں کو بھیجا۔ ہیوکو کے شہر میں آٹھ ہفتے کے اندر ۳۰ مکان بنائے گئے۔ اپریل، مئی ۱۹۶۱ء میں اسکولی طالب علموں کی انجمنوں کے مرکزی سکریٹریٹ اور چائل کی یونیورسٹیوں کی فیڈریشن نے کنسپشن میں ایک بین الاقوامی کیمپ منعقد کیا۔ اس کیمپ میں چائل اور لاطینی امریکہ کے مختلف ملکوں کے طالب علموں کے علاوہ کینیڈا، لنکا، ڈنمارک، غانا اور اینھوپیا کے طالب علموں نے کاندھوں سے کاندھا ملا کر کام کیا۔ انھوں نے اس برباد شدہ شہر میں زندگی کی چہل پہل پیدا کرنے کے لئے ایک فلاحی مرکز تعمیر کیا۔

۱۹۶۱-۶۲ء میں زلزلے کے تباہ حال علاقوں کی تعمیر کے کاموں پر ان رضا کار دستوں کی خاص توجہ تھی ۱۹۶۲ء کے بعد سے شہری علاقوں میں تعمیری کاموں کی طرف سے دلچسپی کم ہونے لگی یہاں تک کہ چائل کے وسطی علاقے میں چار سو رضا کار طالب علموں کے ۳۵ حلقے جن میں نصف تعداد طالبات کی تھی دیہاتوں میں کام کرنے لگے۔

گاؤں کا رضا کار حلقہ

رضا کار طالب علموں کے دیہی حلقوں میں عموماً ۵ طالبات اور ۵ طالب علم شامل ہوتے ہیں۔ لڑکے گاؤں کے کسان خاندانوں کے ساتھ رہتے سہتے ہیں۔ اور لڑکیاں گاؤں کے سماجی سنٹروں میں مقیم ہوتی ہیں۔ یہ سماجی سنٹر کسان انجمنوں کی قومی ایسوسی ایشن چلاتی ہیں۔ دن میں رضا کار طالب علم گاؤں والوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور طالبات گھروں میں جا جا کر عورتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ وہ ان کی زندگی کی ضروریات کا پتہ لگاتی ہیں اور ان کے مسائل پر دلچسپی سے بات چیت کرتی ہیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ عورتیں مشورہ قبول کرنے کے معاملے میں

زیادہ مستعد ہوتی ہیں۔ ایک بار یہ احساس ہو جانے پر کہ یہ لڑکیاں صرف زبانی جمع خرچ کرنے نہیں آئی ہیں بلکہ عملی طور پر بھی ان کے کاموں میں مدد دینے کی غرض سے آئی ہیں تو وہ آسانی سے ان کی بات ماننے لگتی ہیں۔

شام کے وقت عموماً اجتماعی پروگرام ہوتے ہیں جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ شام کے علاوہ سنیچر کے روز دن میں بھی اس طرح کے پروگرام چلائے جاتے ہیں۔ اس طرح کے پروگراموں میں پانی کی سپلائی اور نکاسی کا انتظام، بحث ومباحثے کی مجلسیں اور لکچر وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ کوآپریٹیو سوسائٹی اور خواندگی کی کلاسوں کی تنظیم کے معاملات پر ان مجلسوں میں غور کیا جاتا ہے اور کلاسوں کی تنظیم ہو جانے کے بعد شام کے وقت کلاسیں لگتی ہیں۔

خواندگی کی ملک گیر مہم

خواندگی کی کلاسیں چلانے میں جو رضا کار حصہ لیتے ہیں ان کا چناؤ بہت احتیاط کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ رضا کار میں لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا شوق ہے یا نہیں اس میں اس کام کی صلاحیت کس حد تک ہے چناؤ کے بعد رضا کار طالب علموں کو خواندگی کی کلاسیں چلانے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ یہ ٹریننگ کچھ دنوں تک تو روزانہ شام کو ہوتی ہے یا ہفتہ کی چھٹی کے دنوں میں۔ اس کام کو تیزی سے آگے بڑھانے کے راستے میں سب سے بڑی دشواری تھی فنی میدان میں لیڈرشپ کا فقدان۔ ان رضا کار طالب علموں کو فنی اعتبار سے زیادہ مستعد اور کار آمد بنانے کے سلسلے میں ایک قومی سیمینار منعقد کیا گیا ـــــ یہ سیمینار یونیورسٹی طالب علموں کی مرکزی انجمن اور اسکولی طلباء کے مرکزی سکریٹریٹ کے تعاون سے منعقد کیا گیا تھا۔ اس سیمینار میں ۱۸۴ رضا کار طالب علموں نے شرکت کی۔ اس سیمنار میں یونیسکو کے ماہرین نے متعلقہ موضوع کے مختلف پہلوؤں پر تقریریں کیں اور اپنے ماہرانہ مشورے دیئے۔ چاٹل کے تعلیم کے محکمے کے افسران اور کچھ دوسرے اداروں نے بھی اس سیمنار کو کامیاب بنانے میں ہر طرح مدد پہنچائی۔

لاطینی امریکہ کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں یوں تو چاٹل میں ناخواندگی کا مسئلہ کچھ زیادہ تشویشناک نہیں ہے، مگر پھر بھی یہ کافی دشوار مسئلہ ہے۔ وزارت تعلیم کے حالیہ اعداد وشمار کے مطابق ملک کے تقریباً ۲۰ فی صدی لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے ہیں۔ اس میں کچھ تو ایسے ہیں جنھیں زندگی میں کبھی پڑھنا لکھنا سیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا اور کچھ ایسے بھی ہیں جو پڑھنا لکھنا سیکھ چکے تھے مگر اب اسے بھلا چکے ہیں۔

۱۹۶۲ء میں چاٹل کے طلباء کی ایک قومی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں طلباء نے ملک گیر پیمانے پر ناخواندگی کے خلاف مہم چلانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس مہم کے سلسلے میں ایک تفصیلی خاکہ بھی تیار کیا گیا، اس میں کام کو

دو مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پہلے مرحلے پر پبلسٹی کا کام تھا تاکہ لوگوں میں اس مہم کی طرف سے دلچسپی پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ طلبا کو اس مہم میں رضاکارانہ طور پر حصّہ لینے کے لیے تیار کیا جا سکے۔ جولائی تک تقریباً ۱۵۰۰ رضاکار طلبہ کو خواندگی کے کاموں کی ٹریننگ دی جا چکی ہے۔ ان ٹریننگ کورسوں کا اہتمام چاکل کی سات یونیورسٹیوں نے کیا تھا۔ اس ٹریننگ پروگرام میں طلبا کی بین الاقوامی انجمنوں اور کچھ دوسرے رضاکار اداروں نے بھی مدد پہنچائی ہے۔ اس مہم کے ماتحت دو سال کے اندر ۲۰ ہزار بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔

شہروں کے تہذیبی مرکز

مگر خواندگی کی تعلیم بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے۔ پسماندہ علاقوں کی حالت سدھارنے میں مدد دینے کا کام کرنے کے سلسلے میں طالب علموں کے لیڈروں نے گندی بستیوں میں جہاں سماجی کام کی بہت کم خدمات میسر ہیں اور لوگ عارضی طور پر بنائے گئے جھونپڑوں وغیرہ میں زندگی گذار رہے ہیں، وہاں "تہذیبی مرکز" کھولنے کا فیصلہ کیا۔ یہ مرکز نوخواندہ لوگوں کو اپنی خواندگی کی مشق بنائے رکھنے کی سہولتیں بہم پہنچائیں گے اور ان میں اپنے طور پر اپنی تعلیم جاری رکھنے کا شوق پیدا کریں گے۔ ان مرکزوں میں انھیں اپنی نئی نئی حاصل کی ہوئی معلومات کے مفید استعمال کا موقع ملے گا۔ اس کے لئے چھوٹے چھوٹے دو یا تین کمرے کی عمارت بنائی جا رہی ہے، جہاں کلاسوں، کھیل کے کلب اور ریڈیو، ٹی وی، منڈل وغیرہ کے لئے گنجائش ہوگی۔ ان مرکزوں میں آڈیو ویژول کے بنیادی سامان بھی موجود ہوں گے اور ہر مرکز کی ایک چھوٹی سی لائبریری ہوگی۔ فرسٹ ایڈ کا انتظام بھی ان مرکزوں میں ہوگا۔ جہاں ڈاکٹری پڑھنے والے طالب علم رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات بہم پہنچائیں گے۔

اس طرح کا ایک سینٹر بن چکا ہے اور دوسرا عن قریب بن کر تیار ہو جائے گا۔

(یونیسکو)

جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کی موجودہ کیفیت

جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام جن اداروں کے توسط سے ہو رہا ہے، اس کے پیش نظر ہم انھیں تین طرح کے اداروں میں تقسیم کر سکتے ہیں ۔

(۱) اڈلٹ ایجوکیشن کے وہ ادارے جو قومی اتحاد کے مقصد سے کام کر رہے ہیں ۔ان کی خاص خاص شکلیں مندرجہ ذیل ہیں

- جرمنی کے اڈلٹ ایجوکیشن کے شام کے سنٹر (VOLKSHECHSCHULEN)
- جرمنی کے اڈلٹ ایجوکیشن کے اقامتی کالج (HEIMVOLKSHOCHULEN)
- عوامی کتب خانے وغیرہ

(۲) اڈلٹ ایجوکیشن کے مذہبی ادارے ۔ان کی خاص خاص شکلیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

- کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے تبلیغی مرکز اور تعلیم گاہیں ۔
- کیتھولک اڈلٹ ایجوکیشن کے مطالعے کے حلقے
- سماجی تبلیغی دارالمطالعے
- تبلیغی کتب خانے

(۳) خاص طرح کے اقتصادی اور سماجی گروپ کی نمایندگی کرنے والے اڈلٹ ایجوکیشن کے ادارے ۔ان کی خاص شکلیں مندرجہ ذیل ہیں :۔

- ٹریڈ یونین (مزدور سبھاؤں) کے اسکول
- کارخانہ داروں اور مل مالکوں کی طرف سے قائم کیے جانے والے دارالمطالعے
- کواپریٹیو اسکول

● زراعت اور دوسرے پیشہ ورانجمنوں کے اسکول

اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں مندرجہ بالا تین خاص قسم کے ادارے جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کی توسیع و اشاعت اور اس کے کام کے معیار کو اونچا اٹھانے میں بہت نمایاں کام انجام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ دوسرے چھوٹے چھوٹے ادارے بھی اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں مختلف کام کر رہے ہیں۔ جو اڈلٹ ایجوکیشن کے وسیع مفہوم میں آجاتے ہیں۔

جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کی اصطلاح سے جو مفہوم لیا جاتا ہے اس میں نہ صرف بالغوں کی عام تعلیم شامل ہے بلکہ اس میں کسی حد تک پیشہ ورانہ تعلیم بھی شامل ہے۔ جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کے شام کے مرکزوں میں دونوں طرح کے کورس چلائے جاتے ہیں۔ ایک بات، جو ان سب میں مشترک ہے اور ان کی امتیازی خصوصیت بنی ہوئی ہے کہ ان تینوں قسم کے اداروں کے اڈلٹ ایجوکیشن کے ان پروگراموں میں شرکت پوری طرح اختیاری ہوتی ہے اس میں نہ کوئی سندری جاتی ہے اور نہ کوئی ڈپلوما یا ڈگری ہی دی جاتی ہے۔ جرمنی فیڈرل ری پبلک میں نہ تو حکومت کی براہ راست اہتمام میں اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام چلتے ہیں اور نہ بالغوں کے اسکول کی نگرانی کا کام ہی حکومت کرتی ہے جہاں کہیں ضلعے یا شہر کی کونسل جیسا کوئی پبلک ادارہ اڈلٹ ایجوکیشن کے کاموں کے لئے ذمہ دار ہے وہاں بھی تعلیم کے معاملے میں ان اداروں کو پوری پوری آزادی حاصل ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کے شبینہ مرکز :-

اڈلٹ ایجوکیشن کے شام کے مرکز جو ملک کے مختلف اداروں میں اتحاد و یگانگت قائم کرنے کے مقصد سے قائم کئے گئے ہیں، جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام کرنے والے خاص ادارے ہیں۔ یہاں اس طرح کے ۱۰۱ مرکز قائم ہیں، جن کی ۱۸۴۴ شاخیں کام کر رہی ہیں۔ تعداد کے لحاظ سے یہ جرمنی میں اڈلٹ ایجوکیشن کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔

اس میں ہر آدمی بلا کسی امتیاز کے شریک ہو سکتا ہے۔ اس کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہوئے ہیں خواہ وہ کوئی بھی سیاسی عقیدہ رکھتے ہوں اور کسی بھی عمر کے ہوں سب ان مرکزوں کی خدمات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ مرکز جمہوری زندگی کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے والے اداروں کی حیثیت سے قائم کئے گئے ہیں۔ ان مرکزوں میں مختلف سماجی گروہوں کے نمائندے آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔ جہاں وہ ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتتے ہیں اور ایک دوسرے کے مسائل پر ہمدردانہ طریقے سے سوچ بچار کرتے ہیں۔ ان مرکزوں میں صرف بے تکلف انداز میں بات چیت اور بحث و مباحثہ ہی نہیں ہوتا بلکہ صحیح معنی میں تعلیمی کام بھی ہوتا ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کے اقامتی ادارے

یہ ادارے ڈنمارک اور سوئیڈن کے لوک ہائی اسکولوں کے نمونے پر قائم کئے گئے ہیں۔ یہ ادارے عموماً گاؤں میں قائم ہیں اور بیشتر اقامتی ہیں، جہاں طلبا دورانِ تعلیم میں رات دن ایک ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ ان کے سامنے بھی وہی اغراض و مقاصد ہیں جو اڈلٹ ایجوکیشن کے شبینہ مرکزوں کے بارے میں ابھی بیان کئے جا چکے ہیں۔ مگر اقامتی درس گاہ ہونے کی وجہ سے انھیں یہ موقع حاصل ہے کہ وہ اپنے یہاں مختلف مدّت کے مختلف کورس چلائیں۔ یہ کورس ۸ دن سے لے کر چھ ماہ تک ہوتے ہیں۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ چوبیس گھنٹے ایک ساتھ رہنے سہنے کے کچھ اپنے فائدے بھی ہیں۔ اس سے طالب علموں کو ایک دوسرے کی زندگی کے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ یہاں رہ کر جو تعلیم حاصل کی جاتی ہے ان کے اثرات زیادہ دور رس ہوتے ہیں۔ اور یہ طالب علموں کے دل و دماغ کو زیادہ وسعت دیتی ہے۔

عوامی کتب خانے

یہ کتب خانے بستی کی طرف سے قائم کئے جاتے ہیں، جو لوگوں میں اچھی اچھی کتابوں کی تقسیم کے ذریعہ پڑھنے کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ ان کتب خانوں کی توسیع کے سلسلے میں بستی اور مقامی کونسلیں کافی روپیہ خرچ کر رہی ہیں۔ نوجوانوں کے کتب خانوں کے لئے مغربی جرمنی کی حکومت بھی امداد دیتی ہے۔ ان کتب خانوں کا مقصد اچھی اچھی کتابیں مہیا کرنا ہے۔ ابھی حال میں دیہی علاقوں اور شہروں کی نواحی بستیوں کے لئے گشتی کتب خانوں کا پروگرام بھی شروع کیا گیا ہے۔ یہ کتب خانے عوام میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کرتے ہیں اور مطالعے کے شوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔

تبلیغی تعلیم

جرمنی میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک چرچوں نے عوام میں مذہبی تعلیم کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کئی طرح کے تعلیمی پروگرام شروع کر رکھے ہیں۔ ان میں ہفتہ واری کورس، فرصت کے وقت کے پروگرام، ہفتے کی چھٹی کے دنوں کے اسکول وغیرہ خاص ہیں۔ یہ تعلیمی ادارے ہر طرح کے سماجی اور مذہبی حلقوں سے ربط ضبط رکھتے ہیں اور ان میں اپنے مذہب کی تبلیغ کے خیال سے مختلف تعلیمی پروگرام چلاتے ہیں۔ وہ لوگوں کے عقیدوں کے مطابق زندگی کے بنیادی اور عصری مسائل پر تبادلۂ خیا

اور مباحثے کے پروگرام منعقد کرتے ہیں۔

کیتھولکوں کے مطالعے کے حلقے

یہ حلقے بیشتر ان ضلعوں میں قائم ہوتے ہیں جہاں اکثریت کیتھولک خیال کے ماننے والوں کی ہوتی ہے۔ مطالعے کے ان حلقوں کا مقصد ہوتا ہے کیتھولک خیال والوں کو ان کے اپنے عقیدے سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچانا تاکہ وہ جہالت کے اندھیرے میں نہ رہیں۔ انھیں اپنے عقیدے کے مطابق اس بدلتی ہوئی دنیا کے مسائل کا علم ہوتا رہے۔ اڈلٹ ایجوکیشن کے شبینہ مرکزوں کی طرح ان حلقوں کے اہتمام میں بھی مختلف تعلیمی پروگرام چلتے ہیں جیسے مختلف تعلیمی کورس، بحث مباحثے کی مجلسیں اور لیکچر وغیرہ۔ اصولی طور پر ان پروگراموں میں ہر کوئی شرکت کرسکتا ہے مگر ان کا مدعا چونکہ کیتھولک طرز فکر کی تبلیغ و اشاعت ہوتا ہے اس لئے کیتھولک طرز فکر کی چھاپ ہر جگہ نمایاں ہوتی ہے۔

سماجی مطالعہ گاہیں

سماجی مطالعہ گاہیں، جو پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں خیال کے ماننے والوں کی طرف سے کافی تعداد میں قائم کی گئی ہیں، خاص طور سے دیہاتی علاقوں میں قائم ہیں۔ ان کا مقصد نوجوانوں میں سماجی آداب و اطوار کی تربیت کرنا ہے یعنی انھیں عیسائی مذہب کے ان اصولوں سے واقف کرانا ہے جو سماجی زندگی کے اداب و اطوار سے متعلق ہیں یہ تعلیم ایک سماج اور ایک ریاست کا شہری ہونے کی حیثیت سے لوگوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انھیں پورا کرنے کے قابل بنائے گی۔ اور ان پر یہ بات واضح کرے گی کہ اپنی بستی اور چرچ کی طرف سے ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ مطالعہ گاہیں روزانہ شام کے وقت اور ہفتے کی چھٹی کے روز دن میں لیکچروں کے سلسلے منعقد کرتی ہیں۔

مختلف سماجی اور اقتصادی گروہوں کی نمائندگی کرنے والے اڈلٹ ایجوکیشن کے ادارے

جرمنی کی ٹریڈ یونینوں کی فیڈریشن کے فیڈرل اسکول، صنعتی مزدور یونینوں کے مراسلاتی تعلیم کے ادارے اور جرمنی کے کرمچاریوں کی یونینوں کی طرف سے مزدوروں کی تعلیم کے مختصر اور لمبی مدت کے مختلف ٹریننگ کورس چلائے جاتے ہیں جن میں انھیں عوامی تفریحات میں شرکت اور مالکان اور انتظامی اسٹاف سے مل جل کر کام کرنے کے بہتر اور کارآمد

طریقوں سے واقف کرایا جاتا ہے۔ دوسری طرف مل مالکوں اور کارخانہ داروں کی انجمنیں اسی طرح کے مختلف کورس اور اسکول چلاتی ہیں۔ ان کا مقصد ہوتا ہے اعلیٰ اور متوسط درجے کے نگرانوں اور صنعتی منتظموں کو انتظامی کاموں کی فنی معلومات بہم پہنچانا اور سماج کی طرف سے ان کے اوپر جو ذمّہ داریاں ہوتی ہیں ان سے انھیں باخبر رکھنا۔

اسی طرح کوآپریٹیو سوسائیٹیاں اپنے ممبروں کے لئے مختلف کورسوں کا اہتمام کرتی ہیں۔ مختلف صنعتی اور زراعتی انجمنیں بھی اپنے ممبروں کے لئے فنی معلومات بہم پہنچانے کے لئے مختلف پروگرام چلاتی ہیں، لیکن ان سب کورسوں میں سماج اور ریاست کے شہری ہونے کی حیثیت سے ان کے اوپر جو ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان سے لوگوں کو باخبر رکھنے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ یہ سارے پروگرام سماج اور ریاست کے لئے لوگوں میں اپنی ذمّہ داریوں کا احساس پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں اس طرح وہ ایک بڑی حد تک اڈلٹ ایجوکیشن کا ہی کام کرتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک اڈلٹ ایجوکیشن کا کام ایک خاص زاویے سے کرتا ہے۔

——— سٹرا یچ ۔ ڈولف

(N.C.H.S.E.)

سماج کے بڑھتے ہوئے قدم اور سوشل ایجوکیشن

اگر ہم انسانی زندگی کے تدریجی ارتقا پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہماری دنیا پتھروں کے زمانے سے ترقی کرتی ہوئی آج ایٹمی دور میں پہنچ گئی ہے۔ گھاس پھوس کے جھونپڑوں کی جگہ عالی شان عمارتوں نے لے لی ہے۔ جنگل اور گاؤں شہروں میں بدل گئے ہیں اور انسان کی کاری گری پر مشینوں نے قبضہ جما لیا ہے۔

سائنس کی اس نعمت نے بلاشبہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتوں کو پیداوار کی رفتار کو تیز سے تیز بنا کر بہت حد تک پورا کیا ہے مگر اس کے ساتھ کچھ دوسرے بہت ہی خطرناک قسم کے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔

پہلا مسئلہ جو سائنس کی ترقی کے ساتھ انسانی زندگی میں داخل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے انسانوں کو عقل کا غلام بنا دیا ہے۔ انسان دماغ سے کام کرنے والا ایک مشینی پرزہ بن گیا ہے۔ ہماری سماجی زندگی کی پرانی قدریں بے جان ہو کر رہ گئی ہیں جس سے زندگی کے ہر شعبے میں توازن بگڑ گیا ہے۔ اس لئے آج سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں جو توازن بگڑ گیا ہے اسے برقرار کیا جائے تاکہ انسان دماغ کے ساتھ دل سے بھی کام لینے لگے۔ دل اور دماغ کے درمیان توازن قائم کرنے میں سوشل ایجوکیشن کا پروگرام کافی مدد دے سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ آج کی دنیا میں نابرابری کا ہے۔ سماج کا ایک قدم تو ایٹمی دور سے بھی آگے نکل چکا ہے اور دوسرا ابھی تک پتھر اور دھات کے زمانے میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج سماج میں ایک زبردست کشمکش چل رہی ہے۔ شہروں کی ترقی یافتہ زندگی اور رہن سہن کے طور طریقے، گاؤں کی زندگی سے یکسر مختلف ہیں۔ اگر گاؤں کا رہنے والا کوئی آدمی شہر کی کسی گنجان سڑک پر آجاتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی بھول بھلیاں میں پھنس گیا ہو۔ اسی طرح اگر شہر کے کسی آدمی کو ایک رات گاؤں میں گذارنی پڑے تو اس کے باوجود کہ گاؤں والا اس کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے گا۔ وہ ایسا محسوس کرے گا کہ جیسے کسی تنگ اور تاریک کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس سے گاؤں والوں کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔

تیسرا مسئلہ جو آج بہت نازک صورت اختیار کر چکا ہے یہ ہے کہ گاؤں کے نوجوان تیزی سے شہروں کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ شہر کی رنگا رنگ زندگی گاؤں کے نوجوانوں کو بری طرح اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شہر اور گاؤں دونوں جگہ بدنظمی کی کیفیت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس سے ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب گاؤں کے تعلیم یافتہ نوجوان ہی شہروں کا رخ کر لیں گے تو ان گاؤوں میں کیا بچ رہے گا۔ کیا گاؤں کے بڑے بوڑھے عورتیں اور بچے اور مٹھی بھر سرکاری عملہ وہ سارے کام کر سکے گا جو نوجوان گاؤوں میں رہ کر کر سکتے ہیں۔ مگر یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب نوجوان ان باتوں کو سمجھیں اور اس میں تعاون کریں۔ وہ نوجوان جنھوں نے تعلیم حاصل کر لی ہے اور جن میں کافی سمجھ بوجھ پیدا ہو چکی ہے ان سے ان کے گاؤوں کو کافی امیدیں ہیں۔ سوشل ایجوکیشن کے پروگرام کے ذریعہ اس پہلو پر خاص توجہ دلائی جا سکتی ہے اور گاؤں کے نوجوانوں میں گاؤں کے مستقبل کو شاندار بنانے کا حوصلہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔

ان باتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں آج کے اُبھرتے ہوئے نوجوانوں کی ذہنی ضرورتوں کو سمجھتے ہوئے ان کے لئے گاؤں میں ایسی سہولتیں بہم پہنچانی ہیں، جس سے ان کی قوت کا استعمال گاؤں کی تعمیر و ترقی کے کاموں میں ہو سکے۔

کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے ماتحت گاؤوں کی کچھ شکل بدلی ہے مگر سینۂ انسان کی تعمیر کا کام ابھی اس حد تک نہیں ہو سکا ہے۔ یہ کام ملک کے اتحاد و یگانگت قائم کرنے اور ایک کامیاب جمہوری نظام کی تشکیل کے لئے ضروری ہے۔ یہ کام عوامی تعلیم کے ایک ہمہ گیر پروگرام کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ سارے ملک میں لازمی طور پر عوامی تعلیم کا ایک پروگرام چلایا جائے۔ اس کے ماتحت سماج کے ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگوں کے لئے علیحدہ علیحدہ پروگرام تیار کئے جائیں، صرف اسی صورت میں عوام کے سوچنے کے انداز میں تبدیلی ممکن ہو سکتی ہے اور صحیح معنی میں ایک سوشلسٹ سماج کی تعمیر کی طرف ہم قدم بڑھا سکتے ہیں۔

— شری آر۔ بی۔ ہرش
ڈسٹرکٹ سوشل ایجوکیشن آفیسر
کنور (ہماچل پردیش)

اڈلٹ ایجوکیشن اور خواندگی پر ہندپاک سیمنار

یونیسکو کے اہتمام میں اس سال کے آخر میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر ایک ہندپاک سیمنار منعقد ہو رہا ہے۔ اس سیمنار میں ہندوستان اور پاکستان سے ناخواندگی کو دور کرنے کی عالمگیر مہم چھیڑنے کے سلسلے میں یونیسکو کی مدد سے کچھ پائلٹ پروجیکٹ وغیرہ چلانے کے منصوبوں پر غور کیا جائے گا۔ ناخواندگی کے خلاف عوامی تحریک شروع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حق میں رائے عامہ تیار کی جائے اور لوگوں کو رضا کارانہ طور پر ان مہموں میں تعاون دینے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تعلیمی سامانوں کی تیاری کے لئے نئے طریقے ایجاد کئے جائیں۔ اور اڈلٹ ایجوکیشن کے مختلف پروگراموں کے لئے سازوسامان تیار کئے جائیں ۔ آڈیو ویژول کے اچھے سامان، بہتر کتابیں، کتب خانوں کی منظم خدمات کا اہتمام کیا جائے۔ یہ سیمنار خواندگی کی تحریک کے سلسلے میں ان ساری باتوں پر سوچ بچار کرے گا۔

ہندپاک سیمنار منعقد کرنے کے سلسلے میں یہ بات طے کی جا چکی ہے کہ مشترکہ سیمنار سے پہلے دونوں ملکوں کے اسٹڈی گروپ اپنے اپنے طور پر مسائل کا جائزہ لیں اور آئندہ کے پروگراموں کے بارے میں تبادلہ خیال کرلیں ۔ ہندوستانی گروپ کی مٹنگ ۲۱ سے ۲۶ ستمبر ۱۹۶۴ء تک نئی دہلی میں ہوگی۔ یہ گروپ ہندوستان کی طرف سے اس مشترکہ سیمنار کے لئے ایجنڈا بھی تیار کرے گا۔

ہندوستانی گروپ اپنی مٹنگ میں (جو ۲۱ سے ۲۶ ستمبر تک نئی دہلی کے وگیان بھون میں ہوگی) مندرجہ ذیل خاکے کی بنیاد پر غور و بحث کرے گا۔

پہلا سوال :- ہندوستان میں ناخواندگی کی موجودہ کیفیت

- ۱۹۲۱ء سے ۱۹۶۱ء کے درمیان خواندگی کی رفتار

- ملک میں ناخواندگی بہ حالت موجودہ۔
- خواندگی کے موجودہ پروگراموں کا تجزیہ اور ان کے نتائج۔
- ملک سے ناخواندگی کو دور کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔

دوسرا سوال :۔ بالغوں کی ناخواندگی : ہندوستان کی ہمہ گیر سماجی اور اقتصادی ترقی کے پس منظر میں

- ایک ترقی پذیر سماج میں بالغوں کی خواندگی کی بڑھتی ہوئی ضرورت۔
- بالغوں کی خواندگی اور زراعتی پیداوار کی ترقی۔
- سماجی تبدیلی میں بالغوں کی خواندگی کی اہمیت
- انسانی وسائل کی ترقی کے لئے خواندگی پر روپیہ لگانا ایک منافع بخش سودا ہے۔ (یعنی اس سے انسانوں کی صلاحیت بڑھا کر پیداواری وسائل بڑھائے جا سکتے ہیں۔

تیسرا سوال :۔ بالغوں کی خواندگی اور تعلیمی منصوبہ

- ایک قومی پالیسی طے کرنے کی ضرورت،
- انتظامی مشنری اور فنی خدمات کی تنظیم
- بالغوں کی خواندگی کے اساتذہ کی فراہمی اور ان کی ٹریننگ
- بالغوں کی خواندگی اور اسکولی تعلیم کا طریقہ
- مخصوص گروپوں کے لئے بالغوں کی خواندگی
- بالغوں کی خواندگی کے پروگراموں پر اخراجات کا تخمینہ لگانا، وسائل کی فراہمی اور ان کا تال میل
- بین الاقوامی اداروں سے امداد۔ ترقی پذیر ملکوں میں کس طریقے پر امداد لینا سب سے زیادہ مفید ہوگا۔
- دوسرے ملکوں سے باہم امداد اور تعاون۔

نہرو خواندگی فنڈ

پنڈت جواہر لال نہرو جنھوں نے تعلیم بالغان کی عالم گیر تحریک کی ہمیشہ اخلاقی رہنمائی کی، اور جسے دنیا نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے، ان کی یاد کو تازہ رکھنے کی ایک حقیر سی کوشش کے طور پر انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے "نہرو خواندگی فنڈ" کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز منظور کی ہے جو

لٹریسی کے پروگرام منظم کرنے والے رجسٹری شدہ اداروں اور ایجنسیوں کو امداد دے گا۔

نوسکھ بالغوں کے لئے کتابیں اور دوسرے موادِ مطالعہ تیار کرنے کی اسکیموں کی حوصلہ افزائی کرے گا۔

لٹریسی کے پروگرام سے متعلق دوسرا سامان تعلیم مثلاً کتابیں، چارٹ، اور آڈیو ویژول ایڈز کی تیاری و تصنیف اور اشاعت کے لئے سرمائے کی مدد دے گا۔

اس "فنڈ" کا انتظام کرنے کے لئے ایک ٹرسٹ ہوگا جس کے چیرمین انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن کے صدر ہوں گے۔ ٹرسٹ کے دوسرے ممبران حسب ذیل ہوں گے۔

فیڈریشن آف دی انڈین چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے صدر

آل انڈیا فیڈریشن آف ایجوکیشنل ایسوسی ایشنز کے صدر

انٹر یونیورسٹی بورڈ کے صدر

وزیر تعلیم کا ایک نمایندہ

چند افراد جو اس موضوع سے وابستگی رکھنے یا اس کی مہارت کی بنا پر مقرر کئے جائیں گے۔

ایسوسی ایشن (انڈین اڈلٹ ایجوکیشن) کے خازن ٹرسٹ کے بھی خازن ہوں گے۔

(انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن)

صنعتی مزدوروں کے لئے خواندگی کا منصوبہ

زیرِ غور

پلاننگ کمیشن نے صنعتی مزدوروں کے لئے خواندگی کا ایک منصوبہ ترتیب دینے کی غرض سے ایک کمیٹی مقرر کی ہے کمیٹی کے ممبروں نے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور اپنی کئی نشستیں منعقد کیں۔

۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء کو کمیٹی کی تیسری باضابطہ میٹنگ منعقد ہوئی جس کے صدر ڈاکٹر موہن سنگھ مہتا تھے۔ اس میٹنگ میں دو اہم باتوں پر خاص طور سے بحث ہوئی۔ ایک یہ کہ صنعتی مزدوروں سے ناخواندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے کیسا ادارہ مناسب ہوگا اور دوسرے یہ کہ کس طرح یہ مقصد کم سے کم وقت میں حاصل ہو سکے گا۔

کمیٹی کے جلسے میں اس باب میں اختلافِ رائے کی شدت کی وجہ سے ابھی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اس کام کے لئے کون سا ادارہ مناسب رہے گا البتہ اس بات پر کمیٹی متفق ہو گئی ہے کہ چوتھے پلان میں اس کام کے لئے ڈھائی کروڑ روپیہ منظور کرنے کی پلاننگ کمیشن سے فرمائش کی جائے۔

کمیٹی کے اس جلسے میں شری اے۔ آر۔ دلیش پانڈے، شری سوہن سنگھ، شری جگدیش سنگھ، شری بی۔ این۔ داتار، شری پی۔ چیدنت سال راؤ اور شری ایس۔ سی۔ دتا نے شرکت کی۔

پلاننگ کمیشن کے ممبر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ تھوڑی دیر کے لئے جلسے میں تشریف لائے اور مباحثے میں شرکت کی۔

فوج

ہندوستان میں تعلیمِ بالغان کا سب سے بڑا ادارہ

اس بات سے غالباً بہت کم لوگ واقف ہوں گے کہ ہندوستانی فوج تعلیم بالغان کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مؤثر ادارہ ہے۔ ہندوستانی فوج کے کام کی بنیاد اس نظریئے کے اوپر ہے کہ ان پڑھ یا غیر تعلیم یافتہ شخص اچھا اور مستعد سپاہی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جوں ہی کوئی جوان فوج میں بھرتی ہوتا ہے، فوج اسی وقت سے اُسے

تعلیم دینا شروع کر دیتی ہے۔ یہ تعلیم اس کی فوجی تربیت کا لازمی جزو ہوتی ہے اور اس وقت بھی جاری رہتی ہے جب وہ مورچے پر ہوتا ہے۔

رنگروٹ کی اس تعلیم کی پانچ منزلیں ہوتی ہیں۔ پہلی منزل کا نام ہے "رنگروٹ کی جانچ"، دوسری منزل ہے "فوج کا تیسرے درجے کے سرٹیفکٹ کا امتحان" جو اسکولوں کے چوتھے درجے کے معیار کا ہوتا ہے تیسری منزل کا امتحان اسکولوں کے چھٹے درجے کے معیار کا ہوتا ہے اور اس کا نام ہے" فوج کا دوسرے درجے کے سرٹیفکٹ کا امتحان"۔ چوتھی منزل "فوج کا اوّل درجے کے سرٹیفکٹ کا امتحان" پاس کرنے پر پار ہوتی ہے جس کا معیار اسکولوں کے آٹھویں درجے کا ہوتا ہے۔ آخر میں پانچویں منزل پار کرنے کے لئے "فوج کا اسپیشل سرٹیفکٹ کا امتحان" پاس کرنا ہوتا ہے جو کم و بیش میٹرک کے معیار کا ہوتا ہے۔

اسپیشل سرٹیفکٹ کورس کے علاوہ باقی تمام کورسوں میں ذریعہ تعلیم دیوناگری رسم الخط کے ساتھ ہندی زبان ہوتی ہے۔ فوج کی اپنی درسی کتابیں ہوتی ہیں جو وہ خود تیار کراتی ہے۔ انھی درسیات میں وہ کتاب بھی ہے جو دوسری زبانوں کے علاقوں کے سپاہیوں کو ہندی سکھانے کے لئے مخصوص ہے۔

ان کورسوں کے علاوہ جو لوگ انگریزی زبان سیکھنا اور ٹکنکل کورسوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی الگ سے آسانیاں فراہم کی گئی ہیں۔ انگریزی زبان کی یہ تعلیم کل ۸۵۰ بنیادی اور کثیر الاستعمال الفاظ کے اوپر مبنی ہوتی ہے جو تین منزلوں میں پڑھائے جاتے ہیں یعنی پہلی منزل میں ۲۷۵ الفاظ، دوسری منزل میں ۶۰۰ اور تیسری میں ۸۵۰۔

فوج کے تعلیمی دستے کا اپنا ایک ٹریننگ کالج ہے جو پنچ مڑھی میں واقع ہے۔ یہی ٹریننگ کالج مذکورہ بالا مختلف منزلوں میں تعلیم دینے اور دوسرے تعلیمی پروگرام چلانے والوں کو ٹریننگ دیتا ہے۔ اس کا فن تعلیم میں بھی ٹیچر ٹریننگ کورس ہے جو ساگر یونیورسٹی کی طرف سے تسلیم شدہ ہے۔ اور بی۔ ایڈ کے مساوی مانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کالج فن کتب خانہ میں ایک ڈپلوما کے لئے تیاری کراتا ہے۔ اور آڈیو ویژول ایڈس اور فوجی موسیقی کی ٹریننگ بھی دیتا ہے۔ یہ سب کورس ساگر یونیورسٹی کی طرف سے تسلیم شدہ ہیں۔

پھر یونٹ کو تعلیم دینے والے استادوں (یونٹ ایجوکیشن انسٹرکٹر) کی ٹریننگ کے لئے الگ سے کورس ہیں جس کی تربیت حاصل کرنے کے بعد یہ انسٹرکٹر جوانوں کو پڑھانے کے کام میں فوجی دستے کے استادوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ فوج نے ایک مخصوص کورس ترتیب دیا ہے جس کے ماتحت خطرے کے ایام میں فیلڈ پر گئے ہوئے جوانوں کو تعلیم دینے

کے لئے استاد تیار کئے جاتے ہیں، ایک اور کورس فوجی موسیقی کے لئے بینڈ ماسٹر تیار کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

اس اہتمام کی روشنی میں دیکھئے تو فوج صرف اچھے سپاہی ہی نہیں بلکہ اچھے شہری بھی تیار کرتی ہے۔ چنانچہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بہت سے رنگروٹ جب بھرتی ہوئے تھے تو نرے ان پڑھ تھے مگر انھوں نے اس تعلیمی انتظام سے جی بھر کے فائدہ اٹھایا، یہاں تک کہ کمیشن یافتہ افسر ہو گئے۔ یہ تعلیم سپاہیوں کے لئے صرف اسی مدت تک کارآمد نہیں ہوتی جب تک وہ فوج میں شامل رہتے ہیں بلکہ اس کے بعد بھی جب انھیں فوج کی خدمات سے چھٹی مل جاتی ہے، یہ ان کی زندگی میں بحالی لانے کے کام آتی ہے۔

(انڈین جرنل آف اڈلٹ ایجوکیشن)

صنعتی مزدوروں کی تعلیم کا پائلٹ پروجیکٹ

انڈین اڈلٹ ایجوکیشن ایسوسی ایشن نے صنعتی مزدوروں میں تعلیم بالغان کی اشاعت کا جو پہلا پائلٹ پروجیکٹ بنایا ہے، وہ رسمی طور پر اس سال ۱۵ اگست کو شروع کر دیا گیا۔

صدر، نائب صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر رادھا کرشنن اور ڈاکٹر ذاکر حسین اور لیبر منسٹر شری سنجیویا نے اس موقع پر اس کام کے لئے مبارکباد اور اپنی نیک تمناؤں کے پیغام بھیجے تھے۔ پلاننگ کمیشن کے ممبر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ نے ایسوسی ایشن کو ایک پیغام بھیجا تھا جس میں انھوں نے امید ظاہر کی تھی کہ اس پائلٹ پروجیکٹ سے تجربے اور تحقیق کی مفید راہیں کھلیں گی۔

ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم وترقی

ستمبر ۱۹۶۴ء

جلد ۱۵ —— شمارہ ۹

بانی : شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر :

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر

تعلیم وترقی۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت :

سالانہ چار روپے   فی پرچہ ۳۷ پیسے

فون : ۴۴۲۶۴ ۷

ترتیب

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونین پریس جامع مسجد دہلی ۶ میں چھپوا کر دفتر تعلیم وترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

اشارات

خواندگی ـــــ مُہم یا مستقل تعلیمی عمل؟

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن" کے موضوع پر نئی دہلی میں جو نیشنل اسٹڈی گروپ (۲۱ تا ۲۶ ستمبر) منعقد ہو رہا ہے، اس میں پہلے دن ایک گروپ میں ایک دلچسپ بحث یہ ہوئی کہ خواندگی کی حیثیت آیا ایک مُہم (CAMP AIG N) کی ہے یا مستقل تعلیمی عمل کی جو تاحیات جاری رہتا ہے۔ ایک طبقے کا خیال یہ تھا کہ اس کی حیثیت ایک مُہم کی نہیں ہے اس لئے کہ مُہم کی صفت یہ ہے کہ وہ ایک خاص منزل پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے، درآں حالانکہ خواندگی کبھی ختم ہونے والی چیز نہیں ہے اس موضوع پر خاصی بحث رہی اور آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس موضوع پر مزید گفتگو اس وقت کے لئے اٹھا رکھی جائے جب گروپ ورکنگ پیپر کے اس پہلو پر بحث کرے گا جس میں یہ موضوع شامل ہے۔

ہمارے خیال میں اس بات کا فیصلہ کہ خواندگی مہم ہے یا مستقل تعلیمی عمل، اس پر منحصر ہے کہ خواندگی سے مراد کیا لی جاتی ہے۔ اگر خواندگی سے مراد اڈلٹ ایجوکیشن ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں ایک عرصے تک خواندگی کو اڈلٹ ایجوکیشن یا اڈلٹ ایجوکیشن کو خواندگی سمجھا جاتا رہا ہے، تب تو یہ خیال ایک حد تک صحیح ثابت ہوتا ہے ـــ ایک حد تک اس لئے کہ خواندگی ہی کو بالغوں کی تعلیم سمجھ لیا جائے جو عمر کے کسی بھی حصّے میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ نظریہ پیش نظر رکھا جائے کہ خواندگی تعلیم نہیں بلکہ حصولِ تعلیم کا ایک ذریعہ ہے ـــ جیسا کہ ہمارے خیال میں یہ بات اب متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے ـــ تو خواندگی ایک ایسی چیز قرار پاتی ہے جس کی صفت ایک خاص منزل پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے، اور اس اعتبار سے ناخواندہ بالغوں کو خواندہ بنانا کوئی مستقل تعلیمی عمل نہیں بلکہ ایک مُہم قرار پاتا ہے۔ اس مہم کے بعد اڈلٹ ایجوکیشن کی منزل آتی ہے جو یقیناً ایک مستقل تعلیمی عمل ہے، جو تادمِ آخر جاری رہتا ہے۔ اور اُسے مُہم کے نام سے موسوم کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر اس مسئلے کو بیان کرتے وقت ہم بجائے "خواندگی" کے "خاتمۂ ناخواندگی" کا لفظ استعمال کریں تو ہمارا خیال ہے کہ اس بحث میں صحیح نتیجے پر پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ ناخواندگی کسی قوم کے لئے ایک بدنما داغ ہے

جس کی وجہ سے اس کا چہرہ بھیانک اور بے رونق ہو گیا ہے" یا یوں سمجھئے کہ ناخواندگی ایک بیماری یا وبا ہے جو قوم کی صحت کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ اگر یہ تشبیہیں صحیح مان لی جائیں اور پھر بھی یہ کہا جائے کہ ناخواندگی کا "خاتمہ" "مُہم" نہیں "مستقل تعلیمی عمل" ہے تو پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ "چہرے کا بدنما داغ (جو ظاہر ہے پیدائشی نہیں ہے) عمر بھر دھوتے رہنے کی چیز ہے اور پھر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دھل جائے گا"۔ یا (دوسری تشبیہ کی صورت میں) یہ کہ "ناخواندگی ایک ایسی بیماری ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی"۔ اور اسے ختم کرنے کا سلسلہ برابر جاری رکھنا چاہیئے"۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ کسی صائب الرّائے شخص کا یہ نظریہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ "اگر قوم کے چہرے کو تابناک اور بارونق بنانا ہو تو اس بدنما داغ کو جس طرح ممکن ہو مٹا ڈالئے" یا یہ کہ اگر قوم کو صحت مند و توانا بنانا ہے تو اس بیماری کو جو اس کی صحت و توانائی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ کوشش کر کے جڑ سے اکھاڑ پھینکئے اور پھر اسے ایسی دوائیں اور غذائیں دیجئے جن سے اس کی صحت و توانائی بحال ہو جائے۔

ان تشبیہات کے پیش نظر ہمارے خیال میں اب یہ بات واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ملک سے ناخواندگی کا خاتمہ صرف ایک مُہم ہے اور اُسے مُہم ہی کہنا چاہیئے البتہ اس کے بعد آنے والی کیفیت جسے ہم اڈلٹ ایجوکیشن کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں، اسے مُہم نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ایک مستقل تعلیمی عمل ہے جو تاحیات جاری رہتا ہے اور جاری رہنا چاہیئے۔

برطانیہ کے اڈلٹ اسکول

ایک تاریخی جائزہ

"جمہوریت کی صحت و توانائی کے لئے بحث و گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔ بحث و گفتگو کے لطف و رعنائی کے لئے اختلاف کی۔ اڈلٹ اسکول میں آپ کو جمہوریت بھی ملے گی بحث و گفتگو بھی اور اختلاف بھی۔ اگر حضرت سقراط اس زمانے میں اوتار لیں تو اڈلٹ اسکول کو بہت کچھ اپنی طبیعت کے حسب حال پائیں گے۔ اگر پائلیٹ[1] پھر سے زندہ ہو جائے اور دیکھے کہ اڈلٹ اسکول میں اس کے فلسفیانہ سوال "سچ کیا ہے" پر کس سرگرمی سے بحث ہو رہی ہے تو چلتے چلتے ٹھٹھک جائے اور اڈلٹ اسکول میں آکر بیٹھ جائے۔"

یہ ہے اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کے ایک انگریز رہنما کا قول جو انھوں نے اڈلٹ ایجوکیشن کی سیر کراتے ہوئے ایک کتابچہ "اڈلٹ اسکول کی سیر" میں لکھے ہیں۔ اڈلٹ اسکولوں کے بارے میں چند رائیں اور سن لیجئے:۔

پروفیسر گلبرٹ مرے لکھتے ہیں:۔

"چند ہفتے ہوئے میں نے ایک اڈلٹ اسکول میں جو نیوکیسل کے پاس واقع ہے، حصہ لیا۔ یہاں سماجی موضوعات پر بحث ہو رہی تھی۔ مارکسی[2]، عام سوشلسٹ اور چند لبرل بھی موجود تھے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے کامن روم میں بھی اسی طرح کی بحثیں ہوتی ہیں اور ان میں حصہ لینے کا مجھے اکثر و بیشتر اتفاق ہوا ہے۔ اس کامن روم میں، بلا شبہ اڈلٹ اسکولوں کے مقابلے میں زیادہ عالمانہ باتیں سننے کو ملتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہاں متضاد رائیں اتنی بے باکی اور اتنی خوش مزاجی کے ساتھ کبھی پیش نہیں کی جاتیں

---

[1] پائلیٹ سوریا (شام) میں رومن سلطنت کا گورنر تھا۔ اسی نے حضرت عیسیٰ مسیح کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیا تھا۔ فلسفی اور عالم آدمی تھا۔ [2] کارل مارکس کے نظریات کے حامی۔

اور نہ زیر بحث باتوں پر اتنی گہرائی اور باریکی کے ساتھ غور کیا جاتا ہے"۔

رائٹ آنریبل ارنسٹ بیون کا بیان ہے۔

"اڈلٹ اسکول میں سب سے پہلے میں نے اُس وقت داخلہ لیا جب میری عمر اٹھارہ انیس سال کی تھی مگر اس فائدے کو میں آج تک کبھی نہیں بھولا جو مجھ کو اس کی کلاسوں سے حاصل ہوئے .... اس اڈلٹ اسکول کی جو بات مجھے بہت پسند تھی وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو سوچنے، عقل و استدلال سے کام لینے، دوسروں کے نقطۂ نظر کو صبر و سکون کے ساتھ سننے اور واقعات و حقائق کی چھان بین کرنے اور قوت فیصلہ کو استعمال کرنے کا سبق سکھاتا تھا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ وہاں ہمیشہ دوستی و یک جہتی، سماجی نقطۂ نظر، اور سماجی احساس کی بیداری کا ماحول رہتا تھا"

سر جارج بیومین فرماتے ہیں:

"جب میں اپنی زندگی کے بیتے ہوئے دنوں پر نظر ڈالتا ہوں اور اُن کا جائزہ لیتا ہوں تو اس بات سے دل بہت متاثر ہوتا ہے کہ میری اپنی زندگی اور کام پر اڈلٹ اسکول کی کتنی گہری چھاپ پڑی تھی اڈلٹ اسکول میں مجھے جو تجربے ہوئے، ان سے میں نے نہایت بیش بہا سبق سیکھے۔ اس اسکول میں ہر نوعیت اور ہر حیثیت کے انسانوں کے درمیان جو برادرانہ اور یادگار رشتہ قائم تھا، تعلیم و تربیت کا جو صحیح اور سچا عمل کارفرما تھا اور انسانی زندگی میں انجیل مقدس کے مقام و مرتبے کا جو گہرا احساس و ادراک تھا — اور ان تینوں کے میل سے بنی نوع کی خدمت کی جس طرح تربیت ہو جاتی تھی — وہ میرے حق میں میرے قلب و ذہن کی بیداری کی محرک ثابت ہوئی"

اڈلٹ اسکول میں عملاً کیا ہوتا ہے۔

آیئے ایک اڈلٹ اسکول کی سیر کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان میں عموماً ہوتا کیا ہے۔ تحریک کے ایک تجربہ کار رہبر ہمارے ساتھ ہیں۔ سنئے وہ کیا رہے ہیں۔

"دیکھئے حضرات اس اسکول میں آج حسب معمول ہفتے کا جلسہ ہے۔ کوئی تیس تیس آدمی ایک نصف دائرے میں بیٹھے ہیں تاکہ ہر شخص صدر اور بحث کی ابتدا کرنے والے "اسپیکر" کو دیکھ سکے اور صدر کی نگاہ بھی ہر شخص پر آسانی سے پڑ سکے۔ آج کا موضوع بحث اسباق کی کتاب[۱] LESSON HAND BOOK کا پندرہواں سبق

---

[۱] "اسباق کی کتاب" کا تعارف مضمون میں آگے آئے گا۔

ہے "ہمارا سوچنے کا طریقہ"

"جلسہ مناجاتوں کی کتاب کی ایک مناجات سے شروع ہو رہا ہے۔ اس کے بعد بائبل کی کچھ آیات کی تلاوت ہوگی اور پھر اصل کاروائی شروع ہوگی"

"دیکھئے اب وہ صاحب جو آج کے جلسے کے اسپیکر ہیں، کھڑے ہوئے۔ انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ میں کوئی بات اس دعوے کے ساتھ نہیں کہوں گا کہ وہ مستند اور آخری ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری بات یا حقیقت نہیں ہو سکتی میں نے اس موضوع کچھ کتابیں پڑھ کر ان کے نوٹ لئے اور انھی کی بنیاد پر اپنا خیال ظاہر کروں گا" اس تمہید کے بعد انھوں نے تقریباً ۲۰ منٹ تک تقریر کی۔ اس کے بعد جلسہ کے صدر نے (جو اسکول کے پریسیڈنٹ اور ایک بیمہ کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں) اسپیکر کی تقریر کی تعریف میں چند کلمات کہے اور اس کے بعد حاضرین کو اپنے اپنے خیالات پیش کرنے کی دعوت دی۔

"کوئی چالیس منٹ تک بحث ہوئی۔ صدر کی نگاہیں ہر شخص پر جمی رہیں کہ کوئی شخص بولنا چاہے تو اظہار خیال سے محروم نہ رہے۔ دوران بحث میں ایک آدھ مرتبہ انھوں نے اس خیال سے دخل دے دیا کہ گفتگو موضوع سے بہت زیادہ باہر نہ ہونے پائے۔ بڑی دلچسپ صحبت رہی۔ سوالات، تنقیدیں، تردیدیں، تجویزیں اور وضاحتیں۔ غرض ہر طرح کی باتیں سامنے آئیں۔ کوئی کھڑا ہو کر بول رہا ہے تو کوئی بیٹھے ہی بیٹھے اپنی رائے ظاہر کر رہا ہے۔ ظرافت اور بذلہ سنجی کا عنصر بھی رہا جس سے بحث میں چٹپٹا پن پیدا ہو گیا۔ اپنی تقریر کی نوعیت سے ہر شخص تو نہیں مگر انجینیر، کلرک، ڈاکٹر، اسکول ماسٹر اور چند دوسرے پیشے والے صاف پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی پارٹیوں سے ہمدردی رکھنے والے کچھ اور لوگوں کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ کوئی شخص کوئی واقعہ یا نظریہ بیان کرتا ہے تو دوسرا بول اٹھتا ہے "یہ گول مول بات ہے۔ اتنے سے کام نہیں چلے گا، تفصیلات کی ضرورت ہے"

"آخر میں دیکھئے اب صدر جلسہ نے اسپیکر سے فرمائش کی کہ وہ اپنی اختتامی تقریر کریں، وہ اپنی اس تقریر میں ان تمام باتوں پر جو بحث کے دوران میں اٹھائی گئی تھیں اظہار خیال کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض باتوں کے بارے میں میرے نظریے میں اصلاح ہوئی ہے، اسپیکر کی اختتامی تقریر کے بعد اڈلٹ اسکول کے سکریٹری صاحب کھڑے ہوتے ہیں اور اعلانات پڑھ کر سناتے ہیں جو آنے والے ہفتے کی اہم اور قابل دید سرگرمیوں سے متعلق ہیں۔ کچھ اعلانات خود اسکول کے ممبروں کے لئے ہیں، مثلاً اگلے ہفتے میں "ہفتہ واری لیکچر" اسکول میں لیکچر سننے چلنا ہے یا اڈلٹ اسکول کے فلاں مہمان خانے (گیسٹ ہاؤس) کی سیر کو چلیں گے۔ وغیرہ

"جلسہ ختم ہونے سے پہلے بھی ایک مناجات گائی جاتی ہے اور اس کے بعد لوگ اٹھ جاتے ہیں۔ جلسے سے اٹھ کر چلتے وقت دوران بحث میں جو باتیں ہوئیں اور سوالات اٹھائے گئے تھے ان پر رائے زنی سے اچھی خاصی ہلچل کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ تقریب بے تکلف احباب کی دوستانہ ملاقات تھی نہ کہ رسمی سی پڑھائی کی کلاس"۔

کم و بیش یہی منظر برطانیہ کے ہر اڈلٹ اسکول میں دیکھنے میں آتا ہے جو لگ بھگ بارہ سو کی تعداد میں پورے ملک میں قائم ہیں۔

اڈلٹ اسکول: ابتدا اور ارتقا

اڈلٹ اسکولوں کی اس برطانوی تحریک نے برطانیہ کی بالغ آبادی پر اس حد تک اثر ڈالا ہے کہ اسے اسکینڈی نیویا خصوصاً ڈنمارک کے فوک ہائی اسکولوں کے مقابلے پر رکھا جاتا ہے؛ اس لئے اس موثر اور دور رس تحریک کا مطالعہ تاریخ کی روشنی میں کرنا ہمارے لئے مفید اور دلچسپ ہوگا تو آیئے دیکھیں اس تحریک کی ابتدا کس طرح ہوئی اور زمانے کے ساتھ ساتھ اسے فروغ کس طرح ہوا۔

ابتدا

پہلا دور (الف) ناٹنگھم کا تجربہ

برطانوی اڈلٹ اسکولوں کی موجودہ سرگرمیوں اور پروگراموں کو دیکھئے تو یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس تحریک کی ابتدا ان پڑھ بالغوں کو خواندہ بنانے کی غرض سے مسیحی مذہب کی غیر مقلد "میتھوڈسٹ" تحریک کے زیر اثر ہوئی۔ یہ اٹھارھویں صدی کی آخری چوتھائی کے زمانے کی بات ہے جب برطانیہ میں "صنعتی انقلاب" اور مسیحی مذہب کی ترقی پسند تحریکیں (METHOSIM) ساتھ ساتھ چل رہی تھیں اور برطانوی سماج میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں ہو رہی تھیں۔ ان اثرات اور ان کے زیر اثر سماجی تبدیلیوں کا تجزیہ اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کے ایک انگریز رہنما ارنسٹ چیمپ نس (ERNEST CHAMPNESS) نے بڑے سلیس اور جامع انداز میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"اٹھارہویں صدی کا آخری زمانہ ہم لوگوں کے لئے جو بیسویں صدی کے وسط میں سانس لے رہے ہیں بڑا اہم زمانہ ہے۔ اس زمانے نے صنعتی انقلاب کا جنم تو نہیں مگر اس کے بچپن کا زمانہ ضرور دیکھا تھا جب اس کی نشو ونما ہو رہی تھی۔ اس سے کچھ ہی پہلے وہ زمانہ شروع ہوا تھا (اور جو اس زمانے تک جاری رہا) جب زندگی کے پرانے ڈھرے پر تنقیدیں ہونے لگی تھیں اور مذہب کے مطالبات کے بارے میں یہ خیال قائم ہو گیا تھا کہ یہ قانونِ فطرت سے پرے کی باتیں ہیں اور ان کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ دوسری طرف غیر مقلد (معتقد نونسٹ) تحریک پھر سے زور پکڑ گئی تھی چنانچہ اس نے برطانیہ کی مذہبی اور سماجی زندگی کے دھارے کو بدل دیا تھا۔ ایک طرف انقلاب فرانس کے زیر اثر انسان کی بے بسی کا تصور ختم ہو گیا تھا اور لوگوں کو انسانی عظمت کا احساس ہونے لگا تھا۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ فرانسیسی انقلاب کو پے بہ پے جو کامیابیاں ہو رہی تھیں ان سے دلوں پر خوف کی کیفیت بھی طاری تھی۔ اُدھر انگریزی ادب میں ایک نئے تصور کا آغاز ہو چکا تھا۔ برنس (BURNS) شیلے اور ورڈس ورتھ اگرچہ باہم ایک دوسرے سے متضاد کیفیات و تصورات کی نمایندگی کرتے ہیں لیکن ان میں ایک بات بہرحال مشترک تھی جو انھیں اٹھارھویں صدی کے ادیبوں اور شاعروں سے ممتاز کرتی ہے اور وہ ہے انسان اور فطرت کی عظمت کے عقیدے کی بات۔

"خیالات وعقائد کے انقلاب کے اس ہنگامہ خیز دور میں برطانوی آبادی کی بہت بڑی اکثریت اَن پڑھ تھی، غریب اور مفلس تھی مگر اَن پڑھ پن اور مفلسی اگرچہ اس زمانے میں دنیا کی ہر آبادی میں تھی لیکن برطانیہ کی مفلسی کچھ مختلف قسم کی تھی۔ یہ نئے نئے شہروں اور قصبوں کی دھوئیں میں بسی ہوئی مفلسی تھی جس نے بہت جلد مزدوروں کی گندی آبادی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ وہ مفلسی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر کانیں اور کارخانے، چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو تقریباً دن دن بھر مزدوری کرنے پر مجبور کرتے تھے.......

غرض یہ دور بڑی تیز رفتار تبدیلیوں کا دور تھا؛ اور واقعات ایسے رونما ہو رہے تھے کہ انھیں آسانی سے حسب دلخواہ شکل میں ڈھالا جا سکتا تھا۔ خدا کے جو مقبول بندے دعا کیا کرتے تھے کہ کاش انھیں اللہ کے بندوں کی کسی نہ کسی شکل میں خدمت کرنے کا موقع ملے تاکہ اس طرح وہ اس خالق کائنات کی خدمت کر سکیں، ان نیک دل لوگوں کو اس دور میں اپنی آرزو پوری کرنے کے بڑے مواقع تھے چنانچہ مسیحی مذہب کی تحریک کے دو رہنما[1] اٹھے اور ۱۷۹۸ء میں انھوں نے اس پُر آشوب دور میں

[1] ولیم سنگلٹن، اور سموئیل فاکس

ناٹنگھم میں پہلا اڈلٹ اسکول قائم کیا۔"

اس طرح برطانوی اڈلٹ اسکولوں کی تحریک اگرچہ اس دور کی سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کا نتیجہ کہی جاسکتی ہے لیکن ان تبدیلیوں کو ان کا بانی نہیں کہا جاسکتا۔ اس تحریک کی بنیاد دراصل مذہبی ضرورتوں کے زیر اثر پڑی اور اس کا سلسلہ ۱۷۹۸ء سے بھی پہلے ۱۷۸۰ء سے شروع ہوگیا تھا جب بائبل کی تعلیم دینے کی غرض سے سنڈے اسکول قائم ہونے لگے تھے۔

ان سنڈے اسکولوں میں بائبل صرف پڑھ کر سنائی جاتی تھی، اسے پڑھانے کا خیال ابھی تک پیدا نہیں ہوا تھا۔ ۱۷۸۰ء کے بعد سے ۱۷۹۵ء تک سنڈے اسکولوں کی تحریک کے علاوہ انگلینڈ میں بہت سی مشنری سوسائٹیاں قائم ہوئیں جن کا اولین مقصد بائبل کو عوام تک پہنچانا تھا۔ اور یہ کام بڑی تیزی اور دریا دلی سے ہو رہا تھا لیکن جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے، لوگوں میں واقعات پر تنقیدی نظر ڈالنے کا رواج پیدا ہوچکا تھا، بائبل کی اس اندھی تبلیغ پر بھی یہ سوال اٹھایا گیا اور بڑے زور شور سے اٹھایا گیا کہ "بائبل کو ان لوگوں میں تقسیم کرنے سے کیا حاصل جو اسے پڑھ ہی نہیں سکتے؟" یہ سوال اتنا صاف اور صریح تھا کہ اس کا جواب بھی اسی شدت سے ملا کہ

"ہم اَن پڑھ عوام کو پڑھنا سکھائیں گے تاکہ وہ بائبل کو پڑھ سکیں"

ناٹنگھم کا اڈلٹ اسکول جو ۱۷۹۸ء میں قائم ہوا، دراصل اسی عزم کا نتیجہ تھا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ دوسرے لوگوں میں بھی اَن پڑھ بالغوں میں خواندگی پھیلانے کا حوصلہ پیدا ہوگیا، ان پڑھ عوام تعلیم یافتہ لوگوں کے قریب آ گئے اور ان سے انھوں نے پڑھنا ہی نہیں سیکھا بلکہ چونکہ یہ لوگ ایک مقصد کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے اس لئے ان پڑھوں نے اُن سے بامقصد زندگی گذارنے کا سبق بھی لیا۔

ناٹنگھم کے اڈلٹ اسکول میں ہر اتوار کو صبح سات بجے سے دو گھنٹے تک کلاس منعقد ہوتی تھی جس میں ٹیچر اَن پڑھ لوگوں کو پڑھنے کا فن سکھاتے تھے۔ اس کے بعد سیموئیل فاکس ان ٹیچروں کو جو بیشتر ان کی بساطے کی دکان کے کارکن تھے ناشتہ کراتے تھے۔

(ب) برسٹل کا تجربہ

لیکن ناٹنگھم کا اڈلٹ اسکول محض ایک ابتدا تھی چنانچہ اس زمانے میں اُسے فروغ حاصل نہیں ہوا۔ مگر اس کے باوجود میتھوڈسٹ اور دوسری مذہبی رہنماؤں کے دل میں یہ بات پختہ طور پر بیٹھ گئی تھی کہ اگر عوام کو بائبل کی صحیح معنی میں تعلیم دینی ہے تو انھیں پہلے پڑھنا سکھانا چاہئے۔ یہ عقیدہ دلوں میں پلتا اور بڑھتا رہا۔ تا آنکہ ۱۸۱۲ء کا زمانہ آیا

جب اڈلٹ اسکول کی تحریک صحیح معنی میں پھیلنی شروع ہوئی۔ اس کی بسم اللہ ایک غیر مقلد کلیسا (میتھوڈسٹ چرچ) کے دربان ولیم اسمتھ کے ہاتھوں برسٹل میں ہوئی۔ پہلے ولیم اسمتھ نے یہ کام تنہا شروع کیا مگر کچھ عرصے کے بعد ایک اور رپادری ٹامس پول نے ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ولیم اسمتھ کو اس کام میں بڑا انہماک تھا چنانچہ اس کا اندازہ برطانوی اڈلٹ ایجوکیشن کے ایک مورخ کیوبری مارٹن کے حسب ذیل بیان سے ہوگا:

"اس کام میں ولیم اسمتھ کے خلوص و انہماک کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ انھیں ہفتہ وار جو ۸ اشلنگ مزدوری ملتی تھی اس میں سے تین شلنگ وہ ایک اور شخص کو دے دیتے تھے جو ان کے کام کا کچھ حصہ ان کی غیر موجودگی میں انجام دے دیا کرتا تھا اور اس طرح جو وقت بچتا تھا اُسے وہ اپنے اڈلٹ اسکول میں صرف کرتے تھے تاکہ انھیں اپنے کم نصیب دوستوں تک علم کی روشنی پہنچانے کے کام کے لئے، جو انھوں نے خود اپنے اوپر عائد کر لیا تھا، زیادہ وقت مل سکے۔"

ولیم اسمتھ کی یہ کوشش بہت مقبول ہوئی چنانچہ چار سال کے اندر اندر برسٹل کے علاقے میں ۲۴ اسکول مردوں کے لئے اور ۳۱ عورتوں کے لئے قائم ہوگئے۔ . . . .

انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور ویلز میں بھی بہت سے اڈلٹ اسکول قائم ہوئے اور عورتیں اور مرد اور پندرہ پندرہ سولہ سولہ سال کے بچے بھی ان میں بائبل پڑھنے کی غرض سے پڑھنا سیکھنے کے لئے آنے لگے۔ اس تحریک کا اثر آئرلینڈ میں بھی پہنچا۔ اور ۱۸۲۰ء میں وہاں بھی اڈلٹ اسکول قائم کرنے کی تحریک چل پڑی اور دس سال کے اندر اندر ۲۰۰ اسکول قائم ہوگئے۔

پروگرام، نصاب اور طریقہ تعلیم

اڈلٹ اسکول عام طور پر اتوار کے دن سہ پہر میں منعقد ہوتے تھے۔ نصاب میں ابھی صرف پڑھائی شامل تھی اس لئے کہ لکھائی سکھانا مذہبی قانون کے خلاف تھا کیونکہ اسے غیر مذہبی زندگی کا ایک کام تصور کیا جاتا تھا اور یہ اسکول خالصتاً مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے قائم ہوتے تھے۔ طریقہ تعلیم جو ۱۸۱۲ء میں جان فری مین نے ایجاد کیا تھا یہ تھا کہ پہلے طالب علموں کو ایک چھپا ہوا کارڈ یاد کرنے کو دیا جاتا تھا جس میں عام بول چال کے الفاظ کے چھ سیٹ ہوتے تھے۔ اسی کارڈ کو طلبا زبانی یاد کر لیتے تھے۔ آخری سبق میں پہلے کے سیکھے ہوئے الفاظ کو ملا کر گیارہ الفاظ ہوتے تھے اور وہ اس اہتمام سے ترتیب دیئے جاتے تھے کہ انھی میں انگریزی زبان کے تمام حروف تہجی آجاتے تھے۔ ان الفاظ اور ان کے ذریعہ سے حروف تہجی سیکھنے کے بعد عبارت پڑھنے کی باری آتی تھی جو ظاہر ہے، نصاب کی واحد

درسی کتاب بائبل سے منتخب کی جاتی تھی۔

اسکول کا پروگرام بہت سادہ تھا۔ پڑھائی بائبل کی کسی آیت کی تلاوت شروع ہوتی تھی اور تلاوت ہی پر ختم ہوتی تھی۔ پڑھائی کی تعلیم کے علاوہ بائبل کا زبانی بھی درس دیا جاتا تھا جس کا قاعدہ یہ تھا کہ کلاس کا استاد بائبل کا ایک حصہ پڑھتا تھا اور اس کے بعد طالب علموں سے اس کے بارے میں سوالات کئے جاتے تھے۔ ہر چھ طالب علم پر ایک ایک کے حساب سے کلاس کے مانیٹر مقرر تھے جن کا کام بائبل کے اس سبق کا آموختہ سننا تھا۔ کلاس کے خاتمے پر پھر دعا پڑھی جاتی تھی اور لوگ واپس ہوتے تھے۔

نتائج: اعداد و شمار

تحریک کے اس ابتدائی دور کے رکارڈ بہت کم ملتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے اثرات کا اندازہ اعداد و شمار کی روشنی میں لگانا مشکل ہے۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ تھوڑی بہت معلومات موجود ہے اس کی بنیاد پر کچھ مورخوں نے ان اسکولوں سے پڑھنا سیکھ کر نکلنے والے نوخواندہ بالغوں کی تعداد کا موٹا موٹا اندازہ کیا ہے۔ برطانوی اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک مورخ ہڈسن ہے جس کا کہنا ہے کہ "انگلینڈ میں اڈلٹ اسکولوں سے ۳۰ ہزار سے اوپر غریبانے پڑھنا سیکھا" آئرلینڈ کے اسکولوں سے پڑھنا سیکھ کر نکلنے والوں کی تعداد بھی اس نے اسی قدر بتائی ہے لیکن اسکاٹ لینڈ میں نوخواندہ بالغوں کی تعداد کا اندازہ اس نے ایک لاکھ اسی ہزار کیا ہے۔ تعداد کا یہ اندازہ خواہ کچھ ہی ہو اتنا بہر حال طے ہے کہ ان اسکولوں سے ان پڑھ بالغوں کی خاصی بڑی تعداد جو دوسری صورت میں نہ جانے کب تک جہالت کی تاریکی میں پڑی رہتی، کم سے کم ابتدائی تعلیم کی ابتدائی منزل سے روشناس ہو گئی۔

کچھ مصنفوں کا خیال ہے کہ ڈنمارک میں انیسویں صدی کے وسط میں فوک ہائی اسکولوں کی جو تحریک شروع ہوئی وہ اڈلٹ اسکولوں کی اسی تحریک کا نتیجہ تھی۔ کیوری مارٹن کا بیان ہے کہ:

> "یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہی وہ زمانہ (۳۱-۱۸۲۹ء) تھا جب گرنڈوگ نے ڈنمارک سے چل کر تین مرتبہ انگلینڈ کا سفر کیا اور اس نے اپنی ان سیاحتوں سے مذہب اور شہریت سے متعلق آزادی کی جو کیفیت یہاں دیکھی، اسی کا اس نے اپنے ملک ڈنمارک میں پرچار کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں فوک ہائی اسکول کی زبردست تحریک کھڑی ہو گئی۔"

(مسلسل)

(مضمون کی اگلی قسط میں اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کے دوسرے اور تیسرے یعنی موجودہ دور کا تعارف پیش کیا جائے گا)

خواندگی کی ضرورت: سماجیاتی نقطۂ نظر سے

زیرِ نظر شمارے سے ہم مضامین کا ایک نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس کا عنوان ہوگا مختلف نقطہ ہائے نظر سے "خواندگی کی ضرورت" زیرِ نظر مضمون برطانیہ کے دو ممتاز مفکرین رابرٹ پی ارس اور آرنسٹ جیمپ نس کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ مختصر ہے، لیکن ہے بہت جامع اور ہندوستان کے موجودہ حالات پر حرف بہ حرف صادق آنے والا۔

ہم سوشل ایجوکیشن کی تحریک کے اہلِ نظر حضرات کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ماہنامہ تعلیم و ترقی کی اس بحث میں حصّہ لیں اور اپنے خیالات سے قارئین تعلیم و ترقی کو مستفید فرمائیں اس موضوع پر مختلف زاویہ ہائے نظر سے بحث کی جاسکتی ہے مثلاً خواندگی کی ضرورت: اقتصادی نقطۂ نظر سے، خواندگی کی ضرورت: سیاسی نقطۂ نظر سے؛ خواندگی کی ضرورت: صنعتی نقطۂ نظر سے وغیرہ۔

یہ ضروری نہیں کہ مضمون نگار خواندگی کی حمایت ہی میں اپنا نقطۂ نظر پیش کریں ہندوستان میں ایک مکتبِ خیال ان لوگوں کا بھی ہے جو خواندگی کو ضروری نہیں سمجھتے یہ حضرات اپنے مقالے کی بنیاد اس نقطۂ نظر کو بھی بنا سکتے ہیں۔ ہمارا منشا بہر حال یہ ہے کہ اس موضوع پر ہر نقطۂ نظر سے بحث ہو۔ کس نقطۂ نظر کو مقبولیت حاصل ہوگی، یہ فیصلہ مضمون کی نوعیت خود کرے گی۔

— ایڈیٹر

۱۔ ارنسٹ جیمپ بس

خواندگی کی قدر و قیمت کیا ہے ؟ برطانیہ میں بحالات موجودہ یہ سوال کسی قدر خالصتہً علمی نظر آتا ہے۔ مگر ان ممالک میں جہاں خواندہ لوگوں کا اوسط فی صدی آبادی کی تعداد کے لحاظ سے کم ہے یہ بات علمی بحث کی حد سے گذر کر ایک مسئلے کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اور خود برطانیہ میں ایک زمانے میں یہی مسئلہ سامنے آیا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ ایک شخص تہذیب و تمدن کی دولت سے مالا مال ہو اور پھر بھی ناخواندہ رہے۔ شہنشاہ اکبر اعظم جس نے ہندوستان میں فارسی ادب اور فنونِ لطیفہ کی سرپرستی کی تھی، اپنے دستخط بھی بڑی مشکل سے کر پاتا تھا۔ خواندگی کی اشاعت سے نئے نئے خیالات و افکار کا دروازہ کھل جاتا ہے جو ان لوگوں کے لئے خطرناک ثابت ہوتا ہے جو ذہنی اور تمدنی اعتبار سے اتنے پختہ نہیں ہوتے کہ علمی دنیا میں ان خیالات و افکار کی قدر و قیمت کا فیصلہ کر سکیں۔ غرض خواندگی اور تمدن لازم و ملزوم چیزیں نہیں ہیں۔

مگر تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے۔ آیئے دیکھیں وہاں اس بات میں کیا تصور ہے! ریڈیو کی ایجاد سے پہلے مفید معلومات کی اشاعت کا انحصار مطبوعہ تحریروں کے اوپر تھا؛ اس زمانے میں اگر امیر اور مالدار لوگ ناخواندہ ہوتے تھے تو مطبوعہ تحریر اور کتاب کے علاوہ انھیں تعلیم و تربیت کے دوسرے وسائل میسر تھے: مثلاً سفر، پڑھے لکھے اور ذی علم اشخاص سے ہر وقت کا میل جول اور ربط ضبط، حکومت اور اقتدار کا استعمال جس سے بہت سا علم حاصل ہو جاتا تھا۔ غرض جن لوگوں کے ساتھ دولت اور فرصت تھی، وہ اس کے باوجود کہ تمدنی زندگی کی سب سے زیادہ نظری راہ سے ناواقف ہوتے تھے، تہذیب و تمدن کا کچھ نہ کچھ معیار ضرور حاصل کر لیتے تھے۔

لیکن عوام کی بڑی اکثریت کے اوپر یہ بات صادق نہیں آتی تھی۔ انھیں نہ اتنی فرصت میسر تھی نہ اہل علم سے ان کا اتنا رابطہ ہو سکتا تھا، اور نہ سفر کے اتنے مواقع حاصل تھے۔ ان کے لئے دنیا کے بڑے بڑے معلموں اور مفکروں تک پہنچنے کا واحد راستہ "پڑھ سکنے کی صلاحیت" ۔ خواندگی تھی یہی وہ وسیلہ تھا جس کے ذریعے ادب عالیہ تک ان کی رسائی ممکن تھی، خصوصاً مذہبی ادب جو ایک کامل زندگی کی نشو و نما کا اہم ترین وسیلہ تھا۔ غرض عوام خصوصاً غربا کی زندگی کتابوں اور ان کے پڑھنے کی صلاحیت اور اپنے نام آئے ہوئے خطوط کو پڑھنے اور اپنی طرف سے خطوط لکھنے کی قابلیت کے بغیر قابل رحم حد تک محدود تھی[۱]۔

---

[۱] ہندوستان کے موجودہ حالات پر اس نظریئے کی روشنی میں نظر ڈالئے تو کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اب آبادی کے زبانی صـ پرسا

۲۔ رابرٹ پی ارس

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ تاریخ میں ایسا وقت شاید کبھی نہیں آیا جب افراد جن کی عمر کا ابتدائی زمانہ دوسری سرگرمیوں میں گذر رہا تھا، خود اپنے ذوق علم کے زیر اثر یا کسی خارجی محرک سے متاثر ہو کر اپنے روایاتی معیار اور حیثیت سے بالاتر معیار کی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے ہوں لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ خود ہماری تاریخ میں عہد جدید سے پہلے بہت زمانے تک عوام کی اکثریت روایاتی ڈھنگ پر صرف وہی باتیں سیکھنے پر قناعت کرتی تھی جو انھیں مروجہ نظام امور میں فٹ کرنے کے لئے ضروری ہوتی تھیں اور خواندگی کے موجودہ مفہوم کے اعتبار سے جس چیز کو تعلیم کہا جاتا ہے، اس کی انھیں خواہش نہیں ہوتی تھی اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔

جب تک عوام ان ابتدائی حالات میں زندگی بسر کرتے رہے ـــــ جب قدیم رسم و رواج اور روایات کا اقتدار تھا اور نسلیں گذر جانے کے بعد بھی ان کی روزمرہ کی زندگی اور کام کاج کے اطوار و آداب میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تھی ـــ اُس وقت تک ناخواندگی ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں کھڑا کرتی تھی، اور نہ اس کی طرف سے انھیں کوئی فکر و تشویش ہوتی تھی۔ وہ چھپی ہوئی تحریروں کا سہارا لئے بغیر دوسرے ذریعوں سے بہت کچھ سیکھ لیا کرتے تھے ـــــ اُستادانِ فن کے پاس ایرنٹس کرکے، اقوال اور مواعظ و نصائح کے ذریعے مثالوں کی پابندی اور پیروی کرکے، مذہب کی تعلیمات کے ذریعے روایاتی اخلاق کے اصولوں کو اپنی زندگی میں سمو کر اور ہمسائگی کی ریت رواج کی اطاعت کرکے۔ وعلیٰ ہذالقیاس۔ صنعتی دور سے پہلے کے زمانے میں معلومات اور اطلاعات ایک جگہ سے دوسری جگہ زبانی پہنچ جاتی تھیں چنانچہ عوام الناس کو بالمشافہ ملاقاتوں میں خواندگی کی ضروریات کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ البتہ ان معدودے چند لوگوں کے لئے جنھیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، باضابطہ تعلیم کا کافی موقع تھا۔ مگر ان حالات میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے تعلیم کے مطالبے کو تحریک ملتی یا اسے پورا کرنے کے لئے کوئی منظم تحریک چلانے کی ضرورت محسوس ہوتی۔

اپنے وسیع تر اور جدید مفہوم میں تعلیم کی ضرورت کا احساس آبادی کے زیادہ سے زیادہ طبقات میں اس وقت سے شروع ہوا جب اٹھارہویں صدی کے وسط سے حالات میں تیزی سے تبدیلیاں ہونے لگیں اور تبدیلی کے محرکات نے قدیم زمانے کی غیر حرکت پذیر اور اپنے رواجی حالات میں مگن رہنے والی چھوٹی چھوٹی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور انھیں

(بقیہ صہ ۱۳) کام اُس طبقے کے اقتدار کا زمانہ نہیں رہا جسے دولت اور فرصت افراط سے حاصل تھی؟ اور کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ تہذیب و تمدن کی تقسیم میں عوام کے حصے کی اہمیت اب زیادہ ہے؟ ـــــ ایڈیٹر

اپنے روایاتی ماحول سے اُکھاڑ پھینکا۔

اس بیان کی روشنی میں سوچئے تو کیا یہ واضح نہیں ہوتا کہ ہندوستان میں تبدیلی کی توتیں کس تیزی سے عمل پیرا ہیں؟ اور ان تبدیلیوں کے زیر اثر خواندگی کے مطالبے میں کیا ابھی اتنی شدت نہیں پیدا ہوئی ہے کہ اُسے پورا کرنے کے لئے عزم و استقلال کے ساتھ قدم اُٹھایا جائے۔

— ایڈیٹر

معذرت

گذشتہ شمارہ مورخہ اگست ۱۹۶۴ء میں شری وینکٹ راؤ راسم صاحب کا ایک مضمون بعنوان "خواندگی: کیا۔ کیوں اور کیسے" شائع ہوا تھا جس میں مصنف نے ایک بات یہ کہی ہے کہ پلاننگ کمیشن نے ایک نوخواندہ بالغ کو خواندہ بنانے کے لئے اٹھارہ روپے کے خرچ کا تخمینہ لگایا ہے اس بات پر پلاننگ کمیشن کو اعتراض ہے اور اس کا بیان ہے کہ "پلاننگ کمیشن نے ایسا تخمینہ کبھی نہیں لگایا۔ البتہ ایک ورکنگ گروپ جسے وزارتِ تعلیم نے مقرر کیا تھا اور جس نے چوتھے پلان کے لئے عام تعلیم کا پروگرام ترتیب دیا تھا، اس گروپ نے یہ تخمینہ لگایا تھا کہ چوتھے پلان میں ۵ کروڑ ناخواندہ بالغوں کو خواندہ بنانے کے لئے ۹۰ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ اس طرح اس ورکنگ گروپ کے تخمینے کے مطابق ایک ناخواندہ شخص کو خواندہ بنانے کے لئے ۱۸ روپے کے خرچ کا حساب آتا ہے، نہ کہ پلاننگ کمیشن کے کسی تخمینے کے مطابق"

ہمیں افسوس ہے کہ ماہنامہ تعلیم و ترقی میں اس طرح کی غلط بات شائع ہو گئی۔

— ایڈیٹر

سوڈان میں اڈلٹ ایجوکیشن

سوڈان میں "قرآن کے حلقے" بہت دنوں سے قائم ہیں۔ افریقہ کے اس صحارائی ملک میں تعلیم بالغان کی ابتدا دراصل انہی حلقوں سے ہو جاتی ہے۔ یہ حلقے عیسائیوں کے "سنڈے اسکولوں" کی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان حلقوں کا اس ملک میں آج بھی بڑا اہم کردار ہے۔ کسان لڑکیاں آج بھی جب ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہیں تو ان کے ساتھ جہاں اور سامان ہوتا ہے وہاں وہ اپنے ساتھ تختیاں بھی لئے رہتی ہیں جن پر قرآن کی آیتیں لکھی رہتی ہیں۔ ان حلقوں میں قرآن کا متن پڑھنے اور حفظ کرنے پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ ان حلقوں کے پیچھے چونکہ مذہبی جذبے کی کارفرمائی ہوتی ہے اس لئے لوگوں کو پڑھنا سیکھنے پر آمادہ کرنے کے لئے ان سے تشویق و ترغیب کی دوسری تدبیروں کے مقابلے میں زیادہ مدد ملتی ہے۔ چنانچہ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ سوڈان میں اور بالخصوص اس کے شمالی علاقے میں خواندگی کی تحریک میں اس وسیلے سے کوئی مدد نہیں لی جا رہی ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کا دائرۂ عمل بہرحال پڑھنا لکھنا سکھانے سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ مثلاً اس میں خواندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی ترقی کا تصور بھی شامل ہے۔ اس وسیع مفہوم کے مطابق سوڈان میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام پہلی بار "جزیرہ" کے زرعی ترقیاتی علاقے میں شروع کیا گیا تھا۔ اس علاقے میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام ہمہ گیر سماجی ترقی کے جزوِ لاینفک کی حیثیت سے شروع کیا گیا ہے۔ "جزیرہ" کے علاقے کے علاوہ فاش اور عبدالمجید کے علاقوں میں بھی بعد میں چھوٹے پیمانے پر یہ کام شروع کیا گیا۔ جزیرہ میں ترقیاتی کام کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا تھا۔ اس "جزیرہ بورڈ" کے ماتحت سماجی ترقیاتی کاموں کی نگرانی اور رہنمائی کے لئے وزارتِ تعلیم کے ایک سینیر افسر کا تقرر کیا گیا ہے۔ اس افسر کے ماتحت اڈلٹ ایجوکیشن کے ماہرین کی ایک ٹیم کام کرتی ہے۔ یہ ماہرین بھی وزارت تعلیم کے عہدہ دار ہیں۔ ان کا خاص منصب یہ ہے کہ وہ گاؤں کے کسانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں اور انھیں آمادہ کریں کہ وہ گاؤں کی کونسل کے سرگرم رکن بن کر ترقیاتی کاموں میں عملی حصہ لیں۔ یہ دیہی کونسلیں سوڈان کے محکمہ لوکل سیلف گورنمنٹ کی طرف سے قائم

کی گئی ہیں۔

"جزیرہ ترقیاتی بورڈ" کی حیثیت جب تک ایک تجارتی سنڈیکیٹ کی تھی اس وقت تک اس کا کام اچھے قسم کی کپاس کی پیداوار تک محدود تھا۔ کسانوں کی خوشحالی اور سماجی بہبود کی فکر کرنے کا اسے مطلق احساس نہیں تھا، مگر سماجی ترقیاتی بورڈ کے قیام کے بعد سے صورتِ حال بدل گئی ہے اور سماجی بہبود کے کئی ایک کام بھی اس کے ماتحت شروع کر دئے گئے ہیں اور کسانوں کی بستی کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی کے ساتھ حصہ لینے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ اسی مقصد سے دیہی کونسلیں قائم کی گئی ہیں جنھیں ٹیکس کی وصولی اور علاقے کی صحت و صفائی کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ گاؤں کے منتخب کسانوں پر مشتمل کھیتی کے کام کے گروپ بھی بنائے گئے ہیں جن کے ذمّے یہ کام ہے کہ وہ زراعتی اسکیموں پر عمل درآمد کرانے کی کوشش کریں۔

اڈلٹ ایجوکیشن کے عہدہ دار یہ اہتمام کرتے ہیں کہ یہ کونسلیں اور گروپ اپنا اپنا کام بخوبی انجام دیں اس مقصد سے یہ افسر کھیتی کے گروپوں اور دیہی کونسلوں کے جلسوں میں شرکت کرتے رہتے ہیں۔ ترقیاتی اسکیم کے افسر کام کی نگرانی اور رہنمائی دونوں کام کرتے ہیں چنانچہ وہ کسانوں کے کورس بھی منظم کرتے ہیں۔ ان کورسوں میں کسانوں کو بالعموم یہ باتیں ذہن نشین کرائی جاتی ہیں کہ ملک کے قانون کے ماتحت انھیں کیا کیا حقوق حاصل ہیں اور ان کے اوپر کیا کیا ذمہ داریاں اور فرائض عائد ہوتے ہیں۔

اڈلٹ ایجوکیشن آفیسر کے کاموں میں سماجی کام کرنے والی خواتین بھی سہارا دیتی ہیں۔ یہ خواتین علاقے کی عورتوں کے لئے سلائی، کشیدہ کاری، حفظانِ صحت، بچّوں کی نگہداشت اور ایسے ہی دیگر موضوعات پر مختصر مدّت کی کلاسیں منعقد کرتی ہیں۔ ان پروگراموں میں کشیدہ کاری کی کلاسیں سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اس پروگرام میں چونکہ عورتیں کافی دلچسپی لیتی ہیں اور کلاسوں میں خوب حاضری ہوتی ہے اس لئے اس سے فائدہ اٹھا کر کشیدہ کاری کے علاوہ کچھ کم مقبول موضوعات بھی نصاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ ان پروگراموں میں خواندگی کا کام شامل نہیں ہے جو بس کبھی کبھار ہی ہاتھ میں لیا جاتا ہے۔

خواندگی کے لئے ایک مخصوص افسر کا تقرر کیا گیا ہے۔ اس افسر کے ذمّے اپنے زیرِ نگرانی ضلعوں میں خواندگی کی کلاسیں منعقد کرنے کا کام کیا گیا ہے۔ خواندگی کی کلاسیں شمالی سوڈان کے تمام صوبوں میں قائم ہیں۔ مگر اب جنوبی علاقے کے صوبوں میں بھی یہ کلاسیں قائم کی جانے لگی ہیں۔

جنوبی علاقے میں خواندگی کی کلاسیں قائم کرنے میں سب سے بڑی دشواری زبان کے انتخاب کی پیش آتی ہے

کہ ان پڑھوں کو کس زبان کو ذریعۂ تعلیم دی جائے۔ قبائلی زبانیں، جو یہاں بولی جاتی ہیں، ان کا اپنا کوئی رسم الخط نہیں ہے اور اگر اس زبان کو لاطینی رسم الخط میں ڈھال لیا جائے، تب بھی دشواری ختم نہیں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس زبان میں مواد تعلیم کی تیاری کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ ان کے یہاں ایسا مواد موجود نہیں ہے جن کو پڑھائی میں استعمال کیا جا سکے۔ لوک گیت اور لوک کتھاؤں کی شکل میں جو مقامی ادب موجود ہے، ان میں سے بہت ہی کم ایسا ہے کہ لوگ انھیں تفریح طبع کے لئے یا استفادے کی خاطر پڑھنا گوارہ کر سکیں۔

ادھر کچھ دنوں سے سوڈان کی حکومت نے یہ پالیسی بنائی ہے کہ جنوبی علاقے کے اسکولوں میں بھی تمام مضامین عربی زبان میں پڑھائے جائیں۔ عربی کو سوڈان کی قومی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب خواندگی کے میدان میں کام کرنے والے لوگوں کو عربی کے ذریعہ تعلیم دینے کے لئے تیار کرنا ہوگا۔ یہ مسئلہ صرف سوڈان کے سامنے ہی نہیں تمام افریقی ملکوں کے سامنے ہے۔ مثال کے لئے لیبریا میں تمام ابتدائی اسکولوں میں انگریزی پڑھائی جاتی ہے، جو وہاں کی سرکاری زبان ہے اور یہی زبان خواندگی کی کلاسوں میں بھی سکھائی جاتی ہے۔

سوڈان کے جنوبی اور شمالی علاقوں میں رہنے والوں کے درمیان جو ایک عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، اس کی بہت سی وجہیں ہیں، جس میں سے کچھ تاریخی ہیں اور کچھ سماجی۔ اس صورت حال میں اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کا بنیادی کام یہ ہو جاتا ہے کہ وہ دونوں فریق کے درمیان جو غلط فہمی اور عدم اعتماد کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے اسے دور کر کے باہم اتحاد و یگانگت اور جذباتی ہم آہنگی کی فضا پیدا کریں۔ یہ ایک کام ہے جو قومی اتحاد کے نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے اس سے پہلے کہ خواندگی کی کلاسوں میں عربی واحد ذریعۂ تعلیم قرار پا جائے۔ یہ کام ضرور پورا ہو جانا چاہئے۔

شمالی صوبوں میں خواندگی کے میدان میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ ۱۹۵۶ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ خواندگی کی کوئی تعریف متعین کرنا چونکہ بہت مشکل کام تھا اس لئے اس سلسلے میں کوئی سوال مردم شماری کے سوال نامے میں شامل نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں سے صرف یہ دریافت کر لیا گیا تھا کہ انھوں نے اسکول میں کس جماعت تک کی تعلیم پائی ہے۔ ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ سن بلوغت کو پہنچنے والے لوگوں میں سے ۸۸ فی صدی لوگوں نے کبھی اسکول میں قدم نہیں رکھا اور ۵ سال سے لے کر سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے تک کی عمر کے لوگوں میں سے ۸۱ فی صدی لوگوں نے کبھی کلاس کی صورت تک نہیں دیکھی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ان اعداد و شمار کو پہلی نظر میں دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سن بلوغت کو پہنچنے والے لوگوں میں سے ۱۲ فی صدی لوگ خواندہ ہیں، مگر اس سے

یہ اندازہ نکالنا صحیح نہیں ہوگا۔ اسکول جاکر تعلیم حاصل کرنے والے ۶ لاکھ ۵۰ ہزار میں سے ۴ لاکھ ۲۰ ہزار لوگوں نے اُس منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی اسکولوں کو خیرباد کہہ دیا تھا، جب کہ باقاعدہ طریقے سے اسکولی جماعت کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اس طرح محض ۵ فی صدی لوگ ہی بچ رہتے ہیں جنھیں خواندہ کہا جاسکتا ہے۔ اسکولی جماعت سے پہلے یہاں تین سال کی تعلیم ہوتی ہے۔ ہماری اس بات پر تعجب کا اظہار ضرور کیا جاسکتا ہے کہ تین سال اسکول میں پڑھنے والے لوگوں کو بھی ہم نے ناخواندوں کی صف میں شمار کیا ہے، خیر اگر انھیں خواندہ مان بھی لیا جائے تو خواندگی کا اوسط ۱۰ فی صدی سے زیادہ نہیں نکلتا ہے۔

۱۹۵۶ء سے پہلے خواندگی کے میدان میں جو کام ہوئے ہیں، ان کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا ہے، مگر اس کے بعد کے اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میدان میں اب اچھی خاصی ترقی ہوئی ہے۔ کلاسوں کی تعداد اب ۷،۱۳۱ ہوگئی ہے جب کہ ۱۹۵۶ء میں ان کی تعداد محض ۷،۴ تھی۔ حاضری ۱۴ ہزار سے بڑھ کر ۹۱،۰۸۳ ہوگئی ہے۔ عورتوں کی کلاسوں میں بھی اسی طرح اضافہ ہوا ہے ۱۹۶۲ء میں ان کلاسوں میں ۶،۱۹۱ عورتوں نے داخلہ لیا۔

خواندگی کے میدان میں کس حد تک ترقی ہوئی ہے اور اس ترقی کی کیا نوعیت رہی ہے، اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ بالا اعداد و شمار کا تجزیہ کیا جائے ۱۹۶۱-۶۲ء میں مثال کے طور پر کل حاضری ۹۱،۰۸۳ تھی ان میں سے ۲۰،۶۵۰ یعنی تقریباً ۲۰ فی صدی نے ہی خواندگی کا پہلا سرٹیفکٹ حاصل کیا۔ محض ۴۸۵۴ آدمیوں نے ہی اس پورے نصاب کو مکمل کیا اور خواندگی کا دوسرا سرٹیفکٹ حاصل کیا۔ (خواندگی کا دوسرا سرٹیفکٹ اُس وقت دیا جاتا ہے جب کہ خواندوں میں اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اخبار سے کوئی مضمون یا آسان آسان کتابیں پڑھ سکیں۔) ان اعداد و شمار سے بہت حوصلہ شکن نتیجہ نکلتا ہے کہ ابتدائی خواندگی کے دوسرے درجے کے سرٹیفکٹ کی تعلیم مکمل کرنے والوں کی تعداد، خواندگی کی کلاسوں میں داخلہ لینے والوں کی تعداد کا محض ۸ فی صدی ہے۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ خواندگی کی تعلیم کے معاملے میں محض کلاس کی اچھی تنظیم، نگرانی کا بہتر انتظام اور بہتر طریقۂ تعلیم کے استعمال کا ہی مسئلہ نہیں ہے حالانکہ بہتر طریق کار استعمال کرنے سے حاضری کی تعداد میں اضافہ ضرور ہوسکتا ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کی کوئی بھی اسکیم اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جاسکتی جب تک یہ اہتمام بھی نہ کرلیا جائے کہ جن لوگوں کو خواندہ بنایا جائے ان کی خواندگی قائم رہے اور وہ اُن سے روزانہ کی زندگی میں کام لے سکیں۔ یونیسکو کے ماہرین نے بھی ابھی حال میں خواندگی کی جو تعریف کی ہے، اس کے مطابق "خواندگی" کا معیار اتنا ہونا چاہئے کہ بالغ پڑھنا لکھنا سیکھنے کے بعد روزانہ کی زندگی میں ان سے دوسروں کی مدد کے بغیر کام لے سکیں بالغوں کی خواندگی کو پکا بنانے کے لئے

ضروری ہے۔ بالغوں کی دلچسپی کے مضامین پر چھوٹی چھوٹی اور آسان کتابوں کا ایک سلسلہ تیار کیا جائے اور انھیں بالغوں میں پڑھنے کے لئے تقسیم کیا جائے۔ جزیرہ کے علاقے میں یہ کام دیہی کتب خانوں کی خدمات فراہم کر کے شروع کیا جا چکا ہے لیکن دوسرے علاقوں میں ابھی یہ کام کرنا باقی ہے۔

سوڈان میں اڈلٹ ایجوکیشن کا کام منظم طریقے پر پہلی بار اس وقت شروع ہوا جب سوڈان آزاد ہوا اور اس نے ۱۹۵۶ء میں یونیسکو کی رکنیت اختیار کی۔ اس سال یونیسکو سے یہ درخواست بھی کی گئی کہ وہ اڈلٹ ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے ایک ٹریننگ سنٹر قائم کرنے میں مدد دے۔ اس سے پہلے خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کی نگرانی کے لئے ابتدائی اسکولوں کے تجربہ کار اساتذہ کو منتخب کر کے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں اپنے کام کی راہ پیدا کریں۔ عرب ممالک کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن کا جو ٹریننگ سنٹر یونیسکو کی طرف سے قائم ہے ۱۹۵۶ء کے بعد سے اس سنٹر میں ہر سال سوڈان کے پانچ سماجی کارکن بھی ٹریننگ کے لئے جانے لگے ہیں۔ اس کے بعد سے اڈلٹ ایجوکیشن کا دائرۂ عمل آہستہ آہستہ وسیع ہونے لگا ہے۔ اب اس میں کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے سبھی پہلو شامل ہو گئے ہیں۔ کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے کارکنوں کی ٹریننگ کے لئے ۱۹۶۰ء میں ایک ٹریننگ سنٹر بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ اس سنٹر میں فیلڈ ورکروں کو "مرشدین" یا "مرشدات" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ سنٹر کی طرف سے شنبدی کے ضلعے میں ایک پائلٹ پروجیکٹ بھی چل رہا ہے جہاں کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے میدان میں نئے نئے تجربے کئے جاتے ہیں اور اڈلٹ ایجوکیشن کے طریق کار کی جانچ کی جاتی ہے۔ اس پروجیکٹ سے بہت حوصلہ افزا نتائج نکلے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ جلد ہی ساری ریاست میں کمیونٹی ڈیولپمنٹ کا ہمہ گیر پروگرام شروع ہو جائے گا۔ جس کے ماتحت سوڈان کی حکومت کے تمام محکموں کا کام آ جائے گا۔

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کی عوامی تحریک کھڑی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خاص اس مقصد کے لئے بڑی تعداد میں کتابیں اور دوسرے تعلیمی سامان تیار کئے جائیں۔ ضرورت ہے کہ بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے لئے پرائمریں ہوں اسی طرح آسان زبان میں اخبار اور دوسری کتابیں ہوں جن سے بالغ اپنی دلچسپی کی چیزیں شوق سے پڑھ سکیں اور پڑھنے لکھنے کی اس صلاحیت کا استعمال کر سکیں بخت رضا کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن نے اپنے یہاں ایک مکتبہ قائم کیا ہے۔ یہ مکتبہ اس میدان میں نمایاں کام انجام دے رہا ہے۔ اس نے بالغوں کے لئے خاص طرح کی تین پرائمریں اور کتابیں شائع کی ہیں اور "المخبر" کے نام سے نوخواندوں کا ایک اخبار بھی شائع کیا ہے۔

یہ پرائمریں عرب ممالک میں بہت مقبول ہوئی ہیں۔ ان کے کئی اڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ یہ پرائمریں عورتوں

کے لئے اور جنوبی علاقے میں رہنے والے لوگوں کے لئے شاید بہت مفید ثابت ہوں گی امید کی جاتی ہے کہ اس مقصد کے پیش نظر جلد ہی ان کا ترمیم شدہ ایڈیشن بھی شائع کیا جائے گا۔ پرائمر اور اخبار کی اشاعت کے علاوہ اس مکتبہ نے آڈیو ویژول کے سامان بھی تیار کئے ہیں۔ خاص طور سے پوسٹر، فلم اور فلم اسٹرپ۔ آڈیو ویژول کے شعبے کا قیام یونیسکو کی مدد سے ہوا ہے بعد میں امریکہ کے بین الاقوامی ترقیاتی ادارے نے بھی اس میں مدد دی ہے۔

سوڈان میں اڈلٹ ایجوکیشن کی سرگرمیوں کا ذکر اس وقت مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں تہذیبی اور تفریحی انجمنوں اور کھیل کے کلبوں کی سرگرمیوں کو بھی شامل نہ کیا جائے۔ بستی کی زندگی کی بیشتر اجتماعی تقریبات اور دوسری سرگرمیاں ان ہی کلبوں میں منعقد ہوتی ہیں۔ یہاں کے دور دراز کے گاؤں میں بھی دو ایک کلب ضرور دیکھنے کو مل جائیں گے۔ ان کلبوں میں گاؤں کے لوگ روزانہ شام کو جمع ہوتے ہیں۔ آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ اور ریڈیو وغیرہ سنتے ہیں۔ ان کلبوں میں اس بات کی سہولت اور مواقع حاصل ہیں کہ یہاں خواندگی کی کلاس اور دوسری سرگرمیاں بھی منعقد کی جا سکیں۔ ایک موقع پر حکومت کی مدد سے مزدوروں کی تعلیم کا پروگرام بھی شروع کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ اسکیم جو مزدوروں کے مختلف کلبوں کے توسط سے شروع کی گئی تھی اب وزارت تعلیم نے براہ راست اپنے انتظام میں لے لی ہے۔

آخر میں تسلسلی تعلیم کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ تعلیم روزگار سے لگے ہوئے لوگوں کو اپنی تعلیمی صلاحیت بڑھانے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ یہ اسکیم بھی وزارت تعلیم کے ماتحت چل رہی ہے۔ اس کے ماتحت شام کی کلاسیں چلتی ہیں۔ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ یہ پروگرام چلاتا ہے اور یہ صرف خرطوم تک محدود ہے۔ مگر امید کی جاتی ہے کہ جلد ہی دوسرے بڑے شہروں اور گاؤں میں بھی یہ پروگرام شروع کر دیا جائے گا۔

(یونیسکو)

—— شری ایس۔ دی۔ راؤ

پروجیکٹ میتھڈ

زیرِ نظر شمارے سے ہم خاص استادوں کے لئے جنھیں مستقبل کے شہریوں کی سیرت و شخصیت کی تعمیر کا کام سپرد ہے، مضامین کا ایک نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ اس سلسلۂ مضامین میں ہم کوشش کریں گے کہ استادوں کو ان کے مسائل کے بارے میں جن سے انھیں روزانہ اپنی کلاسوں میں دوچار ہونا پڑتا ہے، ماہرانہ مشورہ دیا جائے۔

زیرِ نظر مضمون اس سلسلۂ مضامین کی پہلی کڑی ہے۔ اس کے بعد جو مضامین آئیں گے ان کی بنیاد مسائل و افکار کے ایک مقررہ نصاب پر ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ اسکولوں کے اساتذہ ماہنامہ تعلیم و ترقی اس کوشش سے مستفید ہوں گے اور وقتاً فوقتاً اپنے مسائل سے ہمیں مطلع کرتے رہیں گے۔

——— ایڈیٹر

تعارف

تعلیم بالخصوص نئی تعلیم کی دنیا میں پروجیکٹ میتھڈ اور Activity Movement دونوں اصطلاحیں بہت عام ہیں۔ پروجیکٹ میتھڈ امریکہ کی پیداوار ہیں اور Activity Movement جرمنی کی۔ ایک کو امریکہ کے مشہور و معروف استاد پروفیسر کلپیٹرک سے منسوب کیا جاتا ہے اور دوسرے کو جرمنی کے ڈاکٹر کرشن اسٹائکر سے۔ دونوں کی مشترک خوبی یہ ہے کہ ان میں بچّے کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔

پروجیکٹ کے معنی ہیں منصوبہ، اسکیم یا مقصد۔ ہم استادوں کی زبان میں پروجیکٹ کا مطلب ہے طالب علم کا مقصد اور اس کا مشغلہ۔ البتہ اس مقصد اور مشغلہ کے تعین میں استاد کی نگرانی اور رہنمائی شرطِ اوّل سمجھی جاتی ہے یا یوں کہئے کہ بامقصد تجربہ کی ہر وہ سرگرمی یا ہر وہ مشغلہ پروجیکٹ ہے جس میں طلبا اپنی ذاتی خواہش اور رامنگ کے مطابق کام کے

مقصد کا تعین کریں؛ اس مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ سوچیں۔ اس طریقے کے مطابق مقررہ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کام کریں اور پھر کام پورا کر لینے کے بعد سختی سے نتیجہ کو جانچیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پروجیکٹ ہر اس تفویض کے برعکس ہے جس کا تعین اُستاد کی طرف سے ہوتا ہے اور طلبا استاد کی ہدایت کے مطابق معلومات حاصل کرنے، انھیں رٹنے رٹانے اور رٹ کر مقررہ وقت پر اگل دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

منصوبی طریقہ یا پروجیکٹ میتھڈ میں بچوں کے مقصد اور شوق کے مطابق تعلیمی عمل کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور ان کے ذریعے بچوں میں زیادہ سے زیادہ احساس ذمّہ داری اور خود رہنمائی کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب اُستاد کی رہنمائی اور نگرانی میں ہوتا ہے۔ پروجیکٹ کے چلانے میں اور اس سے قبل اس کی تنظیم میں طلبا کی قوت تخلیق سے جتنا زیادہ کام لیا جائے گا اسی قدر کام کے نتیجے ان کے لئے تعلیمی اعتبار سے مفید ثابت ہوں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پروجیکٹ میتھڈ میں تفویضی یا دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں استاد کی رہنمائی اور اصلاح کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اُستاد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مرکزی حیثیت بچے ہی کو حاصل ہوتی ہے اور اس میں بچے کے عمل، تاثرات اور کوشش کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اس میں یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ بچہ کس طرح عمل کرتا ہے اور پھر اس کا ردّ عمل کیا ہوتا ہے۔ یہی دونوں عمل بچہ کو سکھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں بچہ کی ضرورت کے مطابق مدد ضرور کی جاتی ہے مگر اس کی ذاتی سوجھ بوجھ اور قوتِ تخلیق کو ابھارنے کے لئے نہ کہ انھیں دبانے کے لئے۔ اس طرح استاد کی کوشش سے بچہ خود ہی اپنا استاد بن جاتا ہے۔

تعلیمی عمل

کسی تعلیمی عمل میں دو بنیادی عنصر ہوتے ہیں۔ ایک بچہ دوسرے اس کے گرد وپیش کا سماج۔ بچہ کو اپنے سماج میں موثر طریقہ پر رہنا اور پرورش پانا چاہئے۔ تعلیم دراصل اس ارادی کوشش کا نام ہے جس سے بچے کی پرورش میں رہنمائی اور امداد حاصل ہوتی ہے ـــــ رہنمائی اس نصب العین یا اُن اقدار کے حصول کے لئے ہوتی ہے جن کا اجتماعی زندگی کے لئے سماج میں ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جمہوری نظام زندگی میں عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی عزت کی جائے۔ ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اور اعتراف ہو، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے کا چلن ہو اور ہر فرد کو مشترک بہبود کے لئے ذمّہ داری کے ساتھ کام کرنے کا شوق ہو۔

منصوبی طریقے کا ارتقاء

جمہوریت کی تقویت کے لئے جمہوری تعلیم کی ضرورت مسلم ہے۔ اس تعلیم کی منزل سب کے لئے اچھی زندگی کی ضمانت ہے۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب تعلیم کے ذریعہ طلباء میں اپنی راہ آپ نکالنے کا مادہ پیدا کیا جائے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی عزت کرنا سکھایا جائے اور یہ ذہن نشین کر دیا جائے کہ ایسے کاموں کی جو سب کے لئے یکساں مفید ہوں سب پر برابر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

روایتی طریقہ تعلیم اور منصوبی طریقہ تعلیم میں یہ شرط کس حد تک پوری ہوتی ہے؟ روایتی طریقہ تعلیم عام طور سے طلبا کو خود غرضی اور اندھی تقلید کی راہ پر چلنا سکھاتا ہے۔ یوں کہنے کو یہاں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ تعلیم کا مقصد طلبا کو جمہوری نظام زندگی کے لئے تیار کرنا ہے۔ اس طریقے میں جس کی تاریخ بہت پرانی ہے طلبا کو استاد سے ملی ہوئی معلومات کو رٹنا پڑتا ہے اور طالب علم کی کامیابی کا دارومدار اس پر ہوتا ہے کہ وہ امتحان کے وقت رٹی رٹائی باتوں کو پورے طور سے اُگل سکتا ہے یا نہیں۔ غرض اس طریقے میں نفس مضمون کو سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کی ضرورت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور جسمانی سزا کا طریقہ بھی جائز قرار دیا جاتا ہے۔ مگر زمانہ بدلا اور تقریباً ڈیڑھ سو سال ہوئے سوئٹزرلینڈ کے مشہور استاد اور مفکر تعلیم پسٹالوزی نے (۱۷۴۶ - ۱۸۲۷) رٹنے رٹانے کے اس طریقے کی مذمت کی اور جسمانی سزا کو ممنوع قرار دیا۔ پسٹالوزی دنیا کا پہلا استاد ہے جس نے بچے کی شخصیت کا احترام لازمی قرار دیا اور بتایا کہ مدرسہ میں بچوں کو اظہار شخصیت کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جانے چاہئیں۔ پسٹالوزی نے کہا کہ تعلیم کے ذریعہ بچوں کی قوتِ مشاہدہ، قوتِ حافظہ اور قوتِ فکر کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ ضرورت کے وقت اپنے مسائل کو صحیح طریقہ سے حل کر سکیں۔

لیکن پروجیکٹ میتھڈ کی پشت پر جو نظریہ تعلیم ہے اس کی بنیاد بچہ کی نفسیات کے جدید نظریے اور جمہوریت کی اہمیت پر ہے۔ جمہوریت کا مطالبہ یہ ہے کہ بچے کی شخصیت کا پورے طور سے احترام کیا جائے۔ جدید ترین نظریہ تعلیم میں یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سیکھنا بنیادی طور پر فعلِ معروف ہے نہ کہ فعلِ مجہول[۱]۔ سیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ طالب علم ارادہ کر کے تعمیری فکر اور عمل کا عادی بنے سیکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ طالب علم بغیر سوچے سمجھے دوسروں سے

---

[۱] فعل معروف اس فعل کو کہتے ہیں جس میں فاعل ظاہر اور نمایاں ہوتا ہے۔ فعل مجہول میں فعل نمایاں ہوتا ہے مگر فاعل غائب۔

لے ہوئے خیالات اور واقعات کو زبانی رٹ لے۔ اس کے برعکس جدید نظریہ یہ ہے کہ ہم موثر انداز میں صرف وہی باتیں سیکھتے ہیں جن کا خود اپنی زندگی میں تجربہ کر لیتے ہیں نہ کہ صرف وہ باتیں جنہیں زبان سے دہراتے ہیں (۲) عملی تجربہ کے دوران میں بچہ بہت سی باتیں سیکھتا ہے۔ نہ کہ صرف وہی ایک چیز جس کے مطالعہ کے لئے اسے حکم دیا جاتا ہے۔ (۳) معلومات کا ذخیرہ جمع کر لینے کا نظریہ بالکل بے کار اور بے سود ہے۔ ہم صرف وہی کچھ سیکھتے ہیں جس سے ہمارا کردار متاثر ہوتا ہے۔ سیکھنے کا مطلب ہے اطوار و آداب یا کردار میں مناسب اور معقول تبدیلی۔

اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ بچہ یا نوجوان صرف وہی سیکھتا ہے جس کا اسے زندگی میں تجربہ ہوتا ہے۔ تو "بچے کی زندگی تعلیم کا اصل مقصد بن جاتا" اور "بچے کی زندگی سے مربوط مشاغل اور اس کے مناسب حال ماحول کا مہیا کرنا" "مدرسے کا فرض" بن جاتا ہے ایسے مشاغل جو بامقصد اور حقیقت پر مبنی اور ۔ دلچسپ ہوں اور کردار کی تعمیر کے لئے کارآمد ہوں اس لئے کہ ان مشاغل کا مقصد ہوتا ہے بچے کو زندگی کے حقیقی مسائل سے روشناس کرانا اور ان کا حل تلاش کرنے میں اس کی مدد کرنا۔ یہی مشاغل بچوں کے ذاتی مقاصد کا روپ اختیار کر کے "پروجیکٹ" کہلانے لگتے ہیں جنہیں بچے تعمیری کوششوں کے ذریعہ پورا کرتے ہیں اور نتائج کی روشنی میں ان کی کامیابی کا معیار طے کرتے ہیں۔ پروجیکٹ میتھڈ میں استاد طلبا کے سوچنے میں اس وقت مدد کر سکتا ہے جب کہ وہ کام کا خاکہ تیار کرتے ہوں یا اس پر عمل کرنے کے لئے وسائل کی تلاش میں ہوں یا وہ اپنے کام کی رفتار کامیابی کو پرکھ رہے ہوں۔

ہمیں جمہوریت کے مطالبہ کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ جمہوریت کا مطالبہ ہے مضبوط اور سمجھ دار اور آزاد کردار کے شہری پیدا کرنا۔ اس کے لئے ہمیں بچوں کو آزادی کے ساتھ خود سوچنے سمجھنے اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے مواقع فراہم کرنا ہوں گے۔ اس قسم کے مواقع صرف پروجیکٹ میتھڈ میں حاصل ہو سکتے ہیں پروجیکٹ میتھڈ کے استاد کو نسبتاً زیادہ موقع شناس، عقلمند اور سمجھ دار ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں مضامین کی علٰحدہ علٰحدہ تعلیم، رسمی امتحان اور پہلے سے تیار شدہ ٹائم ٹیبل کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کے ماننے والے مضمون وار استادوں کے تقرر کی حمایت نہیں کرتے بلکہ اس کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے متعلقہ استادوں کے جلسوں اور باہمی مشوروں پر زور دیتے ہیں۔

پروجیکٹ انفرادی بھی ہوتا ہے اور اجتماعی بھی۔ اجتماعی پروجیکٹ کی تعلیمی حیثیت انفرادی سے کہیں زیادہ ہے۔ انفرادی پروجیکٹ کی مدت مختصر ہوتی ہے اور اسے پورا کرنے کی ذمہ داری سارے مدرسہ پر ہوتی ہے۔ اس کی تعلیمی قدر کو بڑھانے کے لئے سماجی تعلقات، محنت کی تقسیم، سماجی خدمت کے لئے دل سے تیاری اور اتحاد عمل پر زور دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے پروجیکٹ سے طلبا کو آج کی اور کل کی دونوں طرح کی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار

بنانے کا گر سیکھنے میں زبردست مدد ملتی ہے۔

مختصر یہ کہ ہم وہی سیکھتے ہیں جس کا ہم زندگی میں تجربہ کرتے ہیں۔ ہماری مدرسہ کی اور گھر کی زندگی کا جو معیار ہوگا وہی ہماری تعلیم کا اصل نتیجہ ہوگا۔ جماعتی زندگی کو خوش گوار اور کامیاب بنانے میں ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ جو مدد دینی چاہیئے وہی دراصل ذمہ دار تعلیم کا اولین فرض ہے۔ مختصر یہ ہے پروجیکٹ میتھڈ

مفصل مطالعے میں ان کتابوں سے مدد ملے گی:

1- KILPATRICK : THE PROJECT METHOD

2- STEVENSON : THE PROJECT METHOD OF TEACHING

3- ROSS : GROUNDWORK OF EDUCATIONAL THEORY

تنقید و تبصرہ

سہائک پُستک (ہندی)

مرتب اور ناشر: نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر نئی دہلی
قیمت: ایک روپیہ ۴۵ نئے پیسے

ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کی ایک بدقسمتی یہ رہی ہے کہ کارکنوں کے مطالعہ اور رہنمائی کے لئے ان کی اپنی زبان میں ایسی کتابیں مہیا نہیں کی گئیں جو ان کے پیشے میں ان کی رہنمائی کر سکیں۔ انگریزی زبان میں اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے ادب کی کمی نہیں ہے۔ لیکن انگریزی میں لکھی ہوئی کتابوں سے کتنے آدمی فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اور وہ کارکن جنھیں اصل فیلڈ میں کام کرنا ہوتا ہے، آیا ان میں انگریزی زبان کی اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ان کتابوں سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہیں؟ انگریزی زبان کی کتابوں سے صرف وہی لوگ کچھ سیکھ سکتے ہیں جو انگریزی زبان و ادب سے بخوبی واقف ہوں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون لوگ اور کتنی تعداد میں ہوتے ہیں؟ انگریزی کی اونچی صلاحیت رکھنے والے صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اس اسکیم کی نگرانی کرنے کی غرض سے دفتروں میں بیٹھ کر کارکنوں کے لئے ہدایات جاری کرتے ہیں۔ اب اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ کام کی رہنمائی کرنے والی انگریزی کتابوں کو پڑھ کر کارکنوں کو کام کا ڈھنگ اپنی ہدایات کے ذریعے بتا سکتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ کتنی تفصیل میں جائیں گے؟ کام کے دوران میں ایسے بہت سے موقعے آتے ہیں جہاں افسر کا ہدایت نامہ بالکل چپ ہوتا ہے۔ ان مواقع پر کام کرنے والا غریب کارکن کیا کرے؟ ظاہر ہے وہ یا تو غلطی کرے گا ——— غلطی اس لئے کہ اُسے خود تو ٹکنیک کا پتہ نہیں ہے ——— یا افسر کی ہدایت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے گا۔ اور یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ وہی مجرم ٹھہرایا جائے گا "تم کو اپنے فیصلے سے کام کرنے کی اجازت کس نے دی؟" یا "تم بالکل نکمے ہو تم کو اس فیلڈ میں کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔" یہی غالب کا مصرعہ اس غریب کے اوپر صادق آتا ہے کہ "گو نہ سمجھوں اس کی باتیں گو نہ پاؤں اس کا بھید"

یہ صورت حال سائنس اور ٹکنالوجی اور انتظامی معاملات میں تو چل سکتی ہے لیکن ایسی جگہ جہاں انسانوں کی زندگیوں کی تعمیر و اصلاح کا معاملہ ہو، وہاں صرف افسر کی ہدایات سے کام نہیں چل سکتا، بلکہ معلم کی اپنی سوجھ بوجھ

اور انسانی نفسیات سے واقفیت کام دیتی ہے۔ ان معاملات میں ہونا یہ چاہیئے کہ معلّم کی ایمان داری اور خلوصِ عمل کو ایک بار پرکھنے کے بعد اسے ٹریننگ دے کر آزاد چھوڑ دیا جائے اور کتابوں اور پیشے سے متعلق معلوماتی ادب فراہم کرکے بالواسطہ طور پر اس کی رہنمائی کی جائے۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں کام کا یہی وہ پہلو ہے جو اب تک تشنہ رہا ہے اور اس سلسلے میں افسرانِ بالا کے ہدایت ناموں پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کیا جاتا رہا ہے چنانچہ ہم یہ بات بھروسے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں جمود اور بددلی کی جو کیفیت پیدا ہوگئی ہے اس کا ایک بڑا سبب یہ صورتِ حال بھی ہے۔

گذشتہ سال نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر نے تجربہ کار اور فیلڈ کی اونچ نیچ سے واقفیت رکھنے والے ڈائرکٹر ڈاکٹر ٹی۔ اے کوشی کی رہنمائی میں شاید پہلی بار اس ضرورت کو محسوس کیا اور جے پور میں سوشل ایجوکیشن سے متعلق تحقیق اور مطبوعات کی ضرورت پر تحریک کے عملی کارکنوں کا سیمنار منعقد کیا اس سیمنار میں یہ بات صاف الفاظ میں سفارشات کی فہرست میں شامل کرلی گئی کہ سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے زیادہ تر اُن کی اپنی زبان میں ادب کی تخلیق اور اشاعت بے حد ضروری ہے اور نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کو اپنے اہتمام میں بھی اور دوسرے اداروں کے توسط سے بھی کارکنوں کے لئے مخصوص ادب کی تالیف و اشاعت کا انتظام کرنا چاہیئے۔

زیرِ نظر کتاب "سہائک پُستک" کی اشاعت میں سنٹر کو غالباً جے پور سیمنار کی اسی تجویز سے تحریک ملی ہے جو بالخصوص "خواندگی کے ٹیچروں" کے مطالعے کے لئے شائع کی گئی ہے۔

اس قسم کی کتابوں کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک جو خالصتہً میز کرسی کی پیداوار ہوتی ہیں، اصلیت کی کسوٹی سے انھیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ دوسری قسم ان کتابوں کی ہوتی ہے جو تجربے کی لیبارٹری سے نکل کر ہاتھوں میں آتی ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو بھٹکنے نہیں دیتیں۔ زیرِ نظر کتاب ہمیں خوشی ہے، کتابوں کی اسی دوسری صف میں آتی ہے اور اس اعتبار سے بڑی نیک کوشش ہے۔

جیسا کہ کتاب کے ہیش لفظ (پرستاونا) سے ظاہر ہے، یہ ان لیکچروں کے خلاصوں پر مشتمل ہے جو خواندگی کے ٹیچروں کے ایک ٹریننگ کیمپ کے موقعے پر دیئے گئے تھے۔ یہ ٹریننگ کیمپ ان پولیس ٹیچروں کی تربیت کے لئے منعقد کیا گیا تھا جو ہندوستان کی سرحدی پولیس کے ناخواندہ رنگروٹوں کو پڑھانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ ان ٹیچروں کی کم سے کم تعلیمی صلاحیت میٹرک تھی اور انھیں ناخواندہ رنگروٹوں کو ہندی پڑھانا تھا۔

لیکچراروں کی فہرست میں وہ لوگ شامل ہیں جنھیں اپنے اپنے مخصوص مضمون میں فیلڈ کا تجربہ ہے اور انھوں نے ٹیچر طالب علموں کے سامنے جو خیالات پیش کئے وہ عملی تجربات پر مبنی تھے۔ اس اعتبار سے پیش لفظ کے مصنف ڈاکٹر ٹی۔ اے کوسی کی امید حق بجانب ہے کہ "بالغوں کی تعلیم کے میدان میں کام کرنے والے سبھی ٹیچر اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکیں گے"۔

کتاب کا ٹائپ، چھپائی اور عام گٹ اپ بھی اچھا ہے۔ اگر اس میں ٹیچر طالب علموں، فاضل ڈائرکٹر اور لیکچراروں کے گروپ کی تصویریں اور کیمپ کی زندگی کے دو چار فوٹو بھی دے دیئے جاتے تو اس کی رونق اور بڑھ جاتی اور سپاٹ عبارت کے مطالعے سے کسی قدر جو تھکن ہو جاتی ہے اس کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کے کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں مادری زبان اردو ہے اور وہاں کی ناخواندہ بالغ اردو سیکھنا چاہتے ہوں گے۔ اگر اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی سنٹر کی طرف سے شائع ہو جائے تو اس کی افادیت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس تجویز پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ "بالغ خواندگی" کے کچھ طریقے" کے عنوان سے جو لیکچر ہے وہ اردو داں ٹیچروں کے لئے بے کار رہے گا "اس مشکل کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ یہ لیکچر "اردو پڑھانے کے کچھ طریقوں" کے عنوان سے از سر نو لکھوا لیا جائے اس لئے کہ باقی لیکچروں کا مواد ایسا ہے کہ وہ کسی بھی زبان میں خواندگی کی تنظیم پر یکساں صادق آسکتا ہے۔

نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کی یہ بسم اللہ بہر حال بہت اچھی ہے اور وہ اس کے لئے مبارک باد کا مستحق ہے۔ امید ہے کہ ہندی اور اردو زبان میں سوشل ایجوکیشن سے متعلق فنی تصانیف کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ب ع ف

کامن ویلتھ سے ناخواندگی کو دور کرو

کامن ویلتھ کے ملکوں کی تعلیمی کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے ہندوستان کے وزیرِ تعلیم شری ایم۔ سی چھاگلہ نے کامن ویلتھ کے ملکوں سے اپیل کی کہ وہ تعلیم کی توسیع واشاعت کے معاملے میں ایک دوسرے کے تعاون سے کام کرنے کا اصول تسلیم کریں۔ کامن ویلتھ کے بہت سے ملکوں میں ناخواندگی کا مسئلہ بہت تشویشناک صورت اختیار کرچکا ہے، سب ملکوں کو مل کر کوشش کرنی چاہئے کہ کامن ویلتھ سے ناخواندگی کا جلد از جلد خاتمہ کردیا جائے۔ اس سلسلے میں ضروری ہے کہ کامن ویلتھ کے ملک اپنے سامنے ایک نشانہ مقرر کرلیں تاکہ دنیا کی ایک چوتھائی آبادی جدید تعلیمی نظام کی برکتوں سے جلد از جلد فیضیاب ہوسکے۔

اقتصادی ترقی کے لئے عوامی خواندگی پہلی شرط

میسور یونیورسٹی میں ابھی کچھ دن پہلے سردار پانیکر میموریل لیکچر کا افتتاح کرتے ہوئے پلاننگ کمیشن کے ممبر ڈاکٹر وی کے آر۔ وی راؤ نے کہا کہ تعلیم کو بیک وقت دو مقصدوں کو پورا کرنا ہے۔ اقتصادی ترقی کے عمل کو تیز کرنے اور اس کے ساتھ اقتصادی ترقی کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر راؤ نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ اقتصادی ترقی کی رفتار کو بڑھانے کے لئے ہندوستان کی پوری آبادی کے لئے ایک کم سے کم معیار تک کی تعلیم ضروری تھی۔ اس سلسلے میں خاتمۂ ناخواندگی کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ اقتصادی ترقی کے لئے اس شرط کا پورا ہونا ضروری تھا کہ لوگوں کو سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ کی بنیادی باتوں کا علم کرنے کے لئے عوامی خواندگی اور عوامی تعلیم کا پروگرام چلایا جاتا۔

تعلیم بالغان کے پروگراموں کی طرف سے جو بے توجہی برتی جارہی ہے اس کی ڈاکٹر راؤ نے سخت تنقید کی اور کہا کہ

اس بے توجہی کی بدولت زراعت، کوآپریٹیو اور پنچایتی راج کی بہت سی اسکیمیں ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ ادارے جن لوگوں کے توسط سے چل رہے وہ جاہل اور ناخواندہ لوگ ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ لوگ زراعت کا کام جدید اور بہتر طریقے پر انجام دیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم انھیں اس قابل بنائیں کہ وہ خود پڑھ کر ان ترقیاتی پروگراموں کو سمجھ سکیں لیکچر یا عملی مظاہروں کی وہ حیثیت نہیں ہوتی جو کسی چیز کو خود پڑھ کر سمجھنے کی ہوتی ہے۔

جمہوریت کے لئے تعلیم ضروری ہے

پنچایتی راج اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے فرمایا کہ سیاسی اور اقتصادی جمہوریت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ سماجی جمہوریت بھی نہ قائم کی جائے۔ آگے چل کر موصوف نے فرمایا کہ "سیاسی اور اقتصادی جمہوریت سے ایک نیا اور بہتر سماجی نظام ابھرے گا جو پرانی قدروں کو نئے حالات کے مطابق ڈھال لے گا۔

مستقبل کی زندگی کے تقاضوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے کہا کہ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم انسانی قوت اور انسانی صلاحیتوں کا اُجاگر کرنے، عوامی اداروں کو تقویت دینے اور لیڈرشپ کو ابھارنے کے مقصد کو سمجھیں اور عملی طور پر انھیں جلد سے جلد پورا کریں۔ اس کے لئے لوگوں کی سیاسی اور سماجی تعلیم کی ضرورت ہے اور تعلیم اپنے وسیع معنی میں بھی جس میں محض ان عوامی اداروں میں غور و خوض کے لئے پیش ہونے والے معاملات کی رسمی سی معلومات ہی شامل نہ ہو بلکہ وہ موجودہ ضرورتوں اور حالاتِ حاضرہ سے متعلق معلومات سے بالاتر ہو۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ وہ لوگ جو اقتصادی حیثیت سے پس ماندہ ہیں یہی لوگ ذہنی اور نفسیاتی حیثیت سے بھی پس ماندہ ہیں۔ لوگوں کو سیاسی اور سماجی تعلیم کا کوئی پروگرام بناتے وقت ان حقائق کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔

مسز فشر کو اعزاز

تعلیم بالغان کے میدان میں لکھنؤ کا لٹریسی ہاؤس کافی نمایاں کام انجام دے رہا ہے۔ یہ ادارہ مسز ویلتھی فشر کی کوششوں سے قائم ہوا ہے اور ان کی رہنمائی میں پھل پھول رہا ہے۔ اس ۸۴ سالہ معمر امریکی خاتون نے بین الاقوامی مفاہمت اور ہندوستان میں خواندگی کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں ان کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں اس سال فلپائن کا بین الاقوامی اعزاز "میگسائے سے اوارڈ" ملا ہے۔ اس سے پہلے یہ اعزاز

اچاریہ ونوبا بھاوے اور شری سی۔ ڈی دیشمکھ کو بھی مل چکا ہے۔

سوشل ایجوکیشن کے میدان کی دو ممتاز ہستیاں بچھڑ گئیں

ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر شائع کر رہے ہیں کہ سوشل ایجوکیشن کے میدان کی دو ممتاز ہستیاں اس دنیا سے اٹھ چکی ہیں۔

شری وی۔ بی کارنک کا انتقال ۱۴ اگست کو کولہاپور میں ہوا مرحوم سوشل ایجوکیشن کی تحریک سے ایک عرصے سے وابستہ تھے۔ مہاراشٹر اور بمبئی کے سوشل ایجوکیشن کے افسر اعلیٰ رہ چکے تھے۔ اس ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ گارگوٹی میں سوشل ایجوکیشن کے ٹریننگ سنٹر کے ڈپٹی ڈائرکٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ہندوستان میں اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ تعلیم و ترقی کے صفحات میں ان کے گراں قدر مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۵۷ سال تھی۔

ڈاکٹر ڈی۔ بی شاستری کا انتقال ۱ر جولائی کو پٹنہ میں ہوا۔ ڈاکٹر شاستری بہار میں ایک عرصے تک سوشل ایجوکیشن کے ڈپٹی ڈائرکٹر رہ چکے ہیں۔ ان دنوں آپ مگدھ یونیورسٹی کے شعبۂ ہندی میں ریڈر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ بہار میں سوشل ایجوکیشن کی تحریک کو فروغ دینے میں مرحوم نے بہت قابل قدر کام انجام دیئے ہیں۔

سوشل ایجوکیشن کی تحریک اپنے دو مخلص کارکنوں سے محروم ہو گئی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ مرحومین کی روح کو سکون اور پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

ادارہ تعلیم وترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

جلد ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۴ء شمارہ ۱۰

بانی :- شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر :-

پروفیسر محمد مجیب

برکت علی فراقؔ

رفیق محمد شاستری

دفتر :-

تعلیم و ترقی ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت :-

سالانہ چار روپے فی پرچہ ۳۷ پیسے

فون :- ۷۴۴۴۶۴

ترتیب

اشارات

اصول اور نظریات

افکار و مسائل

ہم سفر

استادوں کے لئے

ایک اپیل

اشارات

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر

قومی حلقۂ مطالعہ

ستمبر ۱۹۶۴ء کے آخری ہفتے میں ۲۱ تا ۲۶ ستمبر حکومتِ ہند اور یونیسکو کے مشترک اہتمام میں سوشل ایجوکیشن کے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے نمایندوں کا ایک حلقۂ مطالعہ و بحث منعقد ہوا تھا جس کا منشا یہ تھا کہ ہندوستان یونیسکو کی قائم کردہ ناخواندگی کی بین الاقوامی مہم میں شریک ہونے کی غرض سے اپنی ضروریات اور مسائل کا جائزہ لے کر کام کا ایک نقشہ مرتب کرلے۔ حلقۂ مطالعہ کے لئے ضروری کاغذات اور دستاویزات کی فراہمی اور دوسرے متعلقہ انتظامات نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کے سپرد تھے اور جگہ "وگیان بھون" مقرر کی گئی تھی۔

حلقۂ مطالعہ کے انتظامات اور اس کی بحثوں کی نوعیت اور معیار کے پیش نظر ہم بلاخوف مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے اچھی نہ کسی کانفرنس کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور اجتماع کا۔ ہر کام میں خوش سلیقگی اور قرینہ، تقسیم اوقات کی پابندی زیر غور امور سے متعلق مستند اور مسلم تشریحی نوٹ اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر مرتب کیا ہوا دوسرا لٹریچر اور نمایندوں کے آپس میں ملنے جلنے کا موقع، سب کچھ تھا۔ فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر نے غور و فکر کے لئے مواد بھی بڑی محنت اور باریک بینی کے ساتھ مرتب کیا تھا، چنانچہ اس کی تحقیق و تالیف بجائے خود سوشل ایجوکیشن کی تحریک میں ایک قابل ذکر کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے، اتنے مختلف موضوعات پر اتنی مفصل معلومات اس سے پہلے کہیں ایک جگہ حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ ہماری تو رائے ہے کہ نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کو یہ مواد کتابی شکل میں شائع کردینا چاہیے تاکہ یہ سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کے لئے آیندہ ایک ریفرینس بک (حوالے کی کتاب) کا کام دے۔

یہ قومی حلقۂ مطالعہ یونیسکو کی اُس اسکیم کے ابتدائی مرحلے کے طور پر منعقد ہوا تھا جس کے ماتحت ہندوستان اور پاکستان کے مشترک علاقے (زون) میں خاتمۂ ناخواندگی کی مہم چلائی جائے گی۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک قومی حلقۂ مطالعہ پاکستان میں بھی منعقد ہو چکا ہے اور اب اس سال کے آخر میں دونوں ملکوں کا ایک مشترک سیمنار منعقد ہوگا جس میں دونوں کے مرتب کئے ہوئے منصوبوں پر ایک ساتھ غور ہوگا اور اس طرح جو نقشہ تیار ہوگا اس کے مطابق دونوں کے یہاں چند منتخب علاقوں میں خاتمۂ ناخواندگی کے آزمائشی (پائلٹ) پروجیکٹ چلائے جائیں گے۔

یہ پائلٹ پروجیکٹ اپنا کام ختم کر لیں گے تو ان کے نتائج کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کی روشنی میں پھر آئندہ کے لئے نسبتاً بڑے پیمانے پر ناخواندگی کے انسداد کی مہیں ترتیب دی جائیں گی۔

اس قومی حلقۂ مطالعہ کی سب سے نمایاں خصوصیت انھی پائلٹ پروجیکٹوں کی خاکہ بندی تھی۔ چونکہ یہ ایک نئی چیز تھی اور اس سے بالغوں کی خواندگی کے فیلڈ میں بڑی امیدیں وابستہ ہیں اس لئے حلقے کے نمایندوں نے بحث و مطالعہ کے اس پہلو پر بڑے جوش اور انہماک کے ساتھ کام کیا اور اگرچہ اس کے لئے وقت تھوڑا ملا پھر بھی پائلٹ پروجیکٹوں کے قریب قریب ہر پہلو پر سیر حاصل سوچ بچار کیا گیا اور ان پروجیکٹوں کا جو خاکہ تیار ہوا وہ ہر حیثیت سے جامع اور مکمل رہا۔

اس حلقۂ مطالعہ کا افتتاح وزارت تعلیم کے سکریٹری شری پی۔ این۔ کرپال نے کیا تھا۔ موصوف کا افتتاحی خطبہ معلومات افزا اور جامع تھا اور اس سے حلقۂ مطالعہ کو بہت فائدہ ہوا۔ اسی طرح پلاننگ کمیشن کے ممبر اور دہلی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ کے عالمانہ لیکچر سے بھی جو نیشنل ڈیولپمنٹ میں خواندگی کی قدر و قیمت کے موضوع پر تھا حلقۂ مطالعہ کے کاموں میں بڑی مدد ملی۔

اس قومی حلقۂ مطالعہ میں یونیسکو کے ماہرین کی ایک ٹیم بھی شریک تھی جس کے سربراہ غالباً مسٹر جان باورز تھے جو یونیسکو میں اڈلٹ اینڈ یوتھ ایجوکیشن ڈویژن کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر اور لٹریسی یونٹ کے افسر اعلیٰ ہیں۔ ان مشیروں نے اپنے مشوروں سے قدم قدم پر حلقۂ مطالعہ کی مدد کی خصوصاً اس وقت جب پائلٹ پروجیکٹوں پر غور و خوض کیا جا رہا تھا۔

غرض یہ حلقۂ مطالعہ ہر حیثیت سے جامع اور کامیاب رہا اور ہمیں امید ہے کہ اس سے ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوگا اور بالغوں کی خواندگی اور مزید تعلیم کی تحریک کی رفتار اس کے اثر سے اور زیادہ تیز ہو جائے گی۔

برطانیہ کے اڈلٹ اسکول

ایک تاریخی جائزہ

(۲)

برطانیہ کے اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کا تاریخی جائزہ جس کی پہلی قسط ہم ستمبر ۱۹۶۴ء کے شمارے میں شائع کر چکے ہیں، تحریک کی ابتدا اور اس کے تدریجی ارتقا پر مشتمل تھا۔ ابتدا میں ہم نے موجودہ دور کے ایک اڈلٹ اسکول کی سیر کرائی تھی، مگر مضمون میں آگے چل کر اس تحریک کی ابتدائی تاریخ کا تعارف کرایا گیا تھا

موجودہ دور کے اڈلٹ اسکولوں کا نقشہ آہستہ آہستہ کیسے وجود میں آیا اور اس کی تنظیم اور کام کے ہیج میں کس طرح تبدیلیاں واقع ہوئیں اس کا تعارف زیر نظر قسط میں پیش کیا جا رہا ہے۔

—— ایڈیٹر

ڈنمارک اور اسکینڈی نیویا کے دوسرے ملکوں میں اب بھی فوک ہائی اسکول ہیں اور کافی تعداد میں ہیں۔ حالانکہ اُن کے ابتدائی مقاصد کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اب ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اس سوال کا کہ اب جب کہ فوک ہائی اسکول اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہو چکے ہیں، ان کے وجود کی کیا اور کیوں ضرورت ہے، فوک ہائی اسکول تحریک کے رہنماؤں کو بھی احساس ہے۔ یہاں تک کہ اب ڈنمارک میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ فوک ہائی اسکول کی حیثیت اب تحریک سے زیادہ ایک ٹکنیک کی ہے۔ کسی مفکر نے

دماغ میں کوئی نیا خیال پیدا ہوتا ہے تو وہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے فوک ہائی اسکول کا اگر استعمال کرنے لگتا ہے چنانچہ ڈنمارک میں ایسے بہت سے اسکول ہیں جن کا گرونڈوگ اور کرسٹن کولڈ کے مشن سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

بالکل یہی کیفیت برطانیہ کے اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کی ہے۔

ابتدا میں جیسا کہ مضمون کی پہلی قسط سے معلوم ہوگا اڈلٹ اسکول اس مقصد سے قائم ہوتے تھے کہ برطانیہ کے ان پڑھ عوام کو بائبل پڑھانے کے قابل بنانے کے لئے خواندہ بنایا جائے۔ اس مقصد کو وسیع معنی پہنایئے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ برطانیہ میں ناخواندگی بہت تھی جسے اُس زمانے کے بدلتے ہوئے اقتصادی اور سماجی حالات کے پیشِ نظر جوں کا توں باقی رکھنا قوم اور سماج کے لئے بہت زیادہ مُضر تھا۔ پہلا اڈلٹ اسکول ۱۷۹۸ء میں قائم ہوا تھا، اور یہ سلسلہ ۱۸۱۶ء یعنی تقریباً بیس سال تک قائم رہا۔

اس منزل پر پہنچ کر اڈلٹ اسکول کی یہ تحریک قریب قریب ختم سی ہوگئی اور ۱۸۴۵ء تک برطانوی اڈلٹ ایجوکیشن کی تاریخ میں اس کا ذکر تک نہیں ملتا۔ ایک ایسی تحریک جس نے تھوڑے ہی عرصے میں پورے ملک کا احاطہ کر لیا تھا، اس کے اس طرح مٹ جانے کے اسباب کو سمجھنے کے لئے سائنس اور مشین کے اس پُرآشوب اور انقلاب آفریں دور کے اقتصادی اور سماجی حالات کا گہرا مطالعہ کرنا ہوگا۔ مختصراً رابرٹ پی آرس کے الفاظ میں اسے یوں سمجھئے کہ

> ان لوگوں میں، جنھوں نے ان اسکولوں کے فیض سے پڑھنا سیکھا تھا، بہت سے لوگ ایسے تھے جو نئی نئی چیزیں پڑھنا چاہتے تھے اور اس طرح مذہبی معلومات کی کمیوں کو پورا کرنا یا مذہب کے بجائے دوسرے مفادات سے وابستہ ہونا چاہتے تھے۔ اس طریقۂ فکر کے نتیجے کے طور پر ایک نئی نسل اُبھری جو ایک واحد کتاب میں اپنے آپ کو بند کرنے کے بجائے معلومات کے وسیع تر حلقے کی خواہشمند تھی۔

ان ذہنی تبدیلیوں کی روشنی میں سوچئے تو اڈلٹ اسکولوں کا ایک کے بعد ایک ختم ہونا اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنا کام پورا کر چکے تھے۔ والدین جو پہلے خود تعلیم کے فیض سے فیضیاب ہونے کی غرض سے اڈلٹ اسکولوں میں جمع ہوا کرتے تھے، اب اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کی طرف متوجہ ہوگئے اس لئے کہ اس وقت تک بچوں کے اسکول زیادہ تعداد میں کھلنے لگے تھے اور

ابتدائی اڈلٹ اسکولوں کا جو مقصد تھا، وہ ان سے پورا ہونے لگا تھا"۔

اس کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ صنعتی انقلاب کے ارتقا اور مشینوں کی ایجاد کے ساتھ ساتھ برطانیہ کی بالغ آبادی دن بدن صنعتی مزدوروں میں تبدیل ہوتی جارہی تھی اور یہ خیال عام ہوتا جارہا تھا کہ صنعتی اعتبار سے اِس فروغ پذیر دور میں تعلیم اور وہ بھی سائنس اور ٹکنالوجی کی تعلیم کے بغیر آرام و راحت کی زندگی ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اسی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ "میکانکس انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے مزدوروں کی فنی اور عام تعلیم کا بڑا زور ہوگیا تھا اور بالغ لوگ جو اب مزدوروں کی حیثیت سے پُرانے اور صنعتی مرکزوں میں جمع ہوگئے تھے، ان میکانکس انسٹی ٹیوٹوں میں کھنچے چلے آرہے تھے۔

اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کا دوسرا دور

غرض ۱۸۱۵ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان برطانیہ کی سماجی ہیئت بہت بدل چکی تھی اور اسی اعتبار سے اس کی ضرورتیں بہت وسیع اور بہت مختلف ہوچکی تھیں، اور ان کی تسکین صرف بائبل کے مطالعے سے نہیں ہوسکتی تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، مشین اور سائنس کے فروغ نے زندگی کے مذہبی پہلو کو خطرے میں ڈال دیا تھا اور اس کی طرف توجہ کم سے کم تر ہونے لگی تھی۔ اس کے علاوہ یہی وہ زمانہ تھا جب برطانیہ میں عوام کے سیاسی حقوق کی تحریک زوروں پر تھی اور عوام کے بنائے اور منظور کئے ہوئے دستور کے ماتحت سیاسی تنظیم اور انتخابات میں بالغ رائے دہندگی وغیرہ کے مطالبات شدت اختیار کررہے تھے۔ مذہب کی طرف غالباً یہی بے توجہی تھی جو ارادی طور پر نہ سہی تو غیر شعوری طور پر اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کے احیاء کا باعث بنی۔ چنانچہ ۱۸۴۵ء میں برمنگھم کے ایک محلے "سیورن اسٹریٹ" میں کوئیکر فرقے کے دو انسان دوست اشخاص جوزف سٹرج اور ولیم ہوائٹ نے ایک اڈلٹ اسکول قائم کیا۔

ادارے اگرچہ بہت سے خیالات و احساسات کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن اُن کے وجود میں آنے کا سبب عموماً کوئی ایک حادثہ یا واقعہ ہوتا ہے جو ادارے کے بانی کو اس حد تک متاثر کردیتا ہے کہ وہ فوراً آگے عمل پر کمربستہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جوزف اسٹرج کو اس اڈلٹ اسکول کی تحریک غالباً ایک خاص واقعے سے ہوئی اور وہ تھا برمنگھم کے محلوں اور سڑکوں پر نوخیز لڑکوں اور بالغ مردوں کا بے مقصد ادھر اُدھر مارا مارا پھرنا۔

اس دوسری تحریک کے مذکورہ بالا محرکات کا اندازہ اڈلٹ اسکولوں کے مورخ کیوری مارٹن کے

مخالف تھے اور آزاد فضا میں مسیحی طرزِ زندگی کو اختیار کرنے اور اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تیار تھے۔ مختصراً یہ کہ انیسویں صدی کی آخری چوتھائی کے آتے آتے ان اسکولوں پر آزاد خیالی کا غلبہ ہوگیا اور مذہبی مرکز ہونے کے بجائے انھوں نے آزادی پسند عیسائیت کے ماحول میں رہتے ہوئے ایک خالصتہً تعلیمی مرکز کی شکل اختیار کرلی تھی۔

یہ تحریک بڑے زور شور سے چلی اور آٹھ دس سال کے اندر تمام ملک میں پھیل گئی ۔ ایک اندازے کے مطابق انیسوی صدی کے ختم ہوتے ہوتے تمام اسکولوں کے ممبروں کی مجموعی تعداد ۲۰،۰۰۰ بچّے، ۴۰،۰۰۰ مرد اور ۸۰،۰۰۰ عورتیں تھیں۔

اڈلٹ اسکولوں کا تیسرا دور

انیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے اڈلٹ اسکولوں کے دوسرے دور کی تحریک بھی زوال پذیر ہوگئی۔ اس زوال کا سب سے بڑا سبب ۱۸۷۰ء میں لازمی ابتدائی تعلیم کے قانون کا نفاذ تھا چنانچہ ۱۸۹۰ء تک کچھ تو اڈلٹ ایجوکیشن کے رواج کی بدولت اور بڑی حد تک لازمی ابتدائی تعلیم کے نتیجے کے طور پر برطانیہ میں ناخواندگی کا قریب قریب خاتمہ ہوچکا تھا۔ اس صورتِ حال میں اڈلٹ اسکولوں کی تحریک کے سامنے دو راستے تھے ۔ ایک ہمیشہ کی موت کا اور دوسرا ملک کے بدلے ہوئے حالات سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرکے عوام کی خدمت کی نئی راہیں نکالنے کا

۱۷۹۰ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان صنعتی انقلاب کے زیرِ اثر برطانیہ کے سماج میں تبدیلیوں کا جو سلسلہ شروع ہوچکا تھا، وہ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیانی زمانے میں اور گہرا ہوگیا تھا۔ اس دور میں صنعتی تنظیم میں بے تحاشا وسعت آگئی تھی لیکن اس وسعت کے ساتھ انسانوں کے مصائب اور مسائل میں شدت نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس میں کمی آگئی تھی اس لئے کہ اس زمانے میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت تسلیم کی جانے لگی تھی، مزدور سبھاؤں کی سرگرمیاں بڑھ گئی تھیں، اور مزدوروں کی تکلیفوں کو کم کرنے کی نیت سے بہت سے قانون بن گئے تھے۔ رسل و رسائل کے ذرائع میں غیر معمولی توسیع پیدا ہوگئی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کرۂ ارض کے تمام انسان بہت جلد ایک جگہ جمع ہو جائیں گے چنانچہ بہت سے لوگ ایسے تھے جن کے دلوں کو بین الاقوامی امن و اخوت کا خیال بھی گرمانے لگا تھا۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ دوسرے دور کے تذکرے کے ضمن میں اشارہ کیا جاچکا ہے، سائنسی تحقیق نے جماعت

کے ایک بہت بڑے طبقے کی زندگی کا نقشہ بدل دیا تھا اور بہت سے لوگ محسوس کر رہے تھے کہ اس صورت حال سے مذہب کے اوپر براہ راست زد پڑے گی اور وہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ اسی زمانے میں سوشلزم کے نام سے ایک نئی چیز سامنے آئی جس کے حامی تعداد میں تو بہت کم تھے لیکن تعداد کی نسبت سے زیادہ اس کے اثرات بڑھ رہے تھے۔

یہ تھے وہ حالات اور محرکات جن کے ماحول میں اڈلٹ اسکول تحریک کے رہنماؤں کو فیصلہ کرنا تھا۔ انھوں نے اپنے لئے فنا کے بجائے بقا کی راہ منتخب کی اور طے کیا کہ اب اڈلٹ اسکول کی تحریک کو بدلے ہوئے حالات سے اس طرح ہم آہنگ کریں گے کہ زمانے کا تقاضا بھی پورا ہو جائے اور مذہب کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

نئے اڈلٹ اسکولوں کی نوعیت

اس سلسلے میں سب سے پہلا کام اس وقت کے اڈلٹ اسکولوں کو ایک لڑی میں پرونا تھا اس لئے کہ کچھ لوگ کر دل کی انجمن سوسائٹی آف فرینڈز "کے زیر اہتمام قائم تھے، اور کچھ اس سے الگ نجی طور پر چل رہے تھے اور ان میں باہم کوئی ربط و اتحاد نہیں تھا۔ اس مقصد کے لئے سب سے پہلے ایک ماہانہ رسالہ "ون اینڈ آل" (اتحاد) کے نام سے شروع کیا گیا جس کا پیغام یہ تھا کہ تمام اڈلٹ اسکولوں کو مل کر اور منظم و متحد ہو کر ایک ہی مشن کے لئے ایک ہی جیسے دستورالعمل کے ماتحت کام کرنا چاہیے۔ نئے دور کے تقاضوں کو تسلیم کرتے ہوئے اڈلٹ اسکولوں کے طریقۂ عمل میں ایک نئی چیز یہ شروع کی گئی کہ اصل کلاس شروع ہونے سے پہلے (جس میں بائبل کی تشریح و تفسیر پر زور رہتا تھا) نصف گھنٹے تک خالصتہً غیر مذہبی مضامین و مسائل کے بارے میں بات چیت ہو اور نو وارد معلموں کے لیکچر ہوا کریں۔ اس پہلو کو اڈلٹ اسکول کی اصطلاح میں "فرسٹ ہاف آور ٹاک" (پہلے نصف گھنٹے کی بات چیت) کہا جاتا تھا اس ترکیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اڈلٹ اسکولوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی آنے لگے جنھیں پہلے بائبل کے مطالعے سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پہلے اور دوسرے دور کے اڈلٹ اسکولوں کا مرکزی نقطہ مذہب کی تبلیغ اور خواندگی کی اشاعت تھی! اب چونکہ بالغوں سے ناخواندگی قریب قریب بالکل ختم ہو گئی تھی اس لئے ان نئے اڈلٹ اسکولوں نے پڑھنا لکھنا اور ابتدائی حساب سکھانا اپنے دستورالعمل سے قریب قریب خارج کر دیا۔ اور اس کے بجائے سماجی سرگرمیوں کے اوپر توجہ دینے لگے۔ تیسری بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ ابتدائی اسکولوں کی طرح ان نئے اسکولوں کے انعقاد کے لئے اتوار ہی کا دن اور صبح کا وقت ہی ضروری نہیں رہا، بلکہ ہفتے کے دوسرے دنوں میں بھی کام ہونے لگا، اور صبح کے وقت کے ساتھ شام کی کلاسیں اور شبینہ انسٹی ٹیوٹ بھی کھلنے لگے

سرگرمیوں اور مضامین کی فہرست میں عام طور پر حسب ذیل چیزیں شامل ہوتی تھیں ۔
کتب خانے، سیونگ فنڈ، مریضوں کی دیکھ بھال کے کلب، نمرک شراکت کے سلسلے کے کام جن میں کانی تقسیم کرنے کی گاڑیاں بھی شامل تھیں، مشترک اور منظم سیر و تفریح، چھٹی منانے کے پروگرام، کھیل کود کی تنظیم اور مقابلے، لیکچر اور بحث مباحثے کی مجلسیں وغیرہ۔
ایک قابلِ ذکر تبدیلی جس نے اڈلٹ اسکول کی شکل صورت کو سرے سے بدل دیا ـــــ اور جو ان بدلے ہوئے حالات میں بدلے ہوئے دستور العمل کا قدرتی نتیجہ تھی ـــــ یہ رونما ہوئی کہ استاد اور طالب علم کے درمیان اب کوئی فرق نہیں رہا۔ پہلے اور دوسرے دور کے اسکولوں میں استادوں اور معلّموں کی حیثیت مستقل تھی، اور طالب علموں کی حیثیت عارضی یعنی استاد اپنی جگہ قائم رہتے تھے اور طالب علم ان پڑھ بالغوں کی شکل میں آتے تھے اور خواندہ بن کر چلے جاتے تھے۔
اب یہ کیفیت نہیں رہ گئی تھی بلکہ اسکول کی زندگی میں سب لوگ شریک تھے اور اس سے مستقل وابستہ رہتے تھے۔ نہ کوئی استاد تھا نہ طالب علم، ہر شخص استاد بھی تھا اور طالب علم بھی اس لئے کہ ہر ممبر زندگی کے معاملے میں ایک نہ ایک حیثیت سے کچھ نہ کچھ معلومات رکھتا تھا اور اُسے برادری کے دوسرے ارکان تک پہنچا سکتا تھا اور اس طرح یہ محسوس کرکے کہ وہ حلقے کا ایک سرگرم رکن ہے، اس کے جذبۂ وقار کو تسکین حاصل ہوتی تھی۔
جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، تحریک کے اس نئے دور کا پہلا کام اسکولوں کے درمیان ربط و اتحاد پیدا کرنا تھا اور اس مقصد کے لئے ایک ماہانہ رسالہ "اتحاد" (ون اینڈ آل) شائع کیا گیا تھا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں (۱۹۰۰ء) یہ کام بھی پورا ہو گیا اور لیسسٹر کی ایک کانفرنس میں تمام اڈلٹ اسکولوں کی ایک وفاقی جماعت "نیشنل کاؤنسل آف اڈلٹ اسکولز" بن گئی جو اب تک قائم ہے۔ (مسلسل)

(مضمون کی اگلی قسط میں موجودہ اڈلٹ اسکولوں کی تنظیم اور کام کی نوعیت کا تعارف پیش کیا جائے گا)

دنیا سے بالغوں کی ناخواندگی کو ختم کرنے کا

منصوبہ اور پروگرام

تعارف

ماہنامہ تعلیم و ترقی میں متحدہ اقوام کے دس سالہ ترقیاتی منصوبے (ڈیولپمنٹ ڈکیڈ) کے بارے میں مختصر تعارف اور خبریں دی جاتی رہی ہیں۔ اب یہ منصوبہ خصوصاً تعلیم بالغان سے متعلق اس کے پروگرام تفصیلات کی منزل سے گذر کر رہے ہیں اس لئے ہمارے لئے مفید ہوگا کہ ہم اس منصوبے کو مفصل طور پر سمجھ لیں۔

متحدہ اقوام کے دس سالہ ترقیاتی منصوبے کا ایک اہم جزو دنیا سے بالغوں کی ناخواندگی کو ختم کرنا ہے اس لئے کہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ بن سکتی ہے اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے متحدہ اقوام کی جنرل اسمبلی نے اپنے ایک اجلاس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی تھی۔

"اس بات کی تحقیق کی جائے کہ وہ کیا طریقے اور ذریعے ہو سکتے ہیں جن سے خاتمۂ ناخواندگی کی بین الاقوامی مہم میں حصہ لینے کے لئے قومی منصوبوں کی امداد کی جا سکتی ہے، خواہ یہ امداد سرمائے کی صورت میں ہو یا سرمائے کے علاوہ کسی اور صورت میں۔"

اس قرارداد کے ساتھ متحدہ اقوام کے سکریٹری جنرل سے فرمائش کی گئی تھی کہ وہ یونیسکو اور دوسرے متعلقہ بین الاقوامی اداروں کے ساتھ مل کر یہ کام انجام دیں اور ایک رپورٹ پیش کریں۔

اس مقصد کے لئے پھر ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے یونیسکو کے سکریٹریٹ کی مدد سے منصوبے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ایک رپورٹ تیار کی۔ یہ رپورٹ یونیسکو کی مجلس انتظامیہ میں پیش ہوئی جسے مجلس نے پسند کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل اس رپورٹ کو متحدہ اقوام کی مجلس میں بہ نفس نفیس خود پیش کریں۔

اس رپورٹ میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے باب میں بعض نہایت اہم خیالات و نظریات کی ترجمانی کی گئی ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں ۔

دنیا کے ناخواندہ اشخاص کی تعداد سے قطع نظر جو رپورٹ کے اندازے کے مطابق موجودہ صدی کے وسط میں ۷۰ کروڑ تھی، بچوں کی ناخواندگی کے بارے میں رپورٹ کا بیان حسب ذیل ہے:

"جہاں تک بچوں کی ناخواندگی کا تعلق ہے افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ کے بچاسی ملکوں میں (سنہ ۱۹۶۰ء کے اعداد کی بنیاد پر) ۲۰ کروڑ ۶۰ لاکھ بچے ہیں جن میں سے صرف ۵۵ فی صدی یعنی تقریباً ۱۱ کروڑ اسکولوں میں پڑھنے جاتے ہیں۔ اس تعداد کی بھی یہ کیفیت ہے کہ اسکولوں میں جانے والے سب بچے اپنی اسکول کی پڑھائی پوری نہیں کر پاتے اور بہت جلد ناخواندگی کی نوبت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح ناخواندہ بالغوں کی آبادی میں ہر سال دو سے ڈھائی کروڑ تک کا اضافہ ہو جاتا ہے۔"

آگے چل کر رپورٹ میں یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ

"اگر بالغوں اور بچوں کی ناخواندگی کا انسداد کرنا مقصود ہے تو ناخواندگی کے خلاف ان دونوں مورچوں پر بہ یک وقت جنگ شروع کرنی ہو گی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی اور اہم ضرورت یہ ہے کہ جبری ابتدائی تعلیم ہر جگہ نافذ کی جانی چاہیئے جب تک یہ نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک دنیا میں ناخواندگی کا سیلاب مسلسل آتا رہے گا۔

"لیکن اسی کے ساتھ ساتھ بالغوں کی خواندگی کے لئے بڑے پیمانے پر مہم چلانے کی ضرورت بھی ہے۔ میں اس نظریئے کا قائل نہیں ہوں" یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل نے بیان کیا "کہ بالغوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور جس طرح ممکن ہو جلد از جلد عالم گیر ابتدائی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک ایسے سماج میں جہاں بالغ لوگ ان پڑھ ہوں بچوں کی تعلیم کا عام کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔"

ڈائرکٹر جنرل نے اپنی رپورٹ میں مزید کہا

"اگر بین الاقوامی برادری .... کی ایسی خواہش ہے تو بنی نوع کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہو گا کہ اس کی بدولت کروڑوں غیر تعلیم یافتہ انسانوں کو تعلیم کی دولت سے بہرہ مند

ہونے کا موقع مل سکے گا جو ان کا ناقابلِ تردید حق ہے۔ اور یہ اصول کہ یہ ان کا ناقابلِ تردید حق ہے اور اس کا وہ بجا طور پر مطالبہ کر سکتے ہیں، آپ نے خود تسلیم کیا ہے اور جس کی حمایت کرتے ہوئے آپ نے حقوقِ انسانی کے اپنے عالمگیر اعلان میں دفعہ ۲۶ کے ماتحت خود کہا ہے کہ "دنیا میں ہر شخص کو تعلیم کا حق حاصل ہے"۔ یہ اعلان کئے ہوئے پندرہ سال گذر گئے ہیں لیکن ابھی تک دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس جملے کو نہیں پڑھ سکتے جس میں ان کے اس جائز حق کو تسلیم کیا گیا ہے"۔

متحدہ اقوام کی مجلس نے یونیسکو سے خاتمۂ ناخواندگی کی اس بین الاقوامی مہم کے بارے میں طریقۂ کار متعین کرنے کی جو فرمائش کی تھی، اس سے متعلق رپورٹ کی یہ پہلی قسط تھی جس میں زیادہ تر ناخواندگی کے اعداد و شمار اور اسے ختم کرنے کی مہم پر خرچ ہونے والے سرمائے کا تخمینہ دیا گیا تھا۔ یونیسکو کی جس مجلسِ انتظامیہ میں رپورٹ کی یہ قسط منظور کی گئی تھی، اسی میں ڈائرکٹر جنرل کو یہ اختیار بھی دیا گیا تھا کہ مہم کے بارے میں طریقۂ کار متعین کرنے کی غرض سے وہ خواندگی کے ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کریں۔

یہ کمیٹی مقرر کی گئی اور اس نے ہندوستان کے نمائندے ڈاکٹر ٹی۔ اے۔ کوشی کی صدارت میں یکم سے ۱۰ اپریل ۱۹۶۴ء تک پیرس میں اپنے اجلاس منعقد کئے اور مفصل غور و بحث کے بعد خواندگی کے بین الاقوامی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نتائج اور سفارشات کی ایک دستاویز مرتب کی۔

مختلف ملکوں میں خاتمۂ ناخواندگی کی بین الاقوامی مہم کے ماتحت جو کام ہوگا اس کی بنیاد چونکہ کم و بیش انھی نتائج اور سفارشات پر ہوگی اس لئے ان کا مطالعہ ناظرین تعلیم و ترقی کے لئے مفید ہوگا۔

خواندگی کی بین الاقوامی مہم کا پروگرام

اکسپرٹ کمیٹی کے نتائج بحث اور سفارشات

۱۔ نتیجۂ بحث　　ناخواندگی کے خلاف جدوجہد فی نفسہٖ کوئی مقصد نہیں ہے۔ بالغوں کی تعلیم خصوصاً شہریت کی تربیت اور ٹکنکل اور کام دھندے کی ٹریننگ سے اس کا تعلق جتنا ماضی میں رہا ہے اس سے کہیں زیادہ گہرا اور قریبی ہونا چاہیئے۔ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا رشتہ جب پورے تعلیمی نظام کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا اسی وقت ملکوں

کی سماجی آزادی اور ترقیاتی تحریکوں سے ان کا پورا پورا رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔

سفارش : خواندگی اور تسلسلی تعلیم کے درمیان جو تعلق ہے، اس کا عکس تعلیم کی قومی منصوبہ بندی میں ماہرین کی بین الاقوامی کمیٹی کی تشکیل میں، بین الاقوامی امداد کے باہمی معاہدوں کے ذریعے مختلف منصوبوں کی انجام دہی میں اور تسلسلی تعلیم کے لئے قومی اور علاقائی طریقۂ کار کی ترتیب میں صاف صاف نظر آنا چاہئے۔

۲۔ نتیجۂ بحث

چونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ تعلیم کا حق انسان کے بنیادی حقوق کا ایک لازمی جزو ہے، اس لئے خواندگی کے معاشی مقاصد کے ساتھ ساتھ اس کے تمدنی، سماجی، شہری اور سیاسی مقاصد پر بھی غور کرنا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی اتنی ہی ضروری ہے کہ معاشی، سماجی اور تمدنی ترقی کے باہمی ربط پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ خواندگی کے بعد آنے والی تسلسلی تعلیم کی جو منزل آتی ہے اس پر بھی اتنا ہی زور دیا جائے۔ اس لئے کہ قومی اور بین الاقوامی ترقی کی راہ میں جو دو سب سے بڑی رکاوٹیں پیش آتی ہیں وہ یہی ہیں کہ لوگ علم کے مبادی سے ناآشنا اور ذہن کی عام تربیت سے محروم ہوتے ہیں۔

سفارش :۔ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کو متحدہ اقوام کے دہ سالہ ترقیاتی منصوبے کے ایک لازمی جزو کی حیثیت سے شامل کیا جانا چاہیئے۔ یہ بہت اچھی بات ہوگی کہ جہالت اور ناخواندگی کے خلاف جو مورچہ قائم کیا جائے اس کا بھوک اور بیماری کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے ساتھ صرف ربط ہی نہ ہو بلکہ خون کا رشتہ قائم ہو جائے۔ خواندگی اور اسے انجام دینے والے عملے کی ٹریننگ کے پروگرام کو ملکوں کے مختلف ترقیاتی منصوبے، جیسے معاشی اور صنعتی منصوبے اور زراعت کو جدید اصولوں پر منظم کرنے کے پروگرام ہیں ـــــ ان کے ناقابل تقسیم جزو کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیئے۔

۳۔ نتیجۂ بحث

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ترغیب دلانے کے موجودہ اور قدرتی طریقے اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے طریقے بھی اختیار و ایجاد کئے جانے چاہئیں۔ اس میدان میں مؤثر اور پائیدار نتائج اُس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک بالغوں میں پورے طور پر حصولِ علم کا شوق اور اس کی تکمیل کے بعد ان کے لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع نہ ہوں۔ تسلسلی تعلیم کے پروگراموں کے لئے بھی ترغیب دلانے والے مختلف طریقے اختیار کئے جانے چاہئیں جو ملکوں اور سوسائٹی کے مختلف طبقات کے اعتبار سے الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ ترغیب کے یہ

محرکات معاشی، شہری، سیاسی، سماجی، مذہبی یا خاندانی نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ جو ملک ترقی کی کے منصوبوں پر عمل کر رہے اور ترقی کی راہ پر چل پڑے ہیں، ان کے یہاں سماجی اور اقتصادی اصلاحات اور منصوبہ بندی کے ذریعے روایاتی طرز زندگی میں جو تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے وہ خواندگی کے لئے بڑی زبردست اور پُر اثر تحریک ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ سماج کے نئے نظام سے بالغوں کو پڑھنا لکھنا سیکھنے کی بڑی زبردست تحریک ہوتی ہے اس لئے کہ اس حالت میں وہ خواندگی کو اپنی ترقی کی کنجی سمجھتے ہیں۔

سفارش (الف) چونکہ ترغیب دلانے والا ماحول اپنی قوت و تاثیر کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ خواندگی کا پروگرام ایسی جگہ شروع کیا جائے جہاں ترغیب دلانے والے محرکات سب سے زیادہ قوی اور دور رس ہوں۔ زیادہ واضح الفاظ میں اسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ خواندگی کی مہم کا منتخب علاقوں میں چلانا زیادہ مقبول اور پُر اثر رہے گا، اور مناسب یہ ہوگا کہ خواندگی کی مہمیں ان حلقوں میں شروع کی جائیں جہاں معاشی زندگی نسبتاً زیادہ منظم ہے، خصوصاً ان لوگوں میں جو برسر روزگار ہوں اور اپنے کام میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے خواندگی کے خواہش مند ہوں۔ اس مقصد کے پیش نظر صحیح پالیسی یہ ہوگی کہ ان مہموں کے لئے ایسے مقامات منتخب کئے جائیں جہاں زیادہ سے زیادہ نفع بخش امکانات کا موقع ہو جیسے کاروبار کے سرکاری یا پرائیوٹ سنٹر، امداد باہمی کی سوسائیٹیاں ہیں، مزدور سبھا اور کاروں کی منظم اور باضابطہ تنظیمیں مثلاً گاؤں کی کونسلیں، یا کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے بلاک۔

(ب) غیر سرکاری تنظیمیں جیسے نوجوان برادریاں، عورتوں کی کانفرنسیں، یا مزدوروں کی تعلیمی انجمنیں ہیں۔ ان کو بھی خواندگی کے پروگراموں میں اہم امدادی مقام حاصل ہونا چاہیئے۔

(ج) قومی ترقی کے منصوبوں اور پروگراموں اور سماج سدھار کی تحریکوں سے خواندگی کی مہموں کے لئے ترغیب و تحریک کا کام لیا جانا چاہیئے۔

۳۔ نتیجہ بحث

خواندگی کے پروگراموں کے اوپر جو خرچ آئے گا، اس کے بوجھ کا بڑا حصہ اگرچہ قومی وسائل ہی کے اوپر پڑے گا تاہم کمیٹی کی رائے ہے کہ یہ بار قومی پروگراموں کو امداد کے دو طرفی معاہدوں، علاقائی تعاون اور مشترکہ منصوبہ بندی کے ذریعے ہلکا کیا جا سکتا ہے۔

سفارش: کمیٹی نے متفقہ طور پر طے کیا کہ دنیا میں علاقائی سطح پر مستقل سرمائے اور اداروں کی تنظیم کی شکل میں ضروری انتظامی مشینریاں قائم کر لینی چاہئیں تاکہ ان کے ذریعے ایک ہی علاقے کے مختلف ملکوں کے درمیان باہمی

امداد اور تجربات کی ادلا بدلی میں آسانی ہو۔ کمیٹی نے امداد کے دو ملکی معاہدوں اور ان کی توسیع کے اوپر بھی زور دیا۔ کمیٹی کی رائے میں امداد کے دو ملکی معاہدے یونیسکو اور علاقائی تنظیموں کے توسط سے کئے جانے چاہئیں جو ملکوں کے خود کے بنائے ہوئے منصوبوں (مواد مطالعہ کی طباعت، سامان تعلیم کی فراہمی وغیرہ) کی تکمیل میں مدد دینے کے لئے ہوں گے۔ اسی کے ساتھ کمیٹی نے امداد کے کثیر الملکی معاہدوں اور بین الاقوامی امداد پر جو بیشتر یونیسکو کے توسط سے دی جانی چاہئیے، خاص طور سے زور دیا۔

۵۔ نتیجۂ بحث

جو ممالک ناخواندگی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں، ان کی معقول حد تک امداد کرنے کی غرض سے اور اس نقطۂ نظر سے کہ یہ ایک بین الاقوامی مہم ہے جو یونیسکو کے زیر اہتمام چلائی جاتی ہے، مناسب ہوگا کہ یونیسکو کے پاس معقول مقدار میں سرمایہ موجود رہے۔ ناخواندگی کے خلاف جدوجہد کرنا اور تسلسلی تعلیم کی تحریک چلانا صرف ایک مہم نہیں ہے جو ایک مدت کے بعد ختم ہو جائے بلکہ یہ بڑی لمبی مدت کا پروگرام ہے۔ دوسرے الفاظ میں کمیٹی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ خواندگی کے اس بین الاقوامی پروگرام کے دو واضح مقاصد ہیں: ایک فوری ضرورت (یعنی ناخواندہ بالغوں کو خواندہ بنا دینے) کی تکمیل اور دوسرے اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام کی مستقل حیثیت کی ترویج۔

سفارش: (الف) کمیٹی کی رائے ہے کہ خواندگی کے اتنے بڑے پروگرام کے لئے جیسا کہ مجوزہ بین الاقوامی مہم کے بنیادی تصور سے ظاہر ہوتا ہے، بڑی احتیاط اور ہوشمندی کے ساتھ منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں کام کی دو راہیں تجویز کی گئیں:

(۱) پروگرام قسطوں میں تقسیم کر کے چلایا جانا چاہیئے۔ پہلی قسط تجرباتی نوعیت کی ہونی چاہئیے تاکہ اس کے نتائج کی قدر و قیمت کی جانچ کر کے پروگرام کی دوسری قسطوں کے لئے بنیاد فراہم کی جائے۔ پہلی قسط کے کام کا ایک حصہ یہ ہونا چاہیئے کہ چند ممالک کو منتخب کر کے ان میں خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ شروع کئے جائیں۔

(۲) اس تجرباتی پروگرام کی انجام دہی کے دوران میں یہ بھی ہونا چاہئیے کہ دوسرے ممالک کو اپنے اپنے یہاں قومی سطح پر مہمیں چلانے یا بین الاقوامی مہم کے ابتدائی منصوبے شروع کرنے کے لئے امدادیں دی جاتی رہیں۔ اور ان کاموں کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہے۔

سفارش (ب) کمیٹی کی تجویز ہے کہ پروگرام کی مذکورہ بالا قسط کو بین الاقوامی سطح پر پورا کرنے کے لئے

یونیسکو کے پاس اس کے عام سالانہ بجٹ کے علاوہ الگ سے بھی سرمایہ ہونا چاہیئے اور اسی کے ساتھ وہ وسائل بھی جو ممبر ریاستیں، دوسرے بین الاقوامی ادارے اور علاقائی تنظیمیں اسے چندے کے طور پر نذر کریں۔

سفارش (ج) کمیٹی کے تخمینے کے مطابق پروگرام کی اس تجرباتی قسط کے اوپر سالانہ کم و بیش حسب ذیل تفصیل کے مطابق خرچ آئے گا:

۱۔ ۴۰ لاکھ ڈالر افریقہ، ایشیا، عرب ممالک اور لاطینی امریکہ کے علاقائی سنٹروں اور ان کے موجودہ اور نئے منصوبوں کو امداد دینے کے لئے،

۲۔ ۶۰ لاکھ ڈالر اس امداد کے لئے جو چھ یا آٹھ منتخب ملکوں میں خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ چلانے کی غرض سے یونیسکو براہ راست دے گا۔

۳۔ ۱۰ لاکھ ڈالر سالانہ یونیسکو کے صدر مقام کی سرگرمیوں اور خدمات کی تنظیم کے لئے۔

یہ سب وہ رقمیں ہیں جو یونیسکو کے عام سالانہ بجٹ کے علاوہ فراہم کرنی ہوں گی۔

سفارش د: کمیٹی نے رائے دی کہ ڈائرکٹر جنرل صاحب ممبر ریاستوں اور بین الاقوامی تنظیموں سے مل کر مشورہ کریں کہ وہ یونیسکو کو اپنے حصے کی جو رقم ادا کرتی ہیں، آیا اس میں اضافہ ہوسکتا ہے نیز یہ کہ اس پروگرام کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے۔

سفارش ہ: اگر خواندگی کے لئے امداد کی درخواست کی جائے تو بیرونی امداد حاصل کرنے کے لئے جو ازمیش کرتے وقت یہ بات بھی واضح کی جانی چاہیئے کہ اس خواندگی سے ملک کی سماجی اور معاشی ترقی میں کس حد تک مدد ملے گی

۶۔ نتیجۂ بحث

کمیٹی نے اس ضرورت پر خاص طور سے زور دیا کہ اس میدان میں جو کامیابیاں حاصل ہوں اور اس سلسلے میں یونیسکو جو سرگرمیاں منظم کرے ان کی پوری پوری معلومات ممبر ریاستوں کو ہونی چاہیئے، اور اس سلسلے میں تجربات کی ادلا بدلی کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جانی چاہئیں۔ کمیٹی نے اس بات کو بہت اہم بتایا کہ اس سلسلے میں اطلاع رسانی کے وسائل کو کام میں لاکر خواندگی سے متعلق ایک موافق فضا پیدا کرنی چاہیئے اور سرکاری اور سائنٹفک حلقوں، سیاسی، سماجی اور پیشہ ورانہ تنظیموں اور مذہبی اداروں میں اس کے حق میں رائے عامہ کو بیدار کیا جانا چاہیئے۔

۷۔ نتیجۂ بحث: خواندگی اور ٹکنیکل ٹریننگ کا ملک کے جملہ ڈیولپمنٹ کے اوپر جلد یا بدیر کیا اثر پڑتا ہے

ملک کی بارآوری (PRODUCTIVITY) اور اضافۂ پیداوار میں کہاں تک مدد ملتی ہے، اور سماجی تبدیلی کے دوسرے پہلوؤں پر اس کی کیا چھاپ پڑتی ہے۔ ان باتوں کی جانچ اور پیمائش کے لئے مقامی اور قومی سطحوں پر ریسرچ اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ خواندگی کے پروگراموں کے لئے زبانوں کا انتخاب اور استعمال ریسرچ کا نہایت اہم موضوع ہے۔ اسی طرح یہ بھی تحقیق طلب بات ہے کہ سماج کے روایاتی ڈھانچوں اور خواندگی کے درمیان باہم کیا رشتہ ہے۔

سفارش: یونیسکو کو چاہئے کہ وہ ریسرچ اور مطالعہ کی حوصلہ افزائی کرے اور اس کے نتائج کو ممبر ریاستوں تک پہنچائے۔ خواندگی کے خرچ اور اس خرچ کو پورا کرنے کے وسائل اور طریقوں پر تو ریسرچ ہونی ہی چاہئے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی تحقیق ہونی چاہئے کہ خواندگی اور تعلیم کی دوسری منزلوں کے اوپر آنے والے خرچ کے درمیان کیا ربط ہونا چاہئے۔ ان موضوعات کے علاوہ خواندگی کے سلسلے میں حسب ذیل دوسرے امور بھی ہیں جو تحقیق کے محتاج ہیں:

(الف) خواندگی کے محرکات　(ب) ملک کے وہ عام سماجی عناصر جو خواندگی کے لئے معاون یا مزاحم ثابت ہوتے ہیں　(ج) سماجی اور اقتصادی تبدیلی کے اوپر خواندگی کے اثرات　(د) سماجی تبدیلی اور خواندگی کا باہمی تعلق　(ہ) ان ملکوں کے تجربات جہاں ایک سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں　(و) خواندگی کے کارگر طریقوں کی کھوج اور اشاعت　(ز) خواندگی کی مہموں اور پروگراموں کی داستان اور ان کی افادیت کی جانچ اور پیمائش وغیرہ

۸۔ نتیجۂ بحث:

خاتمۂ ناخواندگی کی کامیابی کا انحصار سب سے زیادہ متعلقہ ملک کی اپنی کوششوں پر ہے۔ جب تک ان کی پوری طاقت اور ان کی سرکاری اور غیر سرکاری تمام سنستھائیں حرکت میں نہیں آئیں گی، ان کے مالی اور انسانی، تمام موجودہ وسائل سے کام نہ لیا جائے گا، اس وقت تک کامیابی مشتبہ رہے گی۔ خواندگی اور بالغوں کی تسلسلی تعلیم کے مقاصد اور پروگرام کا متعلقہ ممالک کی ضروریات، امکانات، خیالات و افکار اور سماجی نظام کے حسب حال ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہوگا کہ اس سلسلے میں طریقۂ تنظیم، فراہمی سرمایہ اور تعلیم کے طریقے اور ذریعے ملک کے نظام معاشرت　روایات سے میل کھاتے ہوئے ہوں۔

سفارش: چونکہ خواندگی کے پروگرام میں استعمال کی جانے والی تدبیریں اور گر ملکوں کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوں گے اس لئے یونیسکو کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ مختلف ملکوں میں منظم کی جانے والی سرگرمیوں کا

مطالعہ کرے تاکہ وہاں جو نتائج برآمد ہوئے ہوں، جو طریقے اختیار کئے گئے ہوں، اور ناکامیوں اور جزوی کامیابیوں پر جن اسباب و محرکات کا اثر پڑا ہو ان کی جانچ اور پیمائش کی جائے اور ان جانچوں اور پیمائشوں سے جو نتیجے نکلیں ان کو ممبر ریاستوں تک پہنچایا جائے۔

۹۔ نتیجۂ بحث

تسلسلِ تعلیم کے تصور کا مفہوم اور مطالبہ یہ ہے کہ اسکول کی تعلیم اور اڈلٹ ایجوکیشن کے درمیان گہرا اور قریب کا تعلق ہو۔ مثال کے طور پر پرائمری اسکول اور خواندگی کی کلاسوں کے درمیان جہاں کہیں ممکن ہو، نہایت گہرا تعلق قائم ہونا چاہئے۔ اس صورت میں خواندگی کی کلاسوں کے لئے اسکولوں اور دوسرے اداروں کی عمارتیں استعمال کی جاسکتی ہیں اور ضرورت ہو تو ان میں مناسب تبدیلیاں بھی کی جاسکتی ہیں۔ بالغوں کو اسکولوں کی سرگرمیوں کے قریب لانے سے اس بات میں بھی مدد ملے گی کہ اسکول کمیونٹی کے تمدن سے قریب آجائیں گے (جو ابھی تک غالباً نہیں ہوا ہے)

سفارش: (الف) بالغوں کی خواندگی اور ابتدائی تعلیم کے نظام کے درمیان قریبی رشتہ قائم کرنے کی جو ضرورت ہے اسے بچوں اور بالغوں کی تعلیم کی مشترک منصوبہ بندی کرتے وقت خاص طور پر ملحوظ رکھا جانا چاہئے۔

(ب) اسکولوں کے ٹیچروں کو بالغوں کی خواندگی میں نہایت اہم کردار ادا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اور بعض ملکوں میں تو انھیں اس کام کے لئے قانوناً مجبور بھی کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ کردار ناخواندہ بالغوں کو پڑھانے ہی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ رضاکار ٹیچروں کی مدد کرنا بھی ہوتا ہے۔

۱۰۔ نتیجۂ بحث

کمیٹی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خواندگی کے قومی پروگراموں کے لئے سرمائے کا سب سے بڑا ذریعہ بدستور قومی خزانہ ہی رہے گا، اور اسے یقین ہے کہ ملک میں جن لوگوں کے اوپر خواندگی کا پروگرام چلانے کی ذمے داری ہوگی وہ اس سلسلے میں اپنے مطالبات اس طرح پیش کریں گے کہ افسرانِ خزانہ ملک کا بجٹ بناتے وقت خواندگی کے پروگراموں کو زیادہ سے زیادہ ترجیح دیں اور ان کے لئے بجٹ میں سرمائے کا تعین کریں۔ لیکن اسی کے ساتھ کمیٹی نے اس بات کی بھی سفارش کی کہ اس مہم کے لئے، جہاں کہیں موجودہ انتظامی ضابطے اجازت دیں، مقامی حکومتوں اور قومی پیمانے کے رضاکار اداروں سے امداد حاصل کرکے مزید سرمایہ بھی اکٹھا کیا جائے

چاہیئے۔

سفارش: خواندگی کے پروگراموں کو ملک کے ترقیاتی پلانوں اور تعلیمی ڈیولپ منٹ کے عام منصوبوں میں جوش و اہتمام کے ساتھ شامل کیا جانا چاہیئے۔ یہ بہت اچھی بات ہوگی کہ قومی حکومتیں خواندگی کے پروگراموں پر سرمایہ لگانے کو مقدم اور ایک نفع بخش کاروبار تصور کریں اور اپنے بجٹوں میں اس کے لئے معقول سرمایہ متعین کر کے اس نظریئے کی حمایت کا ثبوت دیں۔

سفارش: کمیٹی نے ایک تجویز یہ منظور کی کہ بین الاقوامی اور علاقائی تنظیمیں اور ایجنسیاں اور متحدہ اقوام کی ممبر ریاستیں اپنے اپنے یہاں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے چالو پروگراموں کے حق میں پوری سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ پبلسٹی اور اطلاع رسانی کے انتظامات کریں۔

ایجنڈے کی دفعہ ۱ کے بارے میں کمیٹی نے سجھاؤ پیش کیا کہ اس کے ممبروں کی تعداد بڑھا کر ۱۲ کر دینی چاہیئے تاکہ مختلف علوم کے کچھ اور نمائندوں کو بھی اس میں شامل کیا جا سکے اور اس طرح کمیٹی خواندگی کے موضوع پر زیادہ وسعتِ نظر کے ساتھ غور و بحث کر سکے۔

(یونیسکو کے شکریئے کے ساتھ)

تعارف

بنگال سوشل سروس لیگ

بنگال نے اس ملک کی بیداری میں سب سے نمایاں کام انجام دیا ہے۔ اس دیس کے واسیوں کو صدیوں کی نیند سے جھنجھوڑنے اور جگانے میں اس خطہ سرزمین کے لوگ سب سے آگے رہے ہیں۔ یہاں بہت سے مہاپرشوں نے جنم لیا۔ سماج کے پرانے نظام کے خلاف کئی تحریکیں کھڑی ہوئیں، بہت سے ادارے وجود میں آئے۔ شاعروں نے زندگی کی تڑپ پیدا کی اور سماج کا سدھار کرنے والوں نے سماجی خدمت کی نئی نئی راہیں دکھائیں۔

پہلی جنگ عظیم چھڑ چکی تھی۔ ملک کی حالت بہت نازک تھی۔ ملک کیا تھا غریبوں، بیماروں اور جاہلوں کی ایک بے پناہ بھیڑ تھی۔ ہر طرف غربت، جہالت اور بیماری کا بول بالا تھا اور ملک غیر ملکی نظام حکومت کے کٹھور شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔ ملک کی اس ابتری کو دیکھ کر اس دیش کے اور خاص طور سے بنگال کے بہت سے رحم دل اور انسان دوست لوگوں کا دل پسیج اٹھا۔ بنگال کا ایک ہونہار سپوت ڈاکٹر متر ابھی ان حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک نئے ادارے کا قیام

ڈاکٹر متر اکلکتے کے ایک مشہور ڈاکٹر تھے۔ نوجوان تھے، جن کے سامنے پوری زندگی پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹری اچھی چلتی تھی۔ خوب آمدنی تھی۔ مگر ڈاکٹر متر اکو تو افراد کے جسم سے زیادہ اس ملک کے جسم میں مہلک بیماری کے جراثیم دکھائی دیتے اور ان کے دل میں یہ بات جم گئی کہ پہلے ان کا علاج کرنا ضروری ہے۔ ملک کی خدمت اور سماج سدھار کی راہ میں اپنی زندگی وقف کر دینے کی لگن میں انھوں نے اپنے اس پیشے کو بھی قربان کر دیا۔ اب انھیں ایک ہی دھن تھی کہ ملک سے سماجی برائیوں کو کیسے دور کیا جائے۔ جو اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں جو تحریک ان کے دل میں پیدا ہوئی تھی اس نے رفتہ رفتہ ایک ٹھوس شکل اختیار کرنی شروع

کی۔ بنگال کے بہت سے رہنماؤں نے ڈاکٹر مترا کے کاموں میں ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ۱۹۱۶ء میں ان لوگوں کی کوششوں سے "بنگال سروس لیگ" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہو گیا۔

سماجی خدمت کا تعمیری پہلو

ایک غیر سیاسی اور غیر فرقہ وارانہ ادارے کی حیثیت سے یہ ادارہ قائم کیا گیا جس کا مقصد تھا بغیر کسی تفریق و امتیاز کے سماج سیوا کے میدان میں کام کرنا۔ ۱۹۱۷ء میں جب اس ادارے کی باقاعدہ رجسٹری ہوئی اس وقت اس کے سامنے تین خاص مقصد تھے۔

- سماج سیوا کا مطالعہ
- سماج سیوا کی تبلیغ و اشاعت
- سماج سیوا کے میدان میں عملی کام

بنگال سوشل سروس لیگ کے مندرجہ بالا مقاصد سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس ادارے نے ابتدا سے سماجی خدمت کا جو آدرش اپنے سامنے رکھا ہے، اس کے پیش نظر دوسرے کم خوش نصیب لوگوں اور ضرورت مندوں کو مدد دینے کے کاموں کے مقابلے میں سماجی خدمت کا تعمیری پہلو ہی اس کے سامنے رہا ہے۔

ادارے کی مختصر تاریخ

ادارے کا قیام ۱۹۱۶ء میں ہوا تھا۔ اس وقت سے ۱۹۴۶ء تک کے زمانے کو اس ادارے کی زندگی کا پہلا دور کہا جا سکتا ہے جب کہ فرقہ وارانہ فسادات کی آندھی نے اس ملک کی زندگی کو زبردست دھکا پہنچایا تھا۔ کلکتہ کی زندگی بھی نفرت اور بربادی کی اس دہکتی ہوئی آگ کی لپیٹ میں آگئی۔ افراد اور خاندانوں کے اجڑنے کے ساتھ ہی ساتھ بہت سے ادارے بھی ویران ہو گئے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے بے رحم ہاتھوں سے تعمیری کاموں میں مست رہنے والے ادارے بھی نہ بچ سکے۔

۱۹۱۶ء میں "لیگ" نے اپنے سامنے جو مقاصد رکھے تھے، اس کے ممبران مقاصد کے حصول کے لئے ۱۹۴۶ء تک پوری لگن اور انہماک سے کام کرتے رہے۔ اس سلسلے میں تعلیم، اقتصادی بہبود، صحت و صفائی اور سماج سدھار کے پروگراموں کے توسط سے اس کا کام برابر جاری رہا ہے۔

اور سرزمین بنگال پر ناخواندگی کے خلاف مورچہ مضبوط کرنے کا چیلنج منظور کیا ہے۔ نومبر ۱۹۶۱ء میں لیگ کی عمارت میں سوشل ایجوکیشن سینٹر قائم کیا گیا تھا۔ اس سنٹر کا مقصد تھا سوشل ایجوکیشن اور خواندگی کے پروگراموں کی تنظیم کرنے والے اساتذہ کی تربیت کرنا۔ اس ٹریننگ سنٹر کے ماتحت تین طرح کے ٹریننگ کورس چل رہے ہیں۔

(۱) سوشل ایجوکیشن کے اساتذہ کی ٹریننگ

(۲) دیہی علاقوں کے لئے خواندگی کے اساتذہ کی ٹریننگ

(۳) شہری علاقوں کے لئے خواندگی کے اساتذہ کی ٹریننگ

ا۔ ٹریننگ پروگرام

نومبر ۱۹۶۱ء سے جب کہ یہ ٹریننگ پروگرام شروع ہوا ہے، اب تک ایک ایک مہینے کی مدت کے ۳۲ کورس چل چکے ہیں۔ ان سے ٹریننگ پا کر نکلنے والے ۶۸۱ طالب علموں کو سرٹیفکیٹ دیئے جا چکے ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان ٹریننگ کورسوں سے فارغ ہو کر نکلنے والے خواندگی کے اساتذہ اپنے حلقوں میں خواندگی کی جو کلاسیں چلا رہے ہیں، ان میں اس وقت تقریباً ۴ ہزار طالب علم زیر تعلیم ہیں۔

یہ ٹریننگ کلاسیں ایک مہینے کی مدت کی ہوتی ہیں۔ دن میں نظری تعلیم کی کلاسیں لگتی ہیں اور شام کو زیر تربیت اساتذہ خواندگی کی کلاسوں میں عملی طور پر پڑھانے کی مشق حاصل کرتے ہیں۔ خواندگی کی تعلیم کے طریقوں اور آڈیو ویژول کے آسان سامانوں کے ذریعہ تعلیم دینے کی ابتدائی معلومات کرانا اس ٹریننگ میں خاص طور سے شامل ہے۔

اڈلٹ اسکول

سوشل ایجوکیشن سنٹر کی زیر نگرانی ۴ اڈلٹ اسکول شہر کی گندی بستیوں میں چل رہے ہیں۔ یہ مستقل اڈلٹ اسکول ہیں۔ ان اسکولوں میں اس وقت تقریباً ایک سو بالغ طالب علم اور طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

مطالعے کے مواد کی تیاری

سوشل ایجوکیشن کی کتابوں کی تیاری کے ماتحت اب تک نوخواندہ بالغوں کے لئے کچھ کتابیں تیار کی جا چکی ہیں۔ اس پروگرام کو جلدی ہی اور زیادہ پھیلانے کا پروگرام زیر غور ہے۔ سنٹر نے اپنی ایک علیحدہ

پمفلٹ بھی تیار کی ہے۔ آیندہ کے پروگراموں میں سلک اسکرین کے ذریعہ پوسٹر کی تیاری بھی شامل ہے۔

سینٹر کی طرف سے نوخواندہ بالغوں کے لئے گزشتہ دو سال سے ایک رسالہ بھی شائع ہوتا رہا ہے۔ یہ رسالہ سائیکلو اسٹائل کے ذریعہ نکلتا ہے اور تقریباً دو سو خواندگی کے مرکزوں اور کتب خانوں میں پابندی سے بھیجا جاتا ہے۔ جلدی ہی یہ رسالہ مشین کے ذریعہ چھپ کر شائع ہونے لگے گا۔

مزدوروں کی تعلیم

ابھی کچھ دن پہلے ہمارے یہاں کے ایک ہندی داں کارکن نے صنعتی مزدوروں کے درمیان تعلیم کا پروگرام شروع کیا ہے۔ اس سلسلے میں جیسوپ اینڈ کمپنی میں مزدوروں کی تعلیم کی ایک آزمائشی اسکیم چل رہی ہے۔

کتب خانہ

سنٹر کی ایک چھوٹی سی لائبریری بھی ہے۔ اس میں اس وقت ایک ہزار سے اوپر اور کتابیں ہیں۔ نوخواندہ بالغ اور نوجوان منڈلوں کے ممبر اس کتب خانے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سوشل ورکر اور سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں کو بھی اس کتب خانے سے کافی مدد ملتی ہے۔ اس کتب خانے کی توسیع کی اسکیم بھی زیر غور ہے اور جلدی ہی ایک بڑا کمرہ اس کتب خانے کو اور مل جائے گا جس سے اور زیادہ کتابیں رکھنے اور بیٹھ کر پڑھنے کی جگہ نکل آئے گی۔

کمیونٹی کی خدمت

نوجوان کلب :- علاقے کے ۱۲ سے ۲۵ سال کے نوجوان اس کلب کے ممبر بن سکتے ہیں۔ یہ کلب ہفتے میں چھ دن شام کے وقت کھلتا ہے۔ جہاں یہ نوجوان کھیلنے کودنے ہیں جسمانی کثرت کرتے ہیں۔ کتب بینی کرتے ہیں۔ بحث ومباحثے کے مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں سیر و تفریح کا پروگرام منعقد کرتے ہیں۔ یہ کلب بستی کی زندگی میں بہت مقبول ہیں۔

اسی طرح ۱۲ سال سے اوپر عمر کی لڑکیوں اور عورتوں میں سلائی کی کلاس کافی مقبول ہے۔ یہ کلاس ہفتے میں دو دن لگتی ہے۔ اس میں کپڑے کی سلائی، کشیدہ کاری، بُنائی اور دری بنانے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ جلدی ہی کچھ اور مشینیں وغیرہ مل جائیں گی جن کی مدد سے یہ کام اور بڑے پیمانے پر شروع کیا جا سکے گا۔

۳ سے ۶ سال کے بچوں کے لئے ایک نرسری اسکول بھی سنٹر کی زیر نگرانی چلتا ہے۔ اس اسکول میں اس وقت تقریباً ۵۰ بچے داخل ہیں۔ یہ اسکول ہفتے میں ۵ دن روزانہ صبح ۸ سے ۱۱ بجے تک لگتا ہے۔

سوشل سروس لیگ'' بنگال میں سوشل ایجوکیشن کے میدان میں نہایت اہم کام انجام دے رہی ہے زبانی تعلیم

نئی تعلیم کا نصب العین: اشتراک عمل

آج کل ہمارے ملک میں قومی یک جہتی کے مسئلہ پر بے حد زور دیا جا رہا ہے تقریباً ہر اخبار، ہر رہنما اور ہر استاد کی زبان پر قومی یک جہتی کا ذکر رہتا ہے۔ ہمارے خیال میں قومی یک جہتی سے پہلے قومی اشتراک عمل کی ضرورت ہے۔ (۲۲ سال سے زائد عمر والے) موجودہ بالغوں سے کسی مشترکہ قومی مفاد کے لئے مل جل کر کام کرنے کی امید امید موہوم سے زیادہ نہیں ہے۔ البتہ موجودہ نوجوانوں اور نونہالوں کو اشتراک عمل کی تعلیم دے کر مل جل کر رہنے اور مل جل کر مشترک مقاصد کو حاصل کرنے کا اہل بنایا جا سکتا ہے ہمارا مستقبل ہمارے نونہالوں اور نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے، چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ ان نوجوانوں اور نونہالوں کو وہ تعلیم دی جائے جس کا مقصد اولین اشتراک عمل کا جذبہ بیدار کرنا ہو۔ اس کے بعد تعلیم کے ذریعے قومی یک جہتی کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح ہمارے ملک کو بھی ایسے شہریوں کی ضرورت ہے جو قانون کا احترام کریں، دوسروں کی عزت کر کے اپنی عزت کا سامان کریں۔ دوسروں کی تکلیفوں کو اپنی تکلیف جانیں۔ دوسروں کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کریں اور دوسروں کے ساتھ مل جل کر نجی اور قومی مسائل کا حل نکالنے کا طریقہ سیکھیں۔ بچوں کو مل جل کر رہنے اور کام کرنے کی تربیت دینے کا کام نہایت صبر آزما اور دیر طلب کام ہے۔ یہ تعلیم اس وقت شروع ہوتی ہے جب طالب علم پہلی مرتبہ مدرسہ میں داخل ہوتا ہے اور پوری تعلیمی زندگی میں حتیٰ کہ اعلیٰ تعلیم کے زمانہ میں بھی اسے جاری رکھنا ہوتا ہے۔ اشتراک عمل کی تعلیم درسی کتابوں میں لکھے ہوئے اشتراک عمل کے بنیادی اصول پڑھا کر نہیں دی جا سکتی اس کے لئے مدرسوں کو سماجی زندگی کا اصل نمونہ بنانا پڑے گا۔ ان مدرسوں میں طالب علموں کو عملی طور پر اُن کے بزرگوں کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے بہتر بنانا ہوگا۔ ان میں عملی کاموں اور مشاہدوں کے ذریعہ سماجی زندگی کا اصل شعور پیدا کرنا ہوگا۔ انھیں جذباتی اور ذہنی اعتبار سے اس قدر صحت مند بنانا ہوگا کہ وہ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے جذبات

سے نہیں عقل سے کام لے سکیں عقلی دلائل کی بنیاد پر یہ عقیدہ ہو کہ عوام مل جل کر کام کریں گے تبھی سماجی زندگی میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ انھیں جمہوریت پر یقین کامل ہو وہ زندگی میں قدم قدم پر جمہوری اصولوں کے پابند رہیں مدرسوں میں ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک مل جل کر رہنے اور کام کرنے کی تربیت دی جائے گی اسی وقت ہم اپنے طالب علموں کو اچھا انسان اور اچھا شہری بنانے میں کامیاب ہوں گے۔ اور تبھی یہ طالب علم اپنی باضابطہ تعلیم سے فارغ ہو کر شعوری طور پر ایک ایسا سماج بنا سکیں گے جس کا ہر شہری باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل کو اپنا فرض منصبی قرار دے۔

ہمارا موجودہ نظام تعلیم بہت ادھورا اور ناقص ہے دراصل اس کا مقصد، اس کا نظامِ تعلیم، اس کا انتظام تعلیم اور اس کا طریقۂ تعلیم وہی ہے جو برطانوی سامراج نے ہندوستان کو بتایا تھا۔ ہمیں تعلیم سماجی اور انفرادی ضرورتوں کے پیش نظر اسے تبدیل کرنا چاہیئے۔ ہمیں تعلیم کو محض معلومات حاصل کرنے، واقعات کو رٹنے یا چند مہارتیں حاصل کرنے تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ اس کا نصب العین ذہنی ترقی، تعاون، سماجی خدمت اور نئی زندگی کی تعمیر کا ذوق صالح پیدا کرنا ہونا چاہیئے۔ اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں موجودہ روایتی تعلیم کی جگہ نئی یعنی بنیادی تعلیم کو رواج دینا چاہیئے۔ روایتی تعلیم میں بچّہ کو نہیں مضامین کو پڑھایا جاتا ہے اور نئی تعلیم میں اس کے برعکس مضامین کو نہیں بچّے کو پڑھایا جاتا ہے۔ ہم اس مضمون میں اِس وقت نئی تعلیم کے صرف دو پہلوؤں پر بحث کریں گے یعنی (۱) نئی تعلیم کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور (۲) اس میں حرفہ اور آرٹ کو کیا حیثیت حاصل ہے۔

نئی تعلیم کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تعلق عوام سے ہے اور یہ ان کے لئے عام، مفت اور لازمی ہے یہ ہر طرح سے عوام کی ضرورتوں اور ان کے مفاد کو ترجیح دیتی ہے۔ اس کے مقاصد، اس کے نصاب تعلیم، اس کے نظم و نسق، اس کے سامان تعلیم اور اس کے انتظام کو پرکھنے اور جانچنے کی صرف یہ کسوٹی ہے کہ اس کا اثر عوام کی زندگی پر کتنا اور کیسا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ عوام کی زندگی ہی سے قومی زندگی سنورتی ہے اور قومی زندگی کا اثر بین الاقوامی زندگی پر پڑتا ہے۔ عوام ہی نئے خیالات اور نئے تصوّرات قائم کرتے ہیں اور وہی انھیں اپنی زندگی میں استعمال کرتے ہیں تعلیم کے ایسے تصوّر سے جو عوام کی مشترک ضرورتوں اور قدروں، ان کے مقاصد اور وسائل پر مبنی ہو، ان میں کاروباری ذہانت کی نشو و نما ہوتی ہے۔ اس ذہانت کے فیض سے معاشرہ کی بہتری کے کام آسانی اور کامیابی کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ چنانچہ نئی تعلیم کے مدرسوں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ

بستی کے ہر چھوٹے بڑے اور امیر غریب کے لئے یکساں سہولتیں فراہم کریں گے تاکہ سب کی پوشیدہ صلاحیتیں ابھر کر سماجی زندگی کی بہتری کے کام آسکیں۔

نئی تعلیم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے نصاب تعلیم کی ترتیب و تدوین میں طالب علموں، استادوں، مدرسوں کے نگرانوں، سرپرستوں اور محکمۂ تعلیم کے عہدہ داروں کا مشورہ اور اشتراک و تعاون شامل ہوتا ہے اس طریقۂ کار کا منشا یہ ہوتا ہے کہ بچے اور نوجوان اپنے سے زیادہ تجربہ کار اور سمجھ دار لوگوں کی نگرانی میں مسائل کا انتخاب کریں، ان سے متعلق ضروری سامان فراہم کریں اور اس طرح باہمی تعاون سے ان کو حل کریں۔ ابتدائی منزلوں میں بچوں کے سامنے آسان مسائل پیش کئے جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ ان میں عمر اور سمجھ کے اعتبار سے اہم اور پیچیدہ مسائل کو اسی اصول پر حل کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ مختلف مسائل کو حل کرکے وہ عملی طور پر تعاون اور اشتراک عمل کی خوبیوں اور دشواریوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ نئی تعلیم میں محض واقعات اور معلومات کو یاد کرنے پر نہیں بلکہ سماجی اصلاح اور ترقی کے لئے تعاون اور اشتراکِ عمل کی عادت پیدا کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس میں فرد کو جماعت کا تابع بنا کر اس کی شخصیت کی پورے طور پر تعمیر اور نشوونما کی جاتی ہے۔ طالب علم میں تحقیق و تفتیش کی خو اور مطالعہ اور عمل کا صالح ذوق پیدا کیا جاتا ہے۔ اس میں بچوں کو عملی طور پر انفرادی مقاصد کے مقابلہ میں اجتماعی مقاصد کے لئے زیادہ مستعدی اور تندہی سے کام کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔

نئی تعلیم کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ سیکھنے کے تصور کے باب میں اس کا وہ عقیدہ نہیں ہے جو درسی کتابوں کو بنیاد بنا کر تعلیم دینے کے حامیوں کا ہے سیکھنے کے باب میں نئی تعلیم کے اس تصور کے ماتحت چند بنیادی اصول مرتب کئے گئے ہیں جن کے مطابق استاد کو ہر موقع پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) بچوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سیکھنے کے لئے تعلیمی تجربوں کا انتخاب اپنی پسند اور شوق کے مطابق خود کریں، ان کو خود ہی پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، تجربہ کو شروع کرنے سے پہلے اس کے جملہ لوازمات خود فراہم کریں۔ تجربہ کی تکمیل پر دشمن کی نظر سے خود اس کا جائزہ لیں اور مقررہ مقاصد کی روشنی میں نتیجوں کی خوب ٹھونک بجا کر جانچ کریں۔ (۲) تجربوں کے انتخاب میں سیکھنے والے کی صرف اتنی رہنمائی کی جاتی ہو کہ وہ ایسے تجربات منتخب کریں جن کے ذریعے ان کی ذاتی شخصیت کو فروغ حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی تجربات کا انتخاب بالعموم بچوں کے عام ماحول اور دلچسپی کے مطابق ہوتا ہے۔ (۳) بچوں کو اظہار نفس کے لئے مختلف قسم کے وسائل اور مواقع فراہم کئے جاتے ہیں (۴) سیکھتے وقت بچوں کے سماجی رویے کی طرف خاص توجہ رکھی جاتی ہے (۵) کام کے دوران میں بچوں کی اس طرح

رہنمائی کی جائے کہ ان کے اندر مختلف قسم کی دشواریوں کا مقابلہ کرنے اور ان دشواریوں کو عبور کر کے باہمی اشتراک تعاون سے ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی عادت پڑے۔ اور اس پورے عمل میں وہ دوسروں کے حقوق اور جذبات کا احترام کرنا عملاً سیکھ جائیں۔ (۶) تعلیمی تجربوں میں بچّوں کو ہاتھ کے ساتھ ساتھ عقل کو استعمال کرنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ اس طرح ان میں سوچنے سمجھنے اور عقل کو استعمال کرنے کی عادت پیدا ہو اور اس ذریعے سے کام کے وقت وہ جذبات پر قابو رکھنا سیکھیں۔

نئی تعلیم کے یہ مدرسے (بنیادی مدرسے) جن کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہوگا اور جہاں عوام کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے تعلیم دی جائے گی، جہاں تعلیم کا نصب العین مل جل کر کام کرنے اور زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ سکھانا ہوگا، جہاں تعلیمی منصوبے طالب علموں، استادوں، نگرانوں، سرپرستوں اور دوسرے تعلیمی کارکنوں کے مشورے سے مرتب کئے جائیں گے اور جہاں سیکھنے کے مشترکہ عمل کے تصوّر کو اختیار کیا جائے گا۔ ——— نئے ہندوستان کے نئے شہری پیدا کریں گے، وہ شہری جن کا طرۂ امتیاز اشتراک عمل اور تعاون ہوگا۔ جنھیں اپنے سے زیادہ دوسروں کی عزت اور خدمت کا شوق ہوگا۔ جنھیں سماجی زندگی کو خوشگوار سے خوشگوار تر بنانے کی کوشش میں سچّی مسرت حاصل ہوگی۔

(مسلسل)

بقیہ صد ۲۶ کا) اس نے بنگال میں خواندگی کے مورچے پر تربیت یافتہ سپاہی بھیجنے کا کام اپنے ذمّہ لے رکھا ہے ہندوستان میں جہاں اس وقت تقریباً　　فی صدی لوگ ناخواندہ ہیں، سماجی خدمت کا یہ ایک اہم کام ہے۔

ماہنامہ تعلیم و ترقی کے ہمدردوں سے

ایک اپیل

ماہنامہ تعلیم و ترقی ایک عرصے سے سوشل ایجوکیشن کی تحریک کی خدمت کر رہا ہے۔ اب تک اس کا خطاب خالصۃً سوشل ایجوکیشن کے کارکنوں اور افسروں سے رہا ہے۔ لیکن اب ارادہ ہے کہ پرائمری اور ہائر سکنڈری اسکولوں کے استادوں کو بھی اس کے ہمدردوں اور سرپرستوں کی صف میں شامل کر لیا جائے چنانچہ گذشتہ شمارے سے "استادوں کے لئے" کے زیر عنوان ایک سلسلۂ مضامین شروع کر دیا گیا ہے۔

اس خیال کو منجملہ اور باتوں کے دو مخصوص واقعات سے تحریک ملی ہے۔ ایک یونیسکو کے زیر اہتمام ناخواندگی کے خلاف بین الاقوامی مہم کا منصوبہ اور دوسرے اگلے پنجسالہ پلان میں ناخواندگی کے انسداد کی ایک بلند پایہ مہم کے امکانات۔ اس ثانی الذکر بات کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ پلاننگ کمیشن نے موجودہ پنجسالہ پلان کی باقی ماندہ مدت میں خاتمۂ ناخواندگی کے چند پائلٹ (آزمائشی) پروجیکٹوں کی خاکہ بندی کر کے ایک اسکیم وزارت تعلیم کے سپرد کر دی ہے اور اس کے مطابق چند ضلعوں میں یہ کام عن قریب شروع ہونے والا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ جب ان دونوں منصوبوں پر کام شروع ہوگا اور چوتھے پنجسالہ پلان میں ناخواندگی کے انسداد کی مہم قومی پیمانے پر چلے گی تو چاروناچار پرائمری اور کسی حد تک ہائر سکنڈری اسکولوں کے استادوں کو ان مہموں میں کام کرنا پڑے گا۔ ناخواندگی ملک کے لئے ایک لعنت ہے اور ہر وہ شخص جس کے دل میں ملک و قوم کی محبت ہے، چاہتا ہے کہ یہ لعنت جس قدر جلد ملک سے دور ہو جائے اُسی قدر اچھا ہے۔ ملک کے اساتذہ علم اور گیان کے امانت دار ہوتے ہیں اس لئے بے علمی کا احساس جتنا ان کے دل میں ہو سکتا ہے، کسی دوسرے کے دل میں

نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہمیں یقین ہے کہ جب ناخواندگی اور جہالت کے خلاف اِس جہادِ نیک میں شریک ہونے کی انھیں دعوت دی جائے گی تو وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

لیکن کسی کام میں ہاتھ ڈالنے کے لئے اس کام کی کم سے کم بنیادی اور ابتدائی واقفیت ضروری ہوتی ہے۔ اساتذہ، اس میں شک نہیں تعلیم کے اصولوں سے واقف ہوتے ہیں، لیکن ان کا واسطہ بیشتر بچوں کی تعلیم و تربیت سے ہوتا ہے جو بالعموم بالغوں کی نفسی کیفیت سے میل نہیں کھاتی اس لئے ضروری ہے کہ یہ اساتذہ بالغوں کی خواندگی اور تعلیم کی کم سے کم تحریک سے واقف ہوں تاکہ جب وہ اپنا سفر شروع کریں تو راستے میں بالکل اندھیرا نہ ہو۔

یہ بات بالغوں کی تعلیم سے براہِ راست دلچسپی رکھنے والے احباب پر اچھی طرح واضح ہے اس لئے ان سے ہماری اپیل ہے کہ وہ تعلیم بالغان اور خواندگی کی آیندہ آنے والی ہمہ گیر تحریک کو کامیاب بنانے کی منجملہ دوسری کوششوں کے ساتھ پرائمری یا ہائر سکنڈری کے کم سے کم

دو اُستادوں کو یا دو اسکولوں کو

ماہنامہ تعلیم وترقی کا خریدار بننے کے لئے آمادہ کریں اور کوشش کریں کہ وہ دو اُستاد یا دو اسکول بھی اس رسالے کی افادیت کے پیشِ نظر اپنے دوساتھیوں کو اس کا خریدار بنائیں۔

ہم کوشش کریں گے کہ اگلے شمارے سے اُستادوں کے کالم میں بالغوں کی نفسیات اور اُنھیں تعلیم دینے کے طریقوں پر بھی ہر مہینے ایک آدھ مضمون شامل ہوا کرے۔

برکت علی فراق
ایڈیٹر

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونین پریس جامع مسجد دہلی میں چھپوا کر دفتر تعلیم وترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

Registered No. D. [illegible]

THE MONTHLY TALIM-O-TARAQQI.

October 1964.

Printer and Publisher : BARKAT ALI Firaq
Printed at Rama Krishna Printing Press, DELHI.

ادارۂ تعلیم و ترقی، جامعہ نگر، نئی دہلی

ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا ماہانہ رسالہ

تعلیم و ترقی

خاص نمبر
خواندگی کی بین الاقوامی مہم میں ہندوستان کا منصوبہ

جلد ۱۵ دسمبر ۱۹۶۴ء شمارہ ۱۲

بانی: شفیق الرحمٰن قدوائی مرحوم

ادارۂ تحریر:-

پروفیسر محمد مجیب
برکت علی فراق
رفیق محمد شاستری

دفتر:- تعلیم و ترقی۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

سالانہ چندہ چار روپے   فی پرچہ ۳۷ پیسے   اس خاص نمبر کی قیمت دو روپے

فون:- ۲۳۶۳۳۷

پرنٹر پبلشر برکت علی فراق نے یونین پریس جامع مسجد دہلی میں چھپوا کر دفتر تعلیم و ترقی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا

جو حضرات دسمبر ۱۹۶۷ء سے رسالے کے خریدار
بنیں گے اُن کی خدمت میں یہ خاص نمبر
مفت پیش کیا جائے گا۔

ترتیب

اشارات

معاشی ترقی اور خواندگی": خیالات اور رائیں

نیشنل اسٹڈی گروپ

حصّہ اوّل : مختصر رپورٹ اور خصوصی سفارشات

حصّہ دوم : ایجنڈا اور بحث اور سفارشات

حصہ سوم : خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ : خاکہ

ہندوستان میں خواندگی کی کیفیت (چارٹ)

اشارات

مقامِ مسرّت

اس میں تو شک نہیں کہ سفر شروع کرنے سے پہلے زادِ سفر کی تیاری اور فراہمی میں فیصلہ صاحب خانہ ہی کا آخری ہوتا ہے اور وہی ایک ایک چیز کی تفصیل طے کرتا ہے، لیکن انسان ہی ہے بعض اوقات اس کی نظر چوک جاتی ہے اور کوئی ضروری چیز چھوٹ جاتی ہے تو اس کی طرف خاندان کا کوئی ننھا بچہ اس کی طرف اُسے متوجہ کرتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب خانہ بچے کی بات پر دھیان نہیں دیتا مگر جب اُس چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو اُسے بچے کی بات یاد آتی ہے اور وہ لپک کر اُسے گھر سے اُٹھا لاتا ہے۔ ظاہر ہے اس وقت بچے کو کیا کچھ مسرّت نہ ہوگی۔

کچھ یہی کیفیت اس وقت ہماری بھی ہے ہمارے دیس نے "معاشی پرواز" (ECONOMIC TAKE-OFF) کو اپنی منزل قرار دیا ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ یہ بڑی خوش آیند منزل ہے، اور اس سفر پر روانہ ہونے کس کو خوشی نہیں ہوگی! لیکن ہمارے خیال میں اب تک اس سفر کے سلسلے کی ایک اہم چیز چھوٹی جا رہی تھی اور ہم کہ دیس کے جہاں دیدہ رہناؤں کے سامنے بچے سے زیادہ ہماری حقیقت نہیں ہے، اس بھول کی طرف بار بار توجہ دلاتے رہے ہیں۔ ہماری مراد جمہور کی ہمہ گیر خواندگی سے ہے جو اس "پرواز" کے لئے "پر" کا حکم رکھتی ہے ہم "زادِ سفر" کے اسی ناگزیر آیٹم کو چھوڑے جا رہے تھے ہم کیوں نہ خوش ہوں کہ "صاحبِ خانہ" نے اب پلٹ کر دیکھ لیا ہے اور "زادِ سفر" کی اس ناگزیر شے کو حاصل کرنے کی شکلیں اس کے زیرِ غور ہیں۔

ابھی معتبر طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر خبر گرم ہے کہ چوتھے پنج سالہ پلان میں بالغوں کی خواندگی اور تعلیم کے لئے کثیر مقدار میں سرمایہ منظور کیا جانے والا ہے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے غالباً مئی میں پلاننگ کمیشن نے ناخواندگی کو ختم کرنے کی تدبیریں آزمانے کی غرض سے چند پائلٹ پروجیکٹ شروع کرنے کا ایک منصوبہ طے کیا تھا معلوم ہوا ہے کہ جہاں تک فاکہ بندی کے کام کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا ہے اور اب اس پر عمل کرنے کے انتظامات زیرِ غور ہیں۔ ان پائلٹ پروجیکٹ کا منشا یہ تھا یا جاتا ہے کہ ان سے جو تجربات حاصل ہوں گے ان کی روشنی میں چوتھے پلان کے لئے خاتمۂ ناخواندگی کی قومی مہم

کی تفصیلات طے کی جائیں گی

اُدھر تعلیم، تہذیب اور سائنس کی اشاعت کا کام کرنے والی بین الاقوامی جماعت "یونیسکو" نے دنیا سے ناخواندگی کی لعنت کو ختم کرنے کے مقصد سے ایک بڑا منصوبہ سوچا ہے اور اس کی تفصیلات طے کرنے کی غرض سے چند منتخب ممالک میں (جن میں خوش قسمتی سے ہندوستان اور پاکستان بھی شامل ہیں) خاتمۂ ناخواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ شروع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ "یونیسکو" کے اسی منصوبے کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزارتِ تعلیم نے ستمبر ۱۹۶۴ء میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل پر غور و فکر کرنے کی غرض سے ایک نیشنل اسٹڈی گروپ مدعو کیا تھا۔ اس اسٹڈی گروپ نے جس میں یونیسکو کے ماہرین خصوصی بھی شامل تھے، ملک کے مختلف النوع علاقوں میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پائلٹ پروجیکٹ چلانے کی سفارش کی ہے جس کا اولین اور سب سے اہم مقصد یہ قرار دیا گیا ہے کہ

ان پروجیکٹوں سے جو تجربات حاصل ہوں گے ان سے ناخواندگی کی بیخ کنی کی ایک قومی مہم کی خاکہ بندی میں کام لیا جائے گا۔

ابھی اسی مہینے کی بات ہے کہ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے ماہرین کی ایک کمیٹی نے جسے پلاننگ کمیشن نے صنعتی مزدوروں کی خواندگی کے مسائل پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، رپورٹ دی ہے کہ چونکہ صنعتی مزدوروں کی کارکردگی کے اوپر ملک کی دولت آفرینی کی قوت کا دار و مدار ہے اس لئے ان کی ناخواندگی کو دور کرنے کی بات ملک کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے اور پلاننگ کمیشن کو چاہیئے کہ اس غرض کے لئے ایک نیم آزاد بورڈ کی تشکیل کرے اور چوتھے پلان میں اس کام کے لئے کم سے کم ڈھائی کروڑ روپیہ منظور کرے۔

کیا یہ واقعات ہمارے اس خیال کے ثبوت کے لئے کافی نہیں ہیں کہ ہماری ترقی و خوشحالی کی منصوبہ بندی کرنے والوں نے "معاشی پرواز" کے لئے علم ـــــ اور اس کی کلید **خواندگی** کی اہمیت کو اب تسلیم کر لیا ہے اور "زادِ سفر" کی اس ناگزیر شے کو جو ابتدائے سفر میں کسی وجہ سے نظر سے چوک گئی تھی حاصل کرنے کا قریب قریب فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ ہمارے ہی لئے نہیں، پورے ملک کے لئے نہایت مسرت کا مقام ہے اور اس پر ہمیں جتنی بھی خوشی ہو کم ہے۔

ہم اگر یہ کہیں کہ زیر نظر شمارۂ خصوصی ہماری اسی مسرت کا مظہر ہے تو اسے شاعری نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جی خوش

ہو تو مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور ایک سو سے زیادہ صفحات کا یہ اسپیشل نمبر ایک مہینے سے بھی کم مدت میں ترتیب و طباعت کی منزلوں سے گذر کر ... قارئین کر دینا یقیناً مشکل کام تھا۔ مگر ہمیں خوشی ہے کہ یہ مشکل حل ہو گئی اور یہ اسپیشل نمبر (جسے ایک حد تک مصوّر بھی کہہ سکتے ہیں) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جیسا کہ اس کے سرورق اور ترتیبِ مضامین سے ظاہر ہوگا، یہ شمارۂ خصوصی نیشنل اسٹڈی گروپ (جس کا تعارف سطورِ بالا میں آچکا ہے) کی رپورٹ کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ ہم نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سینٹر کے فاضل ڈائرکٹر ــــ جو نیشنل اسٹڈی گروپ کے بھی ڈائرکٹر تھے اور ان کے رفقائے کار کے تہہِ دل سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے نہایت دریا دلی کے ساتھ اسٹڈی گروپ کی رپورٹ کو اس شمارہ خصوصی میں شامل کرنے کی اجازت دی۔ ناسپاسی ہوگی اگر ہم وزارتِ تعلیم کے سکریٹری شری پی۔ این۔ کرپال کا شکریہ ادا نہ کریں جن کے مقالۂ افتتاح کو ہم نے موصوف کی باضابطہ اجازت کے بغیر شریکِ اشاعت کر لیا۔ انھی کے ساتھ ہم وزیرِ تعلیم کے مشیر سوشل ایجوکیشن محترم اے۔ آر۔ دیشپانڈے، نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سینٹر کے سابق اور موجودہ ڈائرکٹر صاحبان شری سوہن سنگھ اور ڈاکٹر ٹی۔ اے۔ کوشی، اور جناب ایس۔ آر۔ تیھک کے بھی دل سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے غیر معمولی مصروفیت کے باوجود اس شمارۂ خصوصی کے لئے مضامین لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی کی۔

مطالعے کے وقت یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ نیشنل اسٹڈی گروپ کی رپورٹ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہم نے اس کے مضامین کا مفہوم لے کر اُسے اپنی زبان میں ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

تعارف

معاشی ترقی اور خواندگی

شری پریم کرپال
شری اے۔ آر۔ دیشپانڈے
شری سوہن سنگھ
ڈاکٹر ٹی۔ اے۔ کوشی
شری شارنگ رام پتھک

The National Study Group on Adult Literacy & Adult Education.
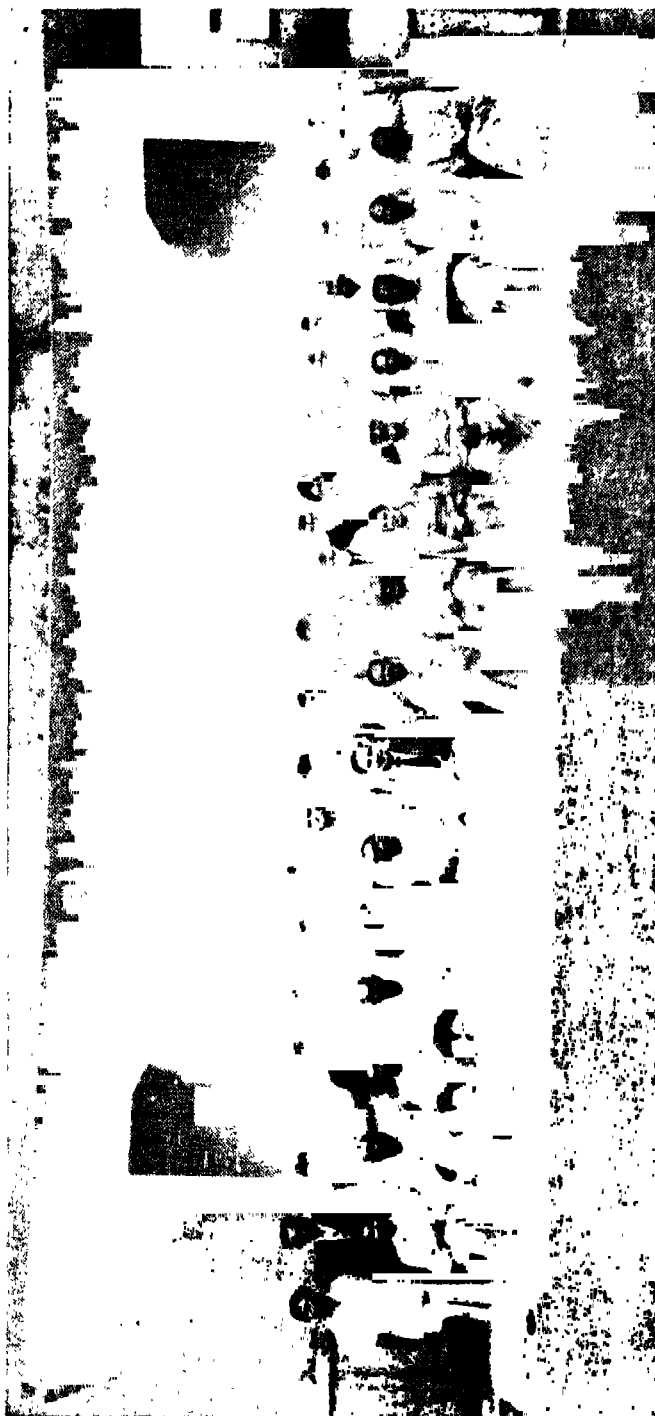
Vigyan Bhavan New Delhi, Sept. 21 to 26, 1964.

श्री पी. एन. कृपाल

شری پی۔ این۔ کرپال

श्री ए. आर. देशपांडे

شری اے. آر دیشپانڈے

श्री सोहन सिंह

شری سوہن سنگھ

डा० टी. ए. कोशी

ڈاکٹر ٹی۔اے۔کوشی
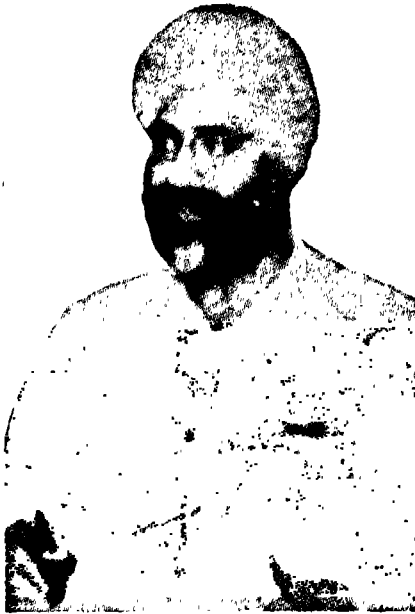
شری پی۔ این۔ کرپال سنگھ
سکریٹری وزارتِ تعلیم حکومت ہند

بنی نوع کی فلاح و بہبود کی مہم کا
نقطۂ آغاز

شری پی۔ این کرپال کی شخصیت اور ان کی تعلیمی خدمات کا دائرہ صرف ہندوستان کی وزارت تعلیم کی نظامت ہی تک محدود نہیں ہے۔ موصوف ایک عرصے تک یونیسکو کی بین الاقوامی تعلیمی سرگرمیوں سے عملاً متعلق رہے اور اس اعتبار سے زمانۂ جدید کے تعلیمی فکر میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر اس حلقۂ مطالعہ میں یونیسکو کی عملی اور پُرجوش شرکت سے شری کرپال کو اس باب میں بڑی امیدیں ہیں۔

ایڈیٹر

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر نیشنل اسٹڈی گروپ کی یہ نشست وزارت تعلیم، تعلیمی تحقیق اور ٹریننگ کی نیشنل کاونسل اور یونیسکو کے مشترک اہتمام میں منعقد ہو رہی ہے۔ اس نشست میں ریاستی حکومتوں، مرکزی علاقوں، یونین ٹری ٹری، وزارت تعلیم، کمیونٹی ڈیولپ منٹ اور امداد باہمی کی وزارت، پلاننگ کمیشن، دہلی یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اور چند دوسرے غیر سرکاری اداروں کے نمائندے حصہ لے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اڈلٹ ایجوکیشن کے پانچ ماہرین بھی اس میں شریک ہیں جنھیں بطور خاص مدعو کیا گیا ہے۔ ہمیں مسرت ہے کہ یونیسکو ہیڈ کوارٹر سے مسٹر ایس۔ جی۔ خالق، اسسٹنٹ ڈائرکٹر، پروفیسر بلے ٹامس، اُنشیر، مسٹر جان باورز، اسسٹنٹ ڈائرکٹر، یونیسکو کے بنکاک آفس سے مسٹر پی۔ کرشنا مورتی اور لٹریسی ہاؤس لکھنؤ کی بانی محترمہ ویلیتی فشر بھی اس اجتماع میں شرکت کرنے کی غرض سے ہمارے ساتھ ہیں۔

متحدہ اقوام کی جنرل اسمبلی نے عالمگیر خواندگی کو اپنے دہ سالہ ترقیاتی منصوبہ (ڈیولپ منٹ ڈیکیڈ) کا ایک اہم جزو تسلیم کیا ہے اور دنیا سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے ایک عالمی مہم کی اسکیم منظور کی ہے۔ خواندگی کی اس عالمی مہم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو اقدامات کئے جا رہے ہیں یہ نیشنل اسٹڈی گروپ اسی سلسلے کا ایک اقدام ہے۔ متحدہ اقوام کی جنرل اسمبلی نے اس موضوع پر

جو قرارداد منظور کی ہے اس میں اس عقیدے کا اعادہ کیا گیا ہے ــــ جیسا کہ حقوقِ انسانی کے بین الاقوامی اعلانیے میں ثبت ہے ــــ کہ "تعلیم انسان کے بنیادی حقوق کی فہرست میں ایک بنیادی حق کا درجہ رکھتی ہے" اور یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ ناخواندگی سماجی اور اقتصادی ترقی کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ اس عالمی مہم کی اسکیم کو انجام دینے کی ذمّہ داری بجا طور پر یونیسکو کے اوپر ڈالی گئی ہے اس لئے کہ اس کی سرگرمیوں میں ابتدا ہی سے خواندگی کا بہت نمایاں مقام رہا ہے۔

یونیسکو کی جنرل کانفرنس نے اس ذمّہ داری کو قبول کرتے ہوئے اپنے بارہویں اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی جس کی رو سے ڈائرکٹر جنرل کو اس بات کا اختیار دیا گیا تھا کہ وہ ماہرین کی ایک بین الاقوامی کمیٹی مقرر کریں جو انھیں حسب ذیل امور میں مشورہ دے۔

۱۔ خاتمۂ ناخواندگی کے عالمی پروگراموں کو کس طرح انجام دیا جائے اور ان کے لیے کیا کیا تیاری عمل میں لائی جائے۔

۲۔ خاتمۂ ناخواندگی کے ملکی پروگراموں کے سلسلے میں تنظیم، طریقۂ تعلیم اور ذرائع تعلیم سے متعلق ممبر ریاستوں کو کیا کیا مشورے دیئے جائیں کہ وہ ان کے حسبِ حال ثابت ہوں۔

اس کمیٹی نے اپنا پہلا اجلاس اپریل ۱۹۶۴ء میں پیرس میں منعقد کیا جس کی صدارت ہندوستان کے نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کے ڈائرکٹر ڈاکٹر کوشی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کی ایک سفارش یہ تھی کہ خواندگی کا اتنا بڑا پروگرام جیسا کہ عالمی مہم کی اسکیم میں سوچا گیا ہے قسطوں میں بانٹ کر چلایا جانا چاہیے، اس طرح کہ پہلی قسط تجرباتی نوعیت کی ہو۔ اس سے جو نتائج برآمد ہوں ان کی جانچ اور تجزیہ کیا جائے اور اس جانچ اور تجزیے کی بنیاد پر پروگرام کی آیندہ قسطوں کی تنظیم اور خاکہ بندی کی جائے۔ پروگرام کی پہلی قسط کے ایک حصّے کے طور پر کمیٹی نے یہ سفارش بھی کی کہ چند ممالک کو منتخب کرکے ان میں خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ چلائے جائیں۔ اس سفارش پر عمل کرنے کی غرض سے یونیسکو نے یہ تجویز منظور کی کہ اگر ممکن ہو تو لٹریسی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر سال رواں کے آخر میں ہندوستان اور پاکستان کا ایک مشترک ورکشاپ (سیمنار) منعقد کیا جائے۔ اس سے پہلے دونوں ملک اپنے اپنے یہاں اسٹڈی گروپ منعقد کریں جن میں اس مشترک ورکشاپ پر غور و بحث کے لئے ایجنڈا تیار کیا جائے اور دوسری ضروری کارروائیاں اور دستاویزیں مرتب کرلی جائیں۔ ان باتوں کے علاوہ دونوں نیشنل اسٹڈی گروپ یہ کام بھی کریں کہ ان کے اپنے اپنے ملکوں کے لئے پائلٹ پروجیکٹوں کے خاکے تیار ہوجائیں جو یونیسکو کی امداد سے چلائے جائیں گے۔

حضرات، اس اعتبار سے آپ کو ایک بہت بھاری اور ذمّے داری کا کام انجام دینا ہے۔ آپکے تجویز کئے ہوئے پائلٹ پروجیکٹوں کی کامیابی کا دار و مدار اس پر ہوگا کہ آپ جو پلان بنائیں، جو راہیں اختیار کریں، جو طرزِ تنظیم تجویز کریں، تعلیم کے جو طریقے اور ذریعے بتائیں، اور اسی طرح کی جو دوسری تدبیریں سوچیں وہ جچی تلی اور ہر لحاظ سے ٹھیک اور درست

ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کام میں آپ کو پروفیسر پلیٹ ٹامسن جیسے ایکسپرٹ کی رہنمائی اور مسٹر جان بادرز، مسٹر خالق اور مسٹر کرشنا مورتی کے تجربات کی مشعل حاصل ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ اس اسٹڈی گروپ کے اختتام پر آپ ایک ایسی دستاویز پیش کریں گے جو مجوزہ پائلیٹ پروجیکٹوں کو شروع کرنے میں بے انتہا مفید ثابت ہوگی۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس موقعے پر آپ کے سامنے مسئلے کی نزاکت واہمیت کا مختصراً ذکر کردوں اور ان چند اہم نکات کی طرف اشارہ کردوں جنھیں مسئلے کا حل تلاش کرتے وقت دھیان میں رکھنا ضروری ہو۔

آج ہمارے ملک میں حالت یہ ہے کہ ہر چار اشخاص میں سے تین آدمی ان پڑھ نکلیں گے۔ یہ حالت اس وقت ہے جب کہ ہمیں آزادی حاصل کئے اور اپنی خودمختار قومی حکومت قائم کئے ہوئے سترہ سال گذر چکے ہیں۔ اس حقیقت پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کی یہ صورتِ حال بھی ہے کہ ہمارے یہاں شرح پیدائش اور خواندگی کی شرح میں یکسانیت نہیں ہے بلکہ شرح خواندگی شرح پیدائش سے بہت زیادہ کمتر ہے اس لئے ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں ہر سال تقریباً ۵۰ لاکھ کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس تشویشناک صورت حال پر فوراً کے فوراً قابو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ آج دنیا کے دوسرے ملکوں میں شرح خواندگی پر بہت زور دیا جارہا ہے اس لئے کہ کسی ملک کی خوشحالی کا حساب اس کی خواندگی سے لگایا جاتا ہے اور اسی سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر ہر میدان میں ترقی کرنے کی کہاں تک صلاحیت ہے۔ اگر خواندگی کے اوسط کی بنیاد پر ملکوں کی کوئی فہرست مرتب کی جائے تو اس میں ہندوستان کا مقام دیکھ کر خوشی یا فخر کا احساس ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ملک جسے بجا طور پر دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت تسلیم کیا جاتا ہے، اور جس نے سماجی اور اقتصادی نظام میں جلد از جلد تبدیلی پیدا کرنا اپنا منتہائے نظر بنا رکھا ہے اس کے لئے عوامی ناخواندگی کے تشویشناک مسئلے کی طرف سے بےخبر رہنا اب اور زیادہ ممکن نہیں ہے، اس لئے ہمارا فرض ہوجاتا ہے کہ اب مزید تاخیر کئے بغیر ہندوستان میں عوامی خواندگی کی ایک مہم شروع کردی جائے اور اس میں اتنی احتیاط سے کام لیا جائے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اور اچھے نتائج حاصل ہوسکیں۔

ناخواندگی کو اگر سرے سے ختم نہیں تو قابلِ ذکر حد تک کم کرنے کی کوشش میں پہلا قدم اس کام کی اہمیت کا اندازہ کرنا اور مقصد تک پہنچنے کے لئے جو تدبیریں ضروری ہوتی ہیں، ان کو تفصیل کے ساتھ مرتب کرنا ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری سے ہمیں خواندگی سے متعلق تازہ ترین اعداد و شمار حاصل ہوئے ہیں۔ ان کے مطابق ہمارے ملک کی ۴۳ کروڑ ۸۰ لاکھ کی آبادی میں ۳۳ کروڑ مرد اور ۱۰ کروڑ ۸۰ لاکھ عورتیں ان پڑھ ہیں۔ ان اعداد میں ان پڑھ بچے بھی شامل ہیں۔ بچوں کی ناخواندگی تو ابتدائی تعلیم کی توسیع کے ساتھ ساتھ جس کے تحت چھ سال سے گیارہ سال کی عمر کے سب بچے

اسکولوں میں پڑھنے لگیں گے ختم ہو جائے گی اور جب تک ہمہ گیر ابتدائی تعلیم کی منزل نہیں آتی اس وقت تک چند لاکھ بچے جوان ہو کر ناخواندہ بالغوں کی صف میں اور آجائیں گے لیکن اگر ناخواندہ آبادی میں سے ناخواندہ بچوں کی تعداد کو خارج کر دیا جائے تب بھی ان پڑھ بالغوں کی تعداد ۱۸ سے ۲۰ کروڑ تک رہے گی۔ اس اعتبار سے اس تعداد کو ایک مناسب مدت کے اندر خواندہ بنانے کا کام بڑا کوہ پیکر کام ہے۔ اس اسٹڈی گروپ کے ورکنگ پیپروں میں جو مفصل اعداد و شمار دیئے گئے ہیں، وہ مسئلے کی نوعیت اور اہمیت کے معاملے میں ہمیں چونکا دینے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔ مردوں اور عورتوں اور اسی طرح شہراتی اور دیہاتی آبادی کے درمیان خواندگی کے اوسط میں جو زبردست فرق ہے، اس کے پیش نظر مسئلے کی نزاکت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ آبادی کے ان بڑے طبقات کی طرف بطور خاص توجہ کی جائے۔

عوامی ناخواندگی کے اس مسئلے کو بڑے پیمانے پر حل کرنے کی کوشش میں قدم قدم پر نظر آئے گا کہ اس پروگرام کے بارے میں لوگ عجیب عجیب نقطۂ نظر کے حامل ہیں، مثلاً اگر ایک طرف لوگ اس پروگرام کے سخت مخالف ہوں گے تو دوسری طرف کچھ لوگ جی جان سے اُسے سہارا دینے کے لئے تیار ملیں گے۔ لیکن وہ لوگ بھی جو بالغوں کی خواندگی کے پروگرام کی فائدہ مندی پر اعتراض یا اس کی مخالفت کرتے ہیں، ایسا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اس پروگرام کو ڈیولپمنٹ کے دوسرے منصوبوں کے ہم پلہ یا اُن سے مقدم نہیں سمجھتے ورنہ ایسا کون شخص ہوگا جو خود تو تعلیم یافتہ ہو مگر دوسروں کی خواندگی کا بھی مخالف ہو۔ بالغوں کی خواندگی کی افادیت پر اعتراض کرنے والے طبقے کے نزدیک ڈیولپمنٹ کے لئے خواندگی کو شرط اوّل قرار دینا غلط ہے چند دن ہوئے میں نے بعینہٖ یہی استدلال ایک غیر مطبوعہ رپورٹ میں دیکھا جو کسی زمانے میں اسی موضوع پر کی گئی تھی۔ رپورٹ کے مصنف نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا تھا کہ برطانیہ میں مفت اور جبری ابتدائی تعلیم کا نفاذ کہیں ۱۸۸۰ء میں جا کر ہوا۔ حالانکہ اس سے کچھ اوپر سو سال پہلے ملک ترقی کی کئی منزلیں پار کر چکا تھا۔ انھوں نے مزید ثبوت کے طور پر لکھا تھا کہ فلپائن کو جب ۱۹۴۶ء میں آزادی حاصل ہوئی، اس وقت کل آبادی کا ۱۰ فی صدی حصہ خواندہ تھا اور اب یہ اوسط ۵۰ فی صدی ہے لیکن، مصنف کے بقول، فلپائن میں جو ترقی ہوئی ہے وہ ترقی کی اُس مقدار سے کسی طرح نمایاں نہیں کہی جا سکتی جو ان ملکوں میں ہوئی ہے جہاں خواندگی کا اوسط آبادی کا کل ۱۵ یا ۲۰ فی صدی ہے۔ میں ان باتوں کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ خواندگی کا کام اور منصوبہ بندی کرنے والوں کو اسی قسم کی دلیلوں اور بحثوں سے سابقہ پڑے گا۔ اقتصادی ترقی اور خواندگی کے درمیان رشتہ کا سوال بہت اہم ہے اور مجھے خوشی ہے کہ اس موضوع کو اسٹڈی کے ایجنڈے میں بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ جو اس موضوع پر آپ سے خطاب کرنے والے ہیں، وہ ایک ممتاز ماہر اقتصادیات ہی نہیں بلکہ ماہر تعلیم بھی ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ اس موضوع کے تمام پہلوؤں سے بحث کریں گے اور اس پر جب آپ حضرات خود بحث

کریں گے۔ تو ڈاکٹر صاحب کے اس خطاب سے آپ کو بڑی مدد ملے گی۔ یونسکو کے مشیر پروفیسر ہیلے ٹامس کا ہمارے ساتھ ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بحث کے اس پہلو کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ پروفیسر صاحب نے خاتمۂ ناخواندگی کے دس سالہ عالمی پروگرام کے سماجی اور اقتصادی سوالات پر جو فاضلانہ مقالہ لکھا ہے وہ ان کاغذات میں شامل ہے جو آپ حضرات کو تقسیم کئے گئے ہیں، اور جس وقت آپ ایجنڈے کی اس دفعہ پر بحث شروع کریں گے اُس وقت پروفیسر صاحب موصوف ہی اس بحث کا آغاز بھی کریں گے۔

ایک اور ذہنیت جو خواندگی کے کام میں عام طور پر رکاوٹ ڈالتی ہے، بالغوں کی خواندگی کے بارے میں ہمارے سماج کی اہم شخصیتوں کی سرد مہری اور بے رُخی کا سلوک ہے۔ ناخواندگی کے مسئلے کی نزاکت کا انھیں احساس نہیں ہے۔ یہ حضرات کسی بالغ کو رائے دینے کے حق سے تو محروم نہیں کرنا چاہتے لیکن خواندگی جس کے ذریعے بالغ ووٹر اُن امور ومسائل کو جو مخالف پارٹیاں اپنی انتخابی مہموں کے دوران میں اس کے سامنے لاتی ہیں، سمجھ کر اور ان کی اونچ نیچ کا اندازہ کر کے سمجھ داری کے ساتھ رائے دے سکتا ہے۔ اُسے یہ لوگ تعلیمی پروگراموں کو عملی جامہ پہناتے وقت نظر انداز کر دیتے ہیں یا کم اہم کاموں کی فہرست میں سب سے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ ناخواندہ شخص ہمیشہ کے لئے دوسروں کی بتائی اور پڑھائی ہوئی باتوں کی زنجیر سے بندھا اور اُنھی کا محتاج بنا رہتا ہے۔ یہ قید اور محتاجی انسان کے وقار کو بدنما اور داغ دار بنا دیتی ہے۔ ہم نے پنچایتی راج کا قانون نافذ کر رکھا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ سوچ بچار اور کام کاج کا جمہوری عمل گاؤں تک پہنچ جائے اور جمہوریت کی بنیادیں ہر سطح پر مضبوط ہو جائیں۔ اگر اس حوصلہ مندانہ تجربے میں کامیابی حاصل کرنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ لوگ یا کم سے کم وہ نقتے دار اشخاص جن کے ہاتھوں میں گاؤں پنچایتوں اور پنچایت سمتیوں کی باگ ڈور ہو خواندہ ہوں۔ بہر حال یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ پنچایتی راج کے نفاذ کے اثر سے اب روزمرہ کی زندگی میں خواندگی کی ضرورت اور اہمیت کا احساس پہلے سے زیادہ ہو چلا ہے۔ پنچایتی راج سے خواندگی کی قدر وقیمت کا احساس ہی کرانے میں مدد نہیں ملی ہے بلکہ اس نے خواندگی کو ترقی دینے کی ذمے داری اور اس ذمے داری کو پورا کرنے کے لئے اختیارات بھی پنچایتوں کو دیئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں خواندگی کے لئے فضا جتنی سازگار ہے اتنی اس سے پہلے کبھی نہیں تھی اور اس سازگاری سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ یہی رائے یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل نے بھی اپنی رپورٹ میں ظاہر کی ہے جو انھوں نے یونیسکو کے ایکزیکیوٹیو بورڈ کے سامنے پیش کی تھی۔ موصوف نے فرمایا تھا کہ

"اس وقت خارجی اور داخلی دونوں طرح کے نہایت قوی محرکات موجود ہیں اور ان کا زور اس سمت میں ہے کہ عوامی خواندگی کی کوششیں مہم کر اور منظم شکل میں شروع کر دی جائیں۔ داخلی محرکات کی کیفیت

یہ ہے کہ پڑھنا لکھنا سیکھنے کا لوگوں میں خود بڑا ذوق و شوق پیدا ہو گیا ہے اور خارجی محرکات اس بات کا نتیجہ ہیں کہ ہر جگہ ڈیویلپ منٹ اور ترقی کا چرچا ہے اور لوگ ڈیویلپ منٹ اور خواندگی کے باہمی تعلق کو روز بروز محسوس کرنے جا رہے ہیں"۔

اقتصادی ترقی میں "انسان" کی جو اہمیت ہے وہ ڈیویلپ منٹ کی معاشیات کا آج کل بڑا اہم موضوعِ تحقیق بن گیا ہے۔ صنعتی مزدور کی کارکردگی اور بارآوری پر جو چیز سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے وہ ہے تعلیم اور ٹریننگ کے ذریعے زیادہ سے زیادہ مہارت اور نئی نئی ٹکنیکیں سیکھنے کی قابلیت اور اس قابلیت کی بنیادی شرط خواندگی ہے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ مزدور کی تعلیم صنعتی مہارت کا رنگ لئے ہوئے ہونی چاہیے تب بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس قسم کی تعلیم کے لئے بھی عام تعلیم کا جس میں خواندگی بھی شامل ہے ایک ذہنی ماحول پہلے سے موجود ہونا چاہیئے جو مہارت کے حصول کے لئے پہلی شرط ہے۔ اس کے علاوہ اقتصادی ترقی کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ محض چند مخصوص فنون ہی نہیں ہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جسم اور دماغ کی مربوط شکل میں کافی حد تک نشو و نما ہو چکی ہو، صنعتی نظم و ضبط اور ڈسپلن کی خو پیدا ہو چکی ہو اور دوسروں کی بات سمجھنے اور دوسروں کو اپنی بات سمجھانے کی صلاحیت پختہ ہو چکی ہو۔ اقتصادی ترقی میں "انسان" کی اہمیت کا ایک دوسرا پہلو پیداآوری کے سلسلے کے وہ امور ہیں جن کے بارے میں شخصی فیصلہ اور عمل ضروری ہوتا ہے۔ اس کی تشریح زرعی پیداواری کی ایک مثال سے ہو سکتی ہے۔ تیسرے پنجسالہ پلان کے دوران کار میں جو جانچ پڑتال کی گئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ زرعی پیداآوری امید سے کہیں زیادہ کم ہے کھیتی باڑی کا کام وہ کام ہے جس میں فرد کو اکثر و بیشتر اپنے آپ فیصلے کرنے ہوتے ہیں جس کے لئے ضروری ہے کہ اُسے متعلقہ باتوں کا اچھی طرح علم ہو۔ ان پڑھ کسانوں کو کھیتی کے ترقی یافتہ طریقوں کے بارے میں زیادہ تر دوسروں کی معلومات کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ یہی اصول ڈیویلپ منٹ کے دوسرے پروگراموں کے اوپر بھی صادق آتا ہے جیسے سینچائی کی سہولتوں سے کام لینا، عوامی صحت کے اصولوں کی پابندی، اولاد پیدا کرنے کی منصوبہ بندی، اور اسی طرح کے ایسے بہت سے کام جن کے معاملے میں عمل کرنے سے پہلے فیصلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ فیصلہ صحیح اور صائب اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کی بنیاد باقاعدہ معلومات اور مکمل واقفیت کے اوپر ہو۔ ظاہر ہے کہ افراد کتابوں سے اپنے آپ پڑھ کر ہی یہ علم حاصل کر سکتے ہیں اور کتابوں سے پڑھ کر علم حاصل کرنے میں خواندگی اور تعلیم کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔

اس بحث سے ذہن خواندگی اور تعلیم پر آنے والے خرچ کے سوال کی طرف جاتا ہے تعلیم کو مدت دراز تک ایک سماجی خدمت اور اس کے اوپر جو خرچ آتا ہے اُسے غیر نفع بخش سمجھا جاتا رہا ہے۔ اب بہرحال تعلیم کے حق میں یہ اچھا ہوا کہ یہ تصور دنیا کے ہر حصے سے قریب قریب ناپید ہو گیا ہے، اور بعد ازاں معاشیاتِ تعلیم کی تحقیقوں کا کہ ان کی بدولت اب اُسے انسانی وسائل کو

ترقی دینے کے لئے ایک نفع بخش سودا تصوّر کیا جانے لگا ہے جس کا نفع اس شکل میں حاصل ہوتا ہے کہ انسان تعلیم کے کارخانے سے تیار ہو کر جب نکلتا ہے تو سماجی اور اقتصادی ڈیولپ منٹ کے لئے ایک کارآمد وسیلہ ثابت ہوتا ہے۔ معاشی ترقی میں تعلیم کا کردار اور اہمیت مختلف بین الاقوامی انجمنیں اب تسلیم کر رہی ہیں اور اس کے فروغ و ارتقا کے لئے بڑی بڑی رقمیں دیتی ہیں، اور یہ سب کچھ نتیجہ ہے یونیسکو کے ڈائرکٹر جنرل ایم۔ رینے ماہیو کی مدبرانہ رہنمائی اور وسعتِ نظر کا۔ چنانچہ بالغوں کی خواندگی کے لئے بھی امدادیں ملنے کے امکانات پچھلے کچھ عرصے سے بہت بڑھ گئے ہیں، اس لئے اگر خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹوں میں جو اسٹڈی گروپ تیار کرے گا، بالغوں کی خواندگی کے اس پہلو پر زور دیا جائے گا تو اس سے یونیسکو کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں گے اور ان پائلٹ پروجیکٹ کے لئے سرمایہ حاصل کرنے میں اُسے آسانی ہوگی۔

بالغوں کی خواندگی اور تعلیمی منصوبہ بندی

کسی شخص کو خواندہ بنانا دراصل آغاز ہے اُس تعلیمی عمل کا جو عمر بھر جاری رہتا ہے۔ اس اعتبار سے خواندگی فی نفسہٖ کوئی مقصد نہیں بلکہ محض ایک ذریعہ ہے، ایک آلہ جس سے آگے کی منزل سر کی جاتی ہے۔ خواندگی کا فائدہ، وہ بالغوں کی خواندگی کی کلاس میں حاصل کی گئی ہو، یا پرائمری اسکول کے ذریعے اگر اُسے خواندگی کے تسلسلی پروگرام کے ذریعے جو ایک باضابطہ اور منظم اڈلٹ ایجوکیشن سسٹم کا ایک حصہ ہوگا، جاری نہ رکھا جائے تو وہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے پروگرام سے عام تعلیم کو بھی فروغ ہوگا اس لئے کہ اس سے بچوں کی صلاحیتِ خواندگی کا ختم ہونا بھی رک جائے گا، جو پرائمری اسکولوں میں خاصی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔ خواندگی کے ماہرین کی بین الاقوامی کمیٹی نے جو یہ سفارش کی ہے کہ "قومی پیمانے پر تعلیم کی منصوبہ بندی میں خواندگی اور تسلسلی تعلیم کے باہمی رشتے کی جھلک ہونی چاہیے" تو اس سے بھی تعلیم کے اسی پہلو پر زور دینا مقصود تھا۔ اس پہلو کا چونکہ عام تعلیم سے بہت گہرا تعلق ہے اس لئے اس سے مجھے ذاتی طور پر خاص دلچسپی ہے، چنانچہ اسٹڈی گروپ اس معاملے میں جن نتائج پر پہنچے گا اور جو سفارشات منظور کرے گا وہ تعلیمی منصوبہ بندی میں وزارتِ تعلیم کے لئے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی۔

اہمیت کے اعتبار سے ایک دوسرا بڑا اہم موضوع عورتوں کی تعلیم سے متعلق ہے۔ اسٹڈی گروپ کے ورکنگ پیپر میں (جو ابھی مسودے کی شکل میں ہے) اس بات پر بجا طور پر زور دیا گیا ہے کہ عورتوں میں خواندگی کی شرح بڑھانے کے لئے خصوصی کوششیں کی جانی چاہئیں۔ ہندوستان میں عورتوں کی خواندگی کی پست شرح کے اس ورکنگ پیپر میں اسباب بتائے گئے ہیں اور اس سلسلے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں انھیں دور کرنے کی تدبیریں بھی تجویز کی گئی ہیں چونکہ ناخواندہ

عورتوں کے لئے دست کاری سے مربوط خواندگی میں زیادہ کشش ہوتی ہے اس لئے دو ایک پائلٹ پروجیکٹ ایسے بھی تجویز کئے جانے چاہئیں جہاں خواندگی کو ایک نہ ایک زنانہ دست کاری سے مربوط کیا جائے اور اس طرح کلاسوں میں آنے والی عورتوں کو دو چند فائدہ پہنچے۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے کم مدت میں کورس کو پورا کرنے کی جو اسکیم ہے اس کی اس نقطۂ نظر سے کہ زیادہ سے زیادہ عورتیں تعلیم یافتہ ہو جاتی ہیں اور اس اسکیم کے لئے زیادہ تعداد میں ٹرینڈ اور قابل استانیاں مل جاتی ہیں، بڑی اہمیت ہے اور ضرورت ہے کہ خاص طور سے دیہاتی علاقوں میں اس کی اشاعت کی جائے اور اسے باضابطہ تسلیم کیا جائے۔ یہ عورتوں کے طبقے میں تعلیم بالغان کی ایک نئی شکل ہے اور ضرورت ہے کہ اسٹڈی گروپ یونیسکو کے ماہرین کے مشورے سے اس پر ہر پہلو سے غور کرے۔ اس اسکیم میں اصلاح و ترقی کی تجاویز اور اسے وسعت دینے کی تدابیر سے متعلق اسٹڈی گروپ کی سفارشیں بڑی کارآمد اور مفید ثابت ہوں گی۔

اسی طرح کا ایک اہم موضوع بحث قبائلیوں کی تعلیم کا ہے مگر غالباً اسٹڈی گروپ اس مسئلے پر غور نہیں کر سکے گا اس لئے کہ اس میں جو نمائندے تشریف لائے ہیں انھیں قبائلیوں کی تعلیم کا تجربہ شاید نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود میں اسٹڈی گروپ کو یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ وہ قبائلیوں کے رسم و رواج، روایات اور عقائد اور ان کی دوسری مخصوص ضرورتوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے اُن کے لئے بھی ایک پائلٹ پروجیکٹ قائم کرنے کے امکانات پر غور کریں۔

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کو فروغ دینے میں تجارتی اداروں کا کیا کردار ہے؟ اس موضوع پر ابھی تک کسی انجمن یا تنظیم نے پوری تفصیل اور تحقیق کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ پنج سالہ پلانوں کے منصوبوں کا مطالعہ کرنے والی کمیٹی نے صنعتی مرکزوں میں خواندگی کی صورتِ حال کا مطالعہ کرنے کے لئے ایک حلقۂ مطالعہ قائم کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ حلقۂ مطالعہ اس موضوع پر بھی کہ لٹریسی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں صنعتی اداروں کا کیا کردار ہونا چاہیے۔ یقیناً غور کرے گا۔ بیدار مغز صنعتی اداروں کو اپنے کارکنوں اور مزدوروں کی تعلیم سے گہری دلچسپی ہونی چاہیے چند ایسے پائلٹ پروجیکٹ جن میں لٹریسی کی بنیاد صنعت اور مشین ہو اور جو صنعتی مزدوروں کے لئے مخصوص ہوں (یا ہوں تو شہراتی علاقوں کے لئے مخصوص لیکن ان کے احاطے میں صنعتی علاقوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہو) —— اگر ایسے چند پروجیکٹوں کی تفصیلات مرتب کر کے چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹری یا اسی طرح کے دوسرے اداروں کو بھیجی جائیں تو ممکن ہے انھیں ان اداروں کی تائید حاصل ہو جائے اور وہ ان کے لئے مالی اور اخلاقی دونوں طرح کی امداد کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس کی بڑی ضرورت ہے کہ پوری چھان بین اور تحقیق کے ساتھ ایک بیان مرتب کیا جائے کہ صنعتی مزدوروں کی خواندگی اور تعلیم سے صنعتی اداروں کو مستعدی اور نفع بخش طور پر چلانے میں کس طرح مدد مل سکتی ہے۔

ایجنڈے کی آخری شق بالغوں کی خواندگی اور تعلیم کے ذرائع اور وسائل سے متعلق ہے۔ اس موضوع پر شری جے بی ماتھر اپنا فاضلانہ مقالہ پڑھیں گے جنھیں اس سلسلے میں بڑا وسیع تجربہ ہے۔ ٹیلی ویژن تعلیم کا بڑا مہنگا ذریعہ ہے لیکن محض اس وجہ سے ہمیں اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ اڈلٹ لٹریسی کو فروغ دینے کے لئے اس کے استعمال کی بات غور سے سوچنی چاہیے میں تو یہاں تک کہوں گا کہ ایک پائلٹ پروجیکٹ اس طرح کا مرتب کرنا چاہیے جس میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا ذریعہ ٹیلی ویژن کو بنایا گیا ہو۔ آل انڈیا ریڈیو کا چھوٹا سا ٹیلی ویژن یونٹ تو اس طرح کا ایک تجربہ کرنے کی بات پہلے ہی سے سوچ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یونیسکو کی ٹکنیکل امداد سے اس ضمن میں ٹیلی ویژن کا تجربہ بڑے پیمانے پر شروع کیا جا سکتا ہے۔ اس تجربے کے بعد اگر ہم دیکھیں کہ لٹریسی کے لئے ٹیلی ویژن مہنگے ہیں، ٹکنیکل واقفیت کی کمی یا کسی اور وجہ سے ہندوستان میں نتیجہ بخش نہیں ہوگا تو یہ معلومات بجائے خود مفید ثابت ہوں گی۔ ذرائع تعلیم کے موضوع پر سوچ بچار کرتے وقت ہمیں یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ بہت سے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں جنھیں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ابھی تک استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ ان نئے ذرائع تعلیم کی کھوج اور اُن کی افادیت کی جانچ سے بہت فائدہ ہوگا۔

نتائج کی جانچ

حضرات

ایک موضوع ایسا ہے جو مجھے آپکے ایجنڈے میں نظر نہیں آتا۔ میری مراد نتائج کی جانچ سے ہے۔ ان پائلٹ پروجیکٹوں کے نتائج کی جانچ کس طرح کی جائے گی؟ جانچ کرنیوالے کون لوگ ہوں گے اور یہ کس منزل پر شروع ہوگی؟ یہ ہیں وہ چند سوالات جن کے اوپر پروجیکٹوں کی شکل صورت طے کرتے وقت غور کرنا مناسب ہوگا۔ جب تک ان پروجیکٹو کی منصوبہ بندی میں نتائج کی معقول جانچ کی گنجائش نہیں رکھی جائے گی اُس وقت تک ان کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوگی۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے خاص طور پر اس جانچ کے لئے ایک مؤثر قسم کی مشینری اور اس مشینری پر آنے والے خرچ کا تعین۔ یونیسکو نے غالباً اس سوال پر کسی حد تک غور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جانچ کرنے والی مشینری کا تقرر بھی اسی وقت ہونا چاہیے جب پائلٹ پروجیکٹ شروع کئے جائیں، تاکہ ان کے کام اور نتائج پر تبصرہ ہوتا رہے اور اس تبصرہ اور جانچ کی روشنی میں ان کے کام میں اصلاح اور بہتری کی صورتیں نکلتی رہیں۔ بعض صورتوں میں تو یہاں تک ہونا چاہیے کہ پائلٹ پروجیکٹ کی نوعیت کا تعین یہ دیکھ کر کیا جائے کہ اس کی جانچ کی کیا نوعیت ہے۔ مجھے امید ہے کہ

شری اے۔آر۔ دیشپانڈے
ایڈوائزر سوشل ایجوکیشن وزارت تعلیم
حکومت ہند

ناخواندگی کا خاتمہ

آزادی ملے سترہ سال ہوگئے لیکن یہ سوال اب تک کچھ لوگوں کے لئے معمہ بنا ہوا ہے کہ آیا ہندوستان کو مکمل طور پر خواندہ بنانا ہے یا کروڑوں ان پڑھ بالغوں کی اس زبردست آبادی کو یونہی چھوڑ دیا جائے اور یہ سوچ لیا جائے کہ بچوں کی تعلیم کی توسیع کے ساتھ پچاس ساٹھ سال میں یہ مسئلہ اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔

جہاں تک خاتمۂ ناخواندگی کی زبانی حمایت اور تائید کا تعلق ہے، ملک کا ہر چھوٹا بڑا اس سے متفق ہے لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے دلوں میں اس کی افادیت کے بارے میں شبہہ باقی ہے۔ بہت سے تعلیمی مفکرین ہیں جو چاہے صاف صاف اس بات کو قبول نہ کریں لیکن سوچتے وہ اب بھی یہی ہیں کہ بالغوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا بے سود بلکہ پیسے کی بربادی ہے ان کے خیال میں بہتر حل یہ ہوگا کہ اسکول کی عمر کے ہر لڑکے اور لڑکی کی تعلیم کے لئے بندوبست کر دیا جائے اور یہ اہتمام کیا جائے ۲۰ سال کے اندر اندر اس عمر کا ہر بچہ خواندہ ہو جائے۔ انھیں امید ہے کہ اس مدت کے آتے آتے ان پڑھ بالغوں کی بڑی تعداد مر چکی ہوگی۔ لیکن یہ ایسی امید ہے جسے پورا ہونے میں تیس سے پچاس سال تک کی مدت کم سے کم لگے گی۔

اس وقت ہمارے یہاں ۱۴ سے ۴۵ سال کی عمر کے ۲۰ کروڑ انسان ان پڑھ ہیں۔ ممکن ہے اس تعداد میں کسی قدر مبالغے کو دخل ہو، لیکن اگر بالکل صحیح اعداد نکالے جائیں تب بھی ان پڑھوں کی تعداد پندرہ کروڑ کے آس پاس ضرور نکلے گی۔

جو لوگ خواندگی اور سوشل ایجوکیشن کو نظر انداز کرتے ہیں انھیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ ہمارے یہاں ناخواندہ اشخاص کی اتنی بڑی آبادی مثل ایک بھاری چٹان کے ہے جس سے قوم کو اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر باندھ دیا گیا ہے۔ ترقی کی راہ پر چلنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ قوم اس بھاری چٹان کو جھٹکا دے کر الگ کر دے، ورنہ اگر اس کی رفتار دھیمی اور عمل تھکا دینے والا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کسی لمبے چوڑے مطالعے یا تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ خواندگی کا نتیجہ یقیناً اور بلاشبہ معاشی ترقی

دولت آفرینی کی قوت اور عام سماجی بہتری کی صورت میں نکلتا ہے۔ یہ حقیقت تو اگر کوئی آنکھیں کھول کر گاؤں اور شہروں کی زندگی کے فرق کو دیکھے اور ان کے اسباب وعلل پر ذرا سنجیدگی سے غور کرے تو اپنے آپ واضح ہو جاتی ہے۔

اڈلٹ ایجوکیشن کو قومی ترقی کے منصوبے میں نظر انداز کرنا بڑے زبردست خطرات کا حامل ہے۔ یہی نہیں کہ اس سے ہماری ترقی کی رفتار دھیمی پڑ جائے گی، بلکہ اس کا نتیجہ ایک زبردست بحران کی شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔ اور یہ وہ چنوتی ہے جس پر قوم کے مفکروں کو سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ناخواندگی کو ختم کرنے کا یہ کام جس کی اتنی اہمیت ہے، پورا کس طرح کیا جائے؟ یہ وہ سوال ہے جس سے اکثر لوگ چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ ہم آئے دن سنا کرتے ہیں کہ اس کام میں سب سے بڑی رکاوٹ سرمائے کی کمی ہے۔ مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سب سے بڑی رکاوٹ سرمائے کی کمی نہیں، بلکہ اس کام کی طرف سے سردمہری کا سلوک اور اس کے بارے میں سہل پسندی کا طرز عمل ہے۔ اسے پورا کرنے کے لئے جس "قومی عزم و ارادہ" اور ثابت قدمی کی ضرورت ہے وہ در اصل غائب ہے۔ اگر اس کام کو زبردست قومی اہمیت کا کام قرار دے دیا جائے اور اسے ایمرجنسی کا معاملہ سمجھ کر اس پر ڈٹ جایا جائے تو سرمایہ بھی آ جائے گا اور کارکنوں کی فوج بھی اور دوسرے متعلقہ وسائل بھی۔ یہ کام "قومی اہمیت" کا کام ہے اور اسے "قومی پیمانے کی کوشش" سے انجام دیا جانا چاہیے۔ بین الاقوامی امداد کے اوپر ہمیں بہت زیادہ تکیہ نہیں کرنا چاہیے، ہاں سہارا اس کا تھوڑا بہت لیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمارے سامنے ہمارا اپنا ایک جچا تلا اور سوچا سمجھا ہوا پروگرام ہو اور ہمارے اندر اسے پورا کرنے کا جوش اور ولولہ ہو، تب تو یہ اڈوائیں بھی کام آسکتی ہیں، ورنہ خود انہیں سے کوئی کام نہیں بنے گا۔

خواندگی کا کام وہ میدان ہے جس کے لئے ہندوستان ماہرانہ معلومات کا محتاج نہیں ہے اور نہ اس کے لئے جس ساز و سامان کی ضرورت ہے اس کی کوئی کمی ہے۔ ہندوستان یہ چیزیں خود تیار کر سکتا ہے۔ خواندگی کے لئے جن آلات کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی بہت آسان اور سادہ ہیں سلیٹ پنسل تختۂ سیاہ، چارٹ اور عمدہ اور اہتمام سے تیار کرائے ہوئے پرائمروں کا ایک سیٹ۔ بس یہ ہے وہ ساز و سامان جو خواندگی کی تعلیم کے لئے درکار ہے۔ البتہ خواندگی کے تسلسل کو جاری رکھنے اور اس کی تازہ تازہ لیاقت کو برقرار اور بحال رکھنے کی غرض سے جو مشقی یعنی فالواپ پروگرام ہوتا ہے، اس کی ضرورتیں یقیناً بہت وسیع ہوں گی، اور اس مقصد کے لئے غالباً بین الاقوامی امداد ضروری ہوگی۔

اس وقت تو جس چیز کی شدید ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اختیار و اقتدار حاصل ہے، انہیں یقین دلایا جائے کہ ملک سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے لئے

بڑے پیمانے کا ایک قومی پروگرام "ناگزیر ہے۔ یہ جو ترپٹ راستہ اختیار کرنے اور کم معیار نتائج پر اکتفا کر لینے کی ذہنیت ہے، اُسے ترک کرنا ہو گا۔ قوم کی تعمیر میں خواندگی کا جو کردار ہے، اُسے اچھی طرح سمجھ کر اور اس کے اوپر ایمان لا کر یہ کام ہاتھ میں لیا جائے گا، جبھی اس کا کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے۔

بقیہ ص۱ کا

اسٹڈی گروپ پائلٹ پروجیکٹوں کے اس پہلو پر سوچ بچار کرنے پر کافی وقت صرف کرے گا۔

میں آپ کے غور و بحث کی کامیابی کا دل سے متمنی ہوں یقین کر اس اسٹڈی گروپ کا افتتاح کرنے میں مجھے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے، اس لئے کہ مجھے امید ہے کہ اس سے کاموں کے ایک ایسے مسلسل اور ترقی پذیر سلسلے کی ابتدا ہو گی جن کے فیض سے ان مقامات پر جہاں صدیوں سے جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے علم کی روشنی پہنچے گی۔ اس کا بہت امکان ہے کہ یہی غور و بحث آزادی، فرد کی عزت و توقیر اور بنی نوع کی فلاح و بہبود کی مہم کا نقطۂ آغاز ثابت ہو۔

شری سوہن سنگھ
پروگرام ایڈوائزر، ایشیا فاؤنڈیشن
نئی دہلی

معاشی ترقی کا راز: خواندگی

کہا جاتا ہے کہ چند سال ہوئے سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو مرحوم نے فرمایا تھا کہ خاتمۂ ناخواندگی کے پروگرام کو ابھی ملتوی رکھنا چاہئے اس لئے کہ چند فوری مسائل ایسے ہیں جنھیں اس سے پہلے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں آج جو لوگ حکومت کی پالیسی متعین کرتے ہیں، ان کے یہاں یہ طریقۂ فکر عام ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہی انداز فکر دنیا کے دوسرے ترقی پذیر ملکوں کا بھی ہے۔

مگر اس نقطۂ نظر کو جانچ کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس انداز فکر میں سچائی ہے تو پھر تعلیم بالغان ہی کے معلم کو نہیں بلکہ سبھی معلموں کو اُس وقت تک چُپ سادھے بیٹھے رہنا چاہئے جب تک حکمراں طبقہ اپنے نام نہاد فوری مسائل کو حل کرنے کی تدبیریں سوچنے میں لگا رہے۔ لیکن اگر اس جانچ کے بعد معلوم ہو کہ اس نقطۂ نظر میں کچھ بہت زیادہ وزن نہیں ہے تو ہمیں پوری صفائی کے ساتھ وہ حقائق بیان کر دینے چاہئیں جن سے اس طرز عمل کی پول کھل جاتی ہے۔

آخر وہ کون سا فوری مسئلہ ہے جسے ہماری جیسی قوموں کے لئے ناخواندگی کا مسئلہ حل کرنے سے پہلے حل کرنا ضروری ہے۔ جواب صاف اور متفق علیہ ہے یعنی یہ کہ کوئی اور کام کرنے سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو اقتصادی اعتبار سے مستحکم اور مضبوط کر لینا چاہئے۔ جدید اصطلاح میں یوں کہئے کہ قبل اس کے کہ ہم عالم گیر خواندگی کے محاذ پر جنگ کریں، ہمیں معاشی "پرواز" کا معرکہ سر کرنا چاہئے۔ اور زیادہ وضاحت مطلوب ہو تو یوں سمجھئے کہ متحدہ اقوام کے "حقوقِ انسانی کے اعلان نامے" میں کہا گیا ہے کہ عوام کی ایک بلند معیار تعلیم کے لئے بہت وسیع وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھئے تو کیا یہ بات آسانی سے سمجھ میں نہیں آجائے گی کہ ہمیں پہلے وسائل کی طرف سے اطمینان کر لینا چاہئے۔ اور پھر حقوقِ انسانی کے اعلان نامے میں جس جدید انسان کا تصور قائم کیا گیا ہے، اس کی مثالی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے؟

یہ استدلال اِس وقت پوری دنیا میں عام ہے معلّم بھی اس سے متفق ہوگیا ہے، اور دبے دبے لفظوں میں صرف اتنا کہتا ہے کہ تعلیم — اس کا پہلا زینہ خواندگی - اقتصادی ترقی کا ایک یقینی وسیلہ ہے اور وہ جو اس بات کے لئے اپنی حکومت پر زور ڈالتا ہے کہ تعلیم کو ترجیحات کی ترتیب میں سب سے اونچا نہیں تو کافی اونچا مقام ضرور حاصل ہونا چاہیئے تو اس بنیاد پر کہ تعلیم اس کے نزدیک ایک نفع بخش سودے (INVESTMEN) کا درجہ رکھتی ہے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں وہ اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ تعلیم اور قومی دولت اور تعلیم اور دولت کی مساوی تقسیم کے درمیان کتنا زبردست ربط و اتحاد ہے۔ اقتصادی ترقی کے لئے اسی طرح کے اور بھی تعلیمی محرکات ہیں جن کی وہ نشان دہی کرتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ گہرائی میں اتر کر وہ ایک رازیہ دریافت کرتا ہے اور سامنے رکھتا ہے کہ سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے ایک مخصوص ذہنیت کی ضرورت پڑتی ہے اور اس ذہنیت کی تعمیر سے خواندگی کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

اس دلیل کی ایجاد سے معلّموں کے طبقے میں بڑا جوش پیدا ہوگیا ہے چنانچہ یونیسکو جس کی طرف معلّموں کی نظر میں خصوصاً اُس وقت جب اُن کی اپنی حکومتیں انھیں مایوس کردیتی ہیں، برابر لگی رہتی ہیں، اس کی دستاویزوں میں اس بات کا جا بجا ثبوت ملتا ہے کہ اس نے بھی اس استدلال کی بڑی شدّ و مد سے حمایت کی ہے۔ لیکن قومی پلانوں میں ترجیحات کے تعین کے لئے سیاست بازوں نے جو اصول مقرر کر رکھا ہے اور جس کے بمصداق تعلیم کا مقام بہت آخر میں آتا ہے، ان میں اس سے بھی کوئی فرق نہیں آیا ہے، اور وہ دلیل کا جواب دلیل سے دینے کے لئے اب بھی تیار ہیں۔

معلّم کہے گا کہ آج کی پیچ در پیچ دنیا میں وہ لوگ جو تعلیم کو الگ کرکے روٹی حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں، انھیں روٹی بھی نہیں ملے گی اس لئے کہ ظاہر ہے آپ بغیر تعلیم اور ٹریننگ کے روٹی حاصل کر سکتے ہی نہیں، سیاست باز اس دلیل کو فوراً مان لے گا مگر اسی کے ساتھ یہ بھی کہے گا "مگر روٹی حاصل کرنے کے لئے جس تعلیم کی ضرورت ہے اس سے مراد خواندگی تو نہیں ہے، اور اڈلٹ ایجوکیشن تو ہرگز نہیں! کسی قوم کے لئے روٹی حاصل کرنے کی غرض سے جس قسم کی اور جس حد تک تعلیم کی ضرورت ہے اس کا وہ زیادہ سے زیادہ جس حد تک اس کے امکان میں ہے انتظام کرتی ہی ہے یعنی اس حد تک جتنا وسائل کی کمی کی حالت میں ممکن ہے — اور وسائل کی کمی وہ وبا ہے جو ترقی پذیر قوموں کا پنڈ نہیں چھوڑتی"۔

اس دلیل کے جواب میں اس کے سوا معلّم اور کیا کرسکتا ہے کہ "قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ جس حد تک ممکن ہے" کی صداقت سے منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر انکار کردے اور اپنے اس دعوے پر جما رہے کہ اقتصادی ترقی اور ہمہ گیر خواندگی لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ بحث تو یہاں آن کر رک جاتی ہے لیکن یہ طے ہے کہ "اقتصادی ترقی پہلے اور تعلیم پھر" کا نعرہ جس تدر غلط فہمی میں ڈالنے والا ہے اُسی قدر اندھے پن پر بھی مبنی ہے۔ غلط فہمی میں ڈالنا تو آج کل کا فیشن ہے اس لئے اس کے بارے میں اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں

کہنا ہے۔ البتہ یہ کوشش ضرور کروں گا کہ اس نعرے کے اندھے پن کی وضاحت ہو جائے۔

اس وقت مجھے افلاطون کا وہ عالمانہ بیان یاد آتا ہے جو اس نے اپنی "ریاست" میں لکھا ہے کہ ریاست بڑے پیمانے کا ایک فرد ہے۔ ریاست، یا اس معنی میں اسے سوسائٹی کہیئے، بڑی پیچیدہ شے ہے چنانچہ سوسائٹی کے بارے میں کسی بیان کی صداقت یا عدم صداقت کا فیصلہ کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے۔ مگر ریاست یا سوسائٹی بہرحال انسانی زندگی کی وسعتوں کے اظہار کا ایک آلہ ہے اور بعض اوقات انسانی زندگی سے متعلق کسی بیان کو پرکھنے میں اس ترکیب سے مدد ملتی ہے کہ مسئلے کو گھٹا کر چھوٹا کر لیا جائے یعنی یہ کہ اس کا اطلاق ایک فردِ واحد پر کیا جائے اور اس طرح جو نتیجہ برآمد ہو اُسے بڑے پیمانے کی انسانی زندگی یعنی "ریاست" پر منطبق کر لیا جائے۔

مشورہ

آیئے اسی ترکیب پر عمل کر کے ہم اپنے آپ کو ایک حوصلہ مند لڑکے کا سرپرست تصوّر کر لیں۔ کیا اس حیثیت سے ہم لڑکے کو یہ مشورہ دے سکتے ہیں؟ کہ "دیکھو میاں، پہلے تم دولت مند بننے کی کوشش کرو اور پھر جب اس مقصد میں کامیاب ہو جاؤ اس وقت اپنی تعلیم کی بات سوچنا! اگر تمھیں معلوم ہو کہ تھوڑی سی تعلیم حاصل کئے بغیر تم دولت مند نہیں بن سکتے تو قدرے قلیل تعلیم حاصل کر لو جو تمھیں دولت کمانے کے قابل بنا دے۔ اور جب تم دولت کا انبار جمع کر لو تب تعلیم حاصل کرنے کے معاملے پر غور کرو۔ یہ، میرے بیٹے، تمھارے لئے وہ مشورہ ہے جو میں نے عمر بھر کے تجربے سے حاصل کیا ہے!"

آج کل کے زمانے میں "معیارِ زندگی" یعنی دولت کی فراوانی کے نعرے میں اتنی چمک دمک پیدا ہو گئی ہے کہ بہت لوگ جو بیٹے کو اس کے باپ یا سرپرست کا یہ مشورہ سنیں گے اس کی دل کھول کر داد ہی نہیں دیں گے بلکہ علی الاعلان اس کی تعریف بھی کریں گے۔ مگر سنجیدگی سے سوچیئے کہ کوئی بھی شخص جو کرۂ ارض پر معراجِ انسانی کے عقیدے کا حامل ہو، اپنے لڑکے یا اس عمر کے کسی نوجوان کو یہ مشورہ دے سکتا ہے؟ یا اس کے برعکس وہ اُسے یہ مشورہ دے گا کہ اُسے سب سے پہلے اپنے ذہن کی رسائی کو وسعت دینے کی فکر کرنی چاہیئے اور مال و دولت کو اس مقصد کا محض ایک وسیلہ اور اس کے ماتحت آنے والی ایک شے تصوّر کرنا چاہیئے؟ ہم ان لوگوں کے گن گاتے ہیں اور ان کی زندگی کو دوسروں کے سامنے نمونے کے طور پر پیش کرتے ہیں جنھوں نے غریبی اور افلاس میں تکلیفیں اٹھا اٹھا کر تعلیم حاصل کی۔ یہ حقیقت خود اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کی روح کارشتہ ذہن کی تربیت و تعمیر سے ہے جو تعلیم کے ذریعے حاصل ہوتی ہے نہ کہ دولت مندی اور امیری سے۔

تاریخ کا سبق

آیئے انسانی تاریخ کا ایک سرسری جائزہ بھی لے لیں۔ انسان نے یا عام انسان کو چھوڑیئے مغرب کے انسان کو لیجئے، اُس نے اس وقت جو دوسرے انسانوں پر فوقیت حاصل کر لی ہے اور دولت و ثروت کے اعتبار سے بھی دوسروں سے ممتاز ہے تو یہ کس طرح ممکن ہوا؟ یہ اس لئے ہوا کہ اس نے فطرت کو سمجھنے کی کوشش کی اور اُسے جو علم حاصل ہوا اسے اس نے چاروں طرف پھیلایا۔ اُسے ٹکنالوجی کے میدان میں جو فوقیت اور امتیاز حاصل ہے وہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ اس نے فطرت کو دوسروں کے مقابلے میں بہتر طریقے پر سمجھا اور اس کا علم حاصل کیا۔ یہ سمجھ اور علم اور اس کی اشاعت و تبلیغ جو تعلیم کی روح ہے، پہلے واقع ہوئی، معاشی ترقی اور خوشحالی اس کے بعد آئی یہ مغرب کے انسان کی یا آپ چاہیں تو یوں کہیں کہ بنی نوعِ انسان کی تاریخ کا سبق جس نے اس سبق کو بھلا دیا۔ اس نے سمجھ لیجئے اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مار لی۔

یہ مثالوں کی بنیاد پر قائم کیا ہوا ایک عام اصول ہے جو انفرادی معاملات پر بھی جوں کا توں صادق آتا ہے۔ ہمارے سامنے جدید اقوام کے دو دیوؤں — امریکہ اور روس کی مثالیں بھی ہیں۔ ان دونوں کی تاریخ کے طائرانہ جائزے سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انھوں نے ابتدا ہی سے تعلیم کے اوپر زور دینا شروع کر دیا تھا۔ امریکہ میں گوروں کی سب سے پہلے جو بستیاں آباد ہوئیں، وہ اپنے بچوں اور ساتھ ساتھ بالغوں کی بھی تعلیم کے لئے وسائل مخصوص کر لیا کرتی تھیں۔ سچ پوچھیے تو یہ نظریہ کہ تعلیم سماج کے ہر فرد کا پیدائشی حق ہے امریکنوں ہی کی ایجاد ہے، اور یہ ایجاد اُس زمانے میں ہوئی جب امریکی قوم کے دل میں معاشی پرواز کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ اور امریکہ کے مدبرین کیا بہ لحاظِ خیال اور کیا بہ لحاظِ عمل یہ بات کبھی نہیں بھولے کہ ان کے تصور کے امریکی سماج میں تعلیم کا بڑا اونچا کردار ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جو تعلیم کی اہمیت پر ایمان رکھتے ہیں، ہوریس مان جیسے مفکروں کے الفاظ ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیتے رہیں گے۔

یہی صورتِ حال اشتراکی روس کی بھی ہے۔ اشتراکی لیڈر اس وقت بھی جب کہ وہ خانہ جنگی کی مصیبت میں اُلجھے ہوئے تھے، سب سے پہلے ملک کی آبادی کو خواندہ بنانے کی بات سوچتے تھے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انھوں نے جس آہنی عزم سے کام لیا اس سے آج کی ترقی پذیر قوموں کے لیڈروں کو سبق لینا چاہیے جس وقت اشتراکی لیڈروں نے ملک کے تمام مردوں اور عورتوں کو خواندہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا وہ روسی تاریخ کا وہ زمانہ تھا جب ان کی معاشی تنظیم بے انداز ابتر تھی۔ لیکن اس کے باوجود انھوں نے ۱۹۳۴ء کے آتے آتے ناخواندگی کی کمر توڑ کر رکھ دی جو انھیں زاروں کی حکومت سے ترکے میں ملی تھی۔ معاشی پرواز کا پروگرام اس واقعے کے بعد بہت آگے چل کر سامنے آیا۔

جمود

اس کے برعکس آیئے دیکھیں ان اقوام نے کیا کارنامے کئے ہیں جو تعلیم پر معاشی ترقی کو مقدم رکھتے ہیں؟ میں دوسری قوموں کا نام نہیں لوں گا اس لئے کہ کہیں میری طرف سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے اگرچہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ بہت سی ترقی پذیر قوموں پر صادق آتی ہے۔ ہاں میں اپنے ملک کے بارے میں نہایت صفائی کے ساتھ اظہار خیال کر سکتا ہوں۔ آج حصولِ آزادی کے سترہ سال کے بعد بھی ـــــ سترہ سال وہ مدت ہے جس کے اندر روس نے اپنے یہاں ناخواندگی کا مسئلہ تقریباً مکمل طور پر حل کر لیا تھا ـــــ ہم عالمگیر خواندگی کی منزل سے ابھی کوسوں دور ہیں۔ بات تو یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہم نے اپنے دستور کی دفعہ ۴۵ کے ماتحت ملک کے سامنے جو عہد کیا ہے، اس کی برابر خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اس کی ہمیں ذرہ برابر بھی پرواہ اور شرمندگی نہیں ہے۔ یہی نہیں ہم معاشی جمود کے بھی اسی طرح شکار ہو رہے ہیں جیسے تعلیمی جمود کے ہم اپنے کھسیانے پن کی جھینپ کو یہ کہہ کہہ کر کم نہیں کر سکتے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ بہت سے ناسازگار حالات بہ یک وقت جمع ہو گئے۔ ہم کہتے آئے تھے کہ تاریخ انسانی کی شہادت کے مطابق علم اور تعلیم کا مقام پہلے آتا ہے اور معاشی ترقی کا اس کے بعد۔ تاریخ کے اس دھارے کے خلاف چل کر جن اقوام نے تعلیم کو معاشی ترقی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا، انھیں بالآخر کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ یہ صورتِ حال عیسائی عہد سے پہلے کے مصر میں پیش آ چکی ہے، اور یہی کچھ مسلمانوں کے عہد سے پہلے کے ہندوستان میں واقع ہوا تھا۔ تاریخ کے ان ادوار میں ترقی کا جو معیار تھا، اس کے پیش نظر یہ دونوں ملک خوشحال تھے۔ مگر بعد کو تعلیم کے میدان میں ان کی ناکامی نے انھیں ہر میدان میں پچھے دھکیل دیئے یہاں تک کہ معاشی میدان میں بھی۔

جب کوئی قوم عوام کی تعلیم کو ثانوی حیثیت دے کر اقتصادی خوشحالی پر دم دینے لگتی ہے تو معاشی جمود تو پیدا ہو ہی جاتا ہے، اس کے علاوہ سماج میں دولت کی تقسیم بھی غیر مساوی ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی میں زبردست سماجی ناہمواری کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، اور آگے چل کر اس سے بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مجھے کچھ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہی صورتِ حال ہندوستان میں بھی پیدا ہو رہی ہے۔

ڈھیبر کمیٹی

ڈھیبر کمیٹی کے اوپر کوئی شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ انھیں ہندوستان کے حکمراں طبقے سے کوئی عداوت تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ ڈھیبر کمیٹی ہی نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ہندوستان میں دولت مند لوگ اور زیادہ دولت مند اور غریب

اور زیادہ غریب ہوتے جا رہے ہیں۔ میرے نزدیک یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ ہم بڑی تیزی سے بربادی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اگر حالات یہی رہے تو دس سال کے اندر اندر ہم اپنے آپ کو تباہی و بربادی کے ایک ایسے ماحول میں پائیں گے جو جنگ کی لائی ہوئی تباہی سے کچھ مختلف نہیں ہوگا۔ تباہی و بربادی کے اس امکان کو اگر کوئی چیز ختم کر سکتی ہے تو وہ ہے مساوات کی ایک مضبوط پالیسی جس کا ایک لازمی پہلو عالم گیر خواندگی بھی ہے۔

میں یہ بات صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا منشا حکومت کی عیب جوئی کرنا نہیں ہے۔ حکومت کے ارباب حل و عقد ہندوستان کے ذہین اور دانش مند طبقے کے لوگ ہیں، یہ وہی طبقہ ہے جو قومی آزادی کی جنگ کا ہراول تھا۔ مگر آزادی ملنے کے بعد ہوا یک ایسا ہوا کہ اس کے سامنے نہ کوئی حریف مقابل تھا اور نہ کوئی واضح مقصد۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اندر سے روح جاتی رہی۔ یہ جو میں تجزیہ کر رہا ہوں تو یہ اس ذہین طبقے کی اسی بیماری کا تجزیہ ہے، کسی فرد یا افراد کے کسی گروہ کا نہیں۔

یہ حضرات پوچھیں گے کہ فرض کیجئے ہم مساوات کی پالیسی پر عمل کرنے کا ارادہ کر بھی لیں اور اس کے نتیجے کے طور پر عالم گیر خواندگی کے لئے کام کرنا طے کر لیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہم ایسا کر بھی سکیں گے؟ میرا جواب ہے "جی ہاں ضرور کر سکیں گے"۔

عقل سے کام لینے کی ضرورت

جس وقت ہندوستان کو چینی جارحیت کا مقابلہ کرنا پڑا تھا، اس وقت وزیر مالیات ڈیسائی نے ایک ہی مالی سال کے اندر اندر آٹھ ارب روپئے فاضل جمع کر لئے تھے؛ اور اس سے ملک میں عام طور پر کوئی بے چینی بھی نہیں پھیلی نہ معیبت کا کوئی پہاڑ ٹوٹا بلکہ عام فضا اس کے برعکس رہی۔ آٹھ ارب کی فاضل رقم کسی تعلیمی آدمی نے تعلیمی ڈیولپمنٹ کے لئے آج تک اتنی بڑی رقم کا مطالبہ نہیں کیا۔ معاملہ دراصل نیت اور جوشِ عمل کا ہے، عقل سے کام لینے کا معاملہ۔

ہمارے معاشی نظام میں پیسے کی بربادی کے اتنے امکانات موجود ہیں —— واضح رہے کہ یہ ہمارا نہیں، ہمارے ماہرینِ اقتصادیات کا بیان ہے —— کہ ان کی ذراسی روک تھام کر لی جائے تو اتنی رقم فراہم ہو سکتی ہے کہ تعلیمی ضرورتوں کے لئے جتنی رقم درکار ہے، حکومت اس سے زیادہ دے سکتی ہے۔

نکتے کی بات یہ ہے کہ ترقی پذیر قوموں کے لئے کامیابی کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ کچھ عرصے

کے لئے پوری قوم کو ضروریاتِ زندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک کم سے کم معیارِ حیات کے لئے آمادہ کریں تاکہ دورِ جدید کے شایانِ شان کسی قوم کے لئے جن اداروں کی ضرورت ہوتی ہے ــــ اور جن کی فہرست میں تعلیمی اداروں کی حیثیت کسی سے کم نہیں ہے، وہ ادارے قائم ہو جائیں۔ ایک ایسا سماج جس میں ایک طرف تو مٹھی بھر آدمیوں کو تو جیٹ فنڈ، سٹے بازی ذخیرہ اندوزی یا قیمتیں بڑھانے کی سازشوں کے ذریعے دیکھتے دیکھتے دولت کے ڈھیر جمع کرنے کی آزادی ہو، اور دوسری طرف کروڑوں کی تعداد میں عوام جہالت اور ناخواندگی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں اور انسانی ذہن کی روز افزوں توسیع کی پر جوش تحریک میں حصہ لینے کے اعزاز سے محروم ہوں، ایسے سماج کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے مستقبل کی طرف سے بے خبر ہے اور نوعِ انسانی کے ارتقا میں اُسے جو کردار ادا کرنا چاہیئے اس کی اسے پروا نہیں ہے۔

تعلیم کے لئے سرمایہ حاصل کرنے کا بس ایک ہی اُپائے ہے اور وہ یہ کہ ہر شخص کو ضروریاتِ زندگی کے حسب حال کم سے کم معیارِ حیات اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے، اس سے ہمیں اپنی معاشی ترقی کے لئے بھی رقم مل سکتی ہے۔ معاشی ترقی سے مراد یہ کہ جتنی ترقی ہم بحالتِ موجودہ دکھا سکتے ہیں، اس سے زیادہ کے لئے۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ہم "معاشی پرواز" کی ریس کے پیچھے پاگل نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسری راہ ممکن نہیں ہے۔ رہا خارجی امدادوں کا وسیلہ تو جب تک کوئی قوم مذکورہ بالا راہ پر چل کر اپنی مدد آپ کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اُس وقت تک خارجی امدادوں سے خواہ ان کی افراط ہی کیوں نہ ہو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

جمہوریت کی دُرگت

میں جانتا ہوں کہ میری تجویز کے جواب میں کہا جائے گا "جناب والا زندگی کا ایک کم سے کم معیار سب کے لئے آپ اسی وقت نافذ کر سکتے ہیں جب آپ انسانی وقار اور جمہوریت کا گلا گھونٹنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمیں اس وقت جمہوریت اور اقتصادی (اور تعلیمی بھی) ترقی میں سے ایک چیز منتخب کرنی ہے اور وہ ہندوستان نے منتخب کر لی ہے" سچ پوچھئے تو اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے تا آنکہ ہم دلیل کی جگہ کٹھ حجتی سے کام لینا شروع کر دیں۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں پسندیدہ کون سی چیز ہے؟ عوام کی تعلیم یا چند آدمیوں کے لئے مالدار بلکہ مالدار سے مالدار ہونے کی آزادی؟ جمہوریت کا تقاضا آج کی دنیا میں یہ ہے کہ سماجی طاقت خواہ وہ ریاست کی طاقت ہو یا اکثریت کی ــــ چکی میں انسانی روح کو پیسنا نہیں چاہیئے بلکہ اس کے برعکس ہر فرد کو موقع ہونا چاہیئے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی نشو و نما اور اپنے ہم جنسوں کی فلاح و بہبود کے راستے پر چلتا رہے۔ جمہوری نظامِ معاشرت میں اگر یہ نظر آئے کہ چند افراد کو آرام و آسائش اور فراغت کی زندگی گذارنے کا تو

موقع ہے مگر ان کے ہم جنسوں کی اکثریت اس سے یکسر محروم ہے' تو یہ جمہوریت نہیں، جمہوریت کا ہولناک قسم کا خون ہے۔

دورِ جدید

دورِ جدید کی روح یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں چاہے وہ انفرادی نوعیت کے ہوں یا سماجی نوعیت کے، ذہانت اور عقل سے کام لیا جائے، اور اُسے خالص جذباتیت پر مقدم رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ عقل اور ذہانت سے جتنا ہی زیادہ کام لیا جائے گا اُسی قدر تنظیم و ترتیب کی کیفیت پیدا ہو گی اس لئے کہ عقل و ذہانت کے معنی ہیں نظم و ضبط کے اور نظم و ضبط محض تنظیم سے پیدا ہوتا ہے۔ امورِ انسانی میں جتنی ہی زیادہ تنظیم ہو گی افراد کو اُسی قدر کم "من مانی کرنے" کا موقع ہوگا۔ اس اعتبار سے دیکھئے "لیزے فیر" (من مانی کے اصول) والی جمہوریت دورِ جدید کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔ اس کو ایک ٹھوس مثال سے یوں سمجھئے کہ اگر کسی کسان کو یہ آزادی دے دی جائے کہ وہ اپنے کھیتوں کو جس طرح چاہے جوتے اور جو فصل چاہے پیدا کرے (جو اگر بڑے پیمانے پر ہو تو سوسائٹی کے لئے عذاب بن جائے) ـــــ اور یہ آزادی آپ اسے جمہوریت کے نام پر دیں ـــــ تو میں عرض کروں گا کہ انسانی معاملات میں ذہانت اور عقل سے کام نہیں لیا جا رہا ہے' اور یہ جمہوریت وہ جمہوریت نہیں جو دورِ جدید کے مزاج کے موافق آتی ہے۔ کوئی چیز ہو یہاں تک کہ جمہوریت بھی' اس سے ہمیں اتنی محبت نہیں ہو سکتی جتنی انسان اور اس کے مستقبل سے محبت ہو سکتی ہے۔ اور انسان کا مستقبل اُسی وقت سنور سکتا ہے جب انسانی معاملات میں ذہانت اور عقل سے کام لیا جائے۔ ترقی پذیر اقوام کے مسائل اور ضروریات کے پیشِ نظر۔ اس کا مطلب ہوا قومی زندگی کی ایسی تنظیم کہ ضروریاتِ زندگی کے حسبِ حال ایک کم سے کم معیارِ حیات ہر شخص کے لئے لازمی کر دیا جائے تاکہ قومی وسائل کا کوئی جزو بھی آرام و آسائش اور عیش پرستی پر خرچ نہ ہونے پائے بلکہ تمام کے تمام وسائل تعلیمی، معاشی اور سماجی اداروں کی تعمیر و توسیع کے لئے وقف ہوں ـــــ ایسے ادارے جو دورِ جدید کی ایک قوم کے شایانِ شان ہوں۔

غلط نظریہ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تعلیم کو خالصتہً ایک سودا یا تجارت تصوّر کرنے کا نظریہ جو اس نظریئے سے ماخوذ ہے کہ "معاشی پرداز کو تعلیم پر ترجیح حاصل ہونی چاہئے" اصولاً غلط اور عملاً تباہ کن ہے۔ انسان کی روح معاشیات سے نہیں، علم و فن سے بالیدہ ہوتی ہے۔ کسی قوم کو جس نے تعلیم کو دوسرے درجے کی چیز سمجھا ہو آج تک اقتدار حاصل نہیں ہوا، بلکہ اس کے برعکس جن اقوام نے معیشت کو تعلیم پر مقدم رکھا ہے، انھیں زمانۂ قدیم میں خوشحا

نصیب ہوئی نہ دورِ جدید میں۔ اگر ترقی پذیر قومیں اپنے اقتصادی حوصلوں کو ایک مقررہ حد سے آگے نہ بڑھنے دیں تو ان میں سے بیشتر کو اتنا سرمایہ میسر آسکتا ہے کہ اس میں عالمگیر خواندگی کے لئے بھی گنجائش نکل سکتی ہے اور ایک مناسب حد تک محدود اقتصادی ترقی کے لئے بھی ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ سماج میں جو پیسے اور محنت کی مد بادی ہوتی ہے، اُسے روک دیا جائے، یعنی یہ کہ پوری آبادی کو ایک ادنی سے ادنی معیار حیات جو ضروریات زندگی کے لئے کفالت کرے، اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ انتظام کسی حالت میں نہ جابرانہ ہوگا نہ غیر جمہوری بلکہ سماجی ترقی کے کام کی تنظیم میں ذہانت اور عقل کی کارفرمائی پر محمول کیا جائے گا۔ غرض اس وقت ملک کو ضرورت ہے اُس جمہوریت کی جو دورِ جدید کے مزاج کے موافق آتی ہے، اور یہ جمہوریت اُسی وقت وجود میں آسکتی ہے جب انسان کے مادی معاملات میں ذہانت اور عقل سے زیادہ سے زیادہ جہاں تک ممکن ہو، کام لیا جائے۔

ڈاکٹر ٹی ۔ اے ۔ کوشی
ڈائرکٹر نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سینٹر
نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن حکومتِ ہند

ایک ترقی پذیر ملک میں خواندگی کی اہمیت

ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں خواندگی کی اہمیت اور ضرورت دن پر دن بڑھتی جارہی ہے ۔ یہ بات مدت ہوئی تسلیم کی جاچکی ہے کہ خواندگی اور فی کس آمدنی کے درمیان بہت گہرا رشتہ ہے (یعنی اگر خواندگی کا اوسط اونچا ہوگا تو اسی کے بقدر فی کس آمدنی کا اوسط بھی اونچا ہوگا) چنانچہ معاشی ارتقا کے عمل میں "انسان" کی قدر و قیمت پر اب زیادہ سے زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے ۔ اور صاف سی بات ہے کہ کسی ترقی پذیر ملک میں پیدائش دولت کے عمل میں سب سے زیادہ جس چیز کی اہمیت ہے وہ ہے کام کرنے والوں کی تعداد اور نوعیت ۔ کام کرنے والوں کی کارکردگی اور دولت آفر کی قوت معاشی ارتقا کے لئے شرط لازم کا حکم رکھتی ہے ۔ اس بات کے پیش نظر خصوصاً اس زمانے میں جبکہ سائنس اور ٹکنالوجی کا استعمال بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ جب تک خواندگی کا رواج عام نہیں ہوگا اس وقت تک یہ شرط بھی پوری نہیں ہوسکتی ۔ تیسرے پنج سالہ پلان کے نتائج کی جو جانچ کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ زرعی اور صنعتی پیداوار کو آگے بڑھانے کی غرض سے جو پروگرام نافذ کئے گئے تھے ان میں سے بعض میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی ہے ۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پروگراموں میں "انسان" کو جو پارٹ ادا کرنا چاہیئے اس کی یہاں کے "انسان" میں اہلیت نہیں ہے ۔ عوام کی بھاری اکثریت کی ناخواندگی اور مزید تعلیم (فرور ایجوکیشن) کی سہولتوں کی عدم موجودگی اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں ۔ اس سلسلے میں جو حقیقتیں بالکل صاف اور واضح ہیں ان میں یہ بات بھی اہم ہے کہ اگر ملک کو اقتصادی ترقی کی راہ پر ڈالنا ہے تو اس کے باشندوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے ۔ منصوبے اور پلان بنا کر معاشی ترقی کے پروگراموں کو شروع ہوئے تیرہ سال گذر گئے لیکن اب بھی ناخواندگی کی بیخ کنی میں کامیابی نہیں ہوسکی ۔ ہم نے کارخانے پر کارخانے قائم کرلئے، اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں فراہم کرنے میں

تیزی دکھائی لیکن اگر خواندگی کی صورتِ حال پر نظر کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس معاملے میں پست کے پست ہی رہے حالانکہ جز یہ ہے کہ آج تک دنیا کا کوئی ملک خواندگی کے اوسط کو اونچا کئے بغیر معاشی ترقی میں تیزی کے ساتھ کامیاب نہیں ہوا ہے۔

معاشی ترقی کا دارومدار زیادہ تر دو چیزوں پر ہوتا ہے: انسانی عمل اور غیر انسانی عمل۔ دنیا کے مختلف ممالک کے مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ معاشی ترقی کے پروگرام میں "انسانی عمل" کا پچاس فی صدی زیادہ دخل ہوتا ہے۔ پلاننگ اور منصوبہ بندی سے صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ "انسان" کے ڈیولپ منٹ اور ارتقا کے لئے سہولتیں اور عوامل بہم پہنچا دے مگر ان سہولتوں اور عوامل کا فائدہ تو اسی وقت ظاہر ہوگا جب عوام ان کا خیر مقدم کریں اور ان میں ان سے استفادہ کرنے کی صلاحیت اور اُمنگ ہو۔ یہ بڑی اہم شرطیں ہیں اور یہی وہ پہلو ہے یعنی ان عوامل اور سہولتوں کا خیر مقدم کرنا اور اُن سے مستفید ہونے کا ذوق اور جذبہ جس کے اثر سے "انسان" اس قابل ہوتا ہے کہ معاشی ترقی کے عمل میں بڑے حصہ دار کا کردار ادا کر سکے۔ اس اصول پر منطبق کر کے دیکھئے تو نظر آئے گا کہ قومی پلانوں اور ترقی کے بڑے بڑے منصوبوں کا ذوق و شوق سے استقبال کرنے کے لئے جو چیزیں انسان کو تیار کرتی ہیں، ان میں تعلیم بہ منزلہ شرط کے ہے۔ مثال کے طور پر زرعی پیداوار کو لیجئے۔ یہ بات بارہا مشاہدے میں آ چکی ہے کہ ناخواندہ کسانوں کے مقابلے میں پڑھے لکھے کسان کھیتی کے کام میں نئے نئے اور ترقی یافتہ طریقوں کو اختیار کرنے میں زیادہ آگے رہتے ہیں؛ اور اسی اعتبار سے منافع بھی زیادہ کماتے ہیں۔ جو کسان پڑھنے لکھنے کا فن جانتے ہیں، وہ کتابوں، خبرناموں اور دوسرے مطبوعہ مواد کے ذریعے کھیتی کی نئی نئی باتیں اور دوسری ضروری معلومات حاصل کر لیتے ہیں جس کے نتیجے کے طور پر ان کے یہاں پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خواندہ کسان اپنی کھیتی سے متعلق حساب کتاب اور دوسری یادداشتیں رکھ سکتے ہیں اور ان کی بنیاد پر کم خرچ میں زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی تدبیریں سوچ سکتے ہیں۔

عام طور پر معاشی ترقی اور خواندگی کے درمیان تین بڑے رشتے ہوتے ہیں۔ معاشی ترقی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ عوام میں اچھی زندگی گزارنے کا شوق اور اسے پیدا کرنے کے لئے وسائل کی جستجو ہو۔ ہمارے عوام میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن میں اچھی زندگی کے شوق اور وسائل کی جستجو کا جذبہ مفقود ہے۔ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اچھی زندگی کا بہ لحاظ غذا، بہ لحاظ رہائش بہ لحاظ تعلیم، بہ لحاظ صحت اور بہ لحاظ تفریح و تماشہ کیا مطلب ہوتا ہے، اور صرف یہی نہیں کہ انھیں ان باتوں کا علم ہونا چاہئے بلکہ اسی کے ساتھ ان کے دل میں یہ چیزیں حاصل کرنے کی تڑپ بھی ہونی چاہئے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ ان میں پوری پوری تحریک کارفرما ہونی چاہئے۔

دوسری بنیادی شرط معاشی ترقی کے پروگرام میں کامیاب ہونے کی یہ ہے کہ لوگوں میں پیداوار کے نئے نئے

طریقے اختیار کرنے کا شوق اور ولولہ ہو یہ نہیں کہ فرسودہ اور روایاتی بندشوں میں بندھے پڑے رہیں۔ غرض اگر معاشی ترقی مقصود ہے تو عوام کے لئے لازمی ہے کہ وہ سوچ بچار اور عمل دونوں میں سائنٹفک راہ اور ایسا طرزِ عمل اختیار کریں جسے عقل تسلیم کرے اور اسی کے ساتھ نئے نئے کام اور نئے نئے تجربے کرنے کے لئے آمادہ رہیں۔

تیسری بنیادی شرط۔ معاشی ترقی کے لئے صحیح قسم کے "انسان" تیار کرنے کے سلسلے میں یہ اصول لازمی طور پر پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ وہ معاشی ترقی کے لئے جو کچھ بھی کرے اس کے پیچھے تاجرانہ نقطۂ نظر اور کاروباری طرزِ عمل کی کارفرمائی ہو۔ جب کام کرنے والے کے دل میں تاجرانہ نقطۂ نظر کی نشوونما ہوگی تو اس کے اندر حساب کتاب بٹھانے کی خو، اندازہ اور تخمینہ لگانے کی عادت، نفع نقصان کا خیال اور خرچ کے مقابلے میں آمدنی کرنے کی فکر غرض ہر چیز اپنے آپ پیدا ہو جائے گی۔ ان سب اوصاف کے لئے معلومات اور پڑھنے لکھنے کی صلاحیت کا ہونا ظاہر ہے۔ خواندگی علم کے خزانے تک پہنچنے کا ایک آلہ ہے جو ترقی کے حق میں گویا ایک تازیانۂ شوق ثابت ہوتی ہے۔

خواندگی اور سماجی ترقی

معاشی ترقی کی طرح سماج میں پسندیدہ اور صحت مند تبدیلیاں بروئے کار لانے اور انھیں صحیح راہوں پر ڈالنے کے کام میں بھی خواندگی کا کردار بہت اہم ہے۔ سماجی ترقی کے معاملے میں بھی لوگوں کے اندر عقل کے معیار پر پورا اترنے والا طرزِ عمل پیدا کرنا اُسی قدر ضروری ہے جس قدر معاشی ترقی کے میدان میں ضروری ہے۔ یہاں بھی قدرت کے کمالات، قوانین اور اُس کی کرشمہ سازیوں کی تحقیق دریافت کرنا اور پھر اس علم اور تحقیقات کو نوعِ بشر کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنا ضروری ہے۔ عقل کے معیار پر پورا اترنے والے طرزِ عمل کے علاوہ فرد کے اوپر سماج کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کا احساس بھی ہونا ضروری ہے۔ اس بات کا احساس کہ جب تک دل میں ان ذمہ داریوں کا احترام نہیں پیدا ہوگا اس وقت تک سماجی زندگی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ منظور ہے کہ پنچایتی راج کے ادارے اور امدادِ باہمی کی انجمنیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں تو ضروری ہوگا کہ "عامۃ الناس" کو خواندہ بنایا جائے۔ خواندگی سے یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ "ہم نے جو کوشش کی تھی اس میں کامیاب ہو گئے" اور اس کے ساتھ یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے کہ اگر آدمی لگن کے ساتھ اپنی ترقی کی کوشش کرے تو یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔

نئی نئی جمہوریت میں شہریوں کے لئے لازمی ہوتا ہے کہ وہ پبلک سے متعلق مختلف امور و معاملات کو خوب سمجھیں اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں حالات و واقعات کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ سماجی معاملات میں عملی اور معروضی طرزِ عمل اختیار کرنا جمہوریت کے استحکام کے لئے ناگزیر ہے۔ رائے عامہ میں طاقت اور اثر اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب جمہور کی بڑی تعداد سوچنے کی

صلاحیت رکھتی ہو اور عوامی امور و معاملات کے متعلق حالات و واقعات کی روشنی میں رائے قائم کر کے اس کا بے جھجک اظہار کر سکتی ہو۔ خواندہ شخص کا کتب و رسائل کے وسیلے سے پوری دنیا سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھئے تو ایک صحت مند اور طاقت ور رائے عامہ کی تخلیق میں خواندگی کا بڑا زبردست ہاتھ ہے۔ ناخواندہ شخص مشکل ہی سے سمجھ سکتا ہے کہ اس کے اپنے ملک میں اور ملک سے باہر کیا واقعات و حادثات رونما ہو رہے ہیں حالانکہ یہ واقعات و حادثات خود اس کی اپنی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

بالغوں کی خواندگی سے عام تعلیم کو بھی فروغ ہوتا ہے۔ مگر اس حقیقت کو اکثر اوقات بھلا دیا جاتا ہے۔ کوئی خواندہ ماں یا باپ یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے بچے ناخواندہ رہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر بالغوں کی خواندگی بچوں کی تعلیم کی توسیع کا ایک یقینی وسیلہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہئے کہ خواندگی اور تعلیم کی توسیع سماجی خدمت کا کام نہیں ہے، یہ دراصل انسانی وسائل کے ڈیولپمنٹ کا ایک اچھا سودا ہے جس کا منافع ملک کی ہمہ گیر ترقی کے ایک کارآمد آلہ کار ذہین اور سمجھ دار انسان کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پائلٹ پروجیکٹ

ہندوستانی اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک میں یہ بڑی حوصلہ افزا بات ہے کہ اگلے چند سال تک ملک کے مختلف علاقوں میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے چند پائلٹ پروجیکٹ شروع کئے جانے والے ہیں۔ ابھی حال میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر جو نیشنل اسٹڈی گروپ نئی دہلی میں منعقد ہوا تھا اس کی رپورٹ میں ان پروجیکٹوں کی تفصیلات دے دی گئی ہیں۔ ان تفصیلات میں بتایا گیا ہے کہ ان پروجیکٹوں کے عام اور خاص مقاصد کیا ہوں گے، سائز کیا ہوگا، طریقِ کار کیا ہوگی، تنظیم اور انتظامی ڈھیچر کی کیا شکل ہوگی، ان کے اوپر خرچ کا کیا تخمینہ ہے اور وہ کیسے پورا کیا جائے گا وغیرہ۔ ان پائلٹ پروجیکٹوں سے جو تجربہ حاصل ہوگا اس سے ناخواندگی کو ختم کرنے کے قومی پروگرام میں بڑی بڑی مدد ملنے کی امید ہے۔

شری شانگ رام پاٹھک
گرام سیوا سنگم نئی دہلی

غذائی قلت کا ایک حل ـ گاؤں کے بالغوں کی تعلیم

ابھی کچھ دن پہلے بمبئی میں بین الاقوامی ڈیموکریٹک کانگریس کا ایک عظیم الشان اجلاس ہوا تھا۔ اس کانفرنس کے اہتمام میں "غذا اور صحت" کے موضوع پر ایک سمپوزیم بھی منعقد کیا گیا تھا۔ اس سمپوزیم میں پلاننگ کمیشن کے نمائندے، وزیر غذا، بین الاقوامی زراعتی و غذائی انجمن (FOOD AND AGRICULTURAL ORGANISATION) عالمی صحتی انجمن (WORLD HEALTH ORGANISATION) بچوں کی عالمی انجمن، گرام سیوا سنگم اور کیتھولک آرگنائزیشن جیسی بہت سی انجمنوں نے شرکت کی۔

سمپوزیم میں اس موضوع پر مختلف نقطۂ نظر کی نمائندگی کرنے والے جتنے مقالے موصول ہوئے تھے ان میں اس موضوع پر واقعات و حقائق اور اعداد و شمار کی شکل میں بیش بہا معلومات موجود ہیں۔

اس سمپوزیم میں ان سب اہم مقالات اور اعداد و شمار کے ساتھ سب سے اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ

(۱) دیہی نظام تعلیم میں اور قومی نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلی لائے بغیر اور بڑے پیمانے پر عوامی تعلیم کا عالم گیر منصوبہ شروع کئے بغیر غذائی قلت کا سوال حل نہیں ہو سکتا ہے۔

"غذائی پیداوار میں جو لوگ لگے ہوئے ہیں ان کو اگر فی ایکڑ اوسط پیداوار بڑھانے کے طریقوں سے واقف نہیں کرایا جاتا ہے تو غلے کی پیداوار بڑھانے والے منصوبے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہندوستان میں جو تعلیمی کمیشن مقرر ہوا ہے وہ اس کا حل تلاش کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے اس کا ہمیں بے چینی سے انتظار ہے۔"

(شری بی۔ آر۔ سین ڈائرکٹر جنرل ایف۔ اے۔ او)

غذائی پیداوار بڑھانے کا کام عام آدمیوں کے ہاتھ کا کام ہے۔ گاؤں میں رہنے والے سیدھے سادے آدمی

جو کھیتی کا کام کرتے ہیں، یہ باتیں ان کی سمجھ میں آئیں بھی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے صرف غلے پر زندہ رہنے کا رواج بدلے بغیر نہ غذا کی کمی کا مسئلہ ختم ہو سکتا ہے اور نہ کھانے میں غذائیت بڑھانے کا سوال ہی حل ہو سکتا ہے۔ یہ ہے خالص عوامی تعلیم کا کام۔ خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کا کام بھی عوامی تعلیم کے میدان میں آتا ہے۔

اس کانفرنس میں یہ فیصلہ بھی ہوا ہے کہ نئے ابھرتے ہوئے ملکوں میں صرف غلے پر زندہ رہنے کا رواج پھیلا ہوا ہے، اس میں بنیادی تبدیلی لائے بغیر غلے کی کمی کا سوال حل نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کی روزمرہ کی خوراک میں کوئی نئی تبدیلی لے آنا اور سب کو اس کی واقفیت کرانا بھی ایک دشوار طلب سوال ہے اور اس سوال کا واحد حل یہ ہے کہ عوامی تعلیم کی ایک ہمہ گیر اسکیم شروع کی جائے۔ اس سلسلے میں غور و فکر کرنے والوں اور عوامی تعلیم کا پروگرام چلانے والے لوگوں کو بھی اس طرف توجہ دلانی ضروری ہے۔

* * * *

دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی یعنی تقریباً ۱۰۰ کروڑ آدمیوں کو پوری غذائیت والی خوراک نہیں مل پاتی ہے۔ آج کی دنیا عالم گیر برادری کے جس اعلیٰ نصب العین پر پہنچ چکی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ غذائیت کی یہ کمی اور انسان انسان کے درمیان کا یہ فرق فوراً دور کیا جائے۔

اس حیثیت سے سمپوزیم نے یہ بات طے کی کہ دنیا میں سماجی اصلاح و ترقی کے سلسلے میں جو کوششیں اس وقت جاری ہیں، ان میں اس پروگرام کو سب پر فوقیت حاصل ہونی چاہیئے۔

کسی ملک کی پیداوار اسی وقت بڑھ سکتی ہے جب کہ عام آدمیوں کو غذائیت سے بھرپور خوراک ملے۔ اور اس لئے نئے ابھرتے ہوئے ملکوں میں پیداوار بڑھانے اور زندگی کا معیار اونچا اٹھانے کا پروگرام اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک کہ لوگوں کو غذا میں پوری غذائیت اور کیلوریز نہیں بہم پہنچائی جاتی ہے۔ یعنی یہی وہ پروگرام ہے جس پر ملک کی ترقی اور خوشحالی کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

> جرمنی کا تجربہ ہے اور اب اڑیسہ میں بھی یہی بات دیکھی گئی ہے کہ لوگوں کو پوری غذا نہ ملنے سے ان کی کارکردگی آدھی رہ جاتی ہے۔ جرمنی میں لوہے کی پیداوار گھٹ گئی تھی، جب لوگوں کو غذائیت سے بھرپور خوراک ملنے لگی تو لوہے کی پیداوار بھی بڑھ گئی۔"

* * * *

یہ جو بڑے پیمانے پر فرٹیلائزر یس باہر سے منگانے اور کارخانوں میں بنانے کا کام غلے کی پیداوار بڑھانے کا واحد حل تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہمارے اس ملک میں جو اسی ایک نسخے پر ترقی کے سارے منصوبوں کو ٹیکا جا رہا ہے اس کے بارے میں بھی سائنسی تحقیق کے ایک ممتاز ادارے نے تحقیق کر لی ہے۔

اس نے اپنی رپورٹ اس سمپوزیم کے سامنے پیش کی تھی۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ "گذشتہ دس سال میں فی ایکڑ پیداوار نہیں بڑھی ہے" یعنی بڑی بڑی فرٹیلائزر فیکٹریوں اور امریکہ جیسے ملکوں کی لمبی چوڑی امداد دھرتی کی اُپج بڑھانے میں ناکام رہی ہے۔ ہم نے کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ جو کھاد آج کھیتوں میں ڈالی جا رہی ہے، ہماری دھرتی میں اُس کے اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے بھی یا نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہماری دھرتی میں اس وقت جو سب سے بڑی کمی ہے وہ ہے آرگینک میٹر کی کمی۔ اس کمی کو پورا کرنے پر پوری توجہ دیئے بغیر یہ جو فرٹیلائزر کے بڑے بڑے کارخانے قائم کرنے اور باہر سے منگانے کا رواج بڑھ رہا ہے، اس سے نہ تو اب تک کوئی فائدہ پہنچا ہے اور نہ آئندہ کوئی فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔

یہ جو پروٹین کی اتنی بڑی کمی اس ملک میں ہے اس کو پورا کرنے کے لئے ایک ادارے نے یہ تجویز رکھی ہے کہ اس ملک میں دھان کو صاف کرنے کے لئے "ہلر میتھڈ" کے بجائے "شیلر میتھڈ" اختیار کیا جائے تو اس سے ملک کو ۵۰ لاکھ ٹن غذائیت سے بھرپور اجزاء حاصل ہو سکیں گے۔ تقریباً دو لاکھ ٹن پروٹین، ہزاروں ٹن کیلشیم، ہزاروں ٹن فاسفورس، ہزاروں ٹن وٹامن بی وغیرہ وغیرہ مندرجہ ذیل نقشے سے اس کی مقدار کا اندازہ ہو جائے گا۔

پروٹین	۲ر۰۳ر۴۹۰ ٹن	فاسفورس	۱ر۰۱ر۴۰۰ ٹن
کیلشیم	۲ر۰۰۰ ٹن	فولاد	۶۸۱ ٹن
نکوٹنک ایسڈ	۹٫۵ ٹن	وٹامن بی	۱۱۷ ٹن

اسی ادارے نے مندرجہ ذیل اعداد و شمار کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ مونگ پھلی اور سویابین کے دودھ پروٹین اور دوسرے غذائی اجزاء کی کمی کو پورا کرنے میں کام آسکتے ہیں:—

غذائیت کے اجزاء	سویابین کے دودھ میں	مونگ پھلی کے دودھ میں	گائے کے دودھ میں
پروٹین	۴٫۲	۳٫۰	۳٫۲
چربی	۲٫۴	۵٫۲	۴٫۹
کاربوہائیڈریٹ	۳٫۲	۳٫۱	۴٫۶
کیلشیم	۰٫۰۸	۰٫۱۱	۰٫۱۱
فاسفورس	۰٫۱۰۴	۰٫۱۰۲	۰٫۰۷

غذائیت کے اجزاء	سویابین کے دودھ میں	مونگ پھلی کے دودھ میں	گائے کے دودھ میں
لوہا	۱٫۲	۱٫۱۴۷	۰٫۲
کیلوریفک مقدار	٫۵۱	۰٫۷۱	۰٫۷۵
تھیامائن	۰٫۴۲	۰٫۰۸۵	۰٫۴۵
ربو فلیون	۰٫۰۴	۰٫۰۳	۰٫۱۷
گلٹونک ایسڈ	۰٫۲۴	۱٫۱۱	۰٫۱۰

نتیجۂ بحث

(۱) سمپوزیم میں جو بھی مقالات آئے، اور جو ماہرین شریک ہوئے، ایف۔ اے۔ او کے ڈائرکٹر جنرل، ملک کی بہت سی مشنری انجمنیں اور تعمیری کاموں میں لگی ہوئی انجمنیں وغیرہ — ان سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اس پروگرام پر پوری محنت اور توجہ سے کام کرنے اور اجتماعی طور پر کوشش کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

(۱) یو۔ این۔ او (بین الاقوامی انجمن) نے عالمی سطح پر بالغوں کی خواندگی کی تحریک شروع کرنے کا جو حوصلہ دکھایا ہے وہ اس بڑے پروگرام کو پورا کرنے میں بڑی حد تک مددگار ہو سکتا ہے؛ اگر بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا کام کرنے والے اس سوال کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اسے اپنے تعلیمی پروگرام کی بنیاد بنائیں اور اس کے مطابق خواندگی کے طریق کار اور کتابیں اور دوسرے تعلیمی سامانوں کو ڈھال لیں۔

(۲) لوگوں کی غذائیت کو بہتر بنانے کا کام کرنے والے اداروں اور حکومتوں نے اپنے اہتمام میں اس کام کے لئے جو رقمیں مخصوص کی ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ ان کا ایک چوتھائی حصّہ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کے لئے وقف کر دیں۔

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن پر

نیشنل اسٹڈی گروپ

۲۱ تا ۲۶ ستمبر ۱۹۶۴ء

(وگیان بھون نئی دہلی)

حصہ اول

مختصر رپورٹ اور خاص سفارشات

۱۔ مختصر رپورٹ

۲۔ خاص سفارشات

حصّہ اوّل

مختصر رپورٹ اور خاص سفارشات

ا۔ مختصر رپورٹ

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے موضوع پر نیشنل اسٹڈی گروپ ۲۱ سے ۲۶ ستمبر ۱۹۶۳ء تک وگیان بھون نئی دہلی میں منعقد ہوا۔ اس کے ڈائرکٹر نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ٹی۔ اے کوشی تھے۔ یہ اسٹڈی گروپ وزارت تعلیم نیشنل کاؤنسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹرننگ اور یونیسکو کے مشترک اہتمام میں منعقد ہوا اور اس کا افتتاح وزارت تعلیم کے سکریٹری اور ایجوکیشنل ایڈوائزر شری پی۔ این کرپال نے فرمایا۔

اس حلقۂ مطالعہ (اسٹڈی گروپ) میں وزارت تعلیم حکومت ہند، کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور کوآپریشن کی وزارت، نیشنل کاؤنسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، پلاننگ کمیشن، دس ریاستی حکومتوں تین مرکزی علاقوں) اور دو یونیورسٹیوں کے نمائندے شریک تھے۔ ان سرکاری نمائندوں کے علاوہ یونیسکو کے بھیجے ہوئے چار اور وزارت تعلیم کے مدعو کئے ہوئے دو مشیران خصوصی اور چند غیر سرکاری اداروں کے نمائندوں نے بھی حصّہ لیا تھا۔

اسٹڈی گروپ کے عام اجلاس میں سب سے پہلے بحث کا ایجنڈا اور پروگرام منظور کیا گیا اور تین ماتحت گروپوں کے لیڈروں اور رپورٹیں تیار کرنے والوں کا انتخاب عمل میں آیا جس کی تفصیل یوں ہے:

گروپ نمبر ایک	لیڈر	شری جے۔ سی۔ ماتھر
گروپ نمبر دو	لیڈر	سردار سوہن سنگھ
گروپ نمبر تین	لیڈر	شری ڈی سرما
رپورٹ تیار کرنے والے		۱۔ شری این۔ آر۔ گپتا اور ۲۔ شری این۔ اے۔ انصاری

اسٹڈی گروپ نے حسب ذیل امور کے بارے میں بحث کی جو چھ خاص دفعات پر مشتمل تھا:

۱- ہندوستان میں ناخواندگی کی موجودہ کیفیت اور مسئلے کی اہمیت

۲- ملک کی ہمہ گیر سماجی اور اقتصادی ترقی کے موجودہ پروگرام میں خواندگی کی حیثیت

۳- بالغوں کی خواندگی اور تعلیمی منصوبہ بندی

۴- بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام میں مختلف اداروں اور سنستھاؤں کا کردار

۵- خواندگی، اطلاع رسانی کے عوامی وسائل اور موادِ مطالعہ کا باہمی تعلق

۶- بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پائلٹ پروجیکٹ

ان امور سے متعلق مفصل ورکنگ پیپر پہلے سے تیار کر لئے گئے تھے اور نمائندوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے۔

دورانِ بحث میں دو بنیادی لیکچر بھی ہوئے جن میں سے ایک پلاننگ کمیشن کے ممبر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ کا تھا جو ایجنڈا کی دوسری اور تیسری دفعات سے متعلق تھا اور دوسرا آل انڈیا ریڈیو کے سابق ڈائرکٹر جنرل شری جے۔ سی ماتھر کا تھا جس کا تعلق ایجنڈا کی دفعہ ۵ سے تھا۔ ان مقالہ نگاروں کے علاوہ یونسکو کے بھیجے ہوئے مشیر خصوصی پروفیسر بلے ٹامس نے دفعہ ۲ سے اور مسٹر جان باورز نے دفعہ ۶ سے متعلق تقریریں کیں۔

اسٹڈی گروپ تین ماتحت گروپوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ہر گروپ نے ایجنڈے کی پہلی سے پانچویں تک تمام دفعات پر الگ الگ غور و فکر کیا اور بڑے اچھے خیالات اور سفارشات پیش کیں۔ (ان خیالات و سفارشات کے مربوط و مشترک نتائج اس شمارے میں شائع کئے جا رہے ہیں۔)

عام اجلاس میں تمام نمائندوں نے ایجنڈے کی دفعہ ۶ پر جو بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پائلٹ پروجیکٹوں سے متعلق تھی مل کر غور و فکر کیا۔ یہ پائلٹ پروجیکٹ تو مختلف نوعیت کے علاقوں کے لئے مختلف خصوصیات لئے ہوئے تجویز کئے گئے ہیں، لیکن اس عام اجلاس میں حسب ذیل پانچ خصوصیات ایسی قرار پائیں جو ہر پائلٹ پروجیکٹ میں مشترک ہوں گی۔

۱- یہ دریافت کرنا کہ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا یہ مفصل طریقۂ کار سماجی اور معاشی ترقی کے پروگرام میں کس طرح اور کس حد تک مفید و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

۲- بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے مختلف طریقوں اور ذرائع تعلیم کا تجربہ کرنا

۳- اس طرح کے پروگرام میں کام آنے والے سامان تعلیم اور کارکنوں کی تیاری

۴- کارآمد خواندگی (فنکشنل لٹریسی) اور اڈلٹ ایجوکیشن کے ایک جامع پروگرام پر جو کچھ خرچ آسکتا ہے، اس کا

تعین کرنا اور

۵۔ ان پروجیکٹوں سے جو تجربہ حاصل ہو اس کی روشنی میں عوامی ناخواندگی کی بیخ کنی اور تسلسلی تعلیم کے نظام کے لئے ایک قومی پیمانے کا پروگرام مرتب کرنا۔۔

اس کے بعد اسٹڈی گروپ پھر تین ماتحت گروپوں میں تقسیم ہو گیا اور ہر گروپ نے پائلٹ پروجیکٹ کے لئے اپنے اپنے طور پر حسب ذیل خصوصیتوں کے ۹ علاقے تجویز کئے اور پروجیکٹ کے بارے میں اپنی اپنی سفارشات مرتب کیں۔ ان سفارشات کی بنیاد پر ہر مخصوص علاقے کے پروجیکٹ کا ایک خاکہ مشترک طور پر منظور کیا گیا جو اس شمارے میں شامل کیا جا رہا ہے۔ پروجیکٹوں کے لئے مجوزہ ۹ علاقے اور ان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ "پیکیج" پروگرام والے دیہی علاقے کا پروجیکٹ

۲۔ صنعتی پروگرام والے دیہی علاقے کا پروجیکٹ

۳۔ کواپریٹیو ڈیولپمنٹ والے دیہی علاقے کا پروجیکٹ

۴۔ ایسے دیہی علاقے کا پروجیکٹ جہاں اقتصادی ترقی کا کوئی پروگرام نہیں ہے

۵۔ صنعتی ماحول والے شہراتی علاقے کا پروجیکٹ

۶۔ ندی گھاٹی والے علاقے کا پروجیکٹ

۷۔ کوئلے کی کان والے علاقے کا پروجیکٹ

۸۔ چائے کے باغات والے علاقے کا پروجیکٹ

۹۔ قبائلی علاقے کا پروجیکٹ۔

۲۔ اسٹڈی گروپ کی خاص سفارشات

۱۔ حکومت کی طرف سے خواندگی کے حق میں ایک واضح اور دو ٹوک "قومی پالیسی" کا اعلان کیا جانا چاہیے جس م
صاف صاف وضاحت ہو کہ اتنی اتنی مدت میں اتنے اتنے اَن پڑھ بالغ خواندہ بنائے جائیں گے اور فلاں فلا
اداروں اور ایجنسیوں کے اوپر اس کام کی ذمّے داری ہو گی۔

۲۔ اس مقصد کے لیے مناسب مقدار میں سرمایہ فراہم کیا جانا چاہیے۔

۳۔ اس کام کے لئے پروگرام ایسا بنایا جائے اور لیاقت کا اتنا اونچا اور مؤثر معیار مقرر کیا جائے کہ اس کے ات
سے لوگوں میں حصولِ خواندگی کے لئے جوش اور ولولہ پیدا ہو اور ملک میں ایسی فضا تیار کی جائے کہ لوگ اپنی خوا
کی لیاقت کو اچھی طرح کام میں لانے کے لئے مجبور ہو جائیں۔

۴۔ خواندگی کی تعلیم کو ایک طرف سیکھنے والے کے پیشے اور روزگار اور اس کی شخصیت کے تخلیقی امکانات سے مربوط
کیا جانا چاہیے۔ اور دوسری طرف اس کا ربط اس کی گھریلو زندگی، صحت اور غذا کے مسائل اور اسی طرح کی
دوسری ضروریاتِ زندگی سے بھی قائم کیا جانا چاہیے۔

۵۔ جس حد تک ممکن ہو، صنعتی مزدوروں کی خواندگی کے پروگرام ان کے کام سے مربوط کئے جائیں اور خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن
کے پروگراموں کی ترتیب و تشکیل میں "کام کو مرکز بنا کر" سیکھنے کا اصول اختیار کیا جائے۔ پڑھانے کے لئے ا

طریقۂ تعلیم پر عمل کیا جائے جس کے مطابق کسی "مسئلے" کو محور بناتے ہیں جس کے گرد پڑھائی کا سارا عمل گردش کرتا ہے اور جسے تعلیمی اصطلاح میں "پرابلم اپروچ" کہا جاتا ہے۔

۶۔ خواندگی اور اوڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام میں "گروپ ڈسکشن" (مل جل کر بحث و تمحیص کے ذریعے نتائج پر پہنچنے) اور "گروپ ایکشن" (مل جل کر کام کو پورا کرنے کی ٹکنیک کو شامل کیا جانا چاہیئے تاکہ بالغوں میں ان طریقوں کی عادت اور مشق سے دورِ جدید کے جمہوری سماج میں اپنے فرائض کو بحسن وخوبی اور مؤثر طریقے پر انجام دینے کی صلاحیت پیدا ہو۔

۷۔ خواندگی اور اوڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام میں تسلسلِ تعلیم کی معقول گنجائش ہونی چاہیئے اور اس کے لئے مختلف تدبیریں جیسے جانچے اور پرکھے ہوئے موادِ مطالعہ کی فراہمی، منظم قسم کی لائبریری سروس، اوڈلٹ اسکول، جنتا کالج اور روزی یا پیشہ پیشوں کی ٹریننگ کے نصاب اور مراسلاتی کورس وغیرہ۔ اختیار کی جانی چاہئیں۔

۸۔ تعلیم دینے کے عوامی وسائل جیسے ریڈیو اور ٹیلی وژن ہیں، ان سے خواندگی کی ابتدائی منزل میں تبلیغی مہم اور تسلسلِ تعلیم کی "پبلسٹی" دونوں مقصدوں کے لیے اچھی طرح اور زیادہ سے زیادہ کام لیا جانا چاہیئے۔

۹۔ خواندگی اور اوڈلٹ ایجوکیشن کے آرگنائزروں، نگرانوں اور ٹیچروں کی معقول ٹریننگ ہونی چاہیئے تاکہ پڑھانے اور نگرانی کرنے کے دونوں کام مستعدی سے نتیجہ بخش طور پر انجام پائیں۔

۱۰۔ ہندوستان بہت لمبا چوڑا ملک ہے۔ اتنے بڑے ملک میں لوگوں کی مقامی روایات اور پڑھنے والوں کی ضروریات کا مختلف مقامات پر مختلف ہونا قدرتی بات ہے اس لئے خواندگی اور اوڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام میں اتنا موقع ہونا چاہیئے کہ خواندگی اور اوڈلٹ ایجوکیشن کے ایسے طریقے آزمائے اور راہیں اختیار کی جا سکیں جو مقامی روایات اور مبتدیوں کی تعلیمی ضروریات کے مناسب حال ہوں۔

۱۱۔ خواندگی جمہوریت کی لامرکزی تنظیم کے اصول کو تقویت پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر عالم گیر خواندگی کو شرط اولین کی حیثیت دی جانی چاہیئے اور پنچایت سمتیوں کو چاہیئے کہ وہ اس پروگرام کو اپنے کاموں میں سب سے مقدم رکھیں۔ اسی طرح صنعتی اور تجارتی اداروں کو حوصلہ دلانا چاہیئے کہ وہ اپنے ملازموں اور ان کے اہل خاندان کو خواندہ بنانے کی طرف خاص توجہ کریں اور اس مقصد کے لیے سرمائے کا انتظام کریں۔

۱۲۔ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ (سوشل) ایجوکیشن کے کام کی اصل ذمے داری مرکز میں وزارتِ تعلیم اور ریاستوں میں تعلیم کے محکموں کے اوپر ہونی چاہیئے۔

۱۳۔ قومی پیمانے پر خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ایک "نیشنل بورڈ" قائم کیا جانا چاہیئے جس کا کام دوسری وزارتوں اور غیر سرکاری اداروں کے کاموں کے درمیان ربط اور تال میل قائم کرنا اور اس پروگرام کے لئے ان کا پُرجوش اشتراک و تعاون حاصل کرنا ہو۔ ریاستی پیمانے پر اسی طرح کے "ریاستی بورڈ" ریاستوں میں بھی قائم کئے جانے چاہئیں۔

۱۴۔ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا کام پوری تیاری اور تفصیل کے ساتھ انجام دینے کے لئے کچھ پائلٹ پروجیکٹ چلائے جانے چاہئیں تاکہ ان سے جو تجربے حاصل ہوں ان سے عوامی ناخواندگی کی بیخ کنی کے لئے ایک قومی پروگرام ترتیب دینے میں کام لیا جائے۔

۱۵۔ ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک کے لئے پائلٹ پروجیکٹ اتنی تعداد میں اور خصوصیات کے لحاظ سے اتنے مختلف النوع ہونے چاہئیں کہ ملک کے اوپر ان کا کچھ اثر نظر آئے اور علاقوں کے اختلاف کے لحاظ سے ان کے تجربات میں مقامی رنگوں کی جھلک ہو۔ اس لئے ہونا یہ چاہیئے کہ ہر ریاست میں ایک ایک بڑے پیمانے کا اور ہر مرکزی علاقے (یونین ٹیری ٹری) میں ایک ایک چھوٹے پیمانے کا پائلٹ پروجیکٹ چلایا جائے۔

۱۶ - خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے اس پروگرام میں ایسے کاموں کے لئے جیسے کاغذ، چھپائی کی مشینیں اور آڈیو ویژول اور عوامی وسائلِ تعلیم کے آلات کا حصول ہے، مشینیں لگانے، عوامی وسائلِ تعلیم پر تجربہ کرنے اور پائلٹ پروجیکٹوں کے کاموں اور نتائج کی جانچ کرنے کا کام ہے ـــــ ایسے کاموں کے لئے بین الاقوامی انجمنوں کی امداد بھی حاصل کی جانی چاہیئے۔

حصّہ دوم

ایجنڈا اور بحث اور سفارشات

ایجنڈا نمبر ایک

ہندوستان میں ناخواندگی کا مسئلہ: موجودہ صورت حال اور اُس کی اہمیت

۱۔ خواندگی کی موجودہ کیفیت

ہندوستان میں ناخواندگی کا مسئلہ کافی تشویشناک صورت اختیار کرچکا ہے۔ انسانوں کی اس عظیم انسان آبادی سے ناخواندگی کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس طرف پوری توجہ اور قوت سے مسلسل کام کیا جائے۔ بحالت موجودہ ناخواندگی کا سب سے زیادہ زور دیہی علاقوں، عورتوں اور پہاڑی اور قبائلی علاقوں میں ہے۔

۱۹۵۱ء سے ۱۹۶۱ء کے درمیان خواندگی کے اوسط فی صدی میں تو اضافہ ہوا ہے اور اس مدت میں ۵ سال سے اوپر کی عمر والوں میں خواندگی کا اوسط ۶ر۱۶ فی صدی سے بڑھ کر ۲۴ فی صدی ہوگیا ہے۔ مگر اس دوران میں آبادی میں اضافے کی رفتار خواندگی کے اضافے کی رفتار سے زیادہ تیز رہی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں آبادی ۳۵ کروڑ ۷۰ لاکھ تھی جو ۱۹۶۱ء میں ۴۳ کروڑ ۸۰ لاکھ ہوگئی۔ یعنی خواندگی کے اوسط فی صدی میں اضافہ ہونے کے باوجود ۱۹۵۱ء کے مقابلے میں ۱۹۶۱ء میں ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں ۳ کروڑ ۷۰ لاکھ کا اور اضافہ ہوگیا۔ اس مدت میں عورتوں کی خواندگی کا اوسط ۹ر۷ فی صدی سے بڑھ کر ۳ر۱۲ فی صدی ہوچکا تھا۔ دیہی علاقوں میں خواندگی کی رفتار ۱ر۱۲ فی صدی کے مقابلے میں ۰۰ر۹ فی صدی تھی یہ مسئلہ اور بھی نازک صورت اختیار کرجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اعداد وشمار خواندگی کے ایک بہت ہی پست معیار کو سامنے رکھ کر تیار کئے گئے ہیں، جو مردم شماری کے افسروں نے خواندگی کی تعریف متعین کرتے وقت اپنے سامنے رکھا تھا یہ معیار خواندگی کے اُس معیار سے بہت پست ہے جو وزارت تعلیم نے یا خواندگی کے ماہرین کی بین الاقوامی کمیٹی نے مقرر کئے ہیں۔

۱۴ سے ۴۵ سال کی عمر کے بالغوں کی تعداد چوتھے پنج سالہ پلان کے شروع ہوتے وقت یعنی ۱۹۶۶ء میں ایک اندازے کے مطابق ۱۵ کروڑ ہوجائے گی۔

۲۔ خواندگی کا معیار

بالغوں کی خواندگی کا معیار فنکشنل لٹریسی (یا کارآمد خواندگی) ہونا چاہیئے۔ کسی شخص کو اُسی وقت خواندہ سمجھنا چاہیئے جب کہ خواندگی کی اس میں اتنی صلاحیت پیدا ہو چکی ہو اور اس نے اتنی معلومات حاصل کرلی ہو کہ وہ اپنی جماعت اور اپنی بستی کی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لینے کے لئے جہاں جہاں خواندگی کی ضرورت پیش آتی ہے، وہاں وہ آسانی سے اپنی ذمّے داریاں پوری کر سکے۔

اسی طرح پڑھنے لکھنے اور حساب کتاب میں اتنی مہارت حاصل کر چکا ہو کہ وہ اپنی اور اپنی بستی کی زندگی کی بہبود و ترقی کی کوششوں میں اس سے اچھی طرح کام لے سکے اور قومی زندگی میں زیادہ سے زیادہ سرگرمی سے شرکت کر سکے۔ رسمی تعلیم کے معیار کے پیش نظر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ فنکشنل لٹریسی (کارآمد خواندگی) پڑھنے لکھنے اور حساب کتاب کی اس صلاحیت کے برابر ہونی چاہیئے جو ایک بچہ چار سال کی تعلیم کے بعد حاصل کرتا ہے۔

۳۔ خواندگی کے پروگراموں کی تنظیم کی شکلیں

اس وقت ملک کے مختلف حصّوں میں متعدد سرکاری اور غیر سرکاری ادارے خواندگی کا کام کر رہے ہیں اور ہر سال تقریباً دس لاکھ بالغ ان اداروں کی کوشش سے خواندہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں عورتوں کی تعداد محض ۱۵ فی صدی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اڈلٹ لٹریسی کے پروگرام کی مندرجہ ذیل شکلیں رائج ہیں:

(الف) انفرادی طور پر تعلیم دینا۔
(ب) غیر رسمی طور پر حلقے بنا کر تعلیم دینا (مثلاً گھروں پر کلاسیں چلانا)
(ج) خواندگی کی باقاعدہ کلاسیں
(د) اڈلٹ اسکول
(ہ) مہاراشٹر کی "گرام شکشا مہم" کے نمونے پر سارے گاؤں میں ایک ساتھ خواندگی کا پروگرام چلانا۔

۴۔ ترقی کی رفتار

خواندگی کی توسیع و اشاعت کے سلسلے میں یوں تو کوششیں کافی بڑی حد تک کی جاتی رہی ہیں مگر اس کے

باوجود ترقی کی رفتار کافی سست رہی ہے۔ اس کے اسباب مختصراً حسب ذیل ہیں :۔

(i) بالغوں کی خواندگی کے باب میں کوئی واضح قومی پالیسی متعین نہیں ہے۔ چنانچہ پنج سالہ پلانوں میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کی طرف کافی توجہ نہیں ہے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کی طرف سے کچھ ریاستی حکومتیں بے توجہی برت رہی ہیں۔

(ii) مالی وسائل کی کمی خصوصاً غیر سرکاری کوششوں کو مالی امداد کا سہارا بالعموم نہیں مل پاتا۔

(iii) ٹکنیکل اور انتظامی امور سے متعلق کوئی مناسب تنظیمی ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔

(iv) تسلسلی اور پیشے کی تعلیم سے خواندگی کا کوئی مؤثر اور نتیجہ خیز رشتہ قائم نہیں ہے جو عوام کے لئے خواندگی کے پروگرام میں کشش پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔

(v) خواندگی میں لوگوں کی دلچسپی بہت کم ہے۔ لوگوں کے دلوں میں پڑھنے لکھنے کی تحریک پیدا کرنے میں بہت سی دشواریاں ہیں۔ مگر پھر بھی یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں خواندگی کا پروگرام مقامی لوگوں نے خود چلایا ہے یا جہاں اس پروگرام کو چلانے والے اداروں نے ہر قدم پر عوام کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہاں لوگوں نے خواندگی میں زیادہ دلچسپی لی ہے اور پڑھنے کا زیادہ شوق دکھایا ہے۔

(vi) خواندگی کی تعلیم کا معیار بہت پست ہے جس کی وجہ سے نوسکھ بالغوں کی بہت بڑی تعداد بہت جلد ناخواندگی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

(vii) کتب خانوں سے لوگوں کو خواندگی کی صلاحیت کو سنبھال رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مگر کتب خانوں کی خدمات خاطر خواہ طور پر موجود نہیں ہیں اس لئے انھیں یہ موقع نہیں مل پاتا۔

(viii) بیشتر سرکاری محکمے اداروں کے ماتحت کام کرنے والے عہدہ دار خواندگی کے پروگراموں میں پوری پوری دلچسپی نہیں لیتے اور نہ ان کے کاموں میں باہم کوئی ربط ہی قائم ہے۔

سفارشات

۱۔ خواندگی کے بارے میں ایک واضح قومی پالیسی متعین کی جائے

۲۔ اس کے لئے معقول مقدار میں سرمایہ فراہم کیا جائے۔

۳۔ خواندگی کے پروگراموں کی تنظیم اس طرح کی جائے کہ اس کے ماتحت جو تعلیم ملے اس کا معیار اتنا بلند ہو کہ

لوگ اس کی افادیت کو محسوس کر کے خود اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کے علاوہ ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ ان کے زیر اثر لوگوں کے لئے خواندگی کی تبلیغ و اشاعت اور اپنی نئی صلاحیت کے استعمال کا زیادہ سے زیادہ موقع ہو۔

۴۔ تسلسل تعلیم کی کلاس، اڈلٹ اسکول، جنتا کالج اور کتب خانے قائم کرنے کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

۵۔ خواندگی کی کلاسوں کے لئے اساتذہ، نگرانوں اور منتظموں کی ٹریننگ کا معقول انتظام کیا جائے۔

۶۔ لوگوں میں پڑھنا لکھنا سیکھنے کا شوق پیدا کرنے کی طرح طرح سے تدبیریں کی جائیں جو آبادی کے مختلف طبقوں کی ضرورت اور کیفیت مزاج کے پیش نظر مختلف ہوں گی۔

۷۔ کسی متعین پروگرام کے مطابق اپنے طور پر اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے مناسب تعلیمی سامان تیار کئے جائیں

۸۔ پورے ملک کے لئے کسی ایک طریق کار کو اختیار کرنے کے بجائے ملک کے مختلف علاقوں کی مناسبت سے مختلف طریق کار اختیار کئے جانے چاہئیں۔ یہ بات بہرحال مقامی حالات اور سیکھنے والوں کی ضروریات کے پیش نظر ہی طے کی جا سکتی ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کسی علاقے میں خواندگی کا پروگرام یا پائلٹ پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اس کا اچھی طرح سروے کر لیا گیا ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اس علاقے کے لئے کس طرح کا تنظیمی ڈھانچہ، طریق کار اور مواد تعلیم مناسب ہوگا۔

۹۔ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا کام کرنے والے جو ادارے ملک میں سرگرم عمل ہیں ان کی ایک مفصل فہرست مرتب کی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ خواندگی کی تحریک میں ان اداروں کی خدمات سے کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور ان کو اس سلسلے میں کس طرح کی امداد کی ضرورت ہے۔

ہمارا دیس ۳۳ کروڑ ناخواندہ انسانوں کے بوجھ

سے دبا ہوا ہے

ایجنڈا نمبر ۵

سماجی اور اقتصادی ترقی کی روشنی میں بالغوں کی خواندگی کی اہمیت

۱- خواندگی اور جمہوریت

گاؤں پنچایت سے لے کر پارلیمنٹ تک ہر سطح پر جمہوری اداروں کی مؤثر تنظیم میں خواندگی کی بڑی اہمیت ہے۔ ان اداروں کے لئے نمایندوں کا انتخاب کرنے میں شہری زندگی میں اپنے کردار کو سمجھنے اور اُسے صحیح طریقے پر پورا کرنے میں خواندگی سے بڑی مدد ملتی ہے۔ جمہوری نظام کی کامیابی اس کے شہریوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس لئے بیحد ضروری ہے کہ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہو کہ ایک شہری کی حیثیت سے انھیں کیا حقوق حاصل ہیں اور ان کے اوپر ان کے حقوق کے ساتھ کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس وقت جب کہ ملک میں ناخواندگی کا زور ہے ملک کے ان پڑھ ووٹر ان باتوں کو سمجھنے کے لئے مٹھی بھر پڑھے لکھے آدمیوں کا سہارا لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ پڑھے لکھے لوگ باتیں جس طرح سمجھا دیں اسی طرح ووٹر انھیں سمجھنے کے لئے مجبور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اقتدار آج معدودے چند لوگوں کے ہاتھ میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اور وہ لوگ اس کا من مانا استعمال کر رہے ہیں غرض خواندگی کے بغیر حقوق اور فرائض کی صحیح واقفیت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲- خواندگی اور اقتصادی ترقی

ہندوستان اقتصادی اور صنعتی ترقی کے اعتبار سے اس منزل پر پہنچ چکا ہے، جب عوام کی ہمہ گیر جہالت معاشی خوشحالی کے راستے آگے بڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ پلاننگ کمیشن کے جائزہ کمیشن کی رپورٹوں سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ صنعتی اور زرعی پیداوار بڑھانے کے متعدد پروجیکٹ پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکے ہیں اور نہ پلاننگ کمیشن کی یہ امید کہ ان کاموں میں لوگ جوش و خروش اور سمجھداری سے حصہ لیں گے، پوری ہوئی ہے لوگوں میں پیداآوری کی مہارت پیدا کرنے اور ان کی فنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے راستے میں اس وقت

سب سے بڑی اور واحد رکاوٹ یہ ہے کہ عوام میں ناخواندگی پھیلی ہوئی ہے اور جو لوگ تھوڑے بہت خواندہ ہیں بھی ان کے لئے اپنی تعلیم کو آگے جاری رکھنے کی سہولتیں مفقود ہیں۔

۳۔ خواندگی اور صنعتی مزدور

مزدوروں کی کارکردگی پر جو چیز سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، وہ ہے اس کی ہنرمندی کا معیار۔ ہنرمندی تعلیم اور ٹریننگ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اس تعلیم اور ٹریننگ کے لئے خواندگی پہلی شرط ہے۔ خواندگی وہ بنیاد ہے جس کے بغیر یہ عمارت کھڑی کی ہی نہیں جا سکتی، اس لئے مزدوروں کے معاملے میں اچھا یہ ہوگا کہ خواندگی کے پروگرام کو دھندے اور پیشے سے مربوط کر دیا جائے۔ ایک نہ ایک پیشے کی تعلیم کو محور بنا کر خواندگی کی تعلیم دینے کے اصول کو اچھی طرح آزمانے اور پرکھنا کا موقع نکالنا چاہئے۔ اس سلسلے میں ضروری ہوگا کہ خواندگی کے پروگرام میں جو پرائمر یں اور دوسرے تعلیمی سامان استعمال کئے جانے والے ہوں وہ خاص خاص پیشوں اور صنعتوں کے ماحول اور ضروریات کا مطالعہ کر کے تیار کئے جانے چاہئیں، چنانچہ ان کی درسیات میں ایسی کتابیں رکھی جانی چاہئیں جو مختلف پیشوں اور دھندوں سے متعلق ہوں۔ اس کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ وہ تمام مفید معلومات اور کام کی باتیں جو سرکاری حکمناموں اور دوسری دستاویزوں کی شکل میں بکھری پڑی ہیں، انھیں عام بول چال کی زبان میں شائع کیا جائے تاکہ متعلقہ لوگ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی طرح اطلاعات کے مرکز بھی قائم کئے جانے چاہئیں جو لوگوں کو مختلف موضوعات پر باقاعدہ اور مسلسل معلومات بہم پہنچاتے رہیں۔

۴۔ خواندگی اور زرعی ترقی

نئے اور ترقی یافتہ طریقوں کو کام میں لا کر کاشت کرنا ایک اقتصادی عمل ہے، جو اس بات پر منحصر ہے کہ کسانوں کو زراعت سے متعلق نئی نئی باتوں کی برابر معلومات حاصل ہوتی رہے تاکہ ان کے اثر سے ان کے اندر اپنے کام کو بہتر بنانے کی صلاحیت روز بروز فروغ پاتی رہے۔ پڑھنا لکھنا سیکھ جانے کے بعد آدمی زیادہ آسانی سے اور زیادہ تیزی کے ساتھ نئی نئی باتیں سیکھ سکتا ہے۔ نئی نئی باتوں کی معلومات لوگوں کے انداز فکر اور طرز عمل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس سے انھیں اچھی سے اچھی اور کارآمد باتیں سیکھنے اور ان کی روشنی میں زیادہ تیز رفتاری سے ترقی کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے۔

پھر ایک بات اور یہ ہے کہ خواندگی پیداوار کو بڑھانے میں براہ راست بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ایک کسان پڑھنا لکھنا اور معمولی سا حساب کتاب رکھنا جانتا ہے تو اس سے وہ اپنے کام میں بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ وہ اپنی کاشت سے متعلق جملہ کاموں کا ریکارڈ رکھ سکتا ہے اور ان کا بجٹ وغیرہ بھی بنا سکتا ہے۔ بجٹ اور کام کے ریکارڈ سے اسے بہت مدد ملے گی۔ اور ان کی بنیاد پر وہ یہ اندازہ لگا سکے گا کہ اپنے موجودہ وسائل کے پیشِ نظر وہ اپنے کام کو کس طرح ترتیب دے کہ اُس سے زیادہ سے زیادہ نفع ہو مختصراً یوں سمجھئے کہ وہ کم سے کم لاگت اور زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کا راز پا جائے گا۔

۵۔ خواندگی اور سماجی تبدیلی

کسی سماج میں تبدیلی لانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں میں منطقی طرزِ فکر پیدا ہو جائے ان میں یہ احساس ہو جائے کہ ان پر کیا کیا سماجی ذمہ داریاں ہیں ۔۔ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا صحیح اصول کیا ہے نیز ان میں نئی نئی باتوں کی معلومات حاصل کرنے کا شوق ہو ان کی نگاہ میں اتنی وسعت ہو کہ وہ زندگی کے دور رس محرکات کو سمجھ سکیں۔ یہ باتیں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب انھیں پڑھنا لکھنا سکھا دیا جائے۔ ان کو ہر طرح کا تعلیمی سامان میسر ہو (یا فراہم کیا جائے) اور مختلف موضوعات پر بحث مباحثے ہوتے رہیں اور ان میں انھیں پابندی سے شریک ہونے کا موقع ہو۔

۶۔ خواندگی اور انسانی حقوق

ہندوستان کے دستور میں ایک ایسے سماج کی تشکیل مقصد قرار دی گئی ہے جس میں ہر شخص کو مساوی مواقع حاصل ہوں گے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تعلیم اور خواندگی شرط کا درجہ رکھتی ہے۔ گویا خواندگی وہ پیمانہ ہے جس سے اس بات کا تعین ہوگا کہ دستور نے جن بنیادی حقوق کو تسلیم کیا ہے، وہ کس حد تک پورے ہو رہے ہیں۔

۷۔ خواندگی اور رائے عامہ

ایک صحت مند رائے عامہ کی تشکیل میں خواندگی بہت بڑی حد تک معاون ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے لوگ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ لکھی ہوئی عبارتوں کے وسیلے سے وہ دنیا سے اپنا رابطہ قائم کر سکیں۔ اس وقت ہماری قومی زندگی میں جو طرح طرح کی برائیاں داخل ہو گئی ہیں انھیں دور کرنے میں اور قومی یک جہتی، تعلیمی پس ماندگی اور اضافہ پذیر آبادی

کے مسائل کو حل کرنے میں خواندگی بہت مددگار ثابت ہوگی۔

۸۔ خواندگی اور کمیونٹی آرگنائزیشن

بستی کی تنظیم (کمیونٹی آرگنائزیشن) یعنی نوجوان کلب، مہیلا منڈل اور کسانوں کی انجمنیں قائم کرنے میں خواندگی سے بہت مدد ملتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن گاؤں میں خواندگی زیادہ ہوتی ہے وہاں کی انجمنیں اتنی ہی جان دار اور سرگرم عمل ہوتی ہیں۔

۹۔ خواندگی اور نظام تعلیم

بالغوں کی خواندگی سے بچوں کی تعلیم میں بھی بہت مدد ملتی ہے۔ اگر کسی بستی میں بالغوں کی خواندگی میں اضافہ ہوتا ہے تو اسی نسبت سے اسکولوں میں بچوں کی حاضری بھی نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ اور پڑھے لکھے والدین بچوں کی تعلیم اور اسکولوں کی تنظیم کے معاملے میں زیادہ دلچسپی لینے لگتے ہیں۔

۱۰۔ خواندگی اور رضاکار کارکن

ہندوستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے گاؤں میں خواندگی کے پروگرام میں اہم خدمات انجام دینے کے جو امکانات موجود ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں شانتی سینا یا بیس کور جیسی تنظیمیں بالغوں اور نوجوانوں کی تعلیم کے میدان میں نہایت اہم کام انجام دے سکتی ہیں۔ چنانچہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ان انجمنوں اور ان کے رضاکاروں کی خدمات سے پورا پورا استفادہ کیا جائے۔ گاؤں میں خواندگی کی تحریک کو مقبول بنانے میں گرام رکشا دل کے ممبروں سے مدد لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اس دل کے جو ممبران پڑھ ہوں ان کے لئے خواندگی کی کلاسوں میں داخلہ لے کر پڑھنا لکھنا سیکھنا لازمی قرار دیا جا سکتا ہے۔

سفارشات

۱۔ بالغوں کو شہری زندگی کی ذمہ داریوں اور فرائض سے روشناس کرنے اور بستی کے مقامی لیڈروں اور منتخب نمایندوں کو اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ اس حیثیت سے اپنے کام حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیں،

ضروری ہے کہ خواندگی کے پروگرام میں ان امور کی تعلیم بھی شامل ہو اور اس مقصد کے لئے بحث و مباحثہ کا طریق کار اختیار کیا جائے۔

۲- خواندگی کے اداروں کو مرکز اطلاعات (انفارمیشن سنٹر) کی حیثیت سے بھی کام کرنا چاہیئے۔ اور کسانوں اور مزدوروں کی دلچسپی کے مضامین پر آسان زبان میں معلومات بہم پہنچائی جانی چاہیئے۔ بالغوں کی تسلسلی تعلیم کے نصاب میں ان معلومات کی ایک مستقل حیثیت ہونی چاہیئے۔

۳- نوجوان کسانوں کے لئے اقامتی درس گاہیں اور نوجوان مزدوروں کے لئے تربیتی مرکز قائم کرنا خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹوں کا ایک خصوصی پروگرام ہونا چاہیئے۔ ان اداروں میں عام تعلیم اور پیشوں کی ٹریننگ کے ملے جلے کورس چلائے جانے چاہئیں۔

۴- صنعتی مزدوروں کے لئے خواندگی کے جو پروگرام ہیں انھیں ان کے پیشوں سے مربوط کر دینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں مختلف صنعتوں اور پیشوں کی ضروریات اور ماحول کی مناسبت سے خاص طرح کی پرائمریں اور دوسرے تعلیمی سامان تیار کئے جائیں۔

۵- یہ جانچ کی جائے کہ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن پروگرام کی توسیع و اشاعت کے سلسلے میں ثقافتی سینا، یا پبلک کورٹ کی طرح کی انجمنیں بنانا کہاں تک ممکن اور مناسب ہوگا۔

۶- جہاں کہیں گرام رکشا دل کی شاخ موجود ہے وہاں خواندگی کے پروگرام میں ان کا تعاون حاصل کیا جانا چاہیئے خصوصاً تحریک کے ابتدائی مرحلوں میں خواندگی کی تحریک کو بستی میں مقبول بنانے کے سلسلے میں خواندگی کے پروگرام میں دل کے پڑھے لکھے ممبروں کی رضاکارانہ خدمات حاصل کر کے اور ناخواندہ ممبروں کو خواندگی کی کلاسوں میں شریک کر کے اس پروگرام میں رکشا دل کا عملی تعاون حاصل کیا جانا چاہیئے۔

"ہندوستان اقتصادی اور صنعتی ترقی کے اعتبار سے اس منزل پر پہنچ چکا ہے
جب عوام کی ہمہ گیر جہالت معاشی خوش حالی کے راستے میں سب سے
بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔"

ایجنڈا نمبر تین

بالغوں کی خواندگی اور تعلیمی منصوبہ بندی

۱- قومی پالیسی کے اعلان کی ضرورت

عوام میں اس وقت ناخواندگی کی کثرت کی وجہ یہ بھی قرار دی جا سکتی ہے کہ خواندگی کا جو صحیح مقام اور منصب ہے اور ملک کی ترقی کے کاموں میں اس کی جو اہمیت ہے اس کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی منصوبوں میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں میں سب سے کم توجہ دی گئی ہے۔

تعلیم کا حق صرف بچوں ہی کو حاصل نہیں ہے یہ ان بالغوں کا بھی حق ہے جو تعلیم سے اس لئے محروم رہ گئے کہ اس کی سہولتیں موجود نہیں تھیں یا کوئی اور سماجی بندش ان کے راستے میں حائل تھی۔ ان بالغوں کے اس تعلیمی حق کو تسلیم کیا جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں ایک واضح پالیسی کا اعلان ضروری ہے۔ جس میں یہ بات تسلیم کی جائے کہ ہر ناخواندہ بالغ کو حق حاصل ہے کہ وہ کم سے کم اتنی تعلیم حاصل کر لے جو اسے اس قابل بنا دے کہ ایک جمہوری ملک کا شہری ہونے کی حیثیت سے اس کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انھیں وہ سوجھ بوجھ کے ساتھ پورا کر سکے۔ پھر اس پالیسی کا اعلان کر دینا ہی کافی نہیں ہوگا بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ ان بالغوں کی تعلیم کا جو پروگرام بنے اسے پوری تندہی اور تیاری کے ساتھ پورا کیا جائے۔

۲- خواندگی کے ٹارگیٹ

ہندوستان میں یہ مسئلہ جتنی تشویشناک صورت اختیار کر چکا ہے اس کے پیش نظر یہ مناسب ہوگا کہ اس پورے کام کو دو یا تین مرحلوں پر تقسیم کر کے پورا کیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ منصوبہ مناسب ہوگا کہ چوتھے پلان کی مدت (یعنی ۱۹۶۶ء) میں ۵ کروڑ آدمیوں کو خواندہ بنانے کا نشانہ مقرر کیا جائے۔ اسی طرح پانچویں پلان (یعنی ۱۹۷۶ء) میں ساڑھے سات کروڑ اور ۱۹۸۱ء تک (یعنی چھٹے پلان کے آخر تک) جو لوگ باقی رہ گئے ہوں انھیں خواندہ بنانے کا منصوبہ بنایا جا

یہ وہ نشانے ہیں جن میں کوئی ردوبدل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اضافہ صرف اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جب اس کے لئے مزید وسائل فراہم ہو جائیں۔

۳۔ خواندگی کی فضا تیار کرنے کی تدابیر

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے ایک سوچے سمجھے پروگرام پر عمل شروع کرنے سے پہلے بہت سی باتوں پر توجہ دینی ہوتی ہے بالخصوص لوگوں کے دل میں خواندہ بننے کی تحریک اور شوق پیدا کرنے، خواندگی کی قابلیت کو بحال رکھنے کا حوصلہ دلانے اور تعلیم کو آگے جاری رکھنے کی خواہش بیدار کرنے کی بہت اہمیت ہے۔ اس باب میں حسب ضرورت ایسے قوانین بنانے پر بھی غور کیا جا سکتا ہے، جو لوگوں کو ان پروگراموں میں شریک ہونے کے لئے کسی حد تک مجبور کر سکے۔ مگر اس سے بہتر یہ ہوگا کہ سماج میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ لوگ سماجی دباؤ سے ہی پڑھنا لکھنا سیکھنے کی طرف راغب ہو جائیں۔ مگر اسی کے ساتھ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ ان بالغوں کو آسانی کے ساتھ پڑھنا لکھنا سیکھنے کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں۔

۴۔ تسلسلی تعلیم کی ضرورت

خواندگی بجائے خود کوئی مقصد نہیں ہے، وہ تو محض ایک وسیلہ ہے۔ خواندگی خواہ لٹریسی کی کلاس میں حاصل کی گئی ہو یا پرائمری اسکول میں ـــ اس سے فائدہ صرف اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے جب کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے ایک باقاعدہ پروگرام کی حیثیت سے تسلسلی تعلیم کی سہولتیں بھی فراہم کی گئی ہوں۔

۵۔ خواندگی کے لئے ایک مشترک انتظامی مشینری

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا پروگرام اس وقت کئی وزارتوں اور محکموں کے ماتحت چل رہا ہے۔ ان کی تقسیم موٹے طور پر تین حصوں میں کی جا سکتی ہے۔

(الف) وہ ادارے جو براہ راست پروگرام کو چلاتے آرہے ہیں۔

(ب) وہ ادارے جو براہ راست ان پروگراموں کو نہیں چلاتے مگر عوام کی زندگی کی ترقی و بہبود کے کاموں سے ان کا اتنا قریبی تعلق ہے کہ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کو کامیابی اور سرگرمی کے ساتھ چلانے میں ان کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(ج) وہ ادارے جو اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ٹکنکل خدمات اور کام کی رہنمائی کرنے والا عملہ فراہم کرتے ہیں، کتابیں، پوسٹر، چارٹ اور دوسرے تعلیمی اور آڈیو ویژول سامان تیار کرتے ہیں اور اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق ریسرچ اور ٹریننگ کا پروگرام چلاتے ہیں۔

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا ایک مسلسل اور مربوط پروگرام چلانے کے لئے مندرجہ بالا تینوں قسم کے محکموں اور اداروں میں اشتراک و اتحاد قائم کرنے کی ذمہ داری مرکز میں وزارتِ تعلیم کو اور ریاستوں میں تعلیم کے محکموں کو سونپی جا سکتی ہے۔

۶. فیلڈ کی سطح پر تال میل

مرکزی اور ریاستی سطح پر اتحاد و اشتراک کے مسائل کے علاوہ بلاک اور گاؤں پنچایت کی سطح پر بھی اشتراک و اتحاد کا مسئلہ ہے جو اڈلٹ ایجوکیشن کی تحریک کی توسیع و اشاعت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہو رہا ہے۔ گاؤں کے دوسرے تمام امور میں اشتراک و تعاون پیدا کرنے کا مجاز آج بھی ضلع کا افسر ہوتا ہے خواندگی کی توسیع و اشاعت کو اگر اقتصادی زندگی کی بہتری کے ایک اہم پروگرام کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس صورت میں ضلع افسر کے درجے کے کسی عہدہ دار کے لئے جو مختلف پروگراموں میں اشتراک و تعاون قائم کرنے کا مجاز ہو، خواندگی کی توسیع و اشاعت کے پروگرام میں دلچسپی لینا ضروری ہو جائے گا۔

سفارشات

۱۔ خاتمۂ ناخواندگی کے سلسلے میں ایک قومی پالیسی کا اعلان کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں ترقی کے پنجسالہ منصوبوں میں کچھ واضح نشانے مقرر کر لئے جائیں اور حکومت یہ یقین دلائے کہ وہ ان متعینہ منصوبوں کو پورا کرے گی۔

۲۔ اس تحریک میں تیزی پیدا کرنے کے لئے اس امکان پر بھی غور کیا جائے کہ آیا کچھ ایسے قانون بھی وضع کئے جا سکتے ہیں جو لوگوں کو ان پروگراموں میں شریک ہونے کے لئے کسی حد تک مجبور کر دیں۔

۳۔ عام تعلیم اور پیشوں کی ٹریننگ کے ضمن میں تسلسلی تعلیم کا انتظام خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کا اہتمام کرنے والے اداروں کے منصب کا جزو ہونا چاہئے، کیونکہ خواندگی اس وقت تک بالکل بے سود ہے جب تک تسلسلی تعلیم سے

اس کا رشتہ نہ قائم کیا جائے۔

۴۔ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام محکمۂ تعلیمات کے فرائض کا لازمی جزو ہیں۔ اس لئے ان محکموں میں ریاستی سطح پر اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے ایک افسر اعلیٰ کا تقرر کیا جانا چاہیے جس کی نگرانی میں ضلع اور بلاک کے اڈلٹ ایجوکیشن کے افسر اپنا کام انجام دیں۔

۵۔ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں میں اشتراک و تعاون پیدا کرنے کے لئے مرکزی اور ریاستی سطح پر اڈلٹ ایجوکیشن کے بورڈ قائم کئے جائیں۔

۶۔ ۰ خاتمۂ ناخواندگی کی تحریک کو کامیابی سے اور صحیح راستے پر چلانے کے لئے ریاستی حکومتوں کو "لٹریسی گائیڈ" (رہنمائے خواندگی) کے عنوان سے ایک کتاب تیار کرانا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ اس میدان میں کام کرنے والے اداروں کو حکومت کیا مدد دے سکتی ہے اور وہ لوگوں سے اس سلسلے میں کس طرح کے تعاون کی توقع رکھتی ہے۔

۷۔ خواندگی کے منصوبوں میں آبادی کے مختلف طبقوں کی تعلیم کے لئے کچھ مخصوص پروگرام بھی شامل کئے جانے چاہئیں جیسے عورتوں کی تعلیم، صنعتی مزدوروں کی تعلیم اور قبائلیوں کی تعلیم وغیرہ۔

ضمیمہ

(خواندگی اور تعلیمی منصوبہ بندی)

انتظامی امور میں اشتراک و تعاون

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں مختلف سرکاری اور غیر سرکاری ادارے جو کام انجام دے رہے ہیں ان میں اشتراک و تعاون قائم کرنے کے سلسلے میں حلقۂ مطالعہ نے تفصیل سے غور کیا۔ حلقۂ مطالعہ کی رائے ہے کہ اس میدان میں اشتراک و اتحاد قائم کرنے کے لئے کسی تنظیم کا قیام ضروری ہے۔

انتظامی امور میں اشتراک و تعاون قائم کرنے کے لئے مرکز میں ایک بورڈ کی تشکیل کی جائے اور پھر اسی نمونے پر ہر ریاست میں ریاستی بورڈ قائم کئے جائیں۔ ان بورڈوں کا کام پروگراموں کا چلانا نہ ہو کر مختلف کاموں میں تال میل

قائم کرنا ہوگا۔

ریاستی بورڈ

ریاستی بورڈ کا کام ہوگا ریاست میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والے مختلف سرکاری محکموں کے پروگراموں میں تال میل قائم کرنا۔ اس بورڈ کی تشکیل مندرجہ ذیل طریقہ پر تجویز کی گئی ہے:

صدر۔ ریاست کا چیف منسٹر

نائب صدر ۔ ڈیولپمنٹ کمشنر

سکریٹری ۔ محکمہ تعلیمات میں اڈلٹ ایجوکیشن کا انچارج

ممبر ۔ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والے تمام محکموں اور وزارتوں کے افسر اعلیٰ

گروپ نے بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے میدان میں کام کرنے والے غیر سرکاری اداروں کے کاموں میں تال میل قائم کرنے کے مسئلے پر بھی غور کیا۔ اور اس سلسلے میں تجویز کیا کہ سرکاری محکموں اور وزارتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے حلقۂ عمل میں کام کرنے والے رضاکار اداروں کی پابندی سے میٹنگ بلایا کریں۔ جہاں ان رضاکار اداروں کے پروگراموں میں تال میل قائم کرنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی تدبیروں پر غور کیا جایا کرے۔

ایجنڈا نمبر چار

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے

مختلف اداروں کا منصب

ا۔ گاؤں پنچایتوں کا منصب

دیہی علاقوں میں بالغوں کی خواندگی کا پروگرام اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک گاؤں پنچایتیں اور پنچایت سمیتیاں اس میں پوری طرح دلچسپی نہ لیں۔ گاؤں پنچایت کے عہدہ داروں کے علاوہ گاؤں میں کچھ اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو بالغوں کی خواندگی کے پروگرام میں دلچسپی رکھتے ہوں اور اس کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوں۔ ان لوگوں کا تعاون حاصل کرنے کی غرض سے اس کام کے لئے گاؤں کی ایک عارضی کمیٹی مقرر کی جانی چاہئیے جو گاؤں میں پروگرام چلانے کی ذمہ دار ہو۔ اڈلٹ ایجوکیشن پروگرام کی جملہ ذمہ داری اصلاً محکمۂ تعلیم پر ہی ہونی چاہئیے۔ لیکن گاؤں کی سطح پر اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری پنچایت سمیتیوں ہی کو سپرد کی جانی چاہئیے۔

۲۔ روزگار اور محنت کی وزارت کا منصب

جہاں تک مزدوروں کی خواندگی کا تعلق ہے اس کی ذمہ داری بڑی حد تک روزگار اور محنت کی وزارت پر آتی ہے۔ جسے پورا کرنے میں یہ مختلف صنعتی تنظیموں کی مدد لے سکتی ہے جیسے کول مائن ویلفیئر فنڈ ہے، ٹی بورڈ ہے، مائکا ویلفیئر بورڈ ہے، ڈاک ورکرز بورڈ ہے۔ مزدوروں کے ویلفیئر فنڈ کے توسط سے اس کے لئے سرمائے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ جس کا کچھ حصہ روزگار اور محنت کی وزارت کے بجٹ سے اور کچھ مختلف صنعتوں سے چندے کی شکل میں لیا جا سکتا ہے۔ مزدوروں کی مختلف فلاحی انجمنوں کو چاہئیے کہ وہ مزدوروں کی ناخواندگی دور کرنے کے لئے نئے مقرر کر لیں۔ وزارت تعلیم اور محنت

اور روزگار کی وزارت کے مشترک اہتمام میں مزدوروں کی تعلیم کا ایک مرکزی بورڈ قائم کیا جانا چاہیے جو مزدوروں کی مختلف تنظیموں کے ماتحت ہونے والے خاتمۂ ناخواندگی کے کاموں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتا رہے۔

۳۔ رضاکار اداروں کا منصب

ملک میں بالغوں کی خواندگی کا پروگرام چلانے میں رضاکار اداروں کو بہت اہم کام انجام دینا ہے مثال کے طور پر یہ ادارے

(الف) خواندگی کی تبلیغ و اشاعت کے کام کے لئے جوشیلے رضاکاروں کو یکجا کر سکتے ہیں اور ان کے لئے کام کے مواقع نکال سکتے ہیں۔

(ب) مختلف گروپوں کے لئے خواندگی کی کلاسیں چلا سکتے ہیں۔

(ج) ان میں سے کچھ ادارے تعلیمی اور اشتہاری مواد اور سامان تیار کرنے میں مدد بہم پہنچا سکتے ہیں۔

(د) خواندگی کے مختلف پروگراموں کو مقبول بنانے میں خاص طور پر بہت مدد کر سکتے ہیں۔

رضاکار اداروں کو ان کی صلاحیت اور رسائی کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ ذمہ داری سونپ کر ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اور اس کے لئے انھیں ضروری سہولتیں اور سرمایہ بہم پہنچانا چاہیئے۔

۴۔ مقامی کمیٹیاں

دیہاتی اور شہری دونوں طرح کے علاقوں میں مقامی کمیٹیاں بنا کر کام کرنے سے خواندگی کے پروگراموں میں بہت مدد ملے گی خصوصاً

(الف) مقامی سطح پر خواندگی کا سروے کرنے اور اس کا پروگرام تیار کرنے میں،

(ب) خواندگی کے پروگرام سے عوام میں دلچسپی پیدا کرنے میں،

(ج) بالغ طالب علموں کو کلاس میں داخل کرانے اور کلاسوں میں پابندی سے حاضر ہونے کی تحریک پیدا کرنے میں

(د) خواندگی کی کلاسوں کے لئے جگہ کا انتظام کرنے میں

(ہ) خواندگی کے پروگراموں کی نگرانی کرنے میں۔

سفارشات

۱۔ اس ملک میں جمہوری نظام کی جڑ جمانے کے لئے ہمہ گیر خواندگی سب سے پہلی شرط ہے۔ پنچایت سمتیوں کو چاہئے کہ وہ اس کام کو دوسرے پروگراموں پر ترجیح دیں۔ گاؤں اور بلاک کی سطح پر خواندگی کا پروگرام چلانے کی خاص ایجنسی پنچایتوں اور پنچایت سمتیوں کو قرار دینا چاہئیے۔

۲۔ شہرائی اور صنعتی علاقوں میں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا پروگرام چلانے کے لیے مزدوروں کو روزگار فراہم کرنے والے اداروں سے مل کر ان کی مدد حاصل کرنی چاہئیے۔

۳۔ مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے حکومت مختلف صنعتوں کو جو سرمایہ فراہم کرتی ہے اس کا ایک حصّہ مزدوروں اور ان کے اہلِ خاندان کے لئے خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا پروگرام چلانے کے لئے محفوظ کر دینا چاہئیے۔

۴۔ مزدوروں کو بونس دینے کا معاملہ ان کے خواندگی کا نصاب مکمل کر لینے سے مشروط کر دینا چاہئیے تاکہ خواندگی کی تحریک اور شوق پیدا ہو۔

۵۔ مزدوروں کی تعلیم کا جو پروگرام محنت اور روزگار کی وزارت کے ماتحت مزدوروں کی تعلیم کا مرکزی بورڈ چلا رہا ہے، اس میں خواندگی کی تعلیم کو مناسب جگہ ملنی چاہئیے۔

۶۔ رضا کار اداروں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئیے کہ وہ بالغوں کی خواندگی کو اپنے پروگراموں میں شامل کریں۔ اس مقصد کے لئے انھیں مناسب امداد بھی دی جانی چاہئیے۔

۷۔ غیر سرکاری اداروں میں جو لوگ اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں میں مصروف ہیں، ان کی ٹریننگ کا معقول انتظام کیا جانا چاہئیے اور وقتاً فوقتاً ان کے سیمنار اور کانفرنسیں بھی منعقد کی جانی چاہئیں۔

۸۔ جو ادارے بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا کام کرتے ہیں، ان کے پروگراموں میں ربط و اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی جانی چاہئیے۔ تاکہ کام میں تکرار نہ ہونے پائے۔

ایجنڈا نمبر پانچ

بالغوں کی خواندگی، نشرواشاعت کے عوامی وسائل اور موادِ مطالعہ

۱۔ ابتدائی مہم

پہلے یہ دستور تھا کہ کوئی پروگرام ہو، اس کی پبلسٹی کا کام صرف وہی محکمے کرتے تھے جن کا اس پروگرام سے تعلق ہوتا تھا، اس کے لئے پبلسٹی کا کام کرنے والی دوسری ایجنسیوں کا تعاون حاصل نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کسی علاقے میں خواندگی کا کوئی پروگرام شروع کرنا ہو تو سب سے پہلے ضروری ہے کہ تمام متعلقہ ادارے اور محکمے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر لوگوں میں اس پروگرام سے دلچسپی پیدا کرنے کا کام کریں۔ اس لحاظ سے مہم کی ابتدا میں ریڈیو اور فلم ٹیلیویژن اور پبلسٹی کا کام کرنے والے اسی طرح کے دوسرے مخصوص اداروں کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

(الف) فلم

فلمیں پبلسٹی کرنے کا اچھا وسیلہ ثابت ہوتی ہیں لیکن ان کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان میں مقامی ماحول سے مطابقت نہیں ہوتی، خواندگی کی ابتدائی مہم کے لئے فلمیں تیار کرنے کی غرض سے سرمایہ فراہم کیا جانا چاہیے اور فلمیں ایسی بنائی جانی چاہئیں جن میں مقامی ماحول کے رنگ کی جھلک ہو۔ دوسری خصوصیت ان فلموں کی یہ ہونی چاہیے کہ ان کو مقامی بولیوں میں بھی ڈب (ڈھال) کر لیا جائے تاکہ گاؤں کے ناخواندہ لوگ بھی ان کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ ایسا کرنے سے عوام سے رابطہ پیدا کرنے والے وسائل سے وہ فائدہ بڑے پیمانے پر حاصل ہو جائے گا جو لوگوں سے ذاتی طور پر بات چیت کرنے کے روایاتی اسلوب کو اختیار کرنے سے ہوتا ہے۔

(ب) آڈیو ویژول ایڈ کے دوسرے سامان

ابتدائی مہم میں فلموں کے علاوہ فلم اسٹرپ، سلائیڈ، چلتی پھرتی نمائشوں اور دوسرے تعلیمی سامانوں سے بھی

مدد لی جا سکتی ہے۔

(ج) کامیابی کے کارناموں کی پبلسٹی

ابتدائی مہم میں خواندگی کی کامیاب مہموں اور اس کوشش میں کامیاب ہونے والے نوسکھوں کی کہانیوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے ان کہانیوں کی زبان اور انداز بیان میں ایک خاص معیار کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ مگر ان میں خواندگی کے فوائد کی ضرورت سے زیادہ تابناک تصویر پیش کرنے سے بہرحال پرہیز کرنا چاہیے۔

(د) قومی رہنماؤں کی شرکت

خواندگی کے پروگرام کو مقبول بنانے میں اس بات سے بہت مدد ملے گی کہ قومی رہنما اور حکومت کے چوٹی کے لیڈر اس تحریک سے گہری دلچسپی لیں اور اس سے اپنا عملی رابطہ قائم رکھیں اور وقتاً فوقتاً عوام سے اپیل کرتے رہیں کہ وہ اس مہم میں جوش اور سرگرمی سے شرکت کریں۔

(ه) یوم خواندگی

سوشل ایجوکیشن اور خواندگی کا دن منانے کا ہر سال دستور ہے۔ یہ دن اگر کسی بڑے قومی رہنما کے جنم دن کے موقع پر منایا جائے تو اس میں بہت جان پڑ جائے گی

۲۔ بالغوں کی خواندگی کی مشقی سرگرمیاں

خواندگی کے پروگرام میں ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو ایک خواندگی کی منزل اور دوسرے اس میں پختگی پیدا کرنے کے لئے مشقی منزل کو دو مرحلوں میں تقسیم کر کے پورا کیا جائے۔ لیکن کارکنوں کو خواندگی کی مکمل تعلیم کا مقصد ہی اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور اس کے مطابق اپنے کام کے نشانے مقرر کرنے چاہئیں۔

۳۔ تعلیمی سامان

مختلف مرحلوں کے لئے کتابیں اور دوسرے تعلیمی سامان تیار کرنے میں سیکھنے والوں کی ذاتی اور پیشہ ورانہ ضرورتوں

کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسباق کا مواد بالغوں کی ان ضرورتوں کے مناسب حال ہونا چاہیئے جس کا انھیں اپنی روزمرہ کی زندگی اور کام کاج میں سامنا کرنا ہوتا ہے۔

بالغوں کی پرائمریں اور دوسرے تعلیمی سامان وہ استعمال میں لائے جائیں جن کی باقاعدہ جانچ کرلی گئی ہو۔

خواندگی کا کام کرنے والے اداروں کو نہ صرف اپنی ہی تیار کی ہوئی کتابوں کی جانچ کرنا چاہیئے بلکہ تجارتی ناشروں کی کتابوں کی بھی جانچ کرنی چاہیئے۔ اور اس کے نتائج سے انھیں باخبر کر دینا چاہیئے تاکہ ان کی اشاعت سے پہلے ان میں جانچ کے نتائج کی روشنی میں اصلاح کرکے انھیں کام کے لائق بنا سکیں۔

۴۔ کارکنوں کی رہنمائی کرنے والی کتابیں

خواندگی کے اساتذہ کی رہنمائی نہایت ضروری ہے اس مقصد کے لئے بھی فلم، ریڈیو اور (بحالت موجودہ صرف دہلی میں) ٹیلی وژن کا استعمال کیا جائے۔ اور وہ اس طرح کہ ان وسائل کے ذریعے لوگوں کے شبہات کو رفع کیا جاسکتا ہے، سوالات کے جوابات دیئے جا سکتے ہیں اور اچھے طریقۂ تعلیم کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں کو خواندگی کی تعلیم دینے کا طریقہ سکھانے والی کچھ فلمیں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔

۵۔ عوامی وسائل تعلیم (ماس میڈیا) کا استعمال

ریڈیو اور فلم وغیرہ کے قسم کے عوامی وسائل تعلیم کے استعمال کے بارے میں اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے کہ ان کا استعمال صرف خواندگی کی ابتدائی مہم میں ہی نہیں بلکہ خواندگی کا بنیادی فن سیکھ لینے کے بعد کی منزل یعنی مشقی پروگرام اور تسلسلی تعلیم کے سلسلے میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل تجویزیں پیش کی گئی ہیں:

(الف) نوخواندہ بالغوں کے لئے ریڈیو کے اسپشل پروگرام شروع کئے جائیں جن میں ان کے سوالوں کے جواب دینے، ان کی کامیابی پر انھیں سراہنے اور خواندگی کے اسباق کی مزید وضاحت کرنے کا اہتمام ہو۔

(ب) گھنی کاشت کے علاقوں، دیہی صنعتی علاقوں اور طبقۂ نسواں کے لئے ریڈیو رورل فورم شروع کئے جانے چاہئیں۔

(ج) مقامی اخباروں میں خاص نوسکھوں کے مطالعے کے لئے مخصوص کالم شروع کئے جائیں اور حسب ضرورت ان کے مضمون مقامی بولی میں لکھے جائیں۔

(د) علاقائی زبانوں میں نوسکھوں کے لئے روزانہ اخبارات جاری کئے جانے چاہئیں اور یہ بھی کوشش ہونی چاہئیے کہ مقامی بولیوں میں ان کے خاص اڈیشن نکالے جائیں۔

(ہ) نوخواندہ بالغوں کے لئے خاص طرح کے گرام فون ریکارڈ تیار کئے جانے چاہئیں۔ یہ ریکارڈ بھی اسی حیثیت کے ہوں گے جو دوسرے وسائل تعلیم کی ہوتی ہے اور اس اعتبار سے اپنی تعلیم آپ کرنے کی کوششوں میں ان سے بڑی مدد ملے گی

(و) کم آمدنی والے خاندانوں کو ٹرانزسٹر (یا ہیڈ فون) مہیا کرکے ان کے ذریعے بالغوں کو گھر کے پرسکون ماحول میں پڑھنا لکھنا سیکھنے کا شوق دلایا جاسکتا ہے۔

اس بات پر بہرحال زور دیا جانا چاہئیے کہ اڈلٹ ایجوکیشن کے متعلق عوامی وسائل تعلیم کی تیاری کے لئے جو لوگ ذمہ دار ہیں ان کی معقول ٹریننگ کا اہتمام کیا جائے۔ اس سلسلے میں تعلیم بالغان کے معلموں، ٹکنیکل عملے مصنفوں اور ہدایت کاروں کا ایک ٹیم کی شکل میں مل جل کر کام کرنا ضروری ہے تاکہ یہ سب عوامی تعلیم کے کام کی اہمیت کو سمجھ کر اس میں حصہ لے سکیں۔ اس کے علاوہ اس پروگرام میں جو آلات مثلاً پروجیکٹر اور ریڈیو استعمال میں آتے ہیں، ان کو اچھی حالت میں رکھنے کا اہتمام بھی خاص توجہ چاہتا ہے۔ اس کا ہر وقت دھیان رکھنا چاہئیے۔

۶۔ تسلسل تعلیم اور کتب خانے

خواندگی کی صلاحیت کو بحال رکھنے اور اس میں پختگی پیدا کرنے کے لئے تسلسل تعلیم کی ضرورت پر زیادہ توجہ کرنی ہوگی اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(الف) عوامی نشری وسائل کا استعمال

(ب) مختلف مضامین سے متعلق ایسے سامان کی تیاری جن کی مدد سے لوگ ایک متعین پروگرام کے مطابق اپنی تعلیم آپ جاری رکھ سکیں۔

(ج) تسلسل تعلیم کے لئے بالغوں کے مستقل اسکول قائم کئے جائیں۔

(د) مراسلاتی تعلیم کے طریقے کو زیادہ سے زیادہ رائج کیا جائے۔

(ہ) نصاب تعلیم کو کم وقت میں ڈھال کر پڑھانے کے طریقوں یعنی (CONDENSED COURSES) کو

زیادہ سے زیادہ رواج دیا جائے ۔

(و) دیہی اور شہراتی علاقوں میں جتنا کالج اور ردڈیا پیٹھ قائم کئے جائیں ۔

گاؤں کے لوگ اگر کبھی کبھار کتابیں خریدتے ہیں تو پڑیوں کی دکانوں سے خریدتے ہیں ۔اس لئے اچھا ہوگا اگر نوسکھ بالغوں کی کتابیں بھی ان دکانوں پر برائے فروخت موجود ہوں، اس ترکیب سے یہ نئی کتابیں زیادہ آسانی سے نوسکھ بالغوں کے ہاتھوں میں پہنچتی رہیں گی ۔اس بازار میں کتابیں بیچنے کے لئے ضروری ہوگا کہ وہاں جس طرح کی کتابیں زیادہ مقبول ہوں ان کی زبان اور انداز بیان وغیرہ کا اچھی طرح مطالعہ کیا جائے ۔

ملک میں خواندگی کو پھیلانے اور تہذیبی زندگی کی نشوونما کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ مدراس کے قانون کتب خانہ کے نمونے پر کوئی قانون بنا کر ملک میں جس قدر جلد ممکن ہو عوامی کتب خانوں کا ایک جال بچھا دیا جائے ۔اس کے بغیر عین ممکن ہے کہ خاتمۂ ناخواندگی کی مہم سے جو کامیابی حاصل ہوگی اس کے اثرات جلد زائل ہو جائیں

کتب خانوں کا اثر اب تک محض تعلیم یافتہ لوگوں تک محدود رہا ہے ،مگر کتب خانے نوخواندہ اور ناخواندہ لوگوں میں بھی اپنے اثرات قائم کر سکتے ہیں ۔اس لئے کتب خانے یہ کام کتھا واچکوں یا داستان گوئی کا پیشہ کرنے والوں اور اسی طرح کے دوسرے پیشہ وروں کی خدمات حاصل کر کے اور ریڈنگ کلب قائم کر کے انجام دے سکتے ہیں ۔

سفارشات

۱۔ خواندگی کی ابتدائی مہم کے لئے پوسٹر، فلم، فلم اسٹرپ اور تعلیم کے دوسرے امدادی اور آڈیو ویژول سامان تیار کرنے کی غرض سے معقول سرمایہ فراہم کیا جانا چاہیئے ۔اس بات کی کوشش کی جانی چاہیئے کہ ان فلموں کو مقامی بولیوں میں بھی ڈھال لیا جائے تاکہ گاؤں کے ناخواندہ لوگ بھی ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں ۔

۲۔ پڑھنا لکھنا سیکھ لینے سے لوگوں کو زندگی میں جو کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں ان کی کہانیوں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ ابتدائی تحریک میں آلہ دین کے چراغ کی کراماتوں کی طرح کی بعید از قیاس تصویر پیش کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

۳۔ خواندگی کے مختلف مرحلوں کے لئے کتابیں تیار کرنے میں لوگوں کی ذاتی اور پیشہ ورانہ ضرورتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور ان کی اشاعت سے پہلے انھیں اچھی طرح ٹسٹ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیئے ۔

۴۔ لوگوں میں پڑھنا لکھنا سیکھنے اور اپنی تعلیم کو آگے جاری رکھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے ریڈیو، فلم اور (جہاں ممکن ہو) ٹیلی وژن کا استعمال کرنے کے فن میں خواندگی کے اساتذہ کی رہنمائی کرنا چاہیئے ۔

۵۔ نوسکھوں کے لئے ریڈیو کے مخصوص پروگرام شروع کئے جانے چاہئیں اور مقامی اخباروں میں ان کے لئے کالم مخصوص کئے جانے چاہئیں۔ اسی کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ مقامی بولیوں میں نوسکھوں کے لئے اخبار شائع کئے جانے چاہئیں۔ پڑھنا لکھنا سیکھنے کے عمل میں تیزی پیدا کرنے کے لئے خاص طرح کے گرام فون ریکارڈ تیار کئے جائیں۔

۶۔ کم آمدنی والے خاندانوں میں سستے دام کے ریڈیو سٹ تقسیم کئے جانے چاہئیں۔

۷۔ عوامی وسائل تعلیم کا استعمال خواندگی کے بعد تعلیم کو آگے جاری رکھنے کے مرحلے میں بھی کرنا چاہیے۔

۸۔ نوخواندہ بالغوں کے لئے ایسی کتابوں کی تیاری اور اُن کی فروخت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے جو ان کے لئے مفید ہوں اور ان سے ان کی روزمرہ کی ضروریات پوری ہوتی ہوں۔

۹۔ خواندگی کے پروگرام کے ساتھ ساتھ عوامی کتب خانوں کا ایک ایسا نظام بھی قائم کیا جانا چاہیے جو دیہی اور شہراتی علاقوں کے تمام پڑھنے والوں کا احاطہ کرلے۔

۱۰۔ تعلیمی سامان ایسے بھی تیار کئے جانے چاہئیں جن کی مدد سے لوگ ایک متعین پروگرام کے مطابق اپنے طور پر اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ اس طرح کا سامان شروع میں نمونے کے لیے چھوٹے پیمانے پر نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کو تیار کرنا چاہیے تاکہ بعد میں مختلف ریسرچ سنٹر علاقائی زبانوں میں اسی نمونے پر تعلیمی سامان تیار کرسکیں۔

۱۱۔ مراسلاتی طریقہ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ رائج کیا جانا چاہیے۔

۱۲۔ طبقۂ نسواں اور دوسرے مخصوص طبقات کے لئے نصاب تعلیم کو کم مدت میں مکمل کرنے (CONDENSED COURSES) کے طریقہ کو بھی فروغ دینا چاہیے۔

ایجنڈا نمبر چھ

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے مختلف طریقۂ کار

پھیلاؤ اور گہرائی کا اصول

خیالات اور رائیں

۱- پھیلاؤ کا طریقۂ کار

ہندوستان میں پھیلاؤ کے طریقۂ کار کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر ریاست، ہر ضلعے اور ہر بلاک کے لئے کام کا پروگرام مرتب کیا جائے۔ اس طریقۂ کار کے ماتحت یہ کرنا ہوگا کہ خواندگی اور سوشل (اڈلٹ) ایجوکیشن کی خدمات پورے ملک میں اس نہج پر پھیلائی جائیں کہ ان کا اثر پوری آبادی تک پہنچ جائے۔ قدرتی بات ہے کہ اس صورت میں بے اندازہ سرمایہ اور اسٹاف لگانے کی ضرورت ہوگی۔

۲- گہرائی کا طریقۂ کار

گہرائی کے اصول پر کام کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کچھ پائلٹ علاقے منتخب کر لئے جائیں اور ان میں خواندگی کا پروگرام چلانے کے لئے معقول مقدار میں سرمایہ لگایا جائے، کام کے نتائج کی جانچ تفصیلات میں جا کر کی جائے اور خواندگی کا پروگرام یہ سوچ کر بنایا جائے کہ علاقے کی سماجی اور اقتصادی ترقی کے پلانوں سے اس کا گہرا تعلق اور ربط ہوگا۔

ان پراجیکٹوں کے مقاصد حسب ذیل ہو سکتے ہیں:-

(الف) کام کے مختلف اصولوں اور طریقوں کی آزمائش

(ب) اس قسم کے پروگرام پر آنے والے خرچ کا تعین
(ج) اس بات کی تحقیق کہ اگر خواندگی کا کام گہرائی کے اصول پر کیا جائے تو سماجی اور اقتصادی ترقی کے پلانوں پر اس کا کیا اور کس حد تک اثر پڑے گا
(د) اس آزمائشی پروگرام سے جو تجربہ حاصل ہو اس سے عوامی ناخواندگی کی بیخ کنی کے "قومی پروگرام" کی ترتیب و تشکیل میں کام لیا جائے
(و) اس قومی پروگرام کے لئے پائلٹ پروجیکٹوں کی مدتِ کار میں اسٹاف اور سامان تعلیم تیار کیا جائے۔

۳۔ علاقے کے انتخاب میں کن باتوں کا لحاظ رکھا جائے

پائلٹ علاقوں کے انتخاب میں کچھ باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا جو حسب ذیل ہو سکتی ہیں:
(الف) علاقہ کچھ خصوصیات کا حامل ہو تاکہ پروجیکٹ کے جو نتائج برآمد ہوں ان کا انہی خصوصیات والے دوسرے علاقوں پر اطلاق کیا جا سکے۔
(ب) اس میں سماجی اور اقتصادی ترقی کے منصوبوں پر پہلے سے گہرائی کے اصول ہی پر کام ہو رہا ہو۔
(ج) وہاں یہ تجربہ ہو کہ ناخواندگی کا زور ہونے کی وجہ سے ترقیاتی منصوبوں کی کامیابی میں رکاوٹ پڑی ہے
(د) وہاں ایسا امکان موجود ہو کہ خواندگی کے اثر سے لوگوں کی بارآوری اور معیار حیات میں بلندی پیدا ہوگی۔
(ہ) وہاں کے افسران اور حکام اس کے لئے راضی ہوں کہ اگر کوئی دوسری آزاد ایجنسی یہ پروجیکٹ شروع کرے گی تو وہ اس کی سائنٹفک جانچ کی خدمت انجام دیں گے

۴۔ دیہاتی نوعیت کے علاقوں کے پروجیکٹ

دیہاتی علاقے کے پروجیکٹ میں خواندگی کی مہم کو زراعتی ترقی کے پروگراموں، اور کسانوں اور دیہی مزدوروں کی ٹریننگ سے مربوط کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ مہم کا دیہی صنعتوں اور دست کاریوں کی بھرپور ٹریننگ، امداد باہمی کی تعلیم دیہی اداروں اور انجمنوں کی حوصلہ افزائی اور حفظانِ صحت کے نیز مقامی ... کے قیام کے پروگرام سے بھی قائم کرنے کی ضرورت ہوگی۔ عورتوں کو خواندگی اور علم خانہ داری کی تعلیم دینے کے لئے الگ سے ٹریننگ انسٹی ٹیوشن قائم کرنے ہوں گے جہاں تک

ممکن ہو خواندگی کی تعلیم علاقے کے مسائل سے مربوط کرکے دی جانی چاہیے اور کام دھندے، کھیتی باڑی اور دست کاری سے اس کا جوڑ ملا ہوا ہونا چاہیے۔ ان پروجیکٹوں کا خاص مقصد لوگوں کے اوپر یہ واضح کرنا ہوگا کہ اس کا ترقیاتی بالخصوص غذا کی پیداوار بڑھانے کے پروگرام پر کیا اثر مترتب ہوتا ہے

۵۔ شہراتی نوعیت کے علاقوں کے پروجیکٹ

شہراتی پروجیکٹ ایسے علاقوں میں واقع ہونے چاہئیں جہاں مختلف قسم کی صنعتیں چالو ہوں، خواہ وہ مستحکم طور پر جم چکی ہوں یا ابھی نئی نئی شروع کی گئی ہوں۔ ایسے پروجیکٹ میں خواندگی کا رشتہ "مزدوروں کی تعلیم" اور صنعتوں اور دستکاریوں کی ٹریننگ کے ساتھ جوڑا جانا چاہیے۔ اس کے لئے ایسے منصوبے بنانا ہوں گے کہ خواندگی کی تعلیم کارخانوں، کانوں اور دوسرے صنعت خانوں میں اُسی مقام پر دی جائے جہاں مزدور کام کرتے ہیں۔ خواندگی اور پیشے کی ٹریننگ کے کچھ سنٹر مالکوں کی اجازت اور مشورے سے کام کے مقامات پر قائم کرنے ہوں گے، کچھ کمیونٹی سنٹروں میں اور کچھ مزدوروں کی بستیوں میں۔ خواندگی کے ان پروگراموں کے علاوہ یہ کوشش بھی کی جانی چاہیے کہ مزدوروں کو صنعتوں کی عملیات (PROCESSES) اور ان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی اچھی طرح واقفیت ہو جائے اس لئے کہ ان عملیات اور تبدیلیوں کے علم ہی پر ان کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ انھیں یہ بات اچھی طرح جتلانی چاہیے کہ اُن کو صنعتوں کے بدلتے ہوئے روپ اور سماج کے بدلتے ہوئے دھارے سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ہمہ وقت آمادہ رہنا چاہیے۔

۶ــ ایسے علاقوں کے پروجیکٹ جن میں دیہاتی اور شہراتی دونوں رنگوں کی آمیزش ہو

اس طرح کے "مرکب" علاقے کا احاطہ کرنے کے لئے جو ایک چھوٹے قصبے یا چھوٹے سے شہر اور اس کے آس پاس کے دیہات پر مشتمل ہوں ایک یا دو پروجیکٹ کافی ہوں گے۔ اس نوعیت کے پروجیکٹ میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کے لئے عوامی نشرو اشاعت کے وسائل (MEDIA OF MASS COMMIUNKATION) کے استعمال پر خاص زور ہونا چاہیے۔ یہاں خواندگی کی کلاسوں، اڈلٹ ایجوکیشن کے سنٹروں اور دوسرے مختلف اداروں کے ساتھ ساتھ ــ جن کا ذکر دوسرے پروجیکٹوں کے باب میں کیا گیا ہے "ریڈیو فورموں" (ریڈیائی پروگراموں پر اظہار خیال کرنے کی مجلسوں) اور "لسنگ گروپوں" (ریڈیو سننے کے شوقین لوگوں کی انجمن) پر تجربے بھی کئے جانے چاہئیں۔

۱۲۔ پروجیکٹوں کا تنظیمی ڈھانچہ

اس پروگرام کے سلسلے میں ریاستی تنظیم کی مختلف سطحوں کے لئے حسب ذیل تنظیمی ڈھانچہ تجویز کیا جاتا ہے:

مرکزی سطح کی تنظیم

پائلٹ پروجیکٹوں کے پروگرام کی مجموعی ذمّے داری حکومت ہند کی وزارتِ تعلیم پر ہونی چاہیے۔ وزارت کی مدد کرنے کے لئے تال میل کی ایک قومی کاؤنسل "نیشنل کوآرڈی نیٹنگ کاؤنسل" مقرر کی جانی چاہیے جو متعلقہ وزارتوں مثلاً غذا اور زراعت صنعت و حرفت، محنت اور روزگار، اطلاعات اور براڈ کاسٹنگ، اور کمیونٹی ڈیولپ منٹ کی وزارتوں اور کل ہند حیثیت کے رضاکار اداروں کے نمایندوں پر مشتمل ہو۔ وزارتِ تعلیم کے سوشل ایجوکیشن یونٹ کو اس کوآرڈی نیٹنگ کاؤنسل کے سکریٹریٹ کی حیثیت سے بھی کام کرنا چاہیے، اور نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سینٹر کو علمی اور فنی نوعیت کی خدمات جیسے سینیر اسٹاف کی ٹریننگ، ٹیکنیکل رہنمائی اور جانچ کا کام ہے — انجام دینی چاہئیں۔

ریاستی سطح کی تنظیم

جو پائلٹ پروجیکٹ جس ریاست کے اندر واقع ہوں، اُن کو پورا کرنے کی ذمہ داری اُس ریاست کے محکمۂ تعلیمات کے اوپر ہونی چاہیے۔ ریاستیں اپنے یہاں ایک ایک اسٹیٹ پروجیکٹ ایڈوائزری کمیٹی "پائلٹ پروجیکٹوں کے کام کو چلانے میں مشورہ دینے والی کمیٹی" مقرر کریں گی جو ریاست کے دوسرے متعلقہ محکموں اور خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا کام کرنے والی ریاستی حیثیت کی رضاکار تنظیموں کے نمایندوں پر مشتمل ہوگی۔ اگر ضرورت سمجھے تو یہ اسٹیٹ پروجیکٹ ایڈوائزری کمیٹی ہر نوعیت کے پائلٹ پروجیکٹ (دیہاتی، شہرانی اور مرکب) کے لئے جو ریاست میں شروع کئے گئے ہوں الگ الگ سب کمیٹیاں بنا سکتی ہے۔

پروجیکٹ کی سطح کی تنظیم

ہر پروجیکٹ کے لئے ایک ایک افسرِ اعلیٰ "پروجیکٹ ڈائرکٹر" کے نام سے ہونا چاہیے جو کافی اونچے درجہ کا افسر ہو اور اس کے اندر تنظیمی قابلیت شخصی طور پر دوستی اور تعلقات پیدا کرنے کی اہلیت اور خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے کام کا تجربہ نمایاں حد تک موجود ہو۔ اس کے کام میں مدد دینے کے لئے نگرانی کرنے والوں، مختلف اداروں اور سرگرمیوں کی

رہنمائی کرنے والوں اور پڑھائی کی دیکھ بھال کرنے والوں کا معقول عملہ مقرر کیا جانا چاہیے۔

۸۔ رضا کار ادارے اور پائلٹ پروجیکٹ

ایک آدھ پائلٹ پروجیکٹ کسی واقف کار اور مستعدی سے کام کرنے والے رضا کار ادارے کو بھی سونپا جا سکتا ہے لہٰذا اس امکان کا دروازہ بند نہیں کیا جانا چاہیے۔

۹۔ امدادی قسم کے ٹکنیکل کام

ہر پروجیکٹ میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے کچھ امدادی قسم کے ٹکنیکل کاموں کی ضرورت ہوگی جن کا منصب حسب ذیل ہوگا۔

۱۔ مختلف حیثیت کے اسٹاف کی ٹریننگ

۲۔ علاقے کی مقامی زبان میں مناسب قسم کے موادِ مطالعہ کی تیاری جس کا موضوع اور طرزِ بیان اس علاقے کے مسائل اور ترقیاتی منصوبوں سے مربوط اور ہم آہنگ ہو

۳۔ تعلیم اور پروپیگنڈا کے آڈیو ویژول سامان کی تیاری ریڈیو (اور جب اور جہاں کہیں ٹیلی وژن ہو) ٹیلی وژن پر نشر ہونے والے پروگرام تیار کرنا

۴۔ بنیادی تحقیقات اور چھان بین کا کام انجام دینا، ذرائع تعلیم کی ٹھونک بجا کر پرکھ کرنا اور پروجیکٹ کی جانچ کرنا ان خدمات کو انجام دینے کے لئے شاید "خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن سینٹر" کے نام سے ایک مخصوص ادارہ قائم کرنے کی ضرورت پڑے جس کے پاس مختلف کاموں کے ماہرین کا ایک معقول اسٹاف ہو۔ یہ سینٹر ہو سکے تو پروجیکٹ کے علاقے کے اندر ہی واقع ہو یا پھر اس سے بہت قریب۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنا کام نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سینٹر کے ایک ماتحت سینٹر کی حیثیت سے انجام دے۔ اول اول تو اس سنٹر کو صرف اپنے ہی پروجیکٹ کی خدمت کرنی ہوگی لیکن بتدریج ترقی کر کے وہ اپنے کام کا احاطہ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق ریاست کی تمام سرگرمیوں تک وسیع کر سکتا ہے۔

سفارشات

۱ــــ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن میں گہرائی کے اصول پر کام کرنے والے پائلٹ پروجیکٹ قائم کئے جائیں تاکہ؟

جو تجربہ حاصل ہو اس کی روشنی میں عوامی ناخواندگی کو ختم کرنے کے ایک "قومی پروگرام" کی شکل صورت متعین کی جائے یہ پائلٹ پروجیکٹ مندرجہ ذیل علاقوں میں شروع کئے جا سکتے ہیں:

(الف) "پیکج پروگرام" والے دیہاتی علاقے میں جہاں زراعت کی ترقی کے لئے گہرائی کے اصول پر پروگرام چلایا جا رہا ہو۔

(ب) صنعتی ترقی کے پروگرام والے دیہاتی علاقے میں جہاں صنعتی ترقی کا پروجیکٹ جاری ہو۔

(ج) کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ والے دیہاتی علاقے میں

(د) ایسے دیہاتی علاقے میں جہاں اقتصادی ترقی کا کوئی پروگرام زیر عمل نہیں ہے۔

(ہ) صنعتی ماحول والے شہراتی علاقے میں

(و) ندی گھاٹی والے علاقے میں

(ز) چائے کے باغات والے علاقے میں

(ح) کوئلے کی کان والے علاقے میں

(ط) قبائلیوں کے علاقے میں

۲۔ اس غرض سے کہ ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک میں پائلٹ پروجیکٹوں کا کچھ اثر نظر آئے اور ان کے تجربوں میں مختلف النوع علاقوں کی خصوصیات کی جھلک ہو، مناسب یہ ہے کہ ہر ریاست میں ایک ایک بڑے پیمانے کا اور ہر مرکزی علاقے (یونین ٹریٹری) میں ایک ایک چھوٹے پیمانے کا پائلٹ پروجیکٹ چلایا جائے۔

۳۔ خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے اس پروگرام میں ایسے کاموں کے لئے جیسے کاغذ، چھپائی کی مشین اور آڈیو ویژول اور عوامی وسائل تعلیم کے آلات کا حاصل کرنا ہے، یا مشینیں لگانے، عوامی وسائل تعلیم پر تجربہ کرنے اور پائلٹ پروجیکٹوں کے نتائج کی جانچ کرنے کا کام ہے ——— بین الاقوامی انجمنوں کی امداد بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حصّہ سوم

خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ

حصّہ سوم

خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پائلٹ پروجیکٹ کا خاکہ

(الف)۔ سب پروجیکٹوں کی مشترکہ خصوصیات

۱۔ پروجیکٹ کے مقاصد

(الف) عام مقاصد

ان پروجیکٹوں کا مقصد خواندگی کی تنظیم اس نہج پر کرنا ہے کہ اس کے اثر سے ناخواندہ بالغ اپنے علاقے کے ترقیاتی پروگراموں سے پورے طور پر وابستہ ہو جائیں اور مختلف منصوبوں میں پوری آمادگی کے ساتھ حصّہ لیں۔ دوسرے ان پروجیکٹوں کی کوشش یہ ہوگی کہ بالغوں میں وہ ہنر پیدا ہو جائیں کہ ان کے فیض سے وہ شہریت کی ذمّے داریوں اور فرائض کو جیسا چاہیئے پورا کر سکیں اور جمہوریت کے عمل میں مقامی لیڈرشپ کا کردار کامیابی سے ادا کر سکیں۔ ان کا تیسرا مقصد بالغوں کے اندر جذبۂ قومیت کی پرورش کرنا، سماجی مطالبات کے احساس و احترام کی نشوونما کرنا اور راستی نظر پیدا کرنا ہے کہ وہ زندگی کے مسائل کے باب میں صحیح اور نتائج کے لحاظ سے دوررس فیصلے کر سکیں۔

(ب) مقررہ مقاصد

پائلٹ پروجیکٹوں کے سامنے چار مقررہ مقاصد ہوں گے۔ اوّل یہ کہ تین سال کی مدت میں علاقے کے تمام ان پڑھ بالغ جو ۱۴ سے ۴۵ سال کی عمر کے ہوں گے، پڑھنے لکھنے اور حساب کی بنیادی لیاقت حاصل کر لیں، جو انھیں ان کے پیشوں اور کام دھندوں کو نظر میں رکھ کر بہم پہنچائی جائے۔ دوسرے مقصد کے ماتحت بالغ طالب علموں کی کم سے کم ایک تہائی تعداد کے لئے ایسے

موقعے نکالے جائیں گے کہ وہ خواندگی کی اپنی نئی نئی صلاحیت کو جماعت کی اقتصادی، سیاسی، اور سماجی سرگرمیوں میں استعمال کر سکیں۔ تیسرے یہ کہ تین سال کی مدت کے بعد بھی نوسکھوں کی جو دو تہائی تعداد بچ رہی ہوگی، اُسے بھی اپنی خواندگی کی لیاقت سے بستی کی اقتصادی، سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں کام لینے کے لیے اسی طرح کے موقعے نکالے جائیں۔ چوتھے یہ کہ علاقے کے اُن بالغوں کو جو پہلے ہی سے خواندہ ہیں، پروجیکٹ کے دورانِ کار میں اور اس کے بعد بھی ایسے موقعے دئے جائیں کہ وہ اپنی خواندگی کو کام میں لاکر اپنی دولت آفرینی کی قوت میں اضافہ کریں اور اپنے آپ کو اپنی بستی کے جمہوری اور سماجی معاملات میں سمجھ داری کے ساتھ حصہ لینے کا اہل بنائیں۔

۲۔ پروجیکٹ کا سائز

ایک پروجیکٹ کا احاطۂ کار تین سال کی مدت میں ایک ضلعے کی آبادی سے جو مختلف ریاستوں میں مختلف ہوتی ہے، آگے نہیں بڑھے گا۔ فرض کیجئے ایک ضلعے کی آبادی ۱۲ لاکھ ہے۔ اس بارہ لاکھ کی آبادی میں ۱۴ سے ۴۵ سال کی عمر کے لوگوں کی تعداد کم و بیش پوری آبادی کی دو تہائی یعنی ۷ سے ۸ لاکھ تک ہوگی جن میں سے ایک تہائی لوگ خواندہ ہوں گے۔ اس حساب سے ناخواندہ بالغ جن سے پروجیکٹ کو واسطہ ہوگا، چار پانچ لاکھ کے قریب ہوں گے۔ تعداد کی یہ حد موٹے حساب سے ہوئی۔ اصل تعداد کتنی ہو۔ اس کا انحصار اس پر ہوگا کہ پروجیکٹ کا علاقہ کیسا ہے، اور ضلع اور سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیوں میں کتنی سمائی ہے۔

۳۔ مدّتِ کار

یونیسکو کی دستاویزوں میں پروجیکٹ کے لئے تین سال کی مدّت کا ذکر ہے۔ پروجیکٹ کا پروگرام مرحلوں میں تقسیم کرکے بھی شروع کیا جاسکتا ہے اور پورے علاقے میں بہ یک وقت بھی۔ اس کا فیصلہ کہ ان میں سے کون سا نہج اختیار کیا جائے، مقامی حالات کے اوپر منحصر ہوگا۔ انتظام بہرحال ایسا کیا جانا چاہئیے کہ ناخواندہ بالغوں کی ایک تہائی تعداد کو پہلے سال میں بنیادی معیار تک خواندہ بنادیا جائے۔ اور دوسرے اور تیسرے سال میں باقی دو تہائی کو۔ جو گروہ پہلے سال میں خواندہ ہو چکا ہوگا اسے دوسرے اور تیسرے سال میں خواندگی کی دوسری منزل میں پہنچایا جائے گا۔ اس انتظام سے ظاہر ہے کہ نوسکھ بالغوں کی صرف ایک تہائی تعداد خواندگی میں وہ مہارت بہم پہنچا سکے گی جس کے اثر سے وہ بستی یا جماعت میں اپنے معاشی، سیاسی اور دوسرے کردار بخوبی ادا کر سکے

دوسرے علاقوں میں کام کا مختلف نہج اختیار کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ تمام اَن پڑھ طالب علموں کو پہلے ہی سال یہ یک وقت خواندگی کی بنیادی لیاقت بہم پہنچا دی جائے اور باقی ماندہ دو سال میں سب کو آخری معیار تک پہنچا دیا جائے۔ جو خواندگی کی لیاقت سے عملاً کام لینے کے لیے ضروری ہے۔

اس امر کا فیصلہ کہ خواندگی کی تعلیم مذکورہ بالا دو طریقوں میں سے کس طریقے کے ماتحت دی جائے، منجملہ اور امور کے اس بات پر بھی منحصر ہوگا کہ علاقے کے ترقیاتی پروگرام کس درجے کے ہیں اور ان کی کیا رفتار ہے۔

۴۔ ابتدائی جائزہ

کام شروع کرنے سے پہلے علاقے کا ایک ابتدائی جائزہ لے لینا ضروری ہوگا تاکہ اس سے حسب ذیل معلومات حاصل ہو سکیں: ناخواندگی کس حد تک ہے؟ سوسائٹی کے مختلف طبقات کی ضرورتیں کیا کیا ہیں؟ خواندگی کے کام کے لئے کس طرح کے ادارے اور اشخاص میسر آسکتے ہیں؟ بستی کی معاشی تنظیم کی کیا نوعیت ہے؟ پیکج پروگرام اور دوسرے ترقیاتی منصوبوں کا کیا اثر مرتب ہوا ہے۔

۵۔ مہم شروع کرنے سے پہلے کی پبلسٹی

مہم کا اصل پروگرام شروع کرنے سے پہلے ایک یا دو مہینے تک اس کی تبلیغ و اشاعت کا کام کرنا ہوگا۔ تبلیغ و اشاعت کے اس پروگرام میں پروجیکٹ کا اپنا پبلسٹی یونٹ، سرکاری انتظامی محکمے جو پہلے سے علاقے میں کام کر رہے ہوں، غیر سرکاری تنظیمیں اور انجمنیں، ریڈیو اور خبر رسانی کے دوسرے شعبے وغیرہ ـــــ سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مہم کی اس ابتدائی منزل کے لئے کافی مقدار میں سرمایہ بہم پہنچانے کی ضرورت ہوگی کہ ایک سے زیادہ زیادہ تعداد میں فلمیں تیار کی جاسکیں اور مقامی ضروریات کے لحاظ سے مقامی بولیوں میں ان کی کمنٹری تیار کی جاسکے۔ فلموں کے علاوہ مہم کے لئے دوسرے مختلف ذرائع اشاعت کا بھی ایک مفصل پلان تیار کرنا ہوگا جو فلم اسٹرپ، سلائڈ، چھوٹی چھوٹی نمائشوں وغیرہ پر مشتمل ہوگا۔ یہ سب سامان پروجیکٹ کا وہ شعبہ یا شعبے تیار کریں گے جو تعلیمی اور آڈیو ویژول سامان کی تیاری کے لئے تجویز کئے گئے ہیں اور جن کی تفصیل آگے کہیں بیان کی گئی ہے۔

پروجیکٹ نمبر ایک

پیکیج[1] پروگرام والے دیہی علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

۱۔ مقاصد

پیکیج پروگرام کے اثر سے اس علاقے میں لوگوں کے اندر معمول سے زیادہ جوش وخروش اور تحریک پیدا ہو چکی ہوگی۔ چنانچہ پیکیج پروگرام والے علاقے میں پائلٹ پروجیکٹ چلانے کا مقصد یہ ہوگا کہ خواندگی کی مہم میں اس جوش وخروش اور تحریک سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اسی کے ساتھ اس کا ایک مدّعا یہ بھی ہے کہ اس علاقے کے جو کسان، اور دوسرے پیشوں کے لوگ اس مخصوص زرعی پروگرام میں حصّہ لے رہے ہیں ان کی صلاحیت اور سمائی میں اضافہ کرکے خود پیکیج پروگرام کو تقویت پہنچائی جائے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ اس علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ پیکیج پروگرام کے تعلیمی وتبلیغی پہلو کا ایک جزو ہوگا۔

۲۔ تنظیم

پروجیکٹ کا احاطہ کارپورا "پیکیج ڈسٹرکٹ" ہوگا (پیکیج ڈسٹرکٹ سے مراد ہے "گھنی زراعتی پیداوار والا ضلع جسے انگریزی میں (Intensive Agricultural Production District) کہتے ہیں) بعض پیکیج ضلعوں میں جتنے کمیونٹی ڈیولپمنٹ بلاک ہیں، سب کو شامل کر لیا گیا ہے، اور بعض میں یہ عمل تدریجاً واقع ہو رہا ہے

---

[1] زراعت اور غذا کی وزارت نے ملک کے مختلف حصّوں میں گہرائی کے اصول پر زرعی ترقی کا تجربہ کرنے کی غرض سے کچھ علاقے منتخب کرلیے ہیں زرعی ترقی کے اس تجربے کو "پیکیج پروگرام ایریا" کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے گویا زراعت کی ترقی سے متعلق جتنی کوششیں ممکن ہو سکتی ہیں انھیں اس علاقے کے "پیکیج" (اضافے) کے اندر جمع کر دیا گیا ہے۔ اس پیکیج پروگرام کے لئے (بقیہ حاشیہ صفحہ پر)

پائلٹ پروجیکٹ کو چلانے کے لئے ہر بلاک میں "بلاک لٹریسی آفیسر" کے نام سے ایک افسرِ اعلیٰ کا تقرر کیا جانا چاہئے جس کا مرتبہ "سوشل ایجوکیشن آفیسر" سے کسی قدر اونچا ہوگا۔ چونکہ خواندگی کے اس پروگرام میں بہت سی ایسی سرگرمیاں بھی شامل ہیں جو پہلے سوشل ایجوکیشن آرگنائزر انجام دیا کرتے تھے اس لئے سوشل ایجوکیشن آرگنائزر کا عہدہ برقرار رہنا چاہئے اور بلاک لٹریسی آفیسر کا عہدہ نئے سرے سے قائم کیا جانا چاہئے۔

بلاک لٹریسی آفیسر کے علاوہ "مددگار افسر اعداد و شمار" (Assitant Statistician) کے نام سے ایک عہدہ دار کا تقرر بھی ہونا چاہئے جس کے سپرد اعداد و شمار کا تجزیہ اور رپورٹیں تیار کرنے کا کام ہوگا۔ بلاک کے دفتر میں جو اسٹاف پہلے سے موجود ہوگا اس سے بھی کام لیا جانا چاہئے اور کام کی مقدار اور بلاک کے موجودہ عملے کی کیفیت کا اندازہ کرنے کے بعد مزید عملہ بھی حسب ضرورت لگانا چاہئے۔

فیلڈ آرگنائزر

مذکورہ بالا عملے کے علاوہ ہر بلاک میں ۲۰ گاؤں پر ایک کے حساب سے پانچ فیلڈ آرگنائزر مقرر کئے جانے چاہئیں جن کا مرتبہ ویلیج لیول ورکر (وی۔ ایل۔ ڈبلیو) سے کسی قدر اونچا ہوگا ان میں تنظیم اور لیڈر شپ کے گر اور خواندگی کے کام کی معقول استعداد موجود ہونی چاہئے

پنچایت سمیتی

بلاک پنچایت سمیتی جو ڈیولپمنٹ بلاک کی تمام سرگرمیوں کی نگراں جماعت ہے، یہاں تک کہ پیکیج پروگرام کی سرگرمیوں کی بھی، وہ جس وقت بالغوں کی خواندگی کے پروگرام پر غور کر رہی ہو اس وقت اپنے ساتھ اس مقصد کے لئے گاؤں کے کچھ ایسے لوگوں کو جو اس پروگرام میں دلچسپی اور مستعدی سے حصہ لینے کے لئے تیار ہوں، ملا لیا کرے تو بہت اچھا رہے گا

گاؤں کی سطح پر کام کی نوعیت

گاؤں میں اس کام کے لئے ایک ایک گاؤں کمیٹی ہونی چاہئے جسے قائم کرنے میں پہل صرف گرام پنچایت کے عہدہ داروں اور ٹیچروں ہی کو نہیں کرنی چاہئے بلکہ گاؤں کے ان لوگوں کو بھی اس کام میں آگے بڑھ کر حصہ لینا چاہئے جو پیکیج پروگرام میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) مخصوص طور پر زیادہ سرمایہ زیادہ عملہ اور زیادہ محنت لگائی جاتی ہے۔

حصہ لے رہے ہوں۔ اس گاؤں کمیٹی کا سکریٹری ایسے شخص کو ہونا چاہیے جس کے دل میں اس کام کا ولولہ اور اشتیاق ہو خواہ اس کی حیثیت اور مرتبہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ خواندگی کے کارکن اور ٹیچر

ان کارکنوں اور ٹیچروں کی حیثیت رضاکاروں کی ہونی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو اُن سے پارٹ ٹائم کام لینا چاہیے۔ یہ رضاکار کارکن اور ٹیچر خواندگی کی کلاسیں چلائیں گے اور بحث مباحثے کے حلقے (ڈسکشن گروپ) تعلیم کو آگے جاری رکھنے والوں کے گروپ، کتابیں پڑھ کر سنانے اور سننے والوں کے کلب، ریڈیو فورم (ریڈیو کے پروگراموں پر بات چیت کرنے والوں کے گروہ) اور کتب خانے وغیرہ منظم کریں گے۔ خواندگی کے ایسے کارکنوں اور ٹیچروں کو ایک مقررہ مدت پر محنتانہ ادا کرنے کے بجائے اچھا یہ ہوگا کہ سال کے ختم پر انھیں "پان پتے کے لیے" (آنریریم کے نام سے) کچھ رقم نذر کی جائے جو سالانہ ایک سے ڈیڑھ سو روپے فی بیس بالغ کے حساب سے پھیلائی جا سکتی ہے۔ ان کے کام کی رضاکارانہ نوعیت کو کشادہ دلی کے ساتھ تسلیم کیا جانا چاہیے اور انھیں جو آنریریم دیا جائے اُسے "معاوضہ" ہرگز نہ کہا جائے بلکہ "استاد کی نیاز" یا "گرو دکشنا" کے لقب سے موسوم کیا جائے۔

خواندگی کے ان ٹیچروں اور کارکنوں کے علاوہ اگر علاقے میں کچھ غیر سرکاری ادارے ہوں تو انھیں بھی کچھ گروپ سپرد کر دیے جانے چاہییں، اور سچ تو یہ ہے کہ ایسی جماعتوں کو مہم میں شریک کرنے کے لئے الگ سے کوشش کی جانی چاہیے تاکہ وہ خواندگی اور دوسری متعلقہ سرگرمیوں میں پوری آمادگی اور مستعدی سے حصہ لیں۔

۴۔ ضلعے کی سطح پر تنظیم کی نوعیت

بالغوں کی خواندگی کے پروگرام کی مجموعی ذمے داری پیکیج پروگرام کے "پروجیکٹ آفیسر" کے اوپر ہونی چاہیے، البتہ خاص لٹریسی پروگرام کا ذمے دار افسر ڈسٹرکٹ سوشل ایجوکیشن آفیسر ہو سکتا ہے۔ اگر کسی ضلعے میں یہ عہدہ موجود نہ ہو تو وہاں ڈسٹرکٹ سوشل (بالغ) ایجوکیشن آفیسر کے نام سے مناسب گریڈ کا ایک نیا عہدہ قائم کرنا چاہیے (یہ گریڈ ایجوکیشن سروس کے درجہ دوم کے گریڈ سے کم بہرحال نہیں ہونا چاہیے۔)

ڈسٹرکٹ سوشل ایجوکیشن کے دفتر میں "تعلیمی اعداد و شمار کا ایک اسسٹنٹ افسر" مقرر کیا جانا چاہیے جس کے ذمے پروجیکٹ سے متعلق اعداد و شمار جمع کر کے ان کا تجزیہ کرنے اور رپورٹیں وغیرہ تیار کرنے کا کام ہو۔ اس کے علاوہ دفتری کاموں کے لیے کم سے کم جتنے میں کام چل سکتا ہو اس کے بقدر ٹائپ کرنے والوں اور کلرکی کا کام کرنے والوں کا عملہ بھی ہونا چاہیے۔

۵۔ ریاست کی سطح پر تنظیم کی نوعیت

ریاستی سطح پر پروگرام کی مجموعی ذمے داری ریاست کے "جوائنٹ ڈائرکٹر آف سوشل (اڈلٹ) ایجوکیشن" کے اوپر ہونی چاہیئے اور اگر کسی ریاست میں یہ عہدہ موجود نہ ہو تو قائم کیا جانا چاہیئے یا کسی افسر کو مناسب ترقی دے کر اس عہدے پر مامور کیا جانا چاہیئے جوائنٹ ڈائرکٹر آف سوشل (اڈلٹ) ایجوکیشن کے ماتحت ایک "اسٹیٹ اڈلٹ لٹریسی آفیسر" مامور کیا جانا چاہیئے جو خاص کر پائلٹ پروجیکٹوں کے معاملات کو دیکھے اس کی مدد کے لئے اگر موجودہ اسٹاف سے کام نہ چل سکتا ہو تو چھوٹا سا اسٹاف الگ سے مقرر کرنا چاہئے۔

ان عہدہ داروں کے تقرر کے علاوہ ایک با اختیار کمیٹی بھی "انتظام میں تال میل پیدا کرنے والی کمیٹی" (Administrative Co-ordinating Comittee) کے نام سے مقرر کی جانی چاہیئے جس کا صدر ریاست کا ڈیولپمنٹ کمشنر یا اسی کے مرتبے کا کوئی اور افسر جو زراعتی ترقی کا ذمے دار ہو، ہو۔ کمیٹی میں ممبر کی حیثیت سے ایجوکیشن ڈائرکٹر، اور پیکیج پروگرام اشاعت و پلیٹی، سبزیوں اور پھلوں کی کاشت، دیہی انجینیرنگ، کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور دوسرے متعلقہ محکموں کے افسران اعلیٰ شامل ہوں۔ اس کمیٹی کی حیثیت پروجیکٹوں کے معاملے میں مجلس عاملہ (ورکنگ باڈی) کی ہونی چاہیئے جو اکثر و بیشتر اپنے اجلاس منعقد کرتی رہے۔ اس کا کام صرف پروجیکٹ کی رفتار پر نظر رکھنا ہی نہیں بلکہ اختلافات اور مسائل کو دور کرنا بھی ہونا چاہیئے۔

۶۔ تعلیم کے طریقے، ذرائع اور تعلیمی ساز و سامان

خواندگی ہو یا تسلسل تعلیم کے سلسلے کی پڑھائی، دونوں چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر ہونی چاہیئے اور ان میں وہ آداب و ضوابط نہیں برتے جانے چاہئیں جو رسمی کلاسوں کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مہاراشٹر کی "شکشا ہم" کے تجربے سے معلوم ہوا ہے ان گروپوں کی نوعیت غیر رسمی اور بے تکلفانہ ہونی چاہئے، چھوٹے چھوٹے گروپ بہت سے ہونے چاہئیں اور ایسے مقامات پر واقع اور ایسے اوقات میں منعقد ہونے چاہئیں جو بالغ طالب علموں کے لئے موزوں اور سہولت کا باعث ہوں۔

گروپ چھوٹے چھوٹے ہونے چاہئیں اور اس ڈھنگ پر منعقد کئے جانے چاہئیں گویا بالغوں کے کلب ہوں۔ اسی طرح لفظ "ٹیچر" یا "ماسٹر" سے پرہیز کرنا چاہیئے اور اس کی جگہ "صلاح کار" یا "بھائی جی" قسم کا کوئی لفظ اختیار کرنا چاہیئے جس سے پڑھنے اور پڑھانے والوں کے درمیان برابری اور بھائی چارے کا مفہوم ظاہر ہو۔ پڑھنے والوں کی اکائی کے لئے عام اصطلاح "گروپ" اختیار کی جانی چاہیئے۔

چونکہ بنیادی اصول یہ ہوگا کہ "پیکیج پروگرام" کے علاقے میں پیداآوری کی سرگرمیوں کو خواندگی سے (یا یوں کہہ لیجئے کہ

خواندگی کو پیداآوری کی سرگرمیوں سے) مربوط کرنا ہے اس لئے خواندگی کے سلسلے کی سب چیزیں مثلاً اسباق، ذخیرۂ الفاظ، پرائمر، چارٹ اور دوسرے قسم کے پڑھنے اور پڑھانے والے تعلیمی ساز و سامان — اس بات کو پیشِ نظر رکھ کر ترتیب دی جانی چاہئیں، کہ ان میں "پیکیج" پروگرام ہی کے سلسلے کی معلومات، کام کے طریقے اور گُر وغیرہ کا ذکر ہو۔

اس تعلیمی سامان کی تیاری میں ضرورت ہوگی کہ تعلیم کے ماہر، پیکیج پروگرام کے ماہرین زراعت اور دوسرے ایکسپرٹ، مصنف اور جہاں ضرورت ہو، آرٹسٹ اور ڈیزائنر جیسے کلاکار — سب لوگ ایک ٹیم کی شکل میں باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل کے جذبے کے ساتھ کام کریں۔ اسی طرح آڈیو ویژول سامان کے جدید آلات مثلاً فلم، ریڈیو، پوسٹر اور چارٹ وغیرہ کے علاوہ دکھا اور سُنا کر تعلیم دینے والے روایاتی اور مقامی طریقوں اور ایجادات سے بھی کام لینا چاہیے۔

خواندگی اور تسلسلِ تعلیم کے ان بالمشافہ اور شخصی طریقوں کے ساتھ ساتھ ریڈیو پروگرام بھی ہونے چاہئیں جو ریڈیو کے مقامی اسٹیشن کے مشورے سے خاص اسی مقصد کے لئے تیار کئے جائیں اور اس کام کے لئے ایک ٹیم بنا دی جائے۔ چونکہ کچھ گاؤں میں دوسری اسکیموں کے تحت ریڈیو کے سیٹ مہیا کئے گئے ہیں (اور منصوبہ یہ ہوگا کہ یہ یک وقت ریڈیو پروگراموں سے تمام گاؤں کو فیض پہنچے) اس لئے ہر گاؤں میں جہاں پہلے سے ریڈیو سیٹ موجود نہ ہو، میڈیم ویو کے سننے کے ٹرانسسٹر سیٹ مہیا کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ٹرانسسٹر سیٹ ہونے سے دیکھ بھال اور رکھ رکھاؤ کے بہت سے بکھیڑوں سے نجات مل جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے گروپوں کے لئے موزوں بھی رہتے ہیں۔

مذکورہ بالا تعلیمی اور فہمی سامان کی تیاری خواندگی کا پروگرام شروع کرنے کی مقررہ تاریخ سے کم سے کم چھ مہینے پہلے مکمل ہو جانی چاہیے بلکہ یہ مدت اس سے بھی لمبی ہو سکتی ہے اس لئے کہ بہت سا سامان پروگرام کی ابتدائی منزل کے لئے جب پروجیکٹ کی تبلیغ و اشاعت کا کام ہوگا، تیار کرنا ہوگا۔

۷۔ درسی اور آڈیو ویژول سامان تیار کرنے والا مقامی مرکز

پروجیکٹ سے متعلق جو کچھ بھی تعلیمی ساز و سامان تیار کیا جائے، اس میں مقامی ضرورتوں، مقامی بولیوں، فکر و عمل کے مقامی رنگ، مقامی اہلِ فن اور مقامی حالات کو نمایاں حیثیت دینا ضروری ہے۔ اگرچہ ہمارے سامنے بہت سے بیرونی ممالک کے نمونے موجود تھے جہاں تعلیمی سامان مقامی طور پر تیار کئے گئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ہندوستان میں تعلیم اور معلوماتِ عامّہ سے متعلق جو کچھ اور جتنا کچھ سامان تیار ہوا ہے وہ اصل مقام سے دور مرکز میں بیٹھ کر ہوا ہے۔ اس تلخ تجربے کے پیشِ نظر یہ ضروری ہے کہ اس قسم کا سامان تیار کرنے والا مرکز خود پروجیکٹ کے علاقے میں واقع ہو یا اگر اس میں کوئی مجبوری ہی حائل ہو تو

پروجیکٹ ایریا سے متصل نہیں قریب میں تو واقع ہونا ہی چاہیئے۔ لیکن ان سامانوں کے مقامی طور پر تیار کئے جانے یا ان میں مقامی رنگ روپ کی جھلک قائم رکھنے پر زور دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سامانوں کی تیاری کے لئے "اپ ٹو ڈیٹ" قسم کے اور ہر اعتبار سے مکمل مشینوں اور آلات کے سیٹ جو خاص اسی مقصد کے لئے بنے ہوتے ہیں نہ حاصل کئے جائیں۔ امید ہے کہ اس مقصد کے لئے بین الاقوامی اداروں اور انجمنوں سے خاصی مالی امداد مل جائے گی۔

جس معیار کا تعلیمی سامان مقصود ہے اسی اعتبار سے اس کی تیاری کے لیے اونچی قابلیت کے آرٹسٹوں، مصنفوں اور دوسرے کلاکاروں کا اسٹاف بھی ضروری ہوگا۔ ان کی تنخواہوں کا معیار اتنا اونچا ہونا چاہیئے کہ ان کی ماہرانہ قابلیت اور اس اعتبار سے ان کی غیر معمولی ضروریات کی بخوبی کفالت ہوسکے۔ اس کام کے لیے اپنے اپنے فن کے چند غیر ملکی اور ملکی ماہروں کی خدمات بہر حال حاصل کرنی ہوں گی۔

سامان تیار کرنے والے اس مقامی سنٹر کی تفصیلات اور کاموں کی نوعیت طے کرتے وقت اس امکان پر بھی غور کیا جانا چاہیئے کہ آیا یہ کام کرنے والی موجودہ انجمنوں سے (خواہ وہ سرکاری ہوں یا پرائیوٹ) مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔

۸۔ مقامی لاگت

خواندگی کے اس پروجیکٹ میں مقامی لاگت کا تخمینہ مبلغ پندرہ روپئے فی طالب علم لگایا گیا ہے۔ اس میں وہ سب خرچ شامل ہیں جو خواندگی کے کارکنوں کے آنریریم، تعلیمی سامان کے سلسلے کی مشینوں اور آلات کی فراہمی اور نگرانی کرنے والے اسٹاف پر آئیں گے۔ واضح رہے کہ یہ صرف مقامی لاگت کا تخمینہ ہے، جس میں افسرانِ بالا، ماہرینِ خصوصی اور ریاستی اور مرکزی سطح کے اسٹاف کی تنخواہوں، ٹریننگ، ابتدائی تبلیغی مہم، نتائج کی جانچ اور مخصوص مشینوں اور آلات پر آنے والا خرچ شامل نہیں ہے۔ ان موخرالذکر مدات پر آنے والا خرچ تخمیناً مبلغ بیس روپے فی طالب علم یا اس سے کچھ زیادہ ہی پڑے گا۔ جو مفصل بجٹ ترتیب دینے پر معلوم ہوگا۔ پھر اس رقم میں بھی وہ خرچ شامل نہیں ہے جو عمارتوں اور ان کے ساز و سامان اور آرائش پر آئے گا۔

۹۔ ٹریننگ

خواندگی کے کارکنوں، گروپ لیڈروں اور ٹیچروں کی ٹریننگ پندرہ پندرہ دن کی دو قسطوں میں کرنی چاہیئے۔ ٹریننگ کی مدت میں ان کے قیام و طعام کا خرچ پروجیکٹ کے بجٹ سے دینا چاہیئے۔

کارکنوں اور ٹیچروں وغیرہ کی طرح پروجیکٹ کا انتظام اور نگرانی کرنے والے اسٹاف اور مختلف سطح کے ٹکنیکل افسروں کو بھی اس نئے کام سے روشناس کرانے کی ضرورت ہوگی۔ اس مقصد کے لئے نئے کام سے روشناس کرانے والے کورس Orientation Courses منظم کئے جانے چاہئیں جو بالغوں کی نفسیات اور اڈلٹ ایجوکیشن کے سماجی مسائل جیسے مضامین پر مشتمل ہوں۔ اسی طرح فیلڈ آرگنائزروں کے لئے بھی مختصر مدت کے کورس چلانے کی ضرورت ہوگی۔
ٹریننگ کے سلسلے کے یہ سب پروگرام پروجیکٹ شروع کرنے کے وقت سے بہت پہلے مکمل ہو جانے چاہئیں۔

۱۰۔ خواندگی کے مسلسل استعمال کے ادارے

کوشش (اور عزم و ارادے کے ساتھ کوشش) یہ ہونی چاہئے کہ پروجیکٹ کے دوران کار میں رسمی اور غیر رسمی دونوں طرح کے بہت سے ادارے وجود میں آجائیں تاکہ اُن کے توسّط سے نوسکھ بالغوں کو اپنی خواندگی سے کام لینے کا موقع ملتا رہے اگر ایسا نہ ہوا تو پروجیکٹ پر جو کچھ محنت اور کوشش صرف کی گئی ہوگی سب کی سب مٹی میں مل جائے گی۔ یہ ادارے کم وبیش حسب ذیل نوعیت کے ہونے چاہئیں۔

کسانوں کے کالج:

ان کالجوں میں نوسکھ بالغوں کے لئے ایک ایک ہفتے یا کچھ اور زیادہ مدت کے کورس چلائے جائیں جو کھیتی باڑی، سبزی اور پھل کی کاشت، مرغی خانہ وغیرہ مضامین پر مشتمل ہوں اور ان میں فصلوں کو لگنے والی بیماریوں، کھاد کی تازہ ترین قسموں، مرغیوں کی خوراک اور ان کی داشت جیسے عنوانات پر کتابیں پڑھوائی جائیں۔

دیہاتی عورتوں کے کالج

ان اداروں میں مذکورہ بالا کسان کالجوں کی طرح مختصر مدت کے کورس نوسکھ عورتوں کے لئے منظم کئے جائیں گے۔ اور ان میں انھیں ان کے مخصوص کام دھندے جیسے دست کاریاں اور پیکیج پروگرام کے ماتحت تجویز کئے ہوئے دوسرے اہم مضمون ہیں، ان کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی جائیں گی اور کتابیں پڑھوائی جائیں گی۔
یہ دونوں قسم کے کالج جہاں جہاں ممکن ہو بستی یا علاقے کے موجودہ اداروں مثلاً ودیا پیٹھوں، جنتا کالجوں اور پنچایتی راج کے سنٹروں میں قائم کئے جائیں تاکہ اُن کے یہاں جو سہولتیں اور خدمات (جیسے کتب خانے، نمائشیں، مشینیں اور آلات)

میسر ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

نوسکھ بالغوں کے استعمال کے لائق معلومات اور اطلاعات کے سینٹر

خبریں اور معلومات بہم پہنچانے والا اس طرح کا ایک سنٹر بلاک لٹریسی آفیسر کی ماتحتی میں ہر بلاک کے اندر ہونا چاہیے اور اسے چلانے میں رضاکار کارکنوں کی مدد حاصل کی جانی چاہیے۔ معلومات و اطلاعات کے اس سنٹر میں ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ سرکار کی طرف سے شائع ہونے والے گشتی مراسلات، معلوماتی کتابچوں اور قواعد وضوابط آسان زبان میں ڈھال ڈھال کر گاؤں کے مختلف گروپوں تک پہنچائے جاتے رہیں۔

کتب خانے

چونکہ موجودہ کتب خانوں کے اوپر عملاً پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ لوگوں کا قبضہ رہتا ہے، اس لئے ان پائلٹ پروجیکٹوں کے لئے الگ سے نوسکھ بالغوں کے کتب خانوں کا ایک نظام قائم کیا جانا چاہیے۔ اس مقصد کے لئے کام کا نہج یہ ہو سکتا ہے کہ پروجیکٹ کے علاقے میں کسی مرکزی مقام پر کتابیں جمع رہیں اور وہاں سے "ریڈنگ کلبوں" کے لئے جو پیکج پروگرام والے ہر ضلع میں بنے ہیں، منتخب کتابیں بکسوں میں بھر بھر کر پہنچادی جائیں۔ اس سلسلے میں آزما کر دیکھنا چاہیے کہ دیہی علاقوں میں واقع ہونے والے اسکولوں اور کالجوں (خصوصاً زراعتی کالجوں، ملٹی پرپز اسکولوں اور رورل انسٹی ٹیوٹوں) میں سماج سیوا کے جو شعبے قائم ہیں وہ کس حد تک پروجیکٹ کی مدد کر سکتے ہیں۔ انھیں اس مقصد کے لئے پروجیکٹ مخصوص طور پر امداد بھی دے سکتا ہے۔

۱۱۔ نتائج کی جانچ

جانچ کا کام جہاں تک ممکن ہو، پروجیکٹ چلانے والی ایجنسی کے کنٹرول سے آزاد ہونا چاہیے مگر جیسے یہ بات ضروری ہے ویسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ پروجیکٹ کی سطح پر جانچ کا کام کرنے والا عملہ مقامی اسٹاف اور کارکنوں سے قریب ترین ربط واتحاد قائم کر کے اپنا کام انجام دے۔

پروجیکٹ کی سطح پر جانچ کی تنظیم

پروجیکٹ کی سطح پر جانچ کرنے کے لئے چار ماہرین سماجیات (جو معاشیات کے بھی طالب علم ہوں) کی ایک ٹیم ہونی چاہیے۔ ان ماہرین کو اپنے خصوصی مضمون کے علاوہ ریسرچ اور جانچ کے طریقوں کی ٹریننگ بھی ملی ہونی چاہیے۔ اس ٹیم میں ایک غیر ملکی ماہر بھی

جسے دوسرے ملکوں میں تحقیق اور ریسرچ کا تجربہ ہو شامل ہو تو اچھا ہوگا۔

ماہرین کی اس ٹیم کے ساتھ کام کرنے کے لئے ۱۶ پڑتالی بھی ہونے چاہئیں جنھیں چار مختلف مسائل کی چھان بین کرنے والی چار ٹیموں میں منقسم کر دیا جائے۔ ان کے علاوہ ایک سینئر پڑتالی (Senior Investigator) بھی ہونا چاہیئے جو ان پڑتالیوں کے کام کی نگرانی کرے گا۔

مرکزی تنظیم

مرکز میں اونچے درجے کے چار علمار سماجیات کی ایک ٹیم ہونی چاہیئے جنھیں ریسرچ کے کام کا گہرا تجربہ ہو۔ اس ٹیم میں بھی ایک غیر ملکی ماہر (ایکسپرٹ) کی شرکت مفید رہے گی۔ اس ٹیم کے کام کا ڈھنگ ویسا ہی ہونا چاہیئے جو نظام جسمانی میں دماغ کا ہوتا ہے، اور اس حیثیت سے اسے اس بات پر نظر رکھنی ہوگی کہ پروجیکٹوں کے اندر جانچ کا جو کام ہو رہا ہے اس میں باہم تال میل اور ربط قائم ہے یا نہیں۔

اس باضابطہ عملے کے علاوہ گشتی مشیروں کا بھی ایک گروپ ہو تو بڑی اچھی بات ہوگی۔ ان گشتی مشیروں کی خدمات مختصر مدت کی ملازمت کے اصول پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے مشیروں کی خدمات بھی حاصل کی جانی چاہئیں جنھیں ایشیا جنوبی امریکہ اور افریقہ کے ملکوں میں اسی طرح کے کام کا تجربہ ہو۔ ان کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ پروجیکٹوں کے علاقوں میں دورہ کر کے جانچ کرنے والی ٹیموں سے ملاقاتیں کریں اور اپنی رپورٹیں دے دیں۔

جانچ کی یہ مرکزی تنظیم تمام پروجیکٹوں کے لئے مجموعی حیثیت سے کام کرے گی۔

جانچ کرنے والی اس مرکزی ٹیم کو پروجیکٹوں کے بارے میں اپنا آخری تبصرہ پیش کرنے کے علاوہ (جو ہندوستان اور دوسرے ممالک میں کام کی آیندہ منصوبہ بندی کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوگا) یہ بھی کرنا چاہیئے کہ پروجیکٹوں کے دورانِ کار میں بھی وقتاً فوقتاً کام کی نوعیت، مقدار اور رفتار وغیرہ سے متعلق قابلِ توجہ پہلوؤں پر زور دیتے ہوئے درمیانی رپورٹیں دیتی رہے۔ یہ رپورٹیں پروجیکٹوں کے چلانے والے عملے اور ٹکنیکل اسٹاف کے پاس بھیجی جاتی رہیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں جہاں کہیں ضرورت ہو اپنے کام کے ڈھنگ میں رد و بدل کر سکیں۔

پروجیکٹ نمبر دو

صنعتی پروگرام والے دیہی علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

۱۔ عام صورت حال

یہ پروجیکٹ ایسے علاقے میں واقع ہوگا جہاں پلاننگ کمیشن کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے زیر اہتمام دیہی صنعتوں کو فروغ دینے کا پروگرام گہرائی کے اصول پر (INTENSIVE RURAL INDUSTRIALISATION PROGRAMME) چلایا جا رہا ہے۔ اس پروگرام سے علاقے کے اندر جو ماحول اور مواقع پیدا ہوئے ہیں، اُن سے خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ میں فائدہ اٹھایا جائے گا۔ صنعتی ترقی کے اس پروگرام کے اثر سے مقامی لوگوں کے لئے معاشی ترقی کے نئے نئے امکانات پیدا ہوئے ہیں اور ایک مقامی ایجنسی بھی موجود ہے جو پیکیج پروگرام کی ایجنسی کی طرح خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ کے لئے مہم کے بنیادی اڈے کا کام دے سکے گی۔

۲۔ پروجیکٹ کا سائز

سائز کے سلسلے میں اس سے پہلے جو تجاویز پیش کی گئی ہیں اور جو سب پروجیکٹوں میں مشترک ہیں وہی اس پروجیکٹ پر بھی صادق آئیں گی۔ مگر آبادی کے لحاظ سے اس کا سائز بہت چھوٹا ہوگا کیونکہ صنعتی ترقی کا جو پروگرام پلاننگ کمیشن کے تحت چل رہا ہے اس میں صرف ایک لاکھ کی آبادی کو لیا گیا ہے جو عموماً ایک بلاک کی آبادی ہے۔ اس لئے تجویز یہ ہے کہ اس طرح کا صنعتی پروگرام والا ہر علاقہ ذیلی پروجیکٹ (SUB-PROJECT) تصور کیا جائے اور اس طرح کے تین چار ذیلی پروجیکٹوں کو ملا کر ایک مکمل پائلٹ پروجیکٹ بنا لیا جائے تاکہ آبادی کے لحاظ سے اس کا بھی وہی سائز ہو جائے جو پیکیج پروگرام والے علاقے کے پروجیکٹ کا ہے۔

دیہی صنعتی ترقی کے پروگرام کا مقصد چھوٹے گاؤں والوں کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کر کے ان کی صنعتی ترقی کے

امکانات کو بڑھا دیا ہے اس لئے خواندگی کے اس پائلٹ پروجیکٹ میں خواندگی کا استعمال زراعتی اور صنعتی دونوں مقاصد کے لئے کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ تنظیم

پروجیکٹ کی سطح پر

دیہی صنعتی پروگرام کے پروجیکٹ آفیسر کو خواندگی پروگرام کا مقامی افسر اعلیٰ (کوآرڈی نیٹر) بنا دینا چاہئیے تاکہ آپ کو یہ احساس رہے کہ اس کے اوپر اس پروجیکٹ کی کامیابی کی بھی ذمّے داری ہے۔ علاقے کی سطح پر یہاں بھی وہی اسٹاف رکھا جانا چاہئے جو پروجیکٹ نمبر ایک کے لئے تجویز کیا گیا ہے یعنی ایک ایریا لٹریسی آفیسر، ایک اسسٹنٹ افسر اعداد و شمار اور اس کا اسٹاف اور ۳۰ گاؤں کے اوپر ایک کے حساب سے فیلڈ آرگنائزر جن میں ایک مناسب تعداد لیڈی فیلڈ آرگنائزر وں کی ہوگی۔

دیہی صنعتی پروگرام کے ہر علاقے میں پہلے سے ایک "مقامی کمیٹی" موجود ہے۔ خواندگی کے پروجیکٹ کی نمائندگی کی غرض سے ضروری ہوگا کہ اس کمیٹی میں گاؤں کے کچھ ایسے لوگ شامل کرلئے جائیں جو خواندگی کے پروگرام میں سنندی سے حصّہ لے رہے ہوں۔

گاؤں کی سطح پر بھی تنظیم کی وہی شکل ہوگی جو پروجیکٹ نمبر ایک میں تجویز کی گئی ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ صنعتی پروگرام سے جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں ان کی شرکت اس پروگرام میں بھی رہے اور پوری آمادگی اور مستعدی کے ساتھ رہے۔ خواندگی کے کارکن اور ٹیچر اس پروجیکٹ میں بھی اسی اصول پر بھرتی کئے جائیں گے جو پروجیکٹ نمبر ایک کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔

ضلع کی سطح پر

اس سطح پر بھی پروجیکٹ کی تنظیم وہی ہوگی جو پروجیکٹ نمبر ایک کے ذیل میں بتائی گئی ہے۔ فرق یہ ہوگا کہ چونکہ یہاں ڈسٹرکٹ لیول پر پروگرام آفیسر کی طرح کا کوئی عہدہ دار نہیں ہوگا اس لئے ذمّے داری ڈسٹرکٹ سوشل ایجوکیشن آفیسر کے اوپر ہوگی۔ جو حاکم ضلع کی ماتحتی میں کام کرے گا۔

ریاست کی سطح پر:

وہی شکل جو پروجیکٹ نمبر ایک کی ضمن میں تجویز کی گئی ہے۔ لیکن ریاستی پیمانے کی جو انتظامی تال میل کمیٹی (ADMINISTRATIVE COORDINATION COMMITTEE) ہوگی اس میں ریاست کا ڈائرکٹر صنعت و حرفت

ڈائرکٹر آف انڈسٹریز) یا دوسرا کوئی افسر جو دیہی صنعتی ترقی کے پروگرام سے متعلق ہو، اس کے ممبر کی حیثیت سے شامل ہوگا

۴۔ طریقہ تعلیم، وسائل نشرواشاعت اور تعلیمی سامان

اس سلسلے میں بھی انتظامات کا وہی نہج ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ایک کے ذیل میں تجویز کیا گیا ہے۔
سازوسامان کی تیاری کا کام ایک مشترک ٹیم کی سپردگی میں ہوگا جو ایک تعلیمی ماہر اور صنعتی پروگرام کے چھ ایکسٹنشن افسروں پر مشتمل ہوگی یہ بات خاص طور پر نہایت اہم ہے کہ سازوسامان کی تیاری اور بالغ طلبا کی گروپ بندی میں تعلیمی کام کرنے والوں اور صنعتی پروگرام کے ایکسٹنشن افسروں کے درمیان اتحاد و یک جہتی کے ساتھ صلاح مشورہ ہوتا رہے۔ تعلیمی سازوسامان تیار کرنے والا مقامی سنٹر پیکیج پروگرام والے علاقے کے مقامی سنٹر کے مقابلے میں سائز اور آلات و اوزار اور دیگر ضروریات کے اعتبار سے چھوٹا ہونا چاہیے۔ یہ مقامی سنٹر یا تو کسی پروجیکٹ میں واقع ہونے والے بڑے سنٹر کے ذیلی سنٹر تصور کیے جا سکتے ہیں یا یہ ہو سکتا ہے کہ اسی سامان کی تیاری سے متعلق کچھ وسائل جیسے چھپائی، آرٹسٹوں کی فراہمی وغیرہ اس طرح کے تین چھوٹے سنٹروں میں مشترک کر دیئے جائیں۔ انتظامات کی تفصیل خواہ کچھ ہی ہوں، بنیادی اور ضروری بات یہ ہے کہ تعلیمی کارکنوں اور ایکسٹنشن افسروں کے درمیان ٹیم کی طرح ایک دوسرے سے مل کر کام کرنے کا جذبہ کارفرما رہے اور مقامی ضروریات اور حالات کے تقاضوں کا ہر قدم پر دھیان رکھا جائے۔

۵۔ مقامی لاگت

اس پروجیکٹ پر بھی مقامی لاگت وہی آئے گی جو دوسرے پروجیکٹوں پر۔ لیکن اس میں ٹریننگ، نگرانی، ابتدائی تعلیم تبلیغی مہم، جانچ اور مخصوص مشینوں اور آلات وغیرہ کا خرچ شامل نہیں ہوگا۔

۶۔ ٹریننگ

ٹریننگ کا اصول اور نہج بھی وہی ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ایک کا ہے لیکن یہاں خواندگی کے کارکنوں کو یہ جاننا ہوگا کہ دیہی صنعتی پروگرام کی تنظیم اور اس کے طریقۂ کار کیا ہیں اور اسی لحاظ سے انھیں اپنے طریقۂ تعلیم کو اس کے مطابق ڈھالنا ہوگا اسی طرح دیہی صنعتی پروگرام کے تحت کام کرنے والے ایکسٹنشن افسروں کے لئے خواندگی کے کام سے آشنا کرانے والے کورسز (ORIENTATION COURSES) بھی ضروری ہوں گے تاکہ وہ بھی کام کے اس پہلو سے بالکل نا

نا واقف نہ رہیں۔

۷۔ خواندگی کے مسلسل استعمال کے طریقے

خواندگی کے استعمال کا موقع نکالنے والے یہ ادارے یہاں بھی وہی رہیں گے جن کا پروجیکٹ نمبر ایک کے باب میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، فرق صرف اتنا ہوگا کہ پروجیکٹ نمبر ایک میں جو کسان کالج تجویز کئے گئے ہیں، وہ یہاں "دیہی صنعتی کالج" ہو جائیں گے۔ علاقے کے نوخواندہ لوگ جن دیہی صنعتوں میں لگے ہوں گے، ان کے خاص خاص پہلوؤں سے متعلق مختصر مدت کے کورس یہاں منظم کئے جائیں گے اور ان کے بارے میں کتابیں پڑھوائی اور لکھائی کا کام کرایا جائے گا۔ اگر مقامی حالات کا تقاضا ہوگا تو لمبی مدت کے اور بلند معیار کورس بھی چلائے جائیں گے۔ کالج کے سازو سامان، مشینوں اور مقامی صنعتوں کی تعلیم دینے والے کی تنخواہ وغیرہ پر بھی کم و بیش وہی خرچ آئے گا جو کسان کالجوں کی ان مدات پر آئے گا

۸۔ جانچ

نتائج کی جانچ کی تنظیم وغیرہ کا نہج وہی رہے گا جو پروجیکٹ نمبر ایک میں تجویز کیا گیا ہے لیکن ضمنی پروجیکٹوں میں ماہرین سماجیات اور پڑتالیوں کی تعداد پروجیکٹ نمبر ایک کے مقابلے میں چوتھائی ہوگی۔

۹۔ کھادی کمیشن کا دیہی صنعتوں کا پروگرام

پلاننگ کمیشن کے دیہی صنعتی پروگرام کے علاوہ کھادی کمیشن نے بھی حکومت کی مدد سے کچھ پروگرام شروع کر رکھے ہیں جن کا منشا دیہی علاقوں میں کھادی کے اصول پر صنعتوں کو فروغ دینا ہے۔ نیشنل اسٹڈی گروپ کی سفارش ہے کہ انھوں کی خواندگی کے کچھ ذیلی پروجیکٹ ان علاقوں میں بھی شروع کئے جائیں۔

کھادی کمیشن کے پروجیکٹوں کا سائز بھی وہی مقرر کیا گیا ہے جو سرکاری دیہی صنعتی پروجیکٹوں کا سائز ہے۔ یعنی ایک لاکھ کی آبادی۔ لیکن دونوں پروجیکٹوں کے درمیان بہت سی باتوں کا فرق ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کھادی کمیشن کے علاقوں میں برقی قوت کا استعمال نہیں ہوتا، اور صنعتیں بیشتر منتخب کی جا [illegible] گھریلو صنعتیں کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ کھادی کمیشن کا پروگرام مقامی طور پر کمیشن کے مقرر کردہ [illegible]

پروجیکٹ نمبر تین

کوآپریٹو ڈیولپمنٹ والے دیہاتی علاقے کا

پائلٹ پروجیکٹ

امداد باہمی کی سوسائیٹیوں کی تحریک یوں تو ملک کی دیہی زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کر چکی ہے۔ مگر ملک میں کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں یہی نہیں کہ کوآپریشن کے ادارے مستحکم ہو چکے ہیں بلکہ لوگوں کی اقتصادی زندگی پر حاوی بھی ہو گئے ہیں۔ یہی وہ علاقے ہیں جہاں بالغوں کی خواندگی کا پروگرام مقامی یا خصوصاً کو پورے طور پر خواندہ بنانے میں ان اداروں کی امداد و اشتراک سے سب سے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

پروجیکٹ کی مشترک باتیں

اس علاقے کے پروجیکٹ میں وہ تمام باتیں مشترک ہوں گی جو پروجیکٹ نمبر ۲ کے ضمن بیان کی گئی ہیں علاقے کا ابتدائی سروے کرنے اور خواندگی کی تحریک کو مقبول بنانے کے لئے مقامی مہم کا آغاز کرنے میں علاقے کے کوآپریٹو اداروں سے حاصل ہونے والی خدمات اور سہولتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جانا چاہئے۔

تنظیم

علاقے کی سطح پر۔ کوآپریٹو اداروں کے کاموں میں باہم ربط و تعلق قائم کرنے والی مقامی تنظیم کے

حلقۂ عمل میں جتنا علاقہ آتا ہے، وہی خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ کا بھی علاقہ ہونا چاہئے۔

بلاک کی سطح پر تنظیم کا ڈھانچہ وہی ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ۱ کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہوگا کہ اس پروجیکٹ میں خواندگی کے پروگراموں میں تال میل قائم کرنے کا مجاز اس علاقے کی کوآپریٹو آرگنائزیشن کا افسر اعلیٰ ہوگا۔ اس علاقے میں بلاک کی سطح پر ایک نہ ایک کوآپریٹو ایسوسی ایشن ہوگی جو پروجیکٹ کی عام نگرانی کے لئے پنچایت سمیتی کی جگہ لے سکتی ہے۔ خواندگی کے پروجیکٹ کے معاملات میں مشورہ دینے کے لئے اس ایسوسی ایشن میں خواندگی کے پروگرام میں مستعدی سے حصہ لینے والے کچھ اشخاص کو شامل کیا جا سکتا ہے

خواندگی کے اساتذہ اور دوسرے کارکنوں کو کوآپریٹو سوسائیٹیوں کی تنظیم اور اس سے متعلق دوسرے مسائل کے لئے خاص طرح کی ٹریننگ دی جائے گی۔

ضلع کی سطح پر

ضلع کی سطح پر انتظامات کا وہی نہج ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ۱ کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ریاستی سطح پر

یہاں بھی وہی نہج ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ۲ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ کوآپریٹو سوسائیٹیوں کا رجسٹرار اور اس تحریک سے تعلق رکھنے والے دوسرے اشخاص اور ریاست کی ایڈمنسٹریٹو کوآرڈی نیٹنگ کمیٹی کے رکن ہوں گے۔

طریقۂ تعلیم، وسائل معلومات اور تعلیمی سامان

وہی باتیں جو پروجیکٹ نمبر ۱ کے ضمن میں بیان کی جا چکی ہیں اس پروجیکٹ پر بھی صادق آئیں گی مگر امداد باہمی کی تنظیموں میں یہ وسائل نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں جو نوسکھ بالغوں کے لئے مطالعے کے مواد کی تیاری اور فراہمی میں زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ سامان کی تیاری میں ٹیم کی طرح مل جل کر کام کرنے اور اس میں مقامی حالات اور تقاضوں سے مطابقت پیدا کرنے کی وہی اہمیت ہوگی جو دوسرے پروجیکٹوں میں ہے۔

مقامی لاگت، ٹریننگ اور جانچ کے باب میں وہی تخمینہ اور

اصول یہاں بھی صادق آئے گا جو پروجیکٹ نمبر ایک کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

خواندگی کے مسلسل استعمال کے ادارے

یہاں کسان کالجوں اور عورتوں کے کالجوں کی جگہ وہ ادارے لیں گے جو لوگوں کے لئے تسلسلی تعلیم اور ٹریننگ کورس ان دھندوں اور پیشوں میں چلاتے ہیں جن کا اس علاقے کی کواپریٹو سوسائٹیوں سے تعلق ہوتا ہے۔

(بقیہ ص ۹۲ کا)

ملکہ علاقے میں تعمیری کام کرنے والے جو غیر سرکاری ادارے ہیں، وہ چلاتے ہیں۔

اس صورتِ حال کے پیش نظر خواندگی کے پروجیکٹ کے لئے کھادی کمیشن کے ساتھ کام کا کوئی عملی نہج مقرر کرنا ہوگا۔ دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ تعلیمی سامان کی تیاری اور خواندگی کی ٹکنیک کے انتخاب میں متعلقہ دستکاریوں کی مخصوص ضرورتوں اور تقاضوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوگا، اور ہر طریقۂ تعلیم کو آزما کر دیکھنا ہوگا کہ صناعوں اور دست کاروں کی خواندگی میں یہ کس حد تک کارآمد ہوگا۔ دوسرے معاملات میں پروجیکٹ کا رنگ روپ بڑی حد تک وہی ہوگا جو دیہی صنعتوں کے پروگرام والے پروجیکٹ کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔

پروجیکٹ نمبر چار

جہاں اقتصادی ترقی کا کوئی خاص پروگرام نہیں ہے اُس علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

علاقے کی خصوصیات

اس تعریف میں وہ دیہی علاقے شامل ہیں جہاں معمولاً کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے ماتحت کام ہو رہا ہے اور بلاک کے اپنے ہی ایکس ٹنشن افسر لگے ہوئے ہیں، اور اس کے علاوہ وہاں اقتصادی ترقی کا کوئی خصوصی پروگرام زیر عمل نہیں ہے۔

مگر اس کے باوجود ہو سکتا ہے کہ وہاں کے مقامی لوگوں میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے امکانات موجود ہوں۔ ان علاقوں میں بالغوں کی خواندگی کا پروجیکٹ شروع کرنے میں دو باتیں خاص طور سے اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہاں خواندگی کے پروجیکٹ کو اقتصادی ترقی کا پروگرام شروع کرنے کے لئے وسائل خود فراہم کرنے ہوں گے اور ان کے سہارے اُسے خود اپنے اہتمام میں اقتصادی ترقی کا چھوٹا موٹا پروگرام شروع کرنا ہوگا۔ دوسرے چونکہ یہاں ایسی ایجنسیاں جیسے پیکیج پروگرام یا اقتصادی ترقی یا کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ کے مخصوص پروجیکٹ ہیں، موجود نہیں ہوں گے، اس لئے پائلٹ پروجیکٹ کو اہتمام کرنا ہوگا کہ کچھ غیر سرکاری ادارے اور انجمنیں جنہیں کام کا کچھ تجربہ ہو اور وہ کام کرنے کے لئے خوشی سے آمادہ بھی ہوں، تلاش کرے اور انہیں سہارا دے کر کھڑا کرے تاکہ پروجیکٹ کے کام میں ان سے مدد لی جا سکے۔ یہ مجبوری کی حالت کی بات ہے ورنہ کوشش اسی بات کی کرنی چاہئیے کہ پروجیکٹ اسی علاقے میں شروع کیا جائے جہاں پہلے سے اس پیمانے کا کوئی غیر سرکاری ادارہ موجود ہو۔ اس کے علاوہ علاقے کے انتخاب میں پیکیج پروگرام والے علاقے کے مقابلے میں یہاں یہ بات دیکھنے کی زیادہ ضرورت ہوگی کہ مقامی پنچایتوں اور پنچایت سمیتیوں کو اس

پروگرام سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی ہو اور وہ اس کے لئے حوصلے اور جوش کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں۔ اگر علاقے میں موزوں قسم کا کوئی غیر سرکاری ادارہ موجود نہ ہو تو وہاں پنچایت سمیتیوں کو سہارا دے کر اس قابل بنانا ہوگا کہ وہ اپنے اہتمام میں اقتصادی ترقی کا کوئی پروگرام شروع کر سکیں جو پیکیج پروگرام یا دیہی صنعتی ترقی کے پروجیکٹ سے تھوڑا بہت مشابہ ہو۔

تنظیم

تنظیم کا ڈھانچہ بالعموم وہی ہوگا جو پروجیکٹ نمبر ایک کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مگر اس پروجیکٹ کے لیے جو ضلع منتخب کیا جائے۔ اس میں ضروری ہوگا کہ دو یا تین ڈیولپمنٹ بلاکوں کو ملا کر ایسی مہم چلائی جائی کہ اس کے اثر سے کسان کاری گر اور مچھیرے وغیرہ پیکیج پروگرام کے نمونے پر زرعی اور صنعتی ترقی کا ایک پروگرام بنا کر کام کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پروجیکٹ نمبر ایک کے ضمن میں جو عملہ تجویز کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بلاک اور گاؤں کی سطح پر مقامی ضروریات کے مطابق زراعت اور دیہی صنعتوں کی اچھی قابلیت رکھنے والے ایک یا دو ایکسٹنشن افسر مقرر کئے جائیں اس کے علاوہ اس ضرورت کا تقاضا بھی ہے کہ منتخب کسانوں اور کاری گروں کے انفرادی منصوبے بھی اُسی انداز پر تیار کئے جائیں جیسے پیکیج پروگرام کے ماتحت تیار کئے جاتے ہیں اور اُسی ڈھنگ پر انھیں کچا مال اور قرض وغیرہ دینے کا اہتمام کیا جائے اور پیداوار کی نکاسی کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس کی تفصیلات یہاں نہیں دی جا رہی ہیں، اس لئے کہ یہ تفصیلات پیکیج پروگرام کے اصول کے مطابق ذرا چھوٹے پیمانے پر خود مرتب کی جا سکتی ہیں۔

پیکیج پروگرام یا صنعتی ترقی کے پروجیکٹ والے دیہی علاقوں میں گاؤں کی سطح کے کارکنوں (ویلیج لیول ورکرز) کی تعداد نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ اس نسبت سے اس علاقے کے پائلٹ پروجیکٹ میں فیلڈ آرگنائزروں کی تعداد پروجیکٹ نمبر ایک کے مقابلے میں زیادہ ہونی چاہیے۔ یعنی دس گاؤں پر ایک کے حساب سے۔

طریقہ تعلیم، تعلیمی وسائل اور تعلیمی سامان

پروجیکٹ نمبر ایک کے مطابق

مقامی لاگت

پروجیکٹ نمبر ایک کے مطابق

(باقی ص ۱ پر)

پروجیکٹ نمبر پانچ

صنعتی ماحول والے شہری علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

۱۔ مقاصد

پائلٹ پروجیکٹ کے مقاصد حسب ذیل ہوں گے:

(۱) پروجیکٹ کے علاقے سے بالخصوص مزدوروں اور ان کے اہل خاندان سے بڑی حد تک ناخواندگی کی بیخ کنی۔

(۲)* مزید تعلیم کے لئے اداروں کے قیام کی حوصلہ افزائی کرنا اور مزدوروں کے طبقے میں اس بات کی تبلیغ کرنا کہ وہ اپنی خواندگی کی صلاحیت سے کام لے کر اپنی دولت آفرینی کی قوت میں اضافہ کریں۔

۲۔ سائز

اس پروجیکٹ کا احاطہ کار اتنا بڑا علاقہ ہوگا جس میں ایک لاکھ ناخواندہ بالغوں کی آبادی ہو۔ مگر کوشش بہرحال یہی ہوگی کہ خواندگی کا کام خاص طور سے صنعتی مزدوروں کے علاقے میں مرکوز ہو۔ جن قصبوں میں صنعت کو تیزی سے فروغ ہو رہا ہے۔ ان میں آس پاس کے علاقوں سے لوگ آ آکر سکونت اختیار کر رہے ہیں۔ اس پروجیکٹ

---

* مزید تعلیم کی اصطلاح Further Education کے لئے وضع کی گئی ہے جس سے مراد ہر وہ تعلیم ہے جو قومی نظام تعلیم کے رسمی آداب ضوابط کی پابندی سے آزاد ہو۔ یہاں سے آگے جہاں "مزید تعلیم" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے یہی تعلیم مراد ہے۔

میں ایسے علاقوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

۳- مدتِ کار

پروجیکٹ کی مدت کار پانچ سال ہوگی جسے حسب ذیل تین ادوار میں تقسیم کیا جائے گا۔

(۱) ابتدائی دور (ایک سال سے ڈیڑھ سال تک)

(۲) پروجیکٹ کا اصل کام (۳ سال)

(۳) نتائج کی جانچ اور پروجیکٹ کے پروگرام کی تسلسلی سرگرمیاں (ایک سال)

۴- علاقے کا جائزہ

پائلٹ پروجیکٹ کے ابتدائی مرحلہ میں یہ ضروری ہوگا کہ علاقے کی صورتِ حال کا مفصل جائزہ لے لیا جائے جس کا خاص موضوع تحقیق یہ ہو کہ بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کی اس علاقے میں کیا صورت حال ہے۔ سروے سے یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ لوگوں کی پیشہ ورانہ ضرورتیں کیا ہیں اور وہاں کے صنعت کاروں اور مزدوروں کی بہبود کا کام کرنے والی انجمنوں سے خواندگی پروجیکٹ چلانے میں کیسے وسائل کی کس حد تک مدد مل سکتی ہے۔

۵- خواندگی کا پروگرام

تین سال کی مدت میں ایک لاکھ ناخواندہ بالغوں کو خواندہ بنانے کا مطلب یہ ہوا کہ ہر سال تقریباً ۳۵ ہزار آدمیوں کو خواندہ بنایا جائے۔ ۳۵ ہزار اشخاص کو خواندہ بنانے کے لئے کم و بیش ۱۴۰۰ کلاسیں قائم کرنی ہونگی اور جن کو چلانے کے لئے اتنی ہی تعداد میں اساتذہ بھی درکار ہوں گے۔ اسی طرح نگرانی کے کام کے لئے اگر ہر ۱۵ کلاس پر ایک کے حساب سے سپروائزر مقرر کئے جائیں تو اس طرح فیلڈ کی سطح پر تقریباً ایک سو سپروائزروں کا تقرر کرنا ہوگا۔ ان سپروائزروں کے کام کی منصوبہ بندی اور رہنمائی کرنے کی غرض سے پروجیکٹ کی سطح پر سوشل ایجوکیشن افسر بھی مقرر کرنا ہوں گے۔ ان کے علاوہ خواندگی کے پروگرام کے لئے دو　　اور تسلسلی تعلیم کے پروگرام کے لئے ایک اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی ضرورت ہوگی اور ان سب کی نگرانی کرنے یعنی پورے پروجیکٹ کی سربراہی کرنے

کے لئے ایک ڈائرکٹر ہوگا۔

چودہ سو اساتذہ کو مناسب تعداد میں گروپ بنا بنا کر ٹریننگ دینے کی ضرورت ہوگی۔ اس ٹریننگ دینے کے لئے جگہ جگہ سنٹر قائم کرنے ہوں گے اور اسے صنعتی مزدوروں کی زندگی اور ان کے مسائل سے مربوط کرنا ہوگا۔ سپروائزروں اور سوشل ایجوکیشن افسروں کا بھی ایک ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ ہوگا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کا ٹریننگ کورس بھی مزدوروں کی تعلیمی ضروریات کے پیش نظر ہی ترتیب دیا جائے گا۔ ڈائرکٹر اور اسسٹنٹ ڈائرکٹروں کی ٹریننگ کا اہتمام نیشنل فنڈامنٹل ایجوکیشن سنٹر کے سپرد ہوگا۔

۶۔ مزید تعلیم کا پروگرام

خواندگی کی بنیادی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد بالغوں کے لئے یہ سہولت ہوگی کہ وہ اپنی تعلیم کو آگے جاری رکھ سکیں۔ اس مقصد کے لئے مندرجہ ذیل ادارے تجویز کئے جاتے ہیں:

(۱) **شبینہ اڈلٹ اسکول** ۔ یہ اسکول بالغ طلباء کو اسکولی تعلیم کے اعلیٰ معیار کے لئے تیار کریں گے جن کے نصاب بالغوں کی ضروریات سے ہم آہنگ ہوں گے۔ ان اسکولوں میں داخلہ لینے والی عورتوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دی جائے گی۔

(۲) **ریڈیائی تقریریں اور ریڈیو فورم**: ریڈیائی تقریریں اور ریڈیو فورم وغیرہ کے پروگرام شہراتی علاقوں کے مزدوروں اور دوسرے لوگوں کی ضروریات کے حسب حال ہونے چاہئیں اور اس علاقے کے ریڈیو اسٹیشن کے ماہرین کے اشتراک و تعاون سے تیار کئے جائیں گے۔

(۳) **پیشوں کی تعلیم کے اسکول**: بالغوں کو مختلف پیشوں کی تعلیم دینے کے لئے شبینہ اسکول کھولے جائیں گے جہاں عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے مفید اور کارآمد کورس چلائے جائیں گے۔ وزارت روزگار و محنت کے اہتمام میں اس وقت مزدوروں کی پیشہ ورانہ ٹریننگ کی دو اسکیمیں چل رہی ہیں۔ ایک مزدوروں کے لئے شام کی ٹریننگ کلاسوں کی اسکیم اور دوسری نیشنل اپرنٹس شپ کی اسکیم (مزدوروں کی شام کی کلاسوں میں درجہ انھیں کوئی کام سکھانے کی غرض سے چلائی جاتی ہیں) خواندہ مزدوروں کو جگہ دینی چاہئے۔ نیشنل اپرنٹس شپ اسکیم میں بھی اسی طرح خواندہ مزدوروں کے لئے جگہیں محفوظ کر دینی چاہئیں۔ ان دونوں اسکیموں کو چوتھے پلان میں کافی حد تک وسیع کر دیا جائے گا۔ خواندگی کے کورسوں میں شریک ہونے والے مزدوروں کو ان دونوں

اسکیموں سے بخوبی واقف کرادینا چاہئے تاکہ ان سے فائدہ اُٹھانے کے بارے میں ان کے ذہن پہلے سے تیار رہیں۔

۷۔ امدادی ایجنسیاں

بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے مندرجہ بالا پروگرام اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب ریاستی حکومتیں اس مقصد کے لئے ضروری امدادی محکمے اور ایجنسیاں قائم کریں جو حسب ذیل ہو سکتی ہیں:

(۱) کتب خانے: چوتھے پلان میں پبلک لائبریریوں کی توسیع کی ایک اسکیم زیر غور ہے۔ اس پروگرام کے ماتحت سب سے پہلے خواندگی کے پائلٹ پروجیکٹ والے علاقوں میں کتب خانے قائم کئے جانے چاہئیں۔

(۲) بالغ طالب علموں اور خواندگی کے اساتذہ دونوں کے لئے کتابیں اور دوسرے مواد تیار کرنے کی ایک ایجنسی۔

(۳) فلموں کی لائبریریاں جن کے سپرد فلموں کو مقامی پس منظر کے مطابق ڈھالنے کا کام بھی ہوگا۔

(۴) فنی خدمات: اس میں اڈلٹ ایجوکیشن کے مسائل سے متعلق ریسرچ بھی شامل ہے۔ خاص طور سے پائلٹ پروجیکٹوں کے سامنے آنے والے مسائل کی تحقیق۔

۸۔ لاگت

اگر صرف خواندگی کے اصل پروگرام کو لیا جائے تب تو فی بالغ بیس روپے کے حساب سے لاگت آئے گی لیکن اگر خواندگی کی اصل تعلیم کے علاوہ دوسری متعلقہ ضرورتوں کو بھی شامل کر لیا جائے یعنی تسلسلی تعلیم اور امدادی خدمات وغیرہ تو لاگت فی کس ۳۰ روپے سے کم نہیں بیٹھے گی۔ اگر ایک لاکھ آدمیوں کو خواندہ بنانا مقصود ہو اور انھیں تسلسلی تعلیم اور امدادی خدمات سے استفادہ کرنے کا موقع دیا جانا طے پائے تو اس پروجیکٹ پر تقریباً ۳۰ لاکھ روپے کا خرچ آئے گا۔ اس میں عمارتوں اور عمارتوں سے متعلق دوسرے سازوسامان کا خرچ شامل نہیں ہے۔

۹۔ وسائل تعلیم اور طریق کار

خواندگی کی تحریک کی پبلسٹی کرنے، لوگوں میں پڑھنا لکھنا سیکھنے کا شوق پیدا کرنے اور اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق دوسری معلومات بہم پہونچانے کے لئے اخبارات، ریڈیو، فلم، فلم اسٹرپ اور (جہاں ممکن ہو) ٹیلی ویژن استعمال کیا

جائے گا۔

اخباروں سے اس طرح فائدہ اٹھایا جائے کہ روزناموں میں نوخواندہ بالغوں کے لئے مستقل کالم شروع کئے جائیں ریڈیو کی خدمات سے ریڈیو فورم کے علاوہ اور بھی کئی فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں مثلاً عام دلچسپی کے اور ایک مقررہ نصاب تعلیم کے مطابق پیشہ ورانہ پروگرام نشر کئے جائیں۔ فلم اور فلم اسٹرپ سے اوٹلٹ اسکیلوں میں عام تعلیم اور دوسرے پیشوں کی تعلیم دونوں کے لئے کام لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ان وسائل کو اوٹلٹ ایجوکیشن کے مذکورہ بالا پروگراموں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دہلی میں ٹیلی وژن کا تجربہ سوشل ایجوکیشن کے عام پروگراموں کے اوپر جو کامیاب ثابت ہوا ہے اب اس طرح کا ایک اور تجربہ کرنے کی ضرورت ہے جو ہر بڑے بڑے شہروں کے لوگوں کی پیشہ ورانہ تربیت سے متعلق ہو۔ پیشوں کے کورس جو ٹیلی وژن پر نشر کئے جاتے ہیں، وہ خصوصاً اس حالت میں جب وہ مراسلاتی کورسوں سے مربوط ہوں، بعض ممالک میں بہت زیادہ کامیاب ہوئے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ وہ ہمارے ملک میں بھی کامیاب رہیں۔ اطلاعات اور براڈ کاسٹنگ کی وزارت کو اس بات کی تحقیق کرنی چاہئے کہ آیا خالص تعلیمی مقصد کے لئے ٹیلی وژن کے کم فاصلے والے متعدد ٹرانسمٹر لگائے جا سکیں گے۔ اس انتظام سے وہ خامی بھی دور ہو جائے گی جو ریڈیو کے اوپر نشر کی جانے والی تقریروں میں پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ شہروں میں ریڈیو کے پروگراموں کا شوق رکھنے والے طبقے کے ایک بڑے حصے کے لئے یہ تقریریں موزوں نہیں ثابت ہوتیں۔

خواندگی کے سلسلے کی پڑھائی میں تنظیمی طریقوں پر یا ان طریقوں پر جو گروہوں کے نفسی محرکات Group Dynamics کے اصولوں سے اخذ کئے گئے ہیں، زور دینا چاہئے۔ خصوصاً لوگوں کی دلچسپی کو ابھار کر انھیں ان پروگراموں سے وابستہ کرنے کے معاملے میں۔

۱۰۔ جانچ

جانچ کا منشا و مقصد کیا ہونا چاہئے، اس کا تعین پروجیکٹ کے مقاصد کی روشنی میں (جو دفعہ نمبر ایک میں درج ہے) کیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اشارہ کیا گیا ہے، اگر پروجیکٹ کے مقاصد کو پورا پورا حاصل کرنا ہے تو کام کے نتائج کا ایک مفصل جائزہ (Bench Mark survey*) لینا اشد ضروری ہوگا۔

* "بینچ مارک سروے" جائزہ لینے کا ایک جدید طریقہ ہے جس میں کامیابی کے باریک سے باریک پہلو کے متعلق سوالات ہوتے ہیں اور اس سے یہ اندازہ لگانا مقصود ہوتا ہے کہ مختلف منزلوں پر کامیابی کا کیا معیار رہا۔

جائزے کے خاص خاص دو پہلو ہوں گے جو حسب ذیل ہیں :

۱۔ معمول والا جائزہ جس کے ذریعہ ان باتوں کا اندازہ ہوگا کہ کتنا کام ہوا۔ کام میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور انھیں کس طرح حل کیا گیا، کام کے سلسلہ میں کیا کیا طریقے مفید اور کارآمد پائے گئے۔ اس نوعیت کے جائزے کی تنظیم پروجیکٹ کی ہی تنظیم کی ایک جزو ہوگی اور اس کے لئے ضروری حد تک اسٹاف مقرر کیا جائے گا۔ اس کا مطلب غالباً یہ ہوگا کہ اسسٹنٹ ڈائرکٹروں میں سے ایک کو اس قسم کے جائزے کی ٹریننگ دلوانی ہوگی اور اس کی مدد کے لئے اُسے اسٹاف فراہم کرنا ہوگا۔

۲۔ دوسری نوعیت کے جائزے کا منشا اس بات کا اندازہ لگانا ہوگا کہ ان پائلٹ پروجیکٹوں کا آبادی کے اوپر کیا اور کس حد تک اثر پڑا ہے یعنی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں میں حصہ لینے سے لوگوں کو اپنی زندگی بہتر بنانے میں کتنی مدد ملی ہے۔ یہ جائزہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، پائلٹ پروجیکٹوں کے مقاصد خود ضروری ٹھہرا دیں گے۔ اس جائزے کے لئے ضروری ہے کہ کسی دوسری جماعت یا ادارے کی خدمات حاصل کی جائیں جو نہ صرف پائلٹ پروجیکٹ، بلکہ محکمۂ تعلیم کے اثر سے بھی آزاد ہو۔ اس نوعیت کے جائزے کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ جملہ حالات و واقعات کو سامنے رکھ کر معروضی طور پر کیا جائے۔ اس کے لئے پلاننگ کمیشن کے پروگراموں کا جائزہ لینے والے محکمے (پروگرام ایویلوایشن آرگنائزیشن) سے فرمائش کرنا بہتر ہوگا۔ اس کے لئے کتنے اور کس قسم کے اسٹاف کی ضرورت ہوگی، اس کا فیصلہ خود یہ محکمہ کرے گا

۱۱۔ پروجیکٹ کی تنظیم

پروجیکٹ ڈائرکٹر کو اس کے کام میں صلاح مشورہ دینے کی غرض سے ایک موزوں انتظامی مشینری قائم کی جانی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے "پروجیکٹ بورڈ" کے نام سے ایک جماعت بنائی جائے جس میں کارخانوں اور ملوں، مزدوروں، لیبر ڈپارٹمنٹ، انڈسٹری ڈپارٹمنٹ، سوشل ویلفیر ڈپارٹمنٹ اور رضاکار تنظیموں کے نمائندے ممبر کی حیثیت سے شریک ہوں۔ اس بورڈ کو چاہئے کہ محلّوں (وارڈوں) اور کارخانوں کے ضلعوں کے لئے ماتحت کمیٹیاں بنا کر اپنا کام پروجیکٹ شروع ہونے سے پہلے ہی شروع کر دے۔

چونکہ پروجیکٹ کی آبادی میں کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی بہت بڑی تعداد ہوگی اس لئے مناسب ہوگا کہ پروجیکٹ بورڈ کا صدر یا چیرمین لیبر ڈپارٹمنٹ کا کوئی سینیر افسر ہو جو اس علاقے میں تعینات ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ مزدوروں میں خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے گروپ منظم کرنے اور کارخانوں کے مالکوں کو اس پروگرام کے لئے آسانیاں فراہم کرنے پر آمادہ کرنے میں اس افسر کی خدمات میسر رہیں گی جو ان مقاصد کے لئے بہت ضروری ہے۔

پروجیکٹ نمبر چھ

ندی گھاٹی والے علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

(۱) پروجیکٹ کے علاقے کی نوعیت

صنعتی علاقوں کے پائلٹ پروجیکٹ کے ضمن میں جو تجاویز منظور کی گئی ہیں ان میں سے بیشتر ندی گھاٹی والے علاقے کے پائلٹ پروجیکٹ پر بھی صادق آئیں گی۔ فرق صرف طریقۂ کار کے معاملات میں ہوگا۔
ندی گھاٹی والے علاقے کے پروجیکٹ میں سماجی تبدیلی کی رفتار دو سمتوں میں بہت تیز ہوگی۔ ایک یہ کہ دوسرے دیہی علاقوں کے مقابلے میں یہاں آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوگا اس لئے کہ آس پاس کے علاقوں سے بہت سے لوگ آ آکر بس جائیں گے اور دوسرے یہ کہ لوگوں کے پیشوں میں بڑا تنوع اور اختلاف ہوگا کیونکہ ندی گھاٹی پروجیکٹ کی وجہ سے بجلی کی طاقت کی افراط ہوگی اور اس کے زیر اثر بڑی بڑی منظم اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو فروغ ہوگا۔

۲۔ ضروریات اور وسائل کا جائزہ

خیال ہے کہ ندی گھاٹی کے حکام علاقے کی معاشی ترقی کے امکانات کی تحقیقات کرچکے ہوں گے جس کی بنیاد کم و بیش مندرجۂ ذیل باتوں پر ہوگی:

(۱) آبپاشی کی آسانیوں کی وجہ سے علاقے میں زراعتی ترقی کی کیا کیا نئی راہیں کھلیں گی؟
(۲) بجلی کی طاقت کی فراوانی سے کن کن نئی صنعتوں کے رائج ہونے کے امکانات ہیں؟
(۳) معاشی ترقی کے ان نئے امکانات سے عوام کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کس قسم کے کارکنوں کو ٹریننگ دینے کی ضرورت ہوگی؟

(۴) ان کارکنوں کو ٹریننگ دینے کے لئے آیا تربیت گاہیں قائم کرنے کا کوئی پروگرام ہے یا موجودہ تربیت گاہوں میں اس مقصد سے توسیع کرنے سے کام چل جائے گا۔

(۵) آیا علاقے میں اتنے خواندہ لوگ ہوں گے جو معاشی ترقی کے ان مواقع سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اگر اس طرح کا کوئی جائزہ پہلے نہیں لیا گیا ہے تو پائلٹ پروجیکٹ کے افسران بالا کو کام کی ابتدائی منزل میں یہ جائزہ پورا کر لینا چاہئے تاکہ تعلیمی پروگراموں کو شروع کرنے میں خواہ مخواہ کی تاخیر نہ ہونے پائے۔

۴۔ خواندگی کی مہم

اس علاقے میں آبادی کے شہراتی اور صنعتی طبقات کا جہاں تک تعلق ہے، کام کی وہی شکلیں ہونی چاہئیں جو صنعتی علاقے والے پروجیکٹ کے باب میں تجویز کی گئی ہیں لیکن اس آبادی کا ایک حصہ دیہاتی نوعیت کا بھی ہوگا جس کے تعلیمی پروگرام میں حسب ذیل باتوں کا فرق ہوگا:

(۱) دیہاتی طبقات آبادی کے معاملے میں پروجیکٹ کے حکام کو بہت بڑی حد تک تعلیمی محکموں کی مشینری کا سہارا لینا ہوگا خصوصاً خواندگی کے ٹیچروں کی سپلائی کے بارے میں لیکن نگرانی کرنے والا عملہ اگر براہِ راست پروجیکٹ کے حکام کے ماتحت رہے تو اس سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ نگرانی کرنے والے عملے اور ٹیچروں کی ٹریننگ کی ضروریات ویسی ہی ہوں گی جیسی اس سے پہلے شہراتی علاقے کے پروجیکٹ کے باب میں بتائی گئی ہیں۔

(۲) خواندگی کی تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ غیر رسمی ٹولیاں بنا کر کام کرنے کا تجربہ کرنا ہوگا جیسے گھروں پر جا جا کر خواندگی کی کلاسیں چلانا، اور یہ کام بیشتر اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں سے لینا ہوگا۔

(۳) نوجوان کلبوں، میلا منڈلوں اور کسان سبھاؤں کی طرح کی مقامی تنظیموں کو اُکسانے اور اُبھارنے کی بہت ضرورت ہوگی تاکہ خواندگی کی مہم کی رفتار اور جوش و خروش میں تیزی آجائے۔

(۴) اگر علاقے میں اس قسم کی تنظیمیں موجود نہ ہوں تو پروجیکٹ کے حکام کو اپنی تحریک سے خواندگی کی انجمنیں اور عوامی تعلیمی سوسائٹیاں وغیرہ قائم کرنی ہوں گی۔

(۵) چودہ سے اٹھارہ سال کی عمر کے نوجوانوں کے لئے ہمہ گیر تعلیم کا ایک قانون نافذ کر دیا جائے تو اس سے بڑا فائدہ اور کام میں آسانی ہو جائے گی۔ اس عمر کے تمام نوجوانوں کے اوپر پابندی ہو کہ وہ ہفتے میں تین دن اسکول میں حاضر ہوا کریں۔ ابتدائی مراحل میں یہ طریقہ آبادی کے شہراتی رنگ کے

علاقوں میں آزمایا جائے لیکن پروجیکٹ کے دوسرے یا تیسرے سال اسے علاقے کی پوری آبادی پر لاگو کردیا جانا چاہیئے۔

۴۔ مزید تعلیم (فردر ایجوکیشن) کی تنظیم

(۱) ہر پروجیکٹ میں تین جنتا کالج ہوں۔ یہ کالج اپنے اپنے یہاں مختلف مضامین کے مختصر مدت کے کورس چلائیں جیسے زراعت کے ابتدائی اصولوں اور گُروں کا کورس، علم خانہ داری (ہوم سائنس) کا مختصر کورس اور اسی طرح ایسے فنون کی ابتدائی معلومات کے کورس جن کی چھوٹے پیمانے کی صنعتوں میں ضرورت پڑتی ہے، جیسے بجلی کے آلات اور گھریلو مشینوں کی معمولی مرمت جن سے روزانہ کی زندگی میں سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

(۲) علاقے میں جس قسم کی صنعتوں کے امکانات و وسائل موجود ہوں، ان کی عوام کو ٹریننگ دینے کے لئے مخصوص تربیت گاہیں۔

(۳) جو لوگ کم پڑھنا لکھنا جانتے ہیں، خاص اُن کے لئے مُراسلاتی کورسوں کا نفاذ۔ یہ کورس خالص علمی قسم کی تعلیم کے لئے بھی ہو سکتے ہیں اور آسان اور سادی قسم کی صنعتیں سکھانے کے لئے بھی۔ پروجیکٹ کے حکام کو ایک شخص کا تقرر خاص اسی مقصد کے لئے کرنا چاہیئے جو لوگوں کو ان کورسوں سے فائدہ اُٹھانے کا شوق دلائے اور ان کے لئے انھیں آمادہ کرے۔ خیال یہ ہے کہ یہ مراسلاتی کورس ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کے اہتمام میں یا کسی دوسرے ادارے کے اہتمام میں جس کا مقصد تجارت نہ ہو چلائے جانے چاہئیں۔

(۴) پروجیکٹ کے حکام کو نوجوان کلبوں اور دوسری دیہاتی انجمنوں کو تعلیمی اور معاشی سرگرمیوں میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینے کی غرض سے اُبھارنا ہوگا۔ ان انجمنوں کو مدد دینے کی غرض سے آل انڈیا ریڈیو کے مقامی اسٹیشن کو چاہیئے کہ وہ ان کے لئے محض تقریریں نشر کرنے کے بجائے مختصر مختصر مدت کے مستقل پروگرام اور کم مدت کے کورس نشر کرے۔ ان ریڈیائی کورسوں کو تقویت پہنچانے کی غرض سے مطالعے کا کچھ مخصوص مواد بھی تیار کرنا ہوگا جو پڑھنے لکھنے کی کم لیاقت رکھنے والے لوگوں کے حسبِ حال ہو۔ اس معاملے میں بھی اگر پروجیکٹ کے حکام ان کورسوں کے لئے کنویسنگ کا انتظام کریں اور جو لوگ ان کورسوں میں شریک ہوں انھیں کچھ امتیازی بلّے اور سرٹیفکیٹ دینے کا بندوبست کریں تو اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، پروجیکٹ کے حکام کو یہ بھی کرنا چاہیئے کہ نجی مطالعے سے تعلیم

میں مدد دینے والا سامانِ تعلیم تیار کرنے پر زور دیں اور اہتمام کریں کہ ان کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہو۔

۵۔ امدادی کام

امدادی کاموں کے ذیل میں جن خدمات کی تنظیم کا ذکر صنعتی علاقے والے پروجیکٹ کے باب میں کیا گیا ہے وہی ندی گھاٹی والے علاقے کے پروجیکٹ کے لئے بھی موزوں ہوں گی۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ اس علاقے میں گشتی کتب خانے کے انتظامات پر زیادہ زور ہوگا۔ اس کے علاوہ اسکولوں میں کتابوں کے ذخیرے مہیا کئے جائیں گے جنھیں استعمال کرنے کی بچوں اور بالغوں کو یکساں آزادی ہوگی۔ اس پروجیکٹ پر بھی کم وبیش وہی خرچ آئے گا جو صنعتی علاقے کے پروجیکٹ پر آئے گا۔

۶۔ پروجیکٹ کی تنظیم

پروجیکٹ کا انتظام ایک بورڈ کے ہاتھ میں ہونا چاہئے جسے ندی گھاٹی کا حاکم اعلیٰ مقرر کرے گا اور جس کا چیرمین پائلٹ پروجیکٹ کا پروجیکٹ آفیسر ہوگا۔ بورڈ میں مرکزی حکومت کے محکموں اور ان تنظیموں کے نمایندے ہوں گے جن کا علاقے کی آبادی کی زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق ہوگا۔

خواندگی کی مسلسل مشق کے ادارے　　(بقیہ صفحہ ۹۰ کا)

اس ذیل میں بھی وہی صورت ہوگی جو پروجیکٹ نمبر ایک کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔ مگر یہاں کسان کالجوں (فارمرس کالج) کی خصوصیات حسب ذیل ہونی چاہئیں۔

(۱) نوجوان کسانوں کے لئے یہاں چھ چھ مہینے کی مدت کے کورس شروع کئے جا سکتے ہیں جن میں نصف وقت خواندگی پر صرف کیا جائے اور نصف وقت کھیتوں پر عملی کام　　میں۔ اس کورس کی تفصیلات طے کرتے وقت یہ اہتمام پہلے کر لینا چاہیئے کہ ان کورسوں میں وہ کسان شامل نہ ہونے چاہئیں جو یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کھیتوں میں واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

(ii) ان کالجوں میں دیہی دست کاریوں اور صنعتوں کے مخصوص کورس بھی جاری کئے جانے چاہئیں۔

پروجیکٹ نمبر سات

چائے باغات والے علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

۱۔ محلِ وقوع اور دوسری خصوصیات

چائے کے باغات والے علاقوں میں جو مشیتر آسام، بنگال، میسور، مدراس اور کیرلا کی ریاستوں میں واقع ہیں، ناخواندگی کا بہت زور ہے۔ ان باغات میں مزدور مشیتر آس پاس کی ریاستوں سے چند سال کے ٹھیکے پر کام کرنے آتے ہیں۔
چائے کے باغات کے مالک اشخاص اور کمپنیاں مزدوروں کی فلاح وبہبود کی مختلف سرگرمیوں کا اہتمام کرتی ہیں۔ آل انڈیا ٹی بورڈ چائے کے باغات کے مالکوں کی نگرانی اور کنٹرول کرتا ہے۔ ان علاقوں میں مزدور سبھاؤں کی تحریک کافی جان دار ہے اور اس لحاظ سے یہاں بالغوں کی خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگراموں کے لئے فضا کافی ساز گار ہے۔

۲۔ خصوصی مقاصد

(۱) اس پائلٹ پروجیکٹ کے خصوصی مقاصد یہ ہوں گے کہ ان باغات میں کام کرنے والے مزدور لیبر کے قانون کو بخوبی سمجھیں اور ان کے اور باغات کے مالکوں کے درمیان تعلقات خوشگوار رہیں۔
(۲) چائے کی کاشت اور صنعت کے ترقی یافتہ طریقوں کی واقفیت بہم پہنچائیں اور اس کے مختلف عوامل کا علم حاصل کریں تاکہ اس سے ان کی دولت آفرینی کی قوت میں اضافہ ہو۔
(۳) اپنے آپ کو سماجی اور معاشی اعتبار سے اچھی زندگی گذارنے کا اہل بنائیں خصوصاً اس وقت کے لئے جب ان کا ٹھیکہ ختم ہو جاتا ہے۔
(۴) باغات کے مالکوں کی طرف سے ان کی فلاح وبہبود کے مقصد سے جن خدمات اور سہولتوں کا اہتمام ہوتا ہے

اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی قابلیت پیدا کریں۔

(۵) جو مزدور موٹے کام کرتے ہیں وہ اس قابل ہو جائیں کہ واقف کار مزدوروں کی صف میں داخل ہو سکیں۔

۳۔ پروجیکٹ کا سائز

چائے کے باغات کچھ اس طرح پھیلے ہوتے ہیں کہ ان میں خواندگی کا پروجیکٹ قائم کرنے کے لئے علاقے کا تعین جغرافیائی حدود کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اس پروجیکٹ کے ماتحت اتنا بڑا علاقہ لینا ہوگا جس کی مجموعی آبادی ایک لاکھ کی ہو جائے۔

۴۔ مدت کار

پروجیکٹ کی مدت تین سال ہونی چاہیئے۔

۵۔ تنظیم

اس علاقے میں بالغوں کی خواندگی کا کام جس ادارے کے اہتمام میں جاری ہو اسی کو پائلٹ پروجیکٹ چلانے کی ذمہ داری سونپ دی جانی چاہیئے۔ مگر مندرجہ ذیل جماعتوں کو اس پروگرام میں ضرور شامل کیا جانا چاہیئے۔

(۱) چائے کے باغات کے مالکوں کی مقامی انجمنیں۔

(۲) مزدور سبھائیں۔

(۳) متعلقہ ریاست کا لیبر ڈپارٹمنٹ

(۴) علاقے کے تعلیمی ادارے

(۵) علاقے کے رضا کار ادارے۔

پروجیکٹ کے لئے جتنی رقم درکار ہوگی اس کا ایک بڑا حصہ باغات کے مالکوں کی انجمن سے حاصل کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں تفصیلات طے کرتے وقت یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ مختلف انجمنوں اور ایجنسیوں کا اس فنڈ میں کتنا حصہ ہوگا جو اُن سے لیا جائے گا۔

۶۔ عملہ

پروجیکٹ کے لئے مندرجہ ذیل عملے کی ضرورت سمجھی گئی ہے:۔

(۱) ہر تیس بالغ پر ایک لٹریسی ٹیچر خواہ وہ باتنخواہ ہو یا رضاکار

(۲) ہر ہزار ان پڑھ پر ایک اڈلٹ ایجوکیشن سپروائزر

ریاستی سطح پر اڈلٹ ایجوکیشن سے متعلق معمولاً جو عملہ موجود ہوتا ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل عملے کی اور ضرورت ہوگی۔

(۱) پروجیکٹ آفیسر

(۲) مواد مطالعہ تیار کرنے کے کام کا ایک انچارج۔

(۳) پبلسٹی اور آڈیو ویژول کے سامان تیار کرنے کے کام کا ایک انچارج۔ اسی شعبے میں فلم وغیرہ دکھانے کا ایک گشتی دستہ بھی ہوگا جس کے سپرد مقامی حالات کے حسب حال فلمیں تیار کرنے کا کام بھی ہوگا۔

(۴) خواندگی کے ٹیچروں اور نگرانوں کو ٹرننگ دینے والا عملہ

(۵) نتائج کی جانچ اور تحقیق کرنے والا افسر اور

(۶) سماجیات کا ایک ماہر

۷۔ تعلیم کے طریقے اور وسائل

(۱) رسمی کلاسیں اور غیر رسمی گروپ بنا کر دونوں طرح تعلیم دی جانی چاہیئے۔

(۲) کمیونٹی سنٹر اور کتب خانے قائم کئے جانے چاہئیں اور ان کے پروگرام میں دست کاریوں کی تعلیم اور تفریحی مشاغل پر خاص توجہ ہونی چاہیے۔

(۳) تسلسل تعلیم کے لئے اڈلٹ اسکول قائم کئے جانے چاہئیں اور اسکولوں کی جو سہولتیں موجود ہیں ان سے پورا پورا استفادہ کیا جانا چاہیے

(۴) ہر پروجیکٹ میں ایک ٹرننگ سنٹر ہونا چاہیے۔

(۵) معلوماتی کتابوں کو آسان زبان میں ڈھال کر چھپوانے اور پڑھائی کے سلسلے میں دکھا کر تعلیم دینے والے سامان کی تیاری کے لئے سہولتیں فراہم کی جانی چاہئیں

۸۔ نتائج کی جانچ

اندرونی جانچ کا کام خود پروجیکٹ کے اسٹاف کو انجام دینا چاہیئے۔ البتہ بیرونی جانچ کا کام مرکزی سطح کے کسی ادارے پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

پروجیکٹ نمبر آٹھ

کوئلے کی کانوں کے علاقے کا

پائلٹ پروجیکٹ

تعارف

کانوں سے کوئلہ نکالنے کا کاروبار بہار، مدھیہ پردیش اور آندھرا پردیش کی ریاستوں میں بڑے بڑے علاقوں میں پھیلا ہوا ہے۔ کانوں میں کام کرنے والے مزدور آس پاس کے گاؤوں سے آتے ہیں ان میں سے کچھ تو کام کرکے اپنے اپنے گاؤوں کو واپس چلے جاتے ہیں اور کچھ ان نوآبادیوں میں قیام کرتے ہیں جو کانوں کے آجر (کام لینے والے) اپنے مزدوروں کے لئے تعمیر کراتے ہیں۔ ان مزدور خاندانوں کے دوسرے افراد، جہاں کہیں ممکن ہوتا ہے، کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ کوئلے کی کانوں میں کام کرنے کی بدولت یہ مزدور بالعموم خوشحال ہوتے ہیں اور ان کے اندر اس وقت خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کے لئے خاصا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔

حکومت کا "کول مائننگ بورڈ" (کوئلہ نکالنے کے کاروبار پر کنٹرول رکھنے والا بورڈ) ان کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی فلاح وبہبود کے لئے ہر سال بڑی بڑی رقمیں منظور کرتا ہے اور مزدوروں کی صحت اور ان کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کی غرض سے ویلفیئر آفیسر مقرر ہیں۔

پائلٹ پروجیکٹ کا سائز اور علاقہ

خواندگی کے مجوزہ پائلٹ پروجیکٹ کے لئے ان میں سے ایک بڑے علاقے کو منتخب کرنا چاہیے۔ علاقہ اتنا بڑا ہو کہ مزدوروں اور ان کے خاندانوں کی مجموعی آبادی کم وبیش ایک لاکھ ہو۔

تنظیم کا نہج

اگرچہ پروجیکٹ کی نگرانی اور ٹکنیکل رہنمائی کے لئے اڈلٹ ایجوکیشن ہی کے آدمی ہونے چاہئیں لیکن پروجیکٹ کے انتظام وانصرام کی ذمّے داری کول مائننگ بورڈ کے افسروں ہی کے اوپر ہو تو اچھا رہے گا پروجیکٹ کا کام چلانے کے لئے ایک پروجیکٹ کمیٹی بن جانی چاہیے جس کے ممبروں میں بورڈ، ویلفیر کا کام کرنے والے اور محنت اور روزگار کی وزارت کے افسران اور رضاکار جماعتوں کے نمایندے شامل ہوں اور پروجیکٹ آفیسر اس کمیٹی کا کنوینر یا سکریٹری ہو۔ پروجیکٹ کے لئے جو رقم تجویز ہو، اس کا بڑا حصّہ کوئلے کی کانوں کے مالکوں یا ٹھیکے داروں کے پاس سے آنا چاہئے اور اس مقصد کے لئے پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے ان لوگوں سے گفت وشنید کرلی جانی چاہیے۔

عملہ

دوسرے پروجیکٹوں کی طرح اس علاقے کے پروجیکٹ کے لئے بھی ایک پروجیکٹ آفیسر اور اس کے علاوہ مختلف کاموں کے لئے حسب ذیل ماتحت عملہ بھی ہونا چاہیے۔ مثلاً

کتابیں اور مطالعے کا دوسرا مواد تیار کرانے والا ایک افسر
خواندگی کے کارکنوں کی ٹریننگ کے لئے ایک افسر
کتب خانوں کا انتظام کرنے والا ایک افسر
آڈیو ویژول اور اطلاعات عامّہ کے پروگراموں کا ایک افسر اور
فیلڈ پر ہونے والے کام کی نگرانی کے لئے ایک افسر

پورے وقت کام کرنے والے ان افسروں کے علاوہ پارٹ ٹائم کام کرنے والے ٹیچروں، لائبریرینوں اور آرگنائزروں کی بھی بڑی تعداد میں ضرورت ہوگی جو خواندگی کی کلاسیں چلائیں گے، کتب خانوں میں کام کریں گے اور اڈلٹ ایجوکیشن کے پروگرام منظم کریں گے۔

پھر پروجیکٹ کے عملے میں کچھ ماہرین کی بھی ضرورت ہوگی جو مزید تعلیم کے سنٹروں کو دیکھیں گے جن میں آگے چل کر پیشوں کی ٹریننگ، اور گھروں کو بہتر بنانے کے کورس چلائے جائیں گے۔

جن علاقوں میں کوئلہ نکلتا ہے وہ عوامی آرٹ کے اعتبار سے بہت زرخیز ہیں۔ پروجیکٹ کو یہ کرنا چاہیے کہ عوام کے باطن کارانہ کمالات کا گہرائی سے مطالعہ کریں اور انہیں زندگی گذارنے کے جدید آداب و اقدار کی تعلیم دینے کے لئے علمی نہج پر فروغ دے۔

کام کی جانچ

جیسا کہ دوسرے پروجیکٹوں کے باب میں تجویز کیا گیا ہے، اس علاقے کے پروجیکٹ کے لئے بھی کام کی جانچ کا انتظام ہونا چاہیے، جو اندرونی اور خارجی دونوں طرح کی ہوگی۔ اس مقصد کے لئے پروجیکٹ شروع کرنے کے وقت سے پروجیکٹ کے انتظامی ڈپارٹمنٹ میں جانچ کا کام کرنے والا ایک سیکشن قائم کر لینا چاہیے اور خارجی جانچ کے لئے ریاست یا مرکز کے توسط سے جانچ کرنے والے کسی واقف کار ادارے کی خدمات حاصل کرنی چاہئیں۔

پروجیکٹ نمبر ۹

قبائلی علاقے کا پائلٹ پروجیکٹ

تعارف

قبائلی لوگ بالعموم پہاڑی علاقوں میں اپنی چھوٹی چھوٹی برادریاں بنا کر رہتے ہیں جو شہراتی آبادیوں سے بہت دور واقع ہوتی ہیں۔ ان کا خاص پیشہ کھیتی باڑی اور پھل پھول کے باغ لگانا، پارچہ بافی (کپڑا بننے کا کام) اور دستکاری ہے۔ لہٰذا ان کے لئے خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کا جو پروگرام بنایا جائے وہ ان پیشوں سے مربوط ہونا چاہیے۔ اس وقت ان کے یہاں ڈیویلپمنٹ سے متعلق نئے نئے دھندے مثلاً پھل پھول اور سبزی کی کاشت، مرغی خانہ اور بنائی کے کام میں ترقی یافتہ طریقے رائج کئے جا رہے ہیں۔ ان قبائلیوں کی معاشی ترقی کے لئے اس وقت مندرجہ ذیل سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیاں کام کر رہی ہیں:

۱۔ قبائلیوں کی فلاح و بہبود کا کام کرنے والا محکمہ (ٹرائبل ویلفیئر ڈپارٹمنٹ)

۲۔ ترقیاتی محکمہ (ڈیویلپمنٹ ڈپارٹمنٹ)

۳۔ تعلیم، زراعت، صنعت اور صحت کے محکمے۔

۵۔ ضلع کاؤنسلیں جیسے آسام میں

سائز

چونکہ قبائلی لوگ چھوٹے چھوٹے گاؤوں میں اپنے اپنے جرگے کی الگ الگ بستیاں بسا کر رہتے ہیں اس لئے جغرافیہ بنیاد پر پائلٹ پروجیکٹ کے لئے کوئی علاقہ متعین نہیں کیا جا سکتا، اس لئے یہ سفارش کی جاتی ہے کہ یا تو پروجیکٹ آبادی کو بنیاد مان کر جو کم و بیش پچاس ہزار نفوس پر مشتمل ہو منتخب کیا جائے یا موجودہ بلاکوں کو بنیاد مان کر ان میں حالات کی مطابقت سے جو طریقہ مناسب ہو اسے اختیار کیا جائے۔

مدّت

ان قبائلی علاقوں کے پائلٹ پروجیکٹ کی مدت کار نسبتاً زیادہ لمبی ہونی چاہیئے جو چار سال سے کم نہ ہو۔

تنظیم کا ڈھنگ اور عملہ

ترقیاتی پروگراموں کے لئے معمولاً جو ایجنسی کام کر رہی ہے اسے تو خواندگی اور اڈلٹ ایجوکیشن کی ذمّے داری لینی ہی ہے اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جماعتوں اور تنظیموں کو بھی اس کام میں لگانا چاہیئے۔

۱۔ بلاک سمتیاں
۲۔ قبائلیوں کی فلاح و بہبود کی ضلع کاؤنسلیں
۳۔ قبائلی لوگوں میں ڈیولپمنٹ کا کام کرنے والا محکمہ جیسے آسام میں ہے۔
۴۔ ضلع پریشدیں
۵۔ محکمۂ جنگلات
۶۔ محکمۂ تعلیمات اور تعلیمی سنستھائیں۔ اور
۷۔ علاقے میں کام کرنے والے رضاکار ادارے۔

ان علاقوں کے مسائل چونکہ ان دیہاتی علاقوں سے جن میں ترقیاتی معیشت کے حالات پیدا نہیں ہوئے ہیں مختلف نہیں ہیں اس لئے اس علاقے کے پروجیکٹ کا طریقۂ کار کم و بیش اسی نوعیت کا ہو سکتا ہے جو ان دیہاتی علاقوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے جہاں معاشی ترقی کا کوئی مخصوص پروگرام [illegible]

قبائلی علاقوں میں پڑھے لکھے افراد کی بڑی کمی ہے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ باہر کے لوگوں کو جو ان کے قبائلی رسم و رواج اور طرز تمدن کی بہت کم واقفیت رکھتے ہیں، قبول نہیں کرتے۔ ان حالات کے پیش نظر یہ تجویز کی جاتی ہے کہ مقامی علاقوں ہی کے ہونہار نوجوان ـــــ لڑکے اور لڑکیاں ـــــ اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں اور انھیں لمبے عرصے تک اچھی طرح ٹریننگ دی جائے تاکہ وہ پروجیکٹ کے کام کو صحیح طریقے پر انجام دے سکیں۔ ٹریننگ کے زمانے میں ان زیر تربیت نوجوانوں کو وظیفے دیے جانے چاہئیں۔ باہر کے کارکنوں کو اگر لیا جانا ضروری ہی ہو تو انھیں کام پر لگانے سے پہلے قبائلی رسم و رواج اور طرز تمدن سے بخوبی واقف کرا دینا چاہیے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان قبائلی لوگوں کے لئے بیس بیس تیس تیس طالب علموں کی کلاسیں منظم کرنے کے بجائے یہ بہتر ہوگا کہ انھیں چھوٹی چھوٹی غیر رسمی اور بے تکلف ٹولیوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس اعتبار سے اس علاقے کے پروجیکٹ میں کام کرنے والے لٹریسی کے ٹیچروں کی تعداد زیادہ رکھنی ہوگی۔ ان کے علاوہ حسب ذیل مزید عملے کی ضرورت بھی ہوگی۔

۱۔ پروجیکٹ آفیسر
۲۔ کتابیں اور مطالعے کی دوسری چیزیں تیار کرانے والا افسر
۳۔ پبلسٹی یا آڈیو ویژول سامان تیار کرانے والا افسر جس کے پاس اتنے وسائل ہونے چاہئیں کہ وہ مقامی ضرورت اور دلچسپی کے حسب حال فلمیں تیار کرا سکے۔
۴۔ ٹریننگ کا انچارج۔ ٹریننگ میں ان چیزوں کی ٹریننگ پر زور دیا جانا چاہیے جو علم خانہ داری، دستکاری اور کھیتی باڑی اور پھل پھول اور سبزی کی کاشت کے ترقی یافتہ طریقوں سے متعلق ہوں۔
۵۔ ایک ماہر سماجیات اور
۶۔ جانچ اور ریسرچ کا افسر

تعلیم کے طریقے اور ذرائع

سابقہ ابواب میں تعلیم کے جن طریقوں اور ذرائع کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا استعمال تو اس پروجیکٹ میں ہونا ہی چاہیے، ان کے علاوہ کمیونٹی سینٹروں، تسلسل تعلیم کے آؤٹ پوسٹ اسکولوں اور کتب خانوں کی تنظیم بھی ضروری ہوگی۔

جانچ باہر کے لوگوں سے پروجیکٹ کے کاموں کی جانچ کرانے کا معاملہ مرکزی ایجنسی کے سپرد کر دیا جانا چاہیے مگر رہی اندرونی جانچ تو اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے جو دوسرے پروجیکٹوں کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔